تذکرهٔ شعرای کشمیر

تذکرہ
شعرائے کشمیر

تالیف

اصلح متخلص بمیرزا

بن

حاجی محمد اسلم خان سالم کشمیری

بتصحیح و حواشی

سید حسام الدین راشدی

آبانماه ۱۳۴۶ خ

اقبال اکادمی پاکستان

۱۱۶ میکلوڈ روڈ ۔ لاہور

ناشر : پروفیسر محمد منوّر
دائرکٹر اقبال اکادمی پاکستان
۱۱۶ - میکلوڈ روڈ ، لاہور
طابع : محمد زرین خان
مطبع : زرین آرٹ پریس ، ۶۱ ریلوے روڈ لاہور
تعداد : ۱۰۰۰
طبع اول : ۱۹۶۷ء
طبع دوم : ۱۹۸۳ء
قیمت : ۵۱ روپے

فهرست مطالب

گذارش

یہ سنہ ۱۹۲۲ء کی بات ہے جبکہ ماہنامہ ہمایوں لاہور (۱) میں مخزن الغرائب اور انیس العاشقین پر تبصرہ کرتے ہوئے ، میرے محترم اور عزیز دوست ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے ، حافظ محمود شیرانی مرحوم کی روایت سے لکھا تھا کہ : ایک نا معلوم تذکرہ، جو محمد اصلح خلف حاجی محمد اسلم سالم نے تالیف کیا تھا ، ناپید ہے . انیس العاشقین میں اس تذکرے کے شعرا کا منتخب کلام تھا ، مضمون میں یہ بات اسی بنا پر زیر بحث آگئی تھی .

اس مقالہ پر آج ۴۳ سال بیت چکے ہیں . میری معلومات میں چند سال کم اس نصف صدی کے طویل عرصے کے اندر. پھر نہ اس تذکرے سے متعلق کسی نے لکھا اور نہ کسی نسخے کی موجودگی کا پتا چلا — بس ایک بات تھی جو ہوئی اور رفت و گذشت ہو چکی .

*   *   *   *

سنہ ۱۹۵۷ء میں شکارپور کے ایک قدیم خاندان کے ذخیرے سے ، منجملہ اور خطی کتابوں کے ، محمد اصلح کے گمشدہ تذکرے کا ایک نسخہ ، میرے مرحوم دوست آغا بدرالدین خان کے کتب خانے میں پہنچ گیا ؛ میں نے دیکھا اور حسب معمول اس کی ایک نقل کرالی . نسخہ کرم خوردہ

۱- ہمایوں لاہور شمارہ ستمبر سنہ ۱۹۲۲ء ص ۱۶۳ .

اور بہت ہی بد خط تھا ، اس لیے اس تنہا نسخے سے استفادہ بہت مشکل تھا .

کچھ سال اس پر اور بیت گئے . لیاقت نیشنل لائبریری کی طرف سے میرے پاس چند خطی کتابیں رائے کے لیے آئیں . تذکرے کا ایک نسخہ، جو اسی طرح کرم خوردہ، بد خط اور غلطیوں سے بھر پور تھا، اس مجموعے میں بھی نکل آیا : میں نے جب اپنے نقل شدہ نسخے سے اس کا مقابلہ کیا . تو شعرا کے ناموں اور تعداد میں کوئی فرق یا کمی بیشی نہیں پائی . البتہ ترتیب سراسر مختلف تھی. یعنی یہ کہ : حروف تہجی کے تحت شعرا کے نام دینے کے بعد ، ناموں کے پہلے دو حروف میں بھی تہجی کی ترتیب قائم رکھی گئی تھی .

* * * *

مجھے کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ ، یہ تذکرہ شایع ہو سکے گا . کشمیر میرا موضوع نہیں تھا ، ٹھوس موضوعات اور علمی تحقیق کے سلسلے میں ویسے بھی یہاں — زمیں سخت اور آسمان دور ہے ! - اس لیے اس میں . دوسرے کسی علم دوست کو دلچسپی لینے کا نہ امکان تھا اور نہ امید . اس طرح کے خارزار میں کون قدم رکھے اور کیونکر رکھے . تلاش اور تجسس کے کانٹوں میں کسے پڑی ہے کہ بیٹھے بٹھائے اپنی دامن الجھائے .

وقت گذرتا چلا گیا . کئی سالوں کے بعد ایک وقت آخر ایسا بھی آگیا کہ : اچانک اس تذکرے کے چھپنے کی نہ فقط نوبت آگئی . بلکہ اسکا چھاپا جانا بھی میرے ہی مقدر میں لکھا ہوا پایا گیا . یعنی سنہ ۱۹۲۲ء میں ، جب پہلی مرتبہ اس تذکرے کی گمشدگی اور نایابی کا ذکر چھڑا ، اس وقت جو لڑکا چودہ برس کا تھا ، ۴۳ برس کے ماہ و سال گذر چکنے کے بعد ،

اسی ھی کو یہ کام کرنا پڑا ـــ مقدر کی بات اور نوشتۂ ازل اسی کا نام ہے ؛

* * * *

اقبال اکادمی کا نشأۃ ثانیہ جب سے عمل میں آیا ہے اور ادارے میں صحیح علمی ماحول پیدا ھوگیا ہے ، اس وقت سے ؛ تحقیق اور تالیف کا کام ایک جذبے اور اعلیٰ علمی سطح پر شروع کیا گیا ہے . بہت سے تحقیقی موضوع متعین کئے گئے ھیں ، جن پر تلاش اور تدوین کا کام جاری ہے .

گذشتہ سال دانشمند محترم جناب بشیر احمد صاحب ڈار کی تحریک اور میرے شفیق دوست جناب ممتاز حسن صاحب ـــ جن کی بدولت پاکستان میں ادھر ادھر کئی ایک علمی چراغ روشن ھیں ـــ کی تائید سے ، ایسے موضوعات کی ایک فہرست شایع کی گئی ، جن سے علامہ اقبال مرحوم کو دلچسپی تھی . اور ان کی آرزو تھی کہ ان موضوعات اور عنوانوں پر کام ھو ، اور کتابیں شایع کی جائیں .

یقیناً وہ تمام موضوع اہم تھے ، جن کو ان کے حکیمانہ نگاہ نے پرکھ لیا تھا ، ان کے ذھن رسا نے منتخب کر لیا تھا اور ان کے ذوق نے چن کر الگ کر لیا تھا .

اسی فہرست میں کشمیر کے فارسی شعرا پر کام کرنے کا بھی ایک عنوان تھا ، حضرت علامہ مرحوم و مغفور نے محمدالدین فوق مرحوم کو یہ خط لکھا تھا :

ـــ مجھے یہ معلوم کرکے کمال مسرت ھوئی کہ ؛ آپ تذکرۂ شعرائے کشمیر لکھنے والے ھیں . میں کئی سالوں سے اس کے لکھنے کی تحریک کر رھا ھوں ، مگر افسوس ہے کسی نے ادھر

توجه نہ کی . : . .

افسوس ہے کہ کشمیر کا لٹریچر تباہ ہو گیا . اس تباہی کا باعث زیادہ تر سکھوں کی حکومت اور موجودہ حکومت کی لاپرواہی اور نیز مسلمانان کشمیر کی غفلت ہے . . . . ہاں تذکرۂ شعرائے کشمیر لکھنے وقت مولانا شبلی کی شعر العجم آپ کے پیش نظر رہنی چاہیے . محض حروف تہجی کی ترتیب سے شعرا کا حال لکھ دینا کافی نہ ہوگا . کام کی چیز یہ ہے کہ آپ کشمیر میں فارسی شعر کی تاریخ لکھیں . . . . میرا یہ عقیدہ ہے کہ کشمیر کی قسمت عنقریب پلٹا کھانے والی ہے . . . . میرے پاس کوئی مسالہ تذکرۂ شعرا کے لیے نہیں ہے ورنہ آپ کی خدمت میں ارسال کرتا . . . . (۱)

یہی مکتوب تھا جو محرک بنا کہ کشمیر کے فارسی شعرا پر کام کا آغاز کیا جائے اور پہلے — کوئی مسالہ — مہیا کیا جائے جس کی تلاش فوق مرحوم کو تھی اور انہیں علامہ مرحوم کے پاس بھی نہیں مل سکا تھا . شعرالعجم کی نوعیت اور نہج پر — کشمیر میں فارسی ادب کی تاریخ — لکھنا ، ظاہر ہے کہ اس کے بعد کی بات ہے .

* * * *

یہ حقیقت اہل علم پر روشن ہے کہ ، کشمیر کے فارسی شعرا پر واقعی مواد ناپید ہے . فارسی شعرا کے جتنے تذکرے لکھے گئے ہیں، ان میں مختصر اور وہ بھی منتشر حال تو کہیں کہیں پایا جاتا ہے ، لیکن ایسا کوئی تذکرہ دستیاب نہیں ہو سکا تھا ، جو خالص کشمیری شعرا سے مختص ہو .

۱- یہ خط ۱۲- مارچ سنہ ۱۹۲۲ء کو لکھا گیا (انوار اقبال ص ۲۰)

گو کہ ایسے تذکرے لکھے ضرور گئے تھے جن میں سے ایک آدھ کا نام تاریخ میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً. محمد علی خان متین کشمیری کا تذکرہ ــ حیات الشعرا ــ دیدہ مغول کا ــ تذکرۃالشعرا ــ یا وہ تذکرہ جو سکھ جیون لال نے خود لکھا تھا یا اسکے وابستگان میں سے۔ کسی نے تالیف کیا تھا۔ اور اصلح کا یہ تذکرہ بھی بتک انہیں گمشدگان کے سلسلہ کی ایک نایاب کڑی تھی۔

* * * *

کشمیری شعرا پر منتشر اور مختصر مواد، علاوہ تذکروں کے۔ خود کشمیر پر لکھی ہوئی تاریخوں اور تصوف کے کتابوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً مندرجہ ذیل تاریخیں اور تذکرے اس سلسلے میں ماخذ کے طور پر موجود ہیں:

۱۔ **واقعات کشمیر یا تاریخ اعظمی**: از محمد اعظم کشمیری: تاریخ کے ساتھ ساتھ اس میں صوفیا اور علما کے تذکرے موجود ہیں۔ نیز کشمیری شعرا کے سلسلے میں خاصی معلومات مل جاتی ہے۔

۲۔ **تاریخ حسن**: اس کی تین جلدیں ہیں۔ آخری جلد مشاہیر کے حالات پر مشتمل ہے اور شعرا کا ذکر خاص طور پر شامل ہے۔

۳۔ **تاریخ مشاہیر کشمیر (یا رشی نامہ)**: از داؤد خاکی۔ کشمیر کے اہل طریقت کے حالات ہیں۔ چونکہ بہت سے صوفی اور اصحاب طریقت فارسی کے شاعر تھے، لہذا اس میں کئی ایک ایسے بزرگ مل جاتے ہیں۔

ان کتابوں کے علاوہ بہت سی کتابیں اور ہیں جو نسبۃً کم اہمیت رکھتی ہیں، لیکن اس سلسلے میں کام لیا جا سکتا ہے۔ مثلاً:

۴۔ **تحفۃالاحباب**: مولف نامعلوم۔

۵۔ **اسرارالابرار**: داؤد خاکی۔

٦۔ خوارق السالکین : احمد بن عبدالصبور کشمیری :

۷۔ فتحیات کبرویہ : شیخ عبدالوہاب ۔

۸۔ فتوحات قادریہ : ملا حسین قادری ۔

۹۔ تحفۃ الفقرا : محمد مراد ٹینگ ۔

۱۰۔ خلاصۃالمناقب : نورالدین جعفر بدخشی ۔

۱۱۔ منقبت‌الجواہر : حیدر بخشی ۔

* * * *

سکھوں کے عہد میں ــ جو در حقیقت تاریخ کا ایک بھیانک اور پر آشوب دور تھا ــ واقعاً بقول علامہ مرحوم ، ہمارا بہت کچھ بلکہ اکثر و بیشتر علمی ورثہ اور ثقافتی اثاثہ برباد ہوگیا ۔ لیکن جو کچھ بچ رہا ، اس پر انحصار کرکے ، نہ فقط حضرت علامہ کے زمانے میں کشمیر کے فارسی ادب کی تاریخ کسی نے نہیں لکھی ، بلکہ اب بھی ، جبکہ علامہ کی اس آرزو پر ۴۵ سال اور بیت چکے ہیں ، کسی نے ان کے اس منتشر خواب کو تعبیر دینے کی کوشش نہیں کی ۔

گذشتہ نصف صدی کے اندر اس ضمن میں جو کچھ کام ادھر ادھر ہوا ہے ، اس کی کیفیت کچھ اس طرح ہے :

۱)۔ سوانح غنی کاشمیری : اس سلسلے میں منشی محمدالدین فوق مرحوم کی کوششیں سب سے پہلے ہمارے سامنے آتی ہیں ۔ کشمیر ان کا وطن تھا اور تھا بھی ان کو بہت عزیز ۔ پوری زندگی انھوں نے کشمیر پر پڑھتے ہوئے کام کرتے ہوئے اور لکھتے ہوئے گذاردی ۔

بہت سے موضوعات پر انھوں نے قلم اٹھایا ۔ لیکن شعرا کے سلسلے میں کچھ جی بھر کے لکھنا ، ان کو بھی نصیب نہ ہو سکا ۔ ظاہر ہے کہ مواد

کی کمی حائل رهی هوگی ۔ شعرا میں سے سب سے پہلے انهوں نے غنی کی ایک مختصر سی سوانح چھاپی ، جس میں ضمناً فارسی کے ان شعرا کا ذکر بهی ، ایک ایک سطر میں کردیا ؛ جن کا تعلق کسی نہ کسی صورت میں کشمیر سے تها ۔

۲)۔ مزارالشعرا : سنه ۱۹۲۴ میں فوق مرحوم نے ایک مقاله ــ مزارالشعراء کشمیر ــ کے عنوان سے لکھا، جس میں انهوں نے ایسے دس نامی شعرا کا ذکر کیا جن میں سے اکثر کشمیر کے ــ مزارالشعراء ــ میں مدفون هیں ۔

۳)۔ بڈ شاہ : سلطان زین العابدین بڈشاہ کے حالات میں فوق مرحوم نے جو کتاب لکھی هے، اس میں بهی جستہ جستہ، بعض شعرا کے متعلق مفید معلومات جمع کردی هے ۔

اسی طرح انهوں نے مشاهیر کشمیر پر دو جلدیں لکھیں اور بعض مشاهیر جو شاعر بهی تهے ، ان کا ذکر اس میں کر دیا ۔

۴)۔ نگارستان کشمیر : قاضی ظهورالحسن ناظم سیوهاروی نے ۱۳۵۲ ھ میں ــ گلدستۂ کشمیر ــ کے رد میں مندرجه بالا نام سے تاریخ کشمیر لکھی. سلاطین کے ساتھ صوفیا اور شعرا کے حالات بهی اس میں دیے ۔ شعرا میں سے انہی کا سرسری سا حال لکھا ۔ جن کا ذکر تاریخ اعظمی میں آیا هے.

۵)۔ کشمیر : ڈاکٹر غلام محی الدین صوفی مرحوم نے سنه ۱۹۴۴ع میں انگریزی زبان میں کشمیر پر دو جلدوں کی بسیط تاریخ لکھی ۔ اس برصغیر میں یه کتاب اپنی قسم کی پہلی کارنامہ کتاب هے ، جس کو سنه ۱۹۴۹ع میں پنجاب یونیورسٹی نے چھاپا اور اب نایاب هوچکی هے ۔

چونکه یه کتاب کشمیر کے سلسلے میں تمام شعبوں پر حاوی هے ، اس

لیے شعرا کا ذکر بھی موجود ہے : مولف نے اس میں انھی نامی شعرا کو مختصراً لیا ہے ، جو تقریباً تمام عمومی کتابوں میں زیب عنوان رہتے چلے آئے ہیں . لیکن اس مختصر جائزے اور خاکے میں ، بعض مفید تاریخی حقائق کو پہلی مرتبہ اجاگر کیا گیا ہے : یہی کتاب بعد کے اکثر لکھنے والوں کی دستبرد میں رہتی چلی آئی ہے .

۶)۔ **بہارستان گلشن کشمیر** : یہ کتاب کشمیری‌النسل اردو اور فارسی کے ہندو شعرا پر ، دو ضخیم جلدوں میں ، پنڈت برج کشن بیخبر اور پنڈت جگموہن ناتھ رینہ شوق نے ، ملکر تالیف کی ہے . جلد ثانی جو ۹۷۶ صفحات پر مشتمل ہے : سنہ ۱۹۳۲ع میں شائع ہوئی ہے . جلد اول میری نگاہ سے نہیں گزری لیکن وہ بھی تقریباً اسی ضخامت کی کہی جاتی ہے .

اگر کوئی شاعر سات پشت پہلے کشمیری‌النسل ہے ، اس کا بھی اس کتاب میں ذکر ہے : اس میں کوئی شک نہیں کہ ، اس تذکرے میں بہت سا مواد یکجا کردیا گیا ہے . لیکن فارسی کے شعرا بہت کم ہیں مخصوصاً وہ شعرا جن کا تعلق براہ راست کشمیر سے ہو . خال خال ہی آئے ہیں .

۷)۔ **تذکرہ شعرای پارسی زبان کشمیر** : خواجہ عبدالحمید عرفانی کا یہ چھوٹا سا کتابچہ ، تیس شعرا کے مختصر انتخاب اور مختصر تر احوال پر مشتمل ہے ؛ جو گیارہ سال پہلے ایران سے انھوں نے چھاپا ہے : اس کتاب کا تمام تر انحصار اور اساس صوفی مرحوم کی فراہم کردہ اطلاعات پر ہے .

اگرچہ یہ کتابچہ کشمیر کی فارسی شاعری اور فارسی ادب کی تاریخ کا کوئی خاکہ پیش نہیں کرسکتا ، لیکن اس کے دو پہلو ایسے اہم ہیں جن سے پہلوتہی نہیں کی جا سکتی . ایک یہ کہ کشمیر کے فارسی شعرا کا یہ پہلا

مجموعہ ہے جو ــ تذکرے ــ کی تعریف میں آتا ہے ۔ اور اس کا دوسرا اہم ترین نکتہ یہ ہے کہ ، اُس کتابچے نے پہلی بار کشمیری شعرا کو ایک مستقل حیثیت سے ایران میں متعارف کرایا ؛ جو در حقیقت اپنی جگہ پر بہت بڑی علمی خدمت شمار کی جا سکتی ہے ۔

۸)۔ فہرست شعرای کشمیر : حکومت پاکستان نے سنہ ۱۹۶۳ء میں ــ کشمیر ادب و ثقافت ــ کے نام سے کشمیر پر ایک مقالات کا مجموعہ شایع کیا ۔ جس میں ــ سرو چمن ــ کے عنوان سے حروف تہجی کے تحت کشمیر کے فارسی گو شعرا کی ایک فہرست شایع کی جو ۲۵۲ شعرا کے نامون پر مشتمل ہے ۔ اگرچہ اس فہرست میں فقط نام اور تخلص دینے پر اکتفا کی گئی ہے ، نیز بعض نام ایسے بھی موجود ہیں جو غالباً ، غلطی سے اس میں شامل ہوگئے ہیں ، لیکن با ایں همه، میری دانست میں کشمیری شعرا کی ایسی طویل فہرست پہلی بار اهل علم کے سامنے آئی ہے ؛ جسے از بس غنیمت جاننا چاهیے ۔

۹)۔ ادبی دنیا (کشمیر نمبر) : محمد عبداللہ قریشی صاحب نے ــ جو لاہور کے مخلص ترین علمی کارکن اور ادبی دنیا کے مدیر نیز مرحوم محمدالدین فوق کے دوست ہیں ــ مارچ سنہ ۱۹۶۶ع میں ادبی دنیا کا کشمیر نمبر نکالا ، جسمیں فوق مرحوم کا مقالہ ــ مزار الشعراء کشمیر ــ جس کا ذکر اوپر آچکا ہے ؛ پہلی بار چھاپا ، اور اسی شمارے میں ــ کشمیر کی فارسی شاعری ــ کے عنوان سے ، خود انہوں نے بڑے حسن و خوبی کے ساتھ ، ایک مبسوط مقالہ لکھکر شامل کیا ؛ جس میں ۴۹ فارسی شعرا کا ذکر کیا اور ان کے اشعار نمونتاً دئے ۔ یہ مقالہ میرے خیال میں ترتیب اور معلومات کے لحاظ سے قیمتی اور اس موضوع پر اپنی قسم کا پہلا جامع مقالہ ہے ۔

۱۰)۔ نصرت (کشمیر نمبر) : دوست مکرم جناب حنیف رامے نے سنہ ۱۹۶۰ع میں اپنے رسالہ نصرت کا کشمیر نمبر نکالا. جس میں انہوں نے کشمیر کے فارسی ادب پر مندرجہ ذیل تین مضمون چھاپے :

(۱) کشمیر فارسی شاعری میں . جناب حفیظ ہوشیار پوری
(۲) کشمیر کے فارسی شعرا . ,,
(۳) غنی کاشمیری . جناب منور کاشمیری

پہلے مضمون میں فارسی شعرا کے وہ اشعار جمع کئے گئے ہیں جو کشمیر پر لکھے گئے ہیں . دوسرا مضمون قدسی ، کلیم ، سلیم اور طغرای مشہدی پر بہت سرسری سا ہے . اسی طرح تیسرا مضمون غنی کاشمیری پر ہے جو دو صفحات پر مشتمل ہے .

۱۱)۔ فارسی سرایان کشمیر : یہ تذکرہ ڈاکٹر ٹیکو صاحب کی تالیف ہے اور سنہ ۱۳۴۲ ش میں ایران سے شایع ہوا ہے . اس میں بیس شعرا کے مختصر اور سرسری حالات، اشعار کے معمولی انتخاب کے ساتھ دئے گئے ہیں . خواجہ عرفانی صاحب کے تذکرے کے بعد، یہ دوسری کتاب ہے جو تذکرے کے طور پر لکھی گئی ہے .

۱۲)۔ پاکستان میں فارسی ادب : ڈاکٹر ظہورالدین احمد صاحب نے فارسی ادب کی تاریخ پر یہ کتاب سنہ ۱۹۶۶ع میں لاہور سے شائع کی ہے . کتاب اپنے موضوع پر پہلی جامع کتاب ہے جو میری نظر سے گذری ہے ؛

ڈاکٹر صاحب نے مختلف صوبوں کے علمی مراکز کے جدا جدا ابواب قائم کیے ہیں . مرکز ادب کشمیر کے باب میں انہوں نے، کشمیر کے فارسی ادب کی تاریخ ، اور وہاں سے متعلق فارسی گو شعرا پر ، اچھی خاصی معلوعات فراہم کی ہے . لیکن اس میں بھی فقط بارہ شعرا کا ذکر ہے جو

عام طور پر زبان زد خلق ہیں .

۱۳)۔ کشمیر کے فارسی شعرا بعہد مغول : ڈاکٹر محمد ظفر کا یہ انگریزی مقالہ ڈاکٹریٹ کے لئیے پنجاب یونیورسٹی میں پیش کردہ ہے ، جس میں انہوں نے سات ابواب قائم کیے ہیں، اور تیسرے باب سے . جو اکبر کے عہد پر مشتمل ہے . شعرا کے حالات شروع کیے ہیں . اسی طرح ہر باب ایک بادشاہ کے عہد سے مختص کیا گیا ہے .

اس مقالہ میں انہوں نے کشمیر کے ساتھ مشاہیر شعرا سے بحث کی ہے :

*　　*　　*　　*

مذکورہ بالا مواد بہت کچھ ہونے کے باوجود بھی کچھ اس طرح نامکمل منتشر اور تشنہ ہے کہ ہمارے علمی حلقہ کے سامنے یا اس موضوع پر کام کرنے والوں کے لئیے ، ایک مکمل تصویر یا ایک مکمل خاکہ یا ایک مکمل ذخیرہ معلومات پیش نہیں کر سکتا . میرے خیال میں اس کا سب سے بڑا سبب ــ منجملہ اور اسباب کے ــ ایک یہ بھی ہے کہ: کشمیر کے شعرا سے متعلق کوئی جامع تذکرہ ایسا سامنے نہیں تھا . جو خالصتاً کشمیر کے فارسی گو شعرا پر حاوی اور مشتمل ہو ، اور پڑھنے والے یا لکھنے والے کے لئیے مواد یکجا پیش کرے .

ایسی صورت حال میں اصلح کے ــ تذکرۂ شعرای کشمیر ــ کا دریافت اور دستیاب ہوجانا، حقیقت میں غنیمت بلکہ ایک نعمت ہے .

*　　*　　*　　*

تذکرے کے مولف اصلح متخلص بہ میرزا کے حالات پردہ خفا میں ہیں . اپنا حال نہ خود انہوں نے لکھا ہے اور نہ کسی دوسرے تذکرے میں نظر سے گذرا :

ان کے والد اپنے دور کے اعلی ترین شاعر تھے . محمد اسلم خان نام اور

سالم تخلص تھا. کشمیر کے مشہور شاعر اور ـــ دبستان المذاهب ـــ کے مصنف شیخ محسن فانی کے شاگرد اور بقول خان آرزو پسر خوانده تھے. ان کے باپ دادا برھمن تھے . باپ کا نام ابدال بہٹ (۱) تھا . جو بقول صاحب تاریخ اعظمی ـــ اعیان ھنود کشمیر ـــ میں سے تھا . محمد اسلم اپنے تین بھائیوں کے ساتھ شیخ محسن فانی (۲) کے ھاتھ پر اسلام لائے . اور تعلیم وغیرہ سے فراغت پانے کے بعد . ان کی زندگی شاھزادہ محمد اعظم شاہ (متوفی ۱۱۱۹ھ) کی ملازمت میں گذری، حیات کا کچھ عرصہ شاہ عالم بہادر شاہ کی خدمت میں بھی بسر کیا . گجرات کے دور اقامت میں حج بھی کر آئے (۳). شگفتہ رو اور خوش صحبت تھے . سنہ ۱۱۱۹ھ کے آخر میں یا اس کے فوری بعد کشمیر میں انتقال کیا .

اپنے خاندانی افراد کے سلسلے میں ، اصلح نے جو اس تذکرے کے اندر نشاندھی کی ھے ، اس سے ظاھر ھوتا ھے کہ یہ پورا خاندان شعرا اور پڑھے لکھوں کا خاندان تھا : مثلاً :

(۱) شیخ محمد مومن بینا ، مولف کے عموی بزرگ تھے .

(۲) شیخ محمد مسلم صنعی ؛ منجھلے چچا اور خسر تھے .

(۳) شیخ شمس الدین سامع ، چھوٹے چچا تھے .

یہی تینوں بھائی اپنے بڑے بھائی حاجی شیخ محمد اسلم سالم کے ساتھ محسن فانی کے ھاتھ پر اسلام لائے تھے .

(۴) شیخ عبدالسلام آگاہ ، مولف کے بھائی تھے .

(۵) شیخ قمرالدین اظہر (پسر سامع)، ان کے چچازاد بھائی تھے .

۱- رک : صفحہ ۱۲۲ ، ۲- ص ۱۳۵ ، ۳- ص ۱۲۵ .

(٦) شیخ عبدالرحیم عاصی (پسر بینا)، ان کے چچازاد بھائی تھے :
(٧) شیخ عبدالحمید حمید عموزادوں میں سے تھے .
(٨) شیخ محمد مسلم مسلم . مولف کے پھوپی (عمکہ) زاد بھائی تھے .
(٩) شیخ عبداللہ مجرم ، شیخ محمد مسلم صنعی کے نبیرے اور مؤلف کے خویش تھے .

*　*　*　*

اصلح کے دیباچے میں ــ فقیر ضراعت اقتضا اصلح متخلص به میرزا ــ لکھا ہوا ہے . چونکہ کسی اور کتاب میں ان کا پورا نام نظر سے نہیں گذرا اور نہ خود شاعر کی حیثیت سے انہوں نے اپنا حال تذکرے میں شامل کیا ہے ، اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ نام کے اور اجزا کیا تھے؟ نیز یہ بھی نہیں معلوم کہ ــ میرزا ــ ہی تخلص تھا یا میرزا اصل تخلص کا اضافی اور عرفی جزو ہے . ہر چند بندش کے لحاظ سے ــ اقتضا ــ کے ساتھ ــ میرزا ــ ہی میل کھاتا ہے ، پھر بھی یقین اور تسکین اسلئے نہیں ہے کہ . میرے اندازے کے مطابق، دیباچہ بہت سرسری اور کچھ ناقص سا محسوس ہو رہا ہے .

مولف کی تعلیم و تربیت اور زندگی کے دیگر کوائف سے ہم واقف نہیں . اس تذکرے سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ملا عبدالحکیم ساطع ان کے استاد تھے . اور یہ استاد ، ظاہر ہے کہ ، شاعری ہی میں ہونگے . جن اساتذہ سے علم حاصل کیا ان کے نام نہیں دیے .

ان کے والد چونکہ زیادہ عرصہ تک پایہ تخت دهلی میں رہے، اسلئے قیاس یہی کہتا ہے کہ ، ان کی تعلیم و تربیت دهلی ہی میں ہوئی ہوگی . ان کی شاعری کا نمونہ ہمارے سامنے نہیں. البتہ تذکرے کی عبارت

سے معلوم ہوتا ہے کہ ، فارسی پر انہیں پوری قدرت حاصل تھی : اس پر ان کے علم کا قیاس کیا جاسکتا ہے .

وفات کے سلسلے میں ہمیں کوئی علم نہیں ، لیکن اتنا یقین ہے کہ محمد شاہ کے عہد کے بعد بھی زندہ تھے :

*　　　*　　　*　　　*

تذکرے کا نام معلوم نہیں اور نہ مؤلف نے دیباچے میں لکھا ہے (۱) اسمیں (۳۰۵) شعرا کا ذکر ہے اور اشعار کے نمونے دیئے ہیں : ذکر اور نمونے کے الفاظ میں نے دانستہ استعمال کئے ہیں ؛ کیونکہ شعرا کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے وہ حالات کی تعریف میں نہیں آسکتا . اسی طرح اشعار کا انتخاب اسلئے نہیں کہا جا سکتا کہ، بعض شعرا کے بالکل ناکافی اور باقی شعرا کے چند ہی شعر نمونتاً درج کردیئے ہیں . جس سے شاعر کے فنی مقام یا حیثیت کے متعلق کوئی تصویر سامنے نہیں آتی .

بہرحال اصلح نے تذکرے میں نظر بظاہر طریقہ وہی اختیار کیا ہے جو عام اور مروج تھا ، لیکن دوسرے تذکروں میں اختصار کے باوجود : شاعر کے متعلق حالات کے سلسلے میں ، ایک آدھ چیز ضرور مل جاتی ہے ، اور یہاں ذاتی حالات کا قطعی فقدان ہے .

*　　　*　　　*　　　*

مؤلف نے دیباچے میں لکھا ہے کہ ، تذکرے میں عالمگیری عہد سے لے کر محمد شاہی دور تک کے شعرا کو لیا گیا ہے ، لیکن اس میں ایسے شاعر موجود ہیں جن کا عالمگیر سے بہت پہلے کے عہد سے تعلق ہے .

۱- لیاقت لائبریری والے نسخے کے ابتدائی خالی اوراق کے ایک کونے پر ــ تذکرہ شعرائے کشمیر ــ لکھا ہوا ہے ، لہذا ہم نے یہی نام اختیار کیا ہے .

تذکرے کے دیباچے میں نہیں کہا گیا ، لیکن در اصل یہ تذکرہ کشمیر سے تعلق رکھنے والے شعرا سے متعلق ہے . ایسے شعرا جن کا نسلی ربط کشمیر سے تھا ؛ یا وہ شعرا جو تھے باہر کے ، لیکن کسی نہ کسی سلسلہ میں کشمیر چلے گئے تھے . بعض ایسے شعرا تذکرے میں آگئے ہیں ، جن کے کشمیر سے تعلق کی تصدیق ، فی‌الحال کسی ذریعے سے نہیں ہوسکی ہے (۱) . اسی طرح ایک آدھ شاعر کے متعلق ہمیں یہ گمان ہے کہ ؛ اس بر صغیر میں غالباً کبھی نہیں آیا . چونکہ مؤلف نے صراحتاً یا ضمناً کچھ نہیں لکھا . اسلئے نہیں کہا جاسکتا کہ اس طرح کے شعرا کو کیوں شامل کیا گیا ہے .

* * * *

مؤلف نے دیباچے میں تالیف کا سال نہیں دیا، لیکن یہ ظاہر ہے کہ تالیف محمد شاہی دور میں ہوئی؛ جو سنہ ۱۱۳۱ھ سے شروع ہوکر سنہ ۱۱۶۱ھ پر ختم ہوتا ہے :

شعرا کے ذکر میں عبارت کا انداز ایسا اختیار کیا گیا ہے ، جس سے یہ پتہ چلانا کہ یہ ذکر زندہ شاعر کا ہو رہا ہے یا مردہ کا مذکور ہے، بہت مشکل ہے . بایں ہمہ مندرجہ ذیل داخلی شہادتوں سے تالیف کا عرصہ متعین کرنے میں مدد مل سکتی ہے .

(۱) مؤلف نے ــ وحدت ــ کے سلسلے میں ــ بودند ــ کا لفظ استعمال کیا ہے . وحدت سنہ ۱۱۲۶ھ میں فوت ہو چکے تھے .

(۲) جنون کا ذکر فوت شدگی کے انداز سے کیا ہے . جنون کا انتقال

۱ـ بعض شعرا کے متعلق چونکہ حواشی نہیں لکھ سکا ہوں ، اسلئے کشمیر سے تعلق کی تصدیق نہیں ہوسکی ہے .

سنه ١١٣٢ھ میں ھوا :

(٣) شاہ گلشن نے سنه ١١٤٠ھ یا سنه ١١٤١ھ میں وفات پائی . مولف نے اسطرح کا انداز اختیار کیا ھے جیسے که وہ، اسوقت زندہ تھے جبکه ان کا ذکر لکھا جا رھا تھا :

(٤) شہرت کا انتقال ١١٢٣ھ میں ھوا، اسکے سلسلے میں عبارت کا انداز یہی ظاھر کرتا ھے که وہ ابھی فوت نہیں ھوئے تھے .

(٥) قزلباش خاں امید کا ذکر لکھتے ھوئے — بودہ — اور — ربودہ — کا استعمال اسطرح کیا ھے جیسے که وہ ، اسوقت فوت ھوچکے تھے . انکا انتقال سنه ١١٥٩ھ میں ھوا ھے .

(٦) دیباچے میں محمد شاہ کو زندہ بتایا گیا ھے . محمد شاہ کا انتقال سنه ١١٦١ھ میں ھوا .

مندرجه بالا شہادتوں کی بنا پر کہا جا سکتا ھے که ، تذکرے کی تالیف سنه ١١٢٦ھ یا سنه ١١٣٢ھ کے بعد شروع ھوئی اور ١١٥٩ھ کے بعد اور سنه ١١٦١ھ سے پہلے تذکرہ اختتام کو پہنچا .

*   *   *   *

مولف کے والد کا انتقال کشمیر میں ھوا . وہ ھندوستان چھوڑ کر اپنے وطن پہنچے ھی تھے که پیک اجل آ پہنچا . تذکرے کے بعض عبارتوں سے ظاھر ھوتا ھے که: تذکرے کا مولف بھی کشمیر ھی میں — غالباً اپنے والد کے فوت ھونے کے بعد — رھنے لگا تھا ، اور اس تذکرے کا آغاز اس نے کشمیر میں کیا اور وھیں انجام کو پہنچایا . مندرجه ذیل شعرا

کے حالات میں شہادتیں پائی جاتی ہیں .

(۱) ادراک اصفہانی : . . . با عبدالعظیم خان و احترام خان دیوان بیوتات کشمیر جنت تاثیر بودند ، آمده چندی بعیش گزرانده باز مراجعت بدیار خویش نمود .

(۲) جنون . . . . در اوال سلطنت . . . . محمد شاہ در ہند رفته ، همانجا بقضای ایزدی جان بجان آفرین سپرد .

(۳) صنعی . . . . هنگامیکه نهضت رایات عالیات حضرت اورنگزیب عالمگیر باین صوب شده ، بمنصب سرفرازی یافته .

(۴) عارف قلندر . . . . یکچند بعنوان سیاحت در کشمیر بهشت نشان آمده ، هفت سال بکمال عیش گذرانیده ، مراجعت بسمت وطن مالوف نموده .

اس قسم کی اور بھی شہادتیں موجود ہیں جن سے مولف کا کشمیر میں ہونا اور تذکرے کا وہیں لکھا جانا ظاہر ہوتا ہے (۱) .

* * * *

تذکرے کے اس مطبوعہ نسخے کے متن کی اساس ، میں نے آغا بدرالدین خان کے نسخے پر رکھی ہے ، اور ترتیب بھی اسی کی اختیار کی گئی ہے . لیاقت لائبریری کے نسخے سے تصحیح میں مدد لی ہے . ان دونوں نسخوں کے علاوہ تصحیح میں — انیس العاشقین — میں دئیے ہوئے انتخاب کو بھی پیش نظر رکھا ہے . جس کا نسخہ دانشگاہ پنجاب کے شیرانی کلیکشن میں محفوظ ہے . اور یہ وہی نسخہ ہے جس کو سامنے رکھ کر ڈاکٹر عبداللہ چغتائی نے ۱۹۲۴ع میں اپنا مقالہ لکھا تھا .

۱- نیز دیکھئے مہر عطااللہ ۲۵۷، زکی ۱۰۵، سخنور ۱۴۴ اور سکندر ۱۴۶ .

تصحیح میں باوجود انتہائی کوشش کے ، کچھ الفاظ ایسے رہ گئے ہیں جو یا تو پڑھے نہیں گئے یا دیمک نے بالکل صاف کردئے تھے. ایسی صورت جہاں پیش آئی ہے وہاں نقطے لگادیے گئے ہیں .

بعض شعر ناموزوں اور کتابت کی غلطی سے مفہوم سے بالکل عاری تھے ، ان کو حذف کرنا پڑا ہے .

* * * *

جیسا کہ میں نے بتایا ہے ، تذکرے میں حالات نہیں ، بلکہ شعرا کا فقط ذکر کیا گیا ہے ، جس سے تعین زمانی کے ساتھ ساتھ ، شاعر کے متعلق یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ یہ کون تھا ، ہندوستان سے آیا یا ایران سے پہنچا تھا .

اس تشنگی کو بڑی حد تک میں نے تذکروں اور کتابوں سے ، فراہم کردہ مواد سے حواشی کا اضافہ کرکے . دور کیا ہے . لیکن افسوس ہے کہ بعض شعرا کے متعلق حواشی مہیا نہیں ہوسکے — وقت کی کمی آڑے آئی .

حواشی کے اندر جو کچھ مل سکا ہے ، میں نے اصلی الفاظ اور عبارت میں درج کردیا ہے . تا کہ مصنفین کی اصل عبارت پڑھنے والوں کے سامنے رہے، اور تحقیق کے دوران میں . اصلی ماخذوں کے مہیا کرنے والی دقت اور زحمت کا سامنا نہ کرنا پڑے .

حواشی کا مواد مصادر کی تاریخی ترتیب کے تحت دیا ہے ، تا کہ پڑھنے والے پر ، ابتدائی نوشتے سے لے کر آخری کتاب تک . ترتیب زمانی کے ساتھ ، صورت حال واضح ہو .

* * * *

کتاب کی تصحیح اور حواشی کا کام، میں نے فروری ۱۹٦۷ع میں شروع کیا اور اکتوبر کی پہلی تاریخ کو ختم کیا . اس اثنا میں کتابوں کا مطالعہ کرتے ہوئے بہت سے ایسے کشمیری شعرا ملے ، جن کا ذکر اصلح کے تذکرے میں نہیں ہے . ایسے شعرا کے حالات کو میں ساتھ ساتھ جمع اور مرتب کرتا گیا . چنانچہ اس آٹھ ماہ کے اندر . نہ فقط محمد اصلح کا تذکرہ مفصل حواشی کے ساتھ تیار ہوگیا ، بلکہ دوسرا تذکرہ بھی مرتب ہوگیا . جو دو جلدوں پر مشتمل ہے اور جسکی دونوں جلدیں ساتھ ہی شایع بھی ہوگئیں .

ظاہر ہے کہ . اس قلیل عرصے میں سیکڑوں کتابوں کا پڑھنا ، ان سے مواد لینا . ترتیب دینا اور تصحیح کرنا ، خاصی محنت اور زحمت کا کام تھا . میں نے حتیٰ المقدور کوشش کی ہے کہ متن اور حواشی ، ترتیب اور تاریخ کے لحاظ سے ، غلطیوں سے پاک رہیں ، لیکن وقت کی کمی اور کام کے پھلاو کی وجہ سے پورے وثوق اور یقین کے ساتھ نہیں کہ سکتا کہ اس کوشش میں ، کہاں تک کامیاب ہوا ہوں . بہت ممکن ہے کہ غلطیاں رہ گئی ہوں اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کہیں کہیں مطالب کے لحاظ سے تشنگی محسوس کی جائے . بہر صورت ان سب خامیوں کو فقط وقت کی کمی پر ٹال دینا ضروری نہیں ہے ، اس میں میری اپنی کم مایگی کو بھی بڑا دخل ہے . لہذا میں پڑھنے والوں سے در گذر اور چشم پوشی کی درخواست ، اصلح کے ہی الفاظ میں کرتا ہوں :

خطای ار ، ز من بی شعور ، سر بر زد
بذیل عفو ، بپوشید ، ای سخن چینان !

*　　*　　*　　*

تذکرے کے حواشی میں بہت سے خطی تذکروں سے مواد حاصل کیا گیا ہے. مجمع النفائس ، گل رعنا ، ریاض الشعرا ، تذکرۂ شعرای قدیم ، صحف ابراهیم ، همیشه بهار ، آفتاب عالمتاب ، اور دیگر کئی بیاضیں اور نوشتے سامنے رہے ہیں . مطبوعه تذکروں اور کتابوں میں بمشکل کوئی تذکره ہوگا جو مطالعے سے رہ گیا ہو. لیکن با این همه میں جانتا ہوں که ابھی بہت سا مواد باقی ہے جو درج ہونے سے رہ گیا ہے . مثلا بہت سے خطی تذکروں کی فلمیں میرے پاس تھیں . لیکن ان کے پڑھنے کا انتظام نه ہوسکا، جس کی وجه سے اس قسم کا مواد فی الحال اوجھل رہا اور جس کی کھٹک خود میرے دل میں شدت کے ساتھ محسوس ہو رہی ہے . بہر حال جو کچھ ہوا ، اور جتنا کچھ بن پڑا ، میں سمجھتا ہوں که غنیمت ہے ، کیونکه یه پہلا مرتبه ہے که ، کشمیر سے متعلق (۳۰۵) شعرا کو بیک وقت اس تذکرے میں دیکھنے کا ہمیں موقع مل رہا ہے .

*   *   *   *

اس سات آٹھ ماہ کے اندر ، جن دوستوں نے مجھ پر ناقابل فراموش احسان کئے ہیں . ان کا سلسله بہت طویل ہے ، لیکن ان میں سے تین شخصیتیں سر فہرست ہیں ، نه فقط یہاں سر فہرست ہیں ، بلکه میری روح اور دل کے دفاتر میں بھی ، ان کا رتبه بلند سے بلند تر ہوگیا ہے .

جناب بشیر احمد صاحب ڈار سر فہرست میں بھی سر فہرست ہیں : ان کے تعاون اور ہم آہنگی نے میری ہمت کو ہر قدم پر بڑھایا ، قائم رکھا اور آخر تک حوصله افزائی کرتے ہوئے میرے حوصلوں کو پست ہونے سے بچالیا .

عزیز دوست جناب مسلم ضیائی صاحب نے پورے آٹھ ماہ باطنی خواہ روحانی بیماریوں اور ظاہری خستگیوں کے باوجود، میرے ساتھ بیٹھ کر، نہ فقط ہاتھ بٹایا، بلکہ ہر مشکل مقام اور آڑی منزل پر، میری مدد کی اور رہنمائی فرمائی :

اسی طرح میرے تیسرے ساتھی جناب نسیم امروہوی صاحب ہیں ، جنھوں نے میرے مزاج کی تمام کجیاں خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے، پورے مواد کی نقلیں فراہم کیں ، نیز صحت اور مقابلے میں ہر وقت میرا ساتھ دیا .

چونکہ ان تینوں عزیزوں کی ذات اور ان کی عنایتیں رسمی شکریے سے بالاتر ہیں اور مقابلتاً شکریہ ادا کرنا بالکل بے معنی سا لگتا ہے ، لہذا میں اس عمومی رسم کو ادا کرنے میں عار محسوس کرتا ہوں .

اسی طرح : میری درخواست پر میرے شفیق دوست جناب ممتاز حسن صاحب نے کتاب کے لئے پیش لفظ لکھکر، کتاب کی اور میری آبرو بڑھائی ہے ، یہ حقیقت ہے کہ اس مقام پر آکر میری زبان ، الفاظ کی صورت میں کچھ ادا کرنے سے نہ فقط معذور اور قاصر بلکہ گنگ ہے .

بس یہی دعا ہے کہ ان تمام محسنوں کو رب العزت ہمیشہ صحت اور سلامتی کے ساتھ ، اپنی حفظ و امان میں، آبرومند اور سر بلند رکھے :

* * * *

یہ کتاب اس سلسلۂ کتب کے تحت چھپ رہی ہے ، جو اقبال اکادمی، اعلیٰ حضرت رضا شاہ آریا مہر شاہنشاہ ایران اور علیا حضرت شہبانوی ایران ملکہ فرح پہلوی کی تاجگزاری کے موقع پر ، بطور یادگار شائع کر رہی ہے . یہ میرے لئے باعث صد ہزار افتخار اور نازش ہے کہ ، میری اس کتاب کو، یہ

ساعت سعید نصیب ہو رہی ہے اور یہ مرتبہ مل رہا ہے ــــ ایک لکھنے والے کے لئے ، اس سے بڑھ کر اور کیا آبرو ہو سکتی ہے کہ ، اس کی کتاب کو. اسطرح کے تاریخی موقع پر، ایسے فرہنگ نواز اور علم پرور پادشاہ کے حضور میں ــ جو انسانیت کے تمام بلند مراتب پر بھی سر بلند ہو ــ پیش ہونا نصیب ہوجائے ! سوائے اسکے کیا کہہ سکتا ہوں کہ :

کلاہ گوشۂ دہقاں بآفتاب رسید !

سید حسام‌الدین راشدی

کراچی ۱۴- اکتوبر ۱۹٦۷ع

بسم الله الرحمن الرحیم

نوای ثنای بی منتها ، ساز و برگ بخشندهٔ عراق سخن سنجی را ، از زبان کوچک و بزرگ معنی آفرینان کوک باد ، که از آواز راست آهنگان دائره' خوش الحانی' سخن هزار داستان ، زبان بلبلان گلشن را بنوا نمود . و آواز درود راستی آمود ، نغمهٔ فهم لا احصی سرایان عرب و عجم را شواد ، که حجازیان خارج آهنگ بکر معنی سازیرا ، پست و بلند زیر و بم صدای اصول اسلام ، در مقام اقرار راست فرمود . و صدای طنبور تحیات ، بر چهار شعبه' مقام اسلام رساد ، که بلبلان لبهای' کمانچیان مجلس نکته پردازیرا ، حدی خوان غزلخوانی گردانیدند .

اما بعد ، فقیر ضراعت اقتضا ، اصلح متخلص بمیرزا ــ در محفل اشقر سواران[1] یکه تاز معرکه' رستم جگری' سخن ، که خیل طبع فلک پرواز را ، در میدان دقیقه یابی ، از بهادر و سپاهی ، صد قدم پیش تاخته اند ــ چون شمع بیکپا استاده ، بچرب و نرمی' زبان شعله‌ور گردانده ، روشن و باهر میسازد که : این راه رو طریق انکسار و سالک مسالک افتقار را ، سلسله بندی

۱ـ اشقر : چیزی سرخ که بمائل زردی بود یا اسپی که باین رنگ باشد .

مسلسل کوبان ، سلسله جنبان دل گردیده ، که تا گوهر حرفی چند ، از آن سرحلقه‌گان زانو شکن دور سخن سازی ، و سرآمدان مربع نشین چار بالش معنی طرازی — از عهد مبارک شهنشاه فریدون آستان ، سایهٔ قادر منان ، حضرت خلد مکان[1] تا عصر همایون ، پادشاه آسمان جاه دین پناه ، سکندر حشم حاتم همم ، فغفور حشمت دارا شوکت ، قیصر دولت رستم صولت ، عرش درگاه جمشید بارگاه ، ناصر الدین محمد شاه غازی[2] ملک اشتباه — در سلک رقم محبت شیم در آرد ، تا گلچینان گلشن اتحاد و آبیاران نخلستان وداد را یادگاری باشد . و فراخور استعداد انتخاب اشعار درر شعار ، آن والیان ولایت نکته دانی و قیصران قصور رنگین بیانی ، بر صفحهٔ تبیان تحریر میگرداند ؛ و اسمای ایشان بطرز حروف تهجی بقید قلم شکسته رقم میآرد .

امید از سلیمان شکوهان قلمرو سخندانی آنکه ، این کمتر از مور را —که ریزه چین خوان احسان سخن است — اگر پای کرنگ[3] طبع ، هنگام تاختن در بیدای نا پیدای فقرات نویسی ، در کوه و در رفته باشد ، بقاه قاه[4] ایراد گیری خجل نسازند ، و بدستگیری اصلاح ، بازوی سخن نزار این بیمقدار را ، نیرو و توانای بخشند . بیت :

خطای ار ، ز من بی شعور ، سر برزد
بذیل عفو ، بپوشید ای سخن چینان !

۱- عالمگیر پادشاه (۱۰۶۹ — ۱۱۱۸هـ)

۲- از ۱۱۳۱ تا ۱۱۶۱هـ

۳- کرنگ : بر وزن تفنگ اسپ آل را گویند وبمعنی میدان و جای صف کشیدن سپاه باشد (برهان)

۴- قاه قاه : خنده با صدای بلند ، قهقهه .

۱ = آذر

آذر هندوی گزشته ، از اوست :

گرفتار سر زلف که گشتم کز پس مردن
چو مار خفته بر دل اضطراب ساکنی دارم
سر گیسوی مشکین گه شب در خواب میدیدم
سحر گه چون کشودم چشم سنبل بود در دستم

۲ = دلاور خان آزاد

سر آمد ارباب ارشاد دلاور خان آزاد ، در خوش خیالی عدیم النظیر است . یک بیت او که هر مصرعش سرو بوستان سخنوریست ایراد میگردد :

بوقت خوردن خون دلم ، جام لبالب را
چه کج دار و مریزی میکند برگشته مژگانش

۳ = میرزا فقیر الله آفرین

خیال بند ادا آئین میرزا فقیر الله آفرین . نوای تحسین وآفرین ، از زبان کوچک و بزرگ در شانش کوک گردیده . حجازیان خار آهنگ پردهٔ سخن را ، در عراق معنی طرازی طبع قانون شناسش راست فرموده، ودیوانش مملو از گلهای نوروزیٔ معانی رنگین است :

دل قبله و نماز نیاز مدام ما
گرنلدان رخ از دوجهان ، شد سلام ما

تهی دست دعا، تا چند از تاثیر بر گردم
زصید مدعا خالی مدار آغوش دامم را
آفرین! شاخ گلی دوش گزشت از نظرم
بوی گل در گرو اشک نیاز است هنوز *

۴ - آقا صفی صفاهانی

آقا صفی صفاهانی. آقائیش در دارالسرور عراق سخندانی مسلم الثبوت است. غیر از دو بیت مثنویش گوش گزار نگشته لهذه قلمی میگردد :

الهی! قفل غفلت را کلیدی — یزید نفس مارا با یزیدی
خداوندا! بعشقم رهبری کن — خدای کرده پیغمبری کن

---

* غالباً این شاه فقیر الله آفرین باشد که معاصر غلام علی آزاد بود و شرح حالش در سرو آزاد بقراد ذیل است :

در محله بخارای لاهور سکونت داشت. راقم الحروف وقتی که از هند جانب سند رفت، بیست و نهم محرم سنه ثلث و اربعین و ماته و الف (۱۱۴۳ھ) در لاهور با او برخورد. بسیار خوش خلق متواضع بود. در آن ایام قصه 'هیر و رانجها' نظم میکرد پیش فقیر داستانی خواند. این بیت از تسمیه بیاد مانده :

بعریان یتیمی تمنا نورد — که عید آمد و جامه گلگون نکرد

و چون از بلاد سند عطف عنان نمودم و هفتم رجب سنه سبع و اربعین و ماته والف (۱۱۴۷ھ) وارد لاهور شدم و تا دوازدهم ماه مذکور در آنجا اقامت اتفاق افتاد، ملاقات مشار الیه بمرات واقع شد. مسوده اول تذکره 'یدبیضا' تالیف فقیر که نقش ناتمام بود، خواه نخواه گرفت و از منظومات خود 'انبان معرفت' بخط خودش بطریق یادگار تسلیم فقیر نمود، عنوانش اینست :

ای مغنی! به وضوی تجرید — صبح شد صبح! نماز توحید
صبح یعنی که ظهورش همه جاست — شش جهت سجده چو خورشید رواست

دیوان آفرین مشتملبر قصائد و غزلیات و دیگر جنس شعر بنظر در آمد.
(برای اشعارش رک : سرو آزاد ص ۲۰۶)

۵ - آگه

آگه از حالش آگاهی دست نداده :

ما شب و روز جهان را ، هیچگه نشناختیم
گردن و زلف تو باشد صبح ما و شام ما
در معرکهٔ عشق بسان زره از شوق
هستم همه تن چشم ، پی دیدن چشمی

۶ - صلاح الدین آگه

صلاح الدین چلپی آگه تخلص. در ولایت سخن آگاهی تمام داشت . این دو بیت او ، که آگه دلان دقیقه شناس را ، سرمشق آگهی است ، ایراد یافت :

اسیرم در فرنگستان نگاهی چشم صیادی
که دارد در کف از هر نوک مژگان تیر بیدادی
نهفتن شعلهٔ جواله سازد ناله را در دل
برون آی ای نفس! از سینه و بر دار فریادی

۷ - شیخ عبد السلام آگه

شیخ عبد السلام آگه ، از برادران فقیر جوان صاحب طبعی است ، در انشا . . . . مناسبت تمام و مالا کلام دارد۱ .

۱- اشعار داده نشده .

۸ = ملا ابکم

سر خیل شعرای عالم ملا ابکم برادر ملا ناطق . در فصاحت زبان و بلاغت بیان سبق از گویا میبرد بل کلیم را از کوچک ابدالان خود میشمرد . یک بیت او که چهره باهلال ابروی شوخان چین تواند شد ، قلمی گشت :

محبت را پس از قطع محبت لذتی باشد
که شاخ نخل پیوندی به از اول ثمر گیرد

۹ = میرزا شفیعای اثر

رموز اسرار سخن را مظهر میرزا شفیعای اثر . شعرش، چون صورت زهره جبینان داؤد الحان ، در دل خارا اثر میکند و از کلام درد آمیزش بوی کباب جگر می آید . دست قدرتش شیراز سخن[1] را بدست تطاول سحر پردازی ، بتصرف در آورده لوای یکتائی ، در معرکه هوشنگ صولتی کارگاه معنی طرازی ، علم فرموده :

گرانی بسکه دارد از غبار خاطر عاشق
ز تار زلف او شمشاد دزدد شانهٔ خود را

جان سپردم تا کشیدم نازی از ابروی او
بی عوض هرگز نمی بخشد کسی شمشیر را

۱- ازین ظاهر میشود که غالباً این اخوند شفیعا اثر شیرازی باشد که در بلدهٔ لار در سال ۱۱۱۳ﻫ فوت شد (تذکرهٔ الشعرا ص ۸)

گرمی بازار زلفش ، از دل بیتاب ماست
باشد آبادی ز مجنون ، خانهٔ زنجیر را

قبلهٔ من دین من ! تنها سوی مسجد مرو
بی اثر هرگز نمی گردد دعای مستجاب
از عارضش ، دمید خطی همچو مشکناب
یعنی که ، شد بسنبله تحویل آفتاب
دلم از گرمی بیجای تو ، سیر از جان است
سایهٔ لطف تو ، ابر شب تابستان است
چشم جادوی تو ، کرده است ، نظر بند مرا
هر کجا مینگرم ، چشم توام در نظر است
نشستن زیر شمشیر بتان، فیض دگر دارد
که آب استاده خوردن ، تندرستی را ضرر دارد
نفهمیدم اثر آرام ، تا دور از وطن گشتم
نمیدانم که ، چون آب روان ، خاکم کجا باشد
چرخ میسازد بزرگان را بظاهر ، رو سفید
برف در کهسار می آید ، ز باران بیشتر
نماید عکس از چشم بخون آلوده مژگانم
چو قرآنی که ، با سرخی رقم سازند اعرابش
چنانکه پشت ببازار ایستد قصاب
همیشه جانب ابروست روی مژگانش

بهر محفل ، حدیث می پرستی درمیان دارم
برنگ تیغ ، هر آبی که خوردم ، بر زبان دارم
دارد آن تاب کمر را پای برجا ، خون من
از میان کی میتواند رفت بیرون قاتلم
نمی بیند از این آهن دلان، هرگز کسی احسان
ندارد دست ظالم زیر می جز خون مظلومان
بازار گرم پنجهٔ خورشید را شکست
تا کرد میل دست فروشی حنای تو
ز تیغ ابروی جانان بقیة السیفی
که مانده بود . . . . . .
شد از قحط عزیزان آشکارا طرفه ایامی
بدولتخانها . . . . . .
بزور ناز ، خون عاشقان ، میریزد ابرویش
نباشد کارگر . . . . . .[1]

۱۰ - نواب احترام خان

نواب احترام خان .[2] روزی چند بیوتات صوبه کشمیر خلد نظیر بود، پس از مرور ایام تغیر شده مراجعت بهند دل بند نمود . شعرش . . .

سیلی خور اشک است رخ مردمک ما
ای خون جگر ! زود بیا بر کمک ما

۱- بیاض است

۲- متوفی ۱۵ ذیقعده (۱۱۵۱ھ) . رک : تحت ادراک صفاهانی شماره (۱۲)

۱۱ - خواجه احسان

خواجه احسان شعرش پخته و رسا ست ، فکر های خوب دارد . این بیت از زاد های طبع اوست :

نناﻟﺪ دل ز ترک چشم او اهل صفاهان هم
ز بیم او نفس در سرمه دزدیده است افغان هم
نه تنها کرد غربال : آن کمان ابرو ، بشمشیرم
ز مژگان میکند از شوخ چشمی تیر باران هم

۱۲ - نواب اخلاص کیش خان

نواب اخلاص کیش خان از عمده نویان حضرت عالمگیر بوده . در فضل وکمال وانشا پردازی واملا دانی فاریابی عصر خود گذشت . کیفیت سلطنت و روداد و سوانح ، ممالک متصرفه شهنشاه عرش بارگاه ناصر الدین محمد شاه غازی خلد الله ملکه و سلطنته ۱ ، بسیار برنگینی و دلچسپی مینگاشت . در سنه هشت از جلوس شاهنشاه مسطور ، جان بجان آفرین سپرد . یک بیت او که چون مصرع هلال در شهرها مشهور گردیده ، قلمی گشت :

مگر مکتوب او بال کبوتـر بود در دسـتم
که ره گم گشت از جوش پر پرواز قاصدها *

---

* محمد اخلاص نو مسلم کهتری تل کلانوری المخاطب باخلاص خان . . . فوت در شاه جهان آباد یوم الثلثاء ثاني جمادی الاولیٰ وله تسعه و ستین سنهٔ (۱۱۲۰هـ) ـــ وکان فاضلاً عالماً متفنناً خیراً متبحراً صاحب المکارم (محمدی ۶۵)

۱- ۱۱۳۱—۱۱۶۱هـ

۱۳ = میرزا محمد ادراک صفاهانی

میرزا محمد ادراک صفاهانی با عبد العظیم خان و احترام خان[۱]، که دیوان و بیوتات کشمیر جنت تاثیر بودند، آمده چندی بعیش گذرانده باز مراجعت بدیار خویش نمود :

تابکی دل را پریشان خاطر آن کاکل کند
ترسم از سودای زلفش داغ عشقم گل کند
میکند از سیر گلشن ؛ لاله داغم را فزون
همچو زلف ، آشفته حالم نکهت سنبل کند

۱۴ = میرزا استغنا

معنی یاب بیهمتا میرزا استغنا طبع مستغنی عالی درجاتش سعدی منشان شیراز سخنوری سرفرو نمی آورد . دیوانش چون گلستان از رنگینی گلهای معنی شهره آفاق است :

ز برق حسن تو ، خورشید چشم می مالد
چه صورتست ببین معنی جمال ترا
شورش زلفش بخواب آرد دل دیوانه را
نالهٔ زنجیر را افسانه می دانیم ما
گر کشی تیغ از میان گردن ز مو باریکتر
ور گزاری منتی بگزار بر گردن مرا

۱- احترام خان بن صمصام الدوله امیر الامرا خاندوران بهادر منصور جنگ از کبار امرای هند ۱۵ ذیعقد (۱۱۵۱هـ) همراه پدر در جنگ نادر شاه کشته شد در عشرهٔ سابعه (محمدی ۱۰۳) نیز رک : احترام خان شماره ۱۰

منکه می خواهم ، نباشد بر دلی از من غبار
کی بدست آئینه گیرم تانفس باشد مرا

زلف سر کرده دلازاریها می کند خال سپر داریها

بر خیال چشم ، داغ دل فشاندم ، بارها
من بگل پرورده ام یک فصل ، این بادام را

در قفس چون گفت قمری: رسم آزادی خوش است!
زود موزون کرد سرو این مصرعه برجسته را

زلف می پرسید از من معنی افتادگی
از قضا می گفت کاکل : پیش پا افتاده است

بسکه (دل) در گوشهٔ چشم تو تنگی می کند
عشوه و ناز تو باهم خانه جنگی می کند

زلف دامی گشت پیدا در فرنگستان حسن
سایه را بر هر که اندازد . . . .

. . . .

مرا در خانه بیماریست امروز
تو نداری سواد مصحف حسن
آیهٔ سجده ایست ابرویش
شهید تو ام ، تاب منت ندارم
اگر زنده می ساختی مرده مانم *

* کلمات الشعرا : میرزا عبدالرسول استغنا : بخشی سرکار شاهزاده والا گهر محمد اکبر

(بن عالمگیر ۱۰٦٨-۱۱۱۸ ھ) بود . بطرز قدیم بسیار گفته . این از وست :

میتوان آورد استغنا سفارش نامه‌ٔ چرخ کجرو را اگر دانیم از یاران کیست
بکین چون منی ای دوستی دشمن چه میآید غریبم ، خاکسارم ، عاجزم ، از من چه میآید

تذکرهٔ شعرای متقدمین : مرزا عبد الرسول استغنا شعر بطرز قدیم بسیار گفته است (دو بیت که کلمات دارد) (ص ۲۳)

تاریخ اعظمی : استغنا عبد الرسول نام . در سلک تازه گویان انتظام داشت ، متوطن کشمیر بی نظیر است . در اوائل حال ، از امیر و وزیر و غنی و فقیر علم استغنا بر افراشت و پیوسته حرف قناعت و بی طمعی بر لوح خاطر مینگاشت ، و آخر روی همت بتحصیل اسباب دنیا آورد بخدمت شاه شجاع فرزند سیم شاه جهان بادشاه رسید و بمنصب و خدمت سرافراز گردید . و شاه شجاع از قابلیت و کار دانی او واقف شده در صدد تربیتش بود . در اوقاتی که شاه مذکور سکه و خطبه بنام خود کرده از بنگاله لوای تسخیر هندوستان بر افراشت ، استغنا خدمت داروغگی توپخانه داشت وبعد از آنکه شاه شجاع از دست برد شجاعان عالمگیری مملکت بنگاله را از دست داد و آواره دشت ناکامی گردید ، استغنا بی سرو سامان از بنگاله ببلده اوده رسید ، مدتی نوکری بعض امرا کرده آخر الامر عازم دار الخلافه گردید ، و بوسیله بعضی استادگان پایه سریر خلافت مصیر شرف ملازمت بادشاه دین پناه عالمگیر دریافت ، و در سلک سائر ملازمان منتظم شد . در سنه هزار وهشتاد و دو (۱۰۸۲ھ) ازین رباط ملال بسرای بی زوال انتقال نمود . از منظومات اوست :

فلک چرا کمر احتساب میبندد سزای باده پرستان خمار خواهد داد

وقتی مهمی داشت و هر چند سعی نمود و تلاش و تردد کرد هیچ یکی از بار یافتگان حضور لامع النور بر انجاح همت آن نگماشت و مطلبش بعرض اقدس نرسانید ، آخر بجان قدردان بختاور خان ملتجی شد بعرض خدیو جهان رسانید و بیک توجه او را با شاهد مقصود هم آغوش گردانید . و استغنا دران وقت چند رباعی بنام او گفته ازانجمله این رباعی بخاطر فاتر بود :

ای خان بلند قدر اکسیر سخن قربان زمان تو خوانین زمن
تا خاطر آشفته دلان جمع شود یکبار بگو حرف پریشانی من

صحف ابراهیم : میر عبد الرسول استغنا مولدش کشمیر است . خوشگو در تذکرهٔ خود از زبان میر محمد علی تمکین ۱ - که برادر [زاده] عبد الرسول است - نقل کرده که : میر مذکور

۱- میر محمد علی تمکین اگرچه ایرانی الاصل بود ، لیکن در هند نشو و نما یافته . سودا بر دماغش بسیار مستولی بود . فقیر خوشگو اواخر عهد عالمگیری در اجمیر بخدمتش فائز ☜

بسیار بی ساخته و مرد ساده دلی بوده . در زمان سلطنت شاهجهان قدم بعرصه شهرت گذاشته ، در صحبت شاهزاده محمد شجاع شرف اختصاص یافته ، و در عهد عالمگیری خدمات شایسته ازو بظهور پیوسته مصدر کارها گشته . و بعمر شصت سالگی بدهلی در گزشته . دیوان مختصری دارد . (۶۷ الف)

---

۱۶ = میر اسد الدین بخاری

میر اسد الدین بخاری . غیر از یک غزل او بنظر در نیامده . این بیت ازان غزل است :

کله کج کرده ای ظالم ! چه بدمستانه می آئی
غرض بر قتل من داری ، چه بی رحمانه می آئی

۱۷ = محمد اصلح اشهر

خادم فقرای صاحب اثر محمد اصلح اشهر . از خانه زادان موروثی شهنشاه سلیمان بارگاه محمد شاه است ، و به تعیناتی . . . در خدمت صاحب کمالان و بندگی درویشان همیشه ممتاز . . . .

☜ میشدم . مرد دیوانهٔ زبان آور بود . از گلاب رایٔ مخلص تخلص ـ منشی نواب زبردست خان بن ابراهیم خان ـ شنیده است که : میر تمکین برادر زاده و شاگرد میر عبد الرسول استغنا است . و ذکرش گذشت و در هزار و صد و سی (۱۱۳۰هـ) رحلت کرد . اشعارش متداول نشده . ازوست :

کارها داغ جنون بر سر ما سوخته اند
این چراغیست که بر رویٔ هوا سوخته اند

بی ادب راه به جلوتگه معشوق نداشت
بال گستاخی پروانه کجا سوخته اند

ز رویت بر نظر آئینهٔ دیوار میخواهم
بجان خود ترا ای جانستان بسیار میخواهم

گرچه عریانی پریشانم نمود ، اما خوشم
غنچه سان تا جامه در برداشتم غم داشتم

گر نداری تاب زخم تیغ ابرویٔ بتان
در خم کاکل ورایٔ دل شهید شانه باش

ز بوستان محبت طمع چه دارد کس
که نخل عشق بتان را ثمر ز سنگ بود

(سفینه خوشگو ۱۰۰)

نگردد صاف باطن تیره دل، از صحبت عاصی
مکدر کی شود آئینــه از زشتی صورتهــا ۱

جوهر ذاتی ، برنگ تیغ بهـر آبرو
در دم خصم افگنی ، در کار آید مرد را

. . . ی رنگم کرد افشان بال بلبل را
کند عکسش پر طاؤس موج سایهٔ گل را

باز شد سامان عیش امروز در محفــل ، بیــا !
ساغر از چشم است، و می از خون، کباب از دل، بیا !

شود افسرده دل هنگام غفلت در بر عارف
کنند آری بوقت خواب خامش شمع محفل را

مکرر چشم احول را نمــاید ، آنچه می بیند
نفاق افگند اشهر ! در دویٔ یاران یکدل را

پی روزی چو گندم سینه چاکی خوشنما نبـود
که از جنت برای این گنــه راندند آدم را

شود گر چشم می نوش تو ، امشب ساقی بزمم
بسر گیرم ، برنگ نرگس گلزار ، ساغــر را

نگاهت برد ، پیش از غمزهٔ چشم تو ، دل ازمن
نظر بازان پسندیدند خوب ، این پیش دستی را

بگذرد از خیل خوبان هر کــه دل بندد از او
خواهش الوان نعمت نیست طبــع سیــر را

۱- هشت بیت و عبارت از شرح حال خوانده نشده .

خال او را از هجوم خط . شود رونق فزون
اعتبار افزاید از جمـع مریدان پیر را
نبا شد خالها ، بر روی آن شیرین قبا بیجا
که بر شکر نشستن رسم می باشد مگس ها را
برنگ گـرد ما . از بسکه گردیدیم . دنیا را
بآتش خانه بر دوشی است ، ما دیدیم دنیا را
پشت بان ظالم کند در کارها بدکیش را
میدهد زنبور جا در پهلوی دم نیش را
بدل کن سجده ابروی بتان را رسم عشقست این
حضور قلب در ملت یکی شرطست طاعت را

۱۸ = اطهر خان اطهر

اطهر خان اطهر تخلص . سخنش خالی از پختگی نبود. چندی دیوان صوبه کشمیر ارم نظیر بوده . هنگام مراجعت بهند ، در گجرات داعی اجل را اعانت نمود :

فکر زنار سر زلف و رخ چون مصحفش
گاه گاهی زاهد و گـه برهمن دارد مرا
در نمی آید بچشمم ، هیچ قصر و منزلی
تا بنای خانه زنجیر شـد برپا ، مرا
نمی دانم ، نماید آن پری پیکر چه رنگ ، امشب
کـه دارد دیده حیران من ، نقش فرنگ ، امشب

هرچه خواندم زین دبستان ، یکقلم از یاد رفت
در خیالم ، شوخی چشم سیاهی ، مانده است

این معنی نازک نکشد تهمت بستن مضمون خیالی است که بندد کمر آنشوخ
بود آئینه بدست تو ، و من میدیدم که سراپایتو ، حیران سراپایتو بود
. . . حال خسته نویس قلم ز خامه مژگان کن و شکسته نویس
نه آن مجنون سر انجـامم . . . . فلک چون کوهکن رفتم
دیده حیران دل یا حلقهٔ گیسوست این ماه عید عشقبازان یا خم ابروست این

نخیزد از سپندم ، ناله ، گر در آتش اندازی
نگاه سرمـه سای کرده تا در کار من چشمی *

۲۱ = علی اکبر اکبر

حکیم اکبر اکبر تخلص . طبع حاذقش مداوای علیلان بیمار خانهٔ پست فطرتی ، حکمتهای دست بسته میفرموده :

چه خوش باشد ، که از مستی برآرم ، در دمن دستی
بدستی باشدم ساقی و آن گل پیرهن دستی

* مردم دیده : میر شاه میر ، مخاطب بسید اطهر خان اطهر تخلص ، از سادات معتبر بخارا که بیرکان مشهور اند از منصبداران عالمگیر بادشاه بود . در عهد فرخ سیر بادشاه بدیوانی صوبه کابل و بعد از ان بدیوانی کشمیر امتیاز داشت . فقیر اورا در صغر سن در خانه والد خود چند صحبت دیده بودم . طرفه بزرگ پاکیزه مشرب وخوش زیست وصاحب مزاج بود . دیوانی مختصر دارد بنظر در آمده . یک بیت که خالی از لطف نیست ، بیاد بود نوشته شد :

کله بفرق و کمر بر میان و پرده زرخ برای بردن دلها ، شکست و بست و کشاد

و در اواخر عهد محمد فرخ سیر بادشاه فوت گردید (ص ۱۲۹)

بود کاذب بنزد اهل معنی ، گر برون آرد
بدعوی صبح صادق پیش دست یار من دستی

۱۹ - شیخ قمر الدین اظهر

شیخ قمر الدین اظهر پسر شیخ شمس الدین ، عمو زاده فقیر . هر مصرعش بروشی چون هلال اظهر من الشمس است :

چو گردد جمع باهم ، رنگ یار و زردیٔ عاشق
زعکسش ، بر جبین آسمان ، قوس قزح گردد

دل را بتار گیسوی آن شوخ بسته ایم سوداگرم به بندر چینی نشسته ایم
از فراق ابرویش، مانند بید برسر هر موی خود خنجر زدم
دل شود سوراخ از رنج سفر چشم واکن سینهٔ گوهر ببین
عالمی از تیغ ابرو قتل کرد این دم شمشیر را جوهر ببین

جواب بوستان نام خدا دیوان من باشد
بود هر مصرعهٔ برجسته ام ، همدوش شمشادی

۲۰ - معزز خان افسر

ادافهم نکته پرداز معزز خان افسر . هر مصرعش اکلیل تارک شهنشاه سخن میتواند بود، در دار الخلافة معنی طرازی کوس اسفند یاری مینواخت . چون افسر تخلص داشت سردفتر سخنوران و سرآمد معنی تلاشان نوشته گردید . بیت :

اعراب کرده نامه ، فرستم بنزد دوست
یعنی که کرد هجر تو ، زیر و زبر مرا

گفتی : زگریهای تو ترسید چشم من
بگزار ، نور دیدهٔ من ! این بهانه را
تا کند هردم برنگ دیگری ما را اسیر
کاکل او ، دام دیگر ، زلف دام دیگر است
دارم دلی که هرگز ، نشکسته خاطریرا
بیمار گشته از غم پرهیز گر شکسته

۲۱ = محمد اسحق

محمد اسحاق . در سائیدن خوردهٔ استخوان خصم منکر سخن، در آسیای شکنجه طعن ، زبانش را یدطولیٰ در آستین :

مرا وسیله بود لطف حق اگر زاهد
برای خویش نمود است سبحه دست آویز

۲۲ = قزلباش خان امید شاهجهان آبادی

عندلیب گلشن استادی قزلباش خان امید شاهجهان آبادی . ترک طبع شوخش ، در ترکتاز اقلیم معانی ، تاج ستان شاهان قلمرو سخندانی بوده . گوی سبقت در میدان نکته طرازی از خاقانی شکوهان عصر مبارک خویش ربوده :

بغیر از کینه جوی ، نیست با اهل دلش ، کاری
یکی دیدیم بـا خویتو تا دیدیم دنیـا را
سیب آن غبغب از غبار خطش هر قدر خوب بود بهتر شد
گر غباری بدلت هست ، بگو ! از سر کویتو من بر خیزم !

بیرون چو از قلمروت ، ای شاه ! می روم
مانند خامـــه ، گریه کنان ، راه می روم
دل گرم جستجو شـده همچون سپند ، و من
با این ستاره سوختـه همراه می روم
ندارد جلوهٔ شمشاد ، او را در چمن دیدم
که چیزی نیست در بـارش همین سرواست واندامی
ندید از تیغ آن آئینه سیما گشته تا خود را
دل بیتـــاب من نگرفت چون سیماب ، آرامی *

* سرو آزاد : نام اصلی او میرزا محمد رضا ست ، در عنفوان جوانی از همدان به اصفهان آمد و با میرزا طاهر وحید نسبت تلمذ درست کرد ، و در عهد خلد مکان (م-۱۱۱۸ه) به هندوستان رسید و به عطایٔ منصبی امتیاز پذیرفت و در عهد شاه عالم (۱۱۱۹—۱۱۲۴ه) بخطاب قزلباش خان سرفراز گردید ، و در زمان محمد معز الدین (۱۱۲۴ ه) بتقریب خــدمتی بدار السرور برهانپور آمد . و در ایام ایالت امیر الامرا سید حسین علی خان (در سال ۱۱۳۲ ه قتل شد) از خدمتی که در برهانپور داشت معزول شده به خجسته بنیاد رسید و به داروغگی احتشام کرناتک مامور گردید . و باین تقریب به ارکات رفت و بعد چند گاه رفاقت مبارز خان ناظم حیدر آباد اختیار کرد . و روز جنگ با مبارز خان حاضر بود، بعد کشته شدن مبارز خان(۱) در قید نواب آصف جاه افتاد و غزلی طرح کرده بجانب نواب ارسال داشت . نواب شفقت فرمود و به مزید عنایت و بحالی جاگیر مرهمی بر جراحت گذاشت . و حراست قلعه منی مرک از توابع کرناتک ـ که الماس از سواحل دریایٔ کشنا بر آورده در آنجا میسازند ـ تفویض فرمود .
قزلباش خان بعد چندی رخصت حرمین شریفین گرفت و بعد تحصیل زیارت مراجعت

۱ـ خواجه محمد بلخی مخاطب به امانت خان ثم بشهامت خان ثم بمماد الملک مبارز خان بهادر هزبر جنگ ، از اعاظم امرایٔ سلاطین تیموری . (۲۳ محرم ۱۱۳۷ه) در مضافات اورنگ آباد بانظام الملک بهادر فتح جنگ ، محاربه عظیم نموده کشته شد . عمرش ظاهراً ۶۳ سال بود . و وی بمحاسن اخلاق و فرط شجاعت و تدبیر اتصاف داشت . و او داماد عنایت الله خان کشمیری بود . (تاریخ محمدی ص ۵۳)

نمود . نواب آصف جاه بدستور سابق مورد الطاف ساخت ، و چون نواب آصف جاه در سنه خمسین و مائه و الف (۱۱۵۰ﻫ) حضور طلب شد، قزلباش خان در رکاب نواب به شاهجهان‌آباد رفت و در سفر بوپال ملتزم برکاب نواب بود . درین سفر فقیر را با قزلباش خان مکرر بر خورد اتفاق افتاد . خوش خلق رنگین صحبت و موسیقی هندی— با وصف ولایت زا بودن— خوب میدانست و میگفت . و چون نواب آصف جاه از سفر بوپال به دارالخلافه شاهجهان آباد معاودت فرمود ، قزلباش خان همراه رفت و از ان وقت در دارالخلافه بار اقامت کشاد .

در سنه تسع و خمسین و مائه و الف (۱۱۵۹ﻫ) در آنجا جهان فانی را وداع نمود محرر اوراق گوید :

خان سخن گستر سحر آفرین — رخت سفر بست ازین خاکدان

سال وفاتش دل نالان من — یافته : جان داده قزلباش خان ۱۱۵۹ﻫ

ازو منقول است که : روزی پیش ذوالفقار خان بن اسد خان (۱) وزیر شکایتی از دست روزگار کردم . ذوالفقار خان در جواب گفت : دنیا را بامید خورده اند ! گفتم : پس چرا نواب صاحب بی من میخورند . این چند بیت از دیوانش نقل افتاد :

زمانه برسر جنگ است ، یا علی مددی! — و گرچه وقت درنگ است، یا علی مددی !

روشن شود به پیش تو چون شمع سوز من — یک شب اگر تو هم بنشینی بروز من

بدشمن دوست ، با من سر گرانی ، بارها گفتم :

نمی خواهم چنین باشی ، تو میخواهی چنان باشد (ص ۲۰۹)

تاریخ محمدی : قزلباش خان ترامانلو متخلص بامید ، از اعیان عصر و شعرای مشهور ، نهم جمادی الاولی (۱۱۵۹ﻫ) بشاهجهان آباد فوت شد بمفاجا . عمرش قریب هفتاد سال (ص ۱۳۲) .

بزرگان و سخن سرایان همدان : در حدود سال ۱۱۲۰ﻫ بهندوستان رسید .

بزم غیر چرا میدهی شراب مرا — ز آتشی دگری میکنی کباب

خندهٔ مستان بود از گریهٔ مینا بلند — شاد گردد گر کسی غمناک میسازد مرا

بالای کسی بلندیٔ جان شد — بالا تر از این چه میتوان شد

بودیم بسا دوستیش خرسند — آن نیز نصیب دشمنان شد

بهوای تو ، همچو شمع سحر — جان بر لب رسیدهٔ دارم

۱ــ محمد ابراهیم مخاطب به اسد خان ثم به امیر الامرا ثم باصف الدوله . . . روز سه شنبه ۲۵ جمادی الاخر (۱۱۲۸ﻫ) در شاهجهان آباد فوت شد . عمرش ۸۸ سال . وی پسر ذوالفقار خان ترامانلو شاهجهان بود (تاریخ محمدی ص ۳۵) .

اگرچه از نظر افتاده ام چو اشک، ولی هنوز چشم نگاهی که داشتم ، دارم
سر گشتگی بطالعم هست بر گرد سرت چرا نگردم (۱/۲۴۴)
(رک : نتائج الافکار . الذریعه جز ۹ قسم اول ص ۹۷ . مجله راهنمای کتاب شماره ۵)

۲۳ = میرزا شریف الهام

ادا بند خوش کلام میرزا شریف الهام . دل القا توامانش از فیضان غیب بهره وافی و نصیبی کافی داشت ، هر بیت رنگینش آیه ایست در ستائش نازل گردیده :

چشم دل روشن ! که میآیم بخود از دیدنش
میرسم از گرد راه گرد خود گر دیدنش
خود میرود و میکشدم چشم سیاهش
قلاب محبت شده برگشته نگاهش*

* تذکرة الشعرا : میرزا شریف الهام از اقوام میر صبری اصفهانی ست . بهند آمده در سنه یک هزار و بست و شش هجری (۱۰۲۶ھ) باز مراجعت به اصفهان نمود (ص ۱۷) .

۲۴ = خواجه الله داد

خواجه الله داد در ریزه خوانی شهرتی مالا کلام دارد . ازوست :

جوهر اهل نظر از تیره بختی روشن است
توتیا را در چراغ دیده حکم روغن است
. . . . مانع پرواز طوق گردن است ۱

۲۵ = امیر چک

امیر چک از امرای عالیشان شهنشاه سخن بوده ، در مینو سواد معنی

۱- ضایع شده است .

یا بی ، منصب بلند پایگی داشت :

اگر گویم : نهال قامتت دلجوست ! میرنجی
و گر گویم : سر زلف تو عنبر بوست ! میرنجی
نگاهی چون کنم بر حور ، چشم فتنه انگیزت
اگر گویم : ترا بالای چشم ابرو ست ! میرنجی

۲۶ = خواجه انور

خواجه انور جوان معانی طرازی بود ، برای استکمال و ترقی درجات در لشکر ظفر اثر رفته ، در عین جوانی بساط حیات در نوردید :

عکس رویتو ، ز چشم تر من ، شعله کشید
آتش از بحر گهر پرور من ، شعله کشید
هر قدر سوختم آئینه دیدار شدم
آتش طور ز خاکستر من ، شعله کشید
چرا آشفته ، از پیچ و تاب ما ، نمی دانی
که چون کاکل بسر بردیم عمری در پریشانی
بایما گفتگو ها داشت با من سرمه سا چشمت
و لیکن من نفهمیـــدم زبان این صفاهانی

۲۷ = اوجی

اوجی پایه سخن را بمعراج کمال رسانیده ، هر مصرعش در عالم علوی چون هلال شهرتی تمام دارد :

تبسم گونـــه می دیدم که از چاک گریبانت
در میخانهٔ عشرت ، برویم باز بود امشب

از زلف یار شکوهٔ زنجیر می برم
سیل جنون بخانهٔ هوشم رسیده است
عاشقان را برای حفظ بدن
داغ بر سینه مصحف بغلی است
خط و زلفت که نسخهٔ ازلی است
منتخب قطعهٔ خفی و جلی است
گر بتحسین نگهی چشم تو پر ساز کند
نغمه را تربیت سرمه ، خوش آواز کند*

* هفت اقلیم : اوجی ، اطلاعی بر احوالش ندارد و این چند بیت عزیزی که از وی در خاطر داشت تحریر پذیر شد :

هر سر که بستهٔ خم فتراک او بود — دانم یقین که روز جزا سرخ رو بود
از بس خیال زلف تو در سینه جا گرفت — آهی که سر زند ز دلم مشکبو بود ۱

قطعه

نشسته عکس جمال چنان ، بخانه چشم — که کسب نور کند مهر ز آشیانهٔ چشم
بیا که ! بی تو همی تا بگردن اندر خون — نشسته مرغ نگاهم در آشیانهٔ چشم
بجای سبزه شرر مید مد ، ز خاک اوجی — بهر کجا که بر افشانده ایم ، دانهٔ چشم ۲

(هفت اقلیم صفحه ۱۱۶)

عرفات العاشقین : کوکب اوج بی نظیری اوجی کشمیری از شعرای همین عصر است . بحر طبعش در نهایت موج ' و کوکب ادراکش در غایت اوجست . فوج بیانش زور مند ' و اوج کلامش بلند واقعست . (شش بیت ثبت شده که هفت اقلیم و ریاض الشعرا دارد)

(میخانه چاپ معانی ص ۲۳۲)

۱- این اشعار تقی اوحدی و ریاض الشعرا و تاریخ اعظمی وارد . تقی اوحدی و ریاض الشعرا و روز روشن در شعر دوم بجای ' سینه ' ' دیده ' دارد .

۲- این بیت تق اوحدی و ریاض الشعرا دارد و روز روشن دو بیت اول دارد . تاریخ اعظمی نیز این قطعه دارد .

میخانه: مولانا اوجی کشمیری (۱) دردمندی درویش نهاد ، و این نامراد صوفی مشرب و پاکیزه اعتقاد پسر مولانا نامی کشمیر (۲) است و مولد خودش نیز از کشمیر است . و در صغرسن در مقام انتظام نظم شده . و در وقتی که بسن رشد و تمیز رسید، خان نکته دان میرزا جعفر آصف خان حاکم آن ملک گردید، اوجی بشرف ملازمت خان مذکور مشرف شد و از فیض تربیت او ترقی‌کرده . و هر چه دران ایام گفته خالی از حالتی و رتبه نیست و در وطن خود دران زمان پارهٔ نشو و نما نموده . بعد از تغیر آن خان جم نشان در آنجا ماند و حاکمی که بدان دیار آمد خدمت او کرد و اوقات گزراند .

بر هنرمندان پوشیده نماند که آن دردمند سیر و سفر کم کرده ، مگر گشت گرد و نواحی کشمیر و یک نوبت ازان بلده بلا هوّر آمده و باز بمسکن عود نموده است . این ضعیف روزی در اجمیر در خدمت مولانا محمد صوفی حاضر بود که عزیزی از مردم کشمیر در خدمت مولوی به تقریبی حرفی اوجی درمیان آورد و این بیت از ساقی نامه او خواند :

مرا دست در آستین پیر شد　　مرا دامن خویش زنجیر شد

آن منصف از استماع این دو مصراع بغایت از جا در آمد و فرمود که اگر پیش از آنکه من ساقی نامه بگویم این بیت بگوش من میرسد اراده مثنوی گفتن نمیکردم .

بر رای ارباب هنر پوشیده نماند که ، مسود این اوراق پریشان را با مولانا اوجی در دارالعیش کشمیر ملاقات واقع شد . دران وقت سنش به پنجاه و پنج رسیده بود و دران سن افیونی گذرا (کذا) گردید و بمرتبه از کار کرده که از سر رشته نظم افتاده بود . اگر احیاناً دوبیتی ازو سرمی زد چندانی ناخن بر دل نمیزد . اشعار او همگی از قصیده و غزل وغیره سه هزار بیت است اما دیوان ترتیب نداده است . ساقی نامه که از و درین تالیف بر بیاض رفت، در ایام شباب هنگامی که در خدمت میرزا جعفر آصف خان بود ، گفته است :

چنین تابکی ترک ساغر کنیم　　لب دل ز خون جگر تر کنیم
یکی توبه را در شکست آوریم　　دل می پرستان بدست آوریم
زیارت کنم باز میخانه را　　ببوسم سرا پای میخانه را
ازین فرقت آباد ، تا بوده ام　　جز از زهر غم لب نیالوده ام
کنارم پر از اشک چون اخگر است　　ز خون خوردن دل دماغم تر است
رهم پر مخوفست و من نو سفر　　همه زاد ره ، پارهای جگر

۱- سرخوش (فهرست بادلین عمود ۲۲۳ نمره ۲۵۹) او را در زمره شعرای عهد اکبری شمرده و صاحب مخزن الغرائب فقط این قدر گفته که او شاعر متین بود (ودو بیت ازو درج‌کرده)
۲- در واقعات کشمیر ذکر کرده که نامی از شعرای حسین خان چک بود . (شفیع)

بجز گریه نکشوده ام دیده را ‌ ‌ ‌ که ذوق نظر نیست غمدیده را
لب از هم بجز ناله نکشاده ام ‌ ‌ ‌ بماتم مگر توامان زاده ام
مرا ز اشک دامن گلستان شد است ‌ ‌ ‌ مرادست، خصم گریبان شدست
مرادست در آستین پیر شد ‌ ‌ ‌ مرا دامن خویش زنجیر شد
مرا شیشه بردوش و یاران و سنگ ‌ ‌ ‌ نه یارای رفتن نه پای درنگ
بیا ساقی آن خصم خمیازه را ‌ ‌ ‌ کهن دشمن انده تازه را
بده تا بدردم دوائی کند ‌ ‌ ‌ شکست مرا مومیائی کند
بیا ساقی آن شوخ آتش عذار ‌ ‌ ‌ همان ترک سرمست ساغر سوار
بده تا بتازد بفوج الم ‌ ‌ ‌ شوم ایمن از ترک تازیٔ غم
بیا تا بمی غارت هش کنیم ‌ ‌ ‌ دمی چند غم را فرامش کنیم
بیا تا صراحی بدست آوریم ‌ ‌ ‌ بمینای گردون شکست آوریم
بیا تا بمی چهره گلگون کنیم ‌ ‌ ‌ ز اشک آسمان را جگر خون کنیم
مغنی شنیدم من از چنگ، راست ‌ ‌ ‌ که بنیاد دار جهان، بر فناست
بیک نغمه پردازی ارغنون ‌ ‌ ‌ دلم از ره گوش آمد برون
بنازم خروشیدن چنگ را ‌ ‌ ‌ که بزداید از روی دل زنگ را
فغان کاندرین لاجوردی رواق ‌ ‌ ‌ من و نی لبالب شدیم از فراق
اگر ضبط نا کرده دم، دم زنم ‌ ‌ ‌ جهان را بیک بار برهم زنم
نسیم سحر خاطر انگیز شد ‌ ‌ ‌ ز سیمای گل آتشم تیز شد
دگر ساقیا انتظارم مده ‌ ‌ ‌ بده می بدست خمارم بده
بهار است ساقی دم از مل زنیم ‌ ‌ ‌ می با تو در سایهٔ گل زنیم
ملون ز گل دشت و صحرا شد است ‌ ‌ ‌ صفای چمن خاطر آرا شد است
دلم سرخوش نغمهٔ بلبل است ‌ ‌ ‌ هم آغوش گل طرهٔ سنبل است
بیا ساقی آن راوق تاک را ‌ ‌ ‌ ضیا بخش خورشید ادراک را
بده تا بدانم که این نوش لب ‌ ‌ ‌ چرا میگریزد زمن بی سبب
مرا باده بی او، غم انگیز شد ‌ ‌ ‌ طرب، بی رخش انده آمیز شد
چنان در غمش دیده خونبار شد ‌ ‌ ‌ که شب جای خوابم جگر زار شد
چنان در غم هجر خو کرده شد ‌ ‌ ‌ دل از یاس زان گونه پرورده شد
که گر فی المثل حسن صد نو بهار ‌ ‌ ‌ بپرورد ز روی زمین سبزه زار
نجنبد ز پهلو پس از سال و ماه ‌ ‌ ‌ بگهوارهٔ چشم طفل نگاه
شبی آمد از غیب بر من ندا ‌ ‌ ‌ که برخیز ای رند درد آشنا

بر افگن ز دل باز درد کهن / دگر چین بر ابروی خاطر مزن
که از تاک ، نوری دمیدن گرفت / ز شادی قدغم ، خمیدن گرفت
ازان نور شمع دل افروختم / خسک را ز ظلمات غم سوختم
ملک مست و سرخوش برقص اندرست / ز کیفیت ساقی کوثر ست
ولیٔ خدا شاه مردان علی / لبالب ز مهرش خفی و جلی
ز کشت عطایش فلک دانهٔ / ز شمع رخش مهر پروانهٔ
شناسندهٔ فر یزدان علی است / شهنشاه اقلیم احسان علی است
علی مظهر عین فرزانگی است / علی گوهر کان مردانگی است
ازان پیش ، کا میخت جان در گلم / بمهر علی شد مجرد دلم
مرا داغ او بر جبین دلست / مرا مهر او از جهان حاصل است
زر افشانی خور ز فرمان او ست / فلک زورق بحر احسان اوست
بیا ساقی آن بادهٔ صاف را / همان نور خورشید انصاف را
بده تا بدانم که از آسمان / چرا نیست اهل هنر در امان
مجو ، عافیت در جهان خراب / مجو ، نیم شب ، پرتو آفتاب
گل عیش در باغ عالم کم است / کبودیٔ گردون گل ماتم است
نمی بینم اوجی در آفاق جای / سفر بایدم کرد زین تنگنای
نه تنها همین چرخ بد اختر است / زمین نیز خونریز دانشور است
زمین وار ، تا چند باشم خموش / چو بحر آیم آخر یکی در خروش
بگویم بگردون : که ای هرزه گرد ! / چرا نیستی ، راست با اهل درد
بگویم بایام کای بی وفا ! / چرا داشتی ، اهل دل در جفا
بیا تا دمی درد سوز آوریم / شبی با صراحی بروز آوریم
کنون ساقیا گل سحر خیز شد / نسیم چمن عنبر آمیز شد
مئی ده که همدم بعنقا شوم / ز آلائش تن مبرا شوم
مئی ده که بیدار سازد مرا / بدیوانگی یار سازد مرا
مئی ده که امروز اغیار و یار / برندم چو منصور بر پای دار
ازان می که شایستهٔ عام نیست / بمنصور هم تاب نه جام نیست
ازان می که چون رو ببالا کند / گرههای افلاک را وا کند
ازان می که چون خاطر آرا شود / ز کیفیتش پیر برنا شود
ازان می که در بزم رندان مست / بنه نزد حریفان ساغر پرست
سر از جیب مینا چو بیرون کند / زمین و زمان را دگرگون کند

خرد امشب آمد ببالین من / که از گردش چرخ پسر مکر و فن
گریزان شو ای غافل بی خبر / چنین تا بکی خفته باشی دگر
بگفتم که : ای مشفق نیک خوی / ز دستش کجا میگریزم بگوی
بگفتا که : ای مرد اندوهگین / برو در خرابات و فارغ نشین
ازین مژدهٔ خوش شدم سخت شاد / بسوی خرابات رفتم چو باد
طواف خرابات را کرده ام / مراعات را در کف آورده ام
اگر وصف آن منزل خوش کنم / جهان را ز حیرت در آتش کنم
درو خاک کافور و آبش گلاب / بدیوار او جای خشت آفتاب
قدح مست ساقی سیمین برش / زیارت گه می پرستان درش
دوای دل دردمندان ریش / مسیحای مرگ لوندان خویش
درو نازنینان ز می در خروش / می از شوق در قلزم خم بجوش
کریما ! رحیما ! گناهم به بخش / سراپا چو دل عذر خواهم، به بخش
بدرگاه تو عذر خواه آمدم / بامید عفو گناه آمدم
بیا لشکر گریه ! راهی کنیم / بدنبال او عذر خواهی کنیم
بکن کسوت فقر در بر مرا / ز دنیا پرستان بسر آور مرا
فروزان ز گرمی عشق آتشم / کن از بادهٔ معرفت سرخوشم
لگد کوب دنیا مکن رای من / غم خویش گردان سراپای من
مبادا بغیر از تو میل دلم / بجز مهر تو از جهان حاصلم
کن از لطف، توفیق رهبر مرا / ازینجا بایمان بر آور مرا

(میخانه لاهور ۲۹۱ تا ۲۹۹)

تاریخ اعظمی (واقعات کشمیر) : اوجی کشمیری مهر اوج بلاغت و هنر پروری بود . در حکومت آصف خان جعفر ، طالعش از حضیض میل اوج نمود . و پس از تغیر آن خان نکته دان ، هر حاکمی که بدین دیار می آمد ، از خوان عطا و نوال او بهره مند میگردید . و آن سبو کش خمخانه معانی، ساقی نامهٔ رنگینی گفته و درر غرر مضامین بالماس اندیشه فکرت پیشه سفته . گویند مولانا محمد صوفی چون از ساقی نامه اوجی این بیت شنید که :

مرا دامن خویش زنجیر شد / مرا دست در آستین پیر شد

آن منصف متصف باضافت انصاف ، از استماع این دو مصراع بنهایت محظوظ شد . فرمود که : اگر این بیت میشنیدم اولهٔ نظم ساقی نامه نمیکردم . در سنه هزار و سی و دو (۱۰۳۲ ھ) ستارهٔ عمر اوجی از اوج حیات میل حضیض ممات نمود . صاحب دیوان است . از اشعار اوست:

اوجی از بیگانه ، بی تقریب میرنجیم ما   دیده و دانسته مارا آشنا تاراج کرد ۱
اوجی چراغ عمر بافسانه سوختیم   کاری نکرده ایم و دمیدن گرفت صبح

و این اشعار هم از وست :

چو دیده باز کنم بر رخ تو از حیرت   کند نگاه فراموش راه خانهٔ چشم ۲

(۱۳۶ - ۱۳۷)

ریاض الشعرا : اوجی از شعرای عصر همایون بادشاه است (خطی)
صحف ابراهیم : اوجی کشمیری در عهد اکبر و جهانگیر پادشاه بوده (۸۰ الف)
روز روشن : اوجی کشمیری سخنش را دلپذیری : (دارای دو شعر است که هفت اقلیم دارد . ص ۸۱)
تاریخ نظم و نثر فارسی: اوجی کشمیری از غزل سرا یان خوب قرن دهم بوده است (۱: ۲۵۲)

۲۸ = میرزا ایما

بلبل گلشن حسن ادا میرزا ایما . طبع دشوار پسندش در نازک ادای و ایما فهمی از دیده‌وران تعمق نظر ، کتاب دانش وبینش ست :

من هلاک آن کمر ، هرجاخیالی نازک است
ماخذش آنست اما یار ما بهتر . . . است
صاحب خط شده آن طفل ، سوادش اینست
که گهی عاشق خود را بغلط میخواند
ز . . خال . . چشم بدور   بر آتش چند بنشیند سپندی

۲۹ = ایمن

ایمن چون کلیم از جیب طبع دعوی در روشن روانی یدبیضا بر آورد :

گلزار شد ز رویتو خجلت چمن چمن   مشک آورد زمویتو سنبل ختن ختن

۱- بعد ازین اشعار ساقی نامه دارد .
۲- بقیه بیت هفت اقلیم دارد و تقی اوحدی نیز دارد .

به نوشین لبش ، فتح شد قندهار زرویش نمودیم گلگشت کابـل

۳۰ = شیخ عطاء الله باقی

شیخ عطاء الله باقی برادر زاده حضرت شیخ محسن فانی[۱] ، مرد آرمیده بود . در سلطنت شهنشاه بحروبر محمد فرخ سیر فانی فی الله شد :

گر کند از برگ گل ، در بر قبا ، می زیبدش
کفش در پا کردن از برگ حنـا ، می زیبدش
برتنش پیراهن یوسف گرانی میکند
تار و پود جامه ، از موج هوا می زیبدش
در شب زلف تو از بهر دل آشفته ام
شانه بردارد اگر دست دعا می زیبدش

۳۱ = میرزا بدیهای سمرقندی

گوهر یکتای عمـان خیال بندی میرزا بدیعای سمرقندی . در صنایع بدیع کمالات منیع دارد ، اشعارش نزد ارباب خرد ، از اعاجیب روزگار و غرائب دهر است :

سرو من روزیکـه باشمشاد و گل یکجا نشست
یک سر و گردن بخوبی از هـمـه بالا نشست
زلف او چون بیت عالی ، جای در جانها گرفت
تیر او چون مصرع برجسته ، بر دلها نشست

۱- رک : ضمیمه در آخر کتاب تحت فانی .

خاموش کاین نمک کـه ترا در تکلم است
ترسم کـه بر جراحت دلها اثر کند *

* نصر آبادی از یک ملا بدیع سمرقندی صحبت کرده است:—
ملا بدیع سمرقندی از اکابر آن ولایت است در خدمت سبحان قل خان میبود . قبل از ین فوت شد . شعرش اینست :

چشم تو بیدار ساز ، فتنه مستست   زلف تو هندوی آفتاب پرستست
در گرو رنگ و بوی دهر، چه گردی   این گل بی اعتبار دست بدستست

این بیت را یاران بخارا باسم او خواندند و در ینجا باسم حسن بیگ رفیع شهرت دارد .
نگاه گوشهٔ ابرو خـدا شناسم کرد   بنام صاحب کار است سر نوشت کمان (ص ۴۴۲)
دیگر بدیعی سمرقندی در زمان شاه حسین میرزا بایقرا زندگانی میکرد . رک : روز روشن ص ۹۲ . دیگر مولانا بدیع سمرقندی متخلص به ملیحای سمرقندی است که مؤلف تذکرهٔ شعرا ست . ظاهر است که بدیعائی سمرقندی که در متن آمده است آن غیر از اینهاست .

۳۲ - میرزا بقائی طباطبائی

میرزا بقائی طباطبائی. طبع عیسیٰ نسبش، در قالب مردگان. وسعت آباد سخن ، روح تازه دمیده . سخنش اعجازیست بادم عیسوی هم نفس :

با مردمک دیده من خال سیاه است
هر قطره ز ابر مژه لبریز نگاه است
در شام سر زلف تو از جوش تماشا
تا چشم کند کار چراغان نگاه است
تا دیـده ، ز خار ره مقصود کشاید
هر آبله در راه طلب چشم براه است

۳۳ - ارسلان بیگ بهادر

ارسلان بیگ بهادر . مردی بود منصبدار، در هنگامی کـه آتش فساد

محتویخان شعله ور گر دیده ، آتش شوق دمسازی خان معزله در کانون سینه اش زبانه زدن گرفت ، و با او همزبان شد. و شمع آسا بچرب زبانی علم گردیده روشن ساز محفلش بود . وقتیکه نواب سیف الدوله [1] برای تنبیه مفسدان صوبه کشمیر آمده ، او را بعلت مصاحبتش همراه بدار السلطنة لاهور برد ، همان جا در محبوس خانه جان در باخت :

قیامت خیزد از هر جلوهٔ امشب ، بیا قمری !
که هردم سرو می روید ز هر مشت غبار اینجا
تاکه از فیض رخت آیهٔ شد عالمگیر
هفت اقلیم فرنگم. شده تسخیر در آب
ای نگاه ناز پرور ، چون سر زلف دو تاب
در تـه پایتو امشب ، پیچ و تابم آرزو ست
شب ز دلسوزی نفس تا شمع با من میزند
شعلهٔ شوق مرا پروانه دامن میزند
اسیرم در فرنگستان حسن فتنه تدبیرش
بشام غربتم وابستهٔ زلف گرهگیرش
کی ز خاطر ها روم ، هرگه که از دیوان حسن
شاه بیت دلنشین انتخاب حیرتم

۱ـ سیف الدوله زکریا خان بهادر دلیر جنگ بن سیف الدوله عبد الصمد خان بهادر دلیر جنگ احراری سمرقندی صوبه دار لاهور و ملتان در ۱۲ یا ۱۴ جمادی الثانیه (۱۱۵۸هـ) در لاهور فوت شد (محمدی ۱۳۸) .

پدرش سیف الدوله عبد الصمد خان خواجه عبد الرحیم دلیر جنگ ابن خواجه عبد الکریم صوبه دار ملتان و لاهور در دهم ربیع الثانی (۱۱۵۰هـ) در لاهور فوت شد (محمدی ۹۸)

یافت در آئینهٔ هر ذره خورشید دگر کردهٔ تا یک تجلی جلوهٔ درکار کوه
بنادمیده خط یار ، بس گرفتارم اسیر مرغ دلم شـــد بدام پنهانی

۳۴ - میرزا بیانا

فصاحت پیرا میرزا بیانا . که بیانش دلچسپ تر از شهد کلام ساده لوحان ختن وشیرین تر از شکر لبان ارمن است ـ چند بیتش که در متین بیانی وخوش زبانی مشهور دوران است ـ بیان میگردد :

چون شب قدریم در سلک سیه روزان تو
گر بدانی قدر ، دارد فیضها ، احیای ما
بدور دلبر خوش خط لاوبالی من
چو خامه سود ندارد ضعیف نالی من
کسی که شعر مرا خوانده دیده است مرا
بیان بود سخنم قالب مثالی من

۳۵ - بی پروا

شاه کشور بی پروا مرد آزاده مشربی گزشتهٔ . این دو بیت از اوست :

چو زلفش کرد شوق رخ مگر دیوانه خواهم شد
شدم بیخود زچشم او مگر مستانه خواهم شد

. . . . ۱

۳۶ - بیثرن خان

بیثرن خان . افتادگان چاه گمنامی را بر کنار نام آوری ، بزور دست

۱- یک بیت خوانده نشد .

سخن آموزی ، آورده :

خیال یار چنان جا گرفت در دل من
که غیر صورت او در نظر نمی آید

۳۷ - بلاقی بیگ کابلی بیکس

بلاقی بیگ کابلی بیکس تخلص . در قصور رنگین ابیات ، بجز گلگون چهرگان معانی بکر ، کسی نیست :

تابه بزم ما ، سخن از زلف و کاکل میشود
نور ، شمـع محفل ما ، شاخ سنبـل میشود

۳۸ - شیخ محمد مومن بینا

صاحب تمام معنیٰ شیخ محمد مومن بینا . عموی بزرگ فقیر . صاحب قدرتی گذشت که بی تانی بر روی صفحه ، غزل و قصیده و مثنوی می نگاشت . و بکردار بلند همتان ولایت توامان ، باوجود مکنت و ثروت ، پشت پا ، بر جهان عاری از وفا زده ، بکمال استغنا تا دم واپسین ، در گوشه انزوا مشغول بطاعات خالق ارض و سما بود . قطعاً مشت زر را بجوی نخریده :

چون لالـه ، داغ عشق که در دل نهفته ایم
گـردید سربسر شفقی شـام تار مـا
خط چو سرزد ، روزگار زلف یار ، آخر شود
این عجب ، کز دست موری عمر مار آخر شود
خط را تراش داد وجهـان در ندامت است
مصحف سفیـد گشت نشان قیـامت است

ز لعلت ، عاشقان کی بوسهٔ دزدیده ، میگیرند
تو ، رو هر چند گردانی ، لبت مالیده میگیرند

چون کنم بینا بیان آن دهن میشوم نادان اگر علامه ام
مژه برهم زدنش ، در دل سختم : بینا کرد کاری که بدشواری سوهان نشود

چون بکف آئینه میگیرد ، توان برداشتن
کردهٔ خورشید از رشک رخ مهتا بیش

۳۹ = بالچند بینوا

شعرش بسیار خوب است . این چند بیت از وست :

ناله مطرب شوق ساقی داغ ساغر چون حباب
بزم دل زان نرگس مستانه خوش هنگامه است
از هجوم آرزو دل سنگسار فتنه است
صد هزاران طفل و یک دیوانه خوش هنگامه است

۴۰ = پرتو

از پرتو خورشید فکرش، ماه رویان ملک سخنوری، اقتباس نور مینما یند :

شده دل در غمت، ای گوهر نایاب گره
در شود گوش صدف را چو شود آب گره
بلب لعل تو ، ای شوخ ! تبسم نبود
نکهت گل شده در غنچهٔ سیراب گره
چین ابرو یتو هر گز بکسی وا نشود
همچو جوهر زده برتیغ سیه تاب گره

۴۱ - میرزا محسن تاثیر

سخن سنج بی نظیر میرزا محسن تاثیر . شعرش لذت بخش تر از حلوای بی دود است و سخنش مصفا تر از زلال تسنیم . ورود فکرش چون ابکار صاحب دلان خدا شناس محمود است . و دلش از پاکیزه گوهری، چون قلب کشاده جبینان عرصهٔ کن ، شگفته و مسعود . جمشید طبعش را از پی تسخیر پریزادان معانی، خاتم سلیمانی در کف :

بسینه جای دهد دل خدنگ جانان را
که غیر صدر سزاوار نیست مهمان را

میشد، آن روزیکه مهمان فلک، سلطان عشق
کرده پا انداز مجنون خانهٔ زنجیر را

افتاد این معنی بدست، از دانهای سبحه ام
کز یکدگر سازد جدا یاد خدا احباب را

زچرخ اطلس، این مضمون بالا دست، روشن شد
که جا، بر تر بود از جمله عالم، ساده لوحان را

لاف نسبت گر زند با ماه من — می زند سر را بدیوار، آفتاب
بهر نافهٔ چین کند ریشخند — اگر خال مشکین وگر موی اوست
نه شکر را لبش دل تنگ دارد — زند سر کله در هر جا که قندیست
مهربانانه زجا آن مه محجوب گزشت — الله الحمد که این ماه بماخوب گذشت
طاق کمان ابروئی او را، نظیر نیست — گه تیغ گه هلال ازین خانواده است

مه، سراسیمه شد آندم، که گل روی تو دید
یکهٔ خورد الف ، چون قد دلجوی تو دید

نمیدا نم، چه اعجازست، کان چشم سیه دارد
بمن دارد نگاه و جانب دشمن نگه دارد
فروغ لالهٔ گلشن بسیمائی تو می زیبد
قبائی پیشواز گل ببالائی تو می زیبد
چشمهٔ شوخش را ازین پس فتنه می خوانیم ما
هر که پر (کذا) بیمار شد تغئیر نامش می کنند

۴۲ = تجرد

طبع تجرد منشش غیر از ابکار معانی با کسی صحبت دوست نمی دارد :

دل داده ایم درد فراوان خریده ایم
یک غنچه داده ایم وگلستان خریده ایم
سخت بیتابانه می لرزد دل اندر سینه ام
آفتابی در نظر دارد مگر آئینه ام

۴۳ = خواجه نور الله تحقیق

نخل فضل وکمال، از آبیاری طبع ماء الحیاتش بارور و سرسبز است . این دو سه بیت از زاده های طبع آن حقیقت پژوه است :

. . . . عقد گوهر یا دهن یا غنچهٔ خود روست این
شام این صبح سعادت لیلة القدر خیال حلقهٔ مار سیه یا نافهٔ آهوست این
آرام جانم خوبان شمائید درد دلم را درمان شمائید
ما را نباشد غیر از شما کس بالا خدائیست و پایان شمائید *

---

* روز روشن : تحقیق محمد نور الله کشمیری . سخنش را رتبه دلپزیری (دو بیت دارد که در متن آمده ص ۱۲۸) .

۴۴ - ترسا

هندوئیست . شعرش موافق حال اوست :

بشور آورد عشقم را بتی سیمین بنا گوشی
صباحت خانه زاد او ملاحت هم خبر دارد
منت از دونان گـــرفتن ، روسیاهی آورد
این دلیـل روشنی از آفتاب آمو ختـم

۴۵ - میرزا فتح علی بیگ تسکین

سراسر وقار و تمامی تمکین میرزا فتح علی بیگ تسکین . برادر کوچک میرزا داراب جویا. که زلال شعرش تسلی بخش مضطربان سرابگاه فرومایگی است . . . بخش عطش دارندگان تیه کم حوصلگی :

آگه نیم که عمر گرامی چسان گذشت   خوابم ربوده بود که این کاروان گذشت
تا زد بر آن بت . . مخمور پشت دست   از برگ تاک میخورد انگور پشت دست
بنگر شکوه حسن . . صفای' اوست   مهتاب بر زمین نهد از دور پشت دست
تا گشته است محرم روی' نگار من   آئینه ، میزند برخ حور پشت دست *

* همیشه بهار : تسکین میرزا فتح علی نام داشت . برادر خورد میرزا داراب جویاست . این چند اشعار آبدار زاده' طبع آن پاک گوهر اند :

خود فروشی درمیان مردمان بسیار شد   خانه آئینه دکان عکس دکان دار شد
به کیش حق پرستان کفر با پندار میباشد   رگ گردن میان اهل دل زنار میباشد
دلم را هست با آئینه ، تسکین ، نسبت تامی   که آب از سرگزشت و تشنه' دیدار میباشد
شبی که عارض او را بخواب میبینم   ستاره میشمرم آفتاب میبینم
زهیچ کس نتوانم کشید منت خشک   برغم آئینه من رو در آب میبینم
(ص ۹۵)

صحف ابراهیم : در تحت تخلص تحسین ذکرش آورده است : میرزا فتح علی تحسین برادر کهتر میرزا داراب جویا ست . (۱۱۱ ب)

۴۶ - شاه رضای تسلیم اصفهانی

صاحب دیوان رنگین بیانی شاه رضای تسلیم اصفهانی . خاکپایش سرمه صفاهانی چشم اولوالابصار است . هر بیتش در نظر ارباب انصاف کحل الجواهر دیدهٔ دل بالغ نظران می تواند شد :

شد خجل آن مست ناز ، از رنجش بیجای خویش
از گناه بیگناهیها پشیمانیم ما
حرف مطلب کرد ما را خوار در چشم جهان
قدر خود را گر بدانیم از عزیزانیم ما
بی گناهیها سبب شد انچه پیش آید مرا
ورنه از دست و زبان من ، خطای بر نخاست
بزلف و خط بتان هرکه داد نقد دل و جان
شکسته حال و پریشان نمیشود که نباشد
گه اشک می فشانیم گه داغ می شماریم
هر روز عاشقان را روز شمار باشد
هرجا بود غباری ، در چشم خود ، دهم جا
هر بوی ها که باشد از کوی یار باشد
با یار چسان شرح دهم حال دل ریش
فرصت کم و او گرم شتاب و گله بسیار

بتمنای رخت ، رخت کشیدیم بباغ یک گل تازه چو رویتو ندیدیم بباغ

پریشان سازم از آشفتگی خاطر ، جهانی را
اگر خواب سر زلف ترا تعبیر میگفتم

نخل طوبی گر ندیدی در گلستان بهشت
در دل من سایهٔ آن سرو قامت را ببین

در وقت مقدم نواب قوام الدین خان گفته شد :

از قدوم مقدم نواب یوسف معدلت
مصر شد کشمیر و نهر عید گاهش رود نیل*

* صحف ابراهیم : تسلیم خراسانی یعنی شاه رضا تسلیم خراسانی . درویش بود از موطن خویش بکشمیر آمده درگذشته . (۱۰۷ ب).

۴۷ = حبیب الله خان تمکین

صاحب معانی رنگین حبیب الله خان تمکین . در جمیع علوم و فنون طبع عالی درجانش کامل نصاب است ، روحش را کالبد سخن میتوان گفت :

بدریای تحیر رفتم از یاد بناگوشی
چو موج آب گوهر ، اضطراب ساکنی دارم

ماه نو ، تیغ دو دم ، یا چشمک ابرو ست این
سر مه در چشم است ، یا خط رم آهو ست این
لمعهٔ برق تجلی ، مشعل نور آفرین
شعلهٔ شمع لطافت ، یا شفق ، یا روست این
نقطه شک یاعدم یا هیچ یا نقش خیال
. . . . ست این

یا بکفر زلف یا هندوست یا خال سیاه
یا سواد کشور حسن است یا مشک ختن
بردهٔ بازار دین ، یا اینچنین یا آنچنان
یا دو زلف عنبرین یا اینچنین یا آنچنان
دو ترک چشم فتان تو ، آمد لشکر شوخی
نگاه زیر مژگان تو جان پیکر شوخی
چه از اشک جگرگونم چه از آه شرر بارم
سراسر گشت هامون نیمهٔ خون نیمهٔ آتش

۴۸ - مولوی ملا رحمت الله تمکین

مولوی ملا رحمت الله تمکین . صاحب طبع و عالی فطرت است ، در هند بداد معنی طرازی میپردازد . شعرش خالی از چاشنی نه :

ایزد یکتا ، نبی را چار یاری داده است
شاه بخشد چار قب آری وزیر خویش را
مصرع زلف بتان گرچه برد دل اکنون
ابروی خواجه سرا بیت محلی باشد
هست بی مهر ، ماه پارهٔ من شاید این بود در ستارهٔ من *

---

* همشیه بهار : ملا رحمت تمکین نبیره ملا محمد امین از علوم ظاهری مثل طبیعی و الهی و رمل بهره دارد ، و از دیر باز در خطه کشمیر توطن اختیار نمود . در عالم سخن از شاگردان رشید میرزا عبد الغنی قبول است . سخنش خالی از ادا و تشبیه و تلاش معانی نیست :

به پیش قامتت گر سرو می لافد تعجب نیست — که طول قامتش دارد دلالت بر حماقتها
هیچ کس ز ابنای جنس خویشتن آسوده نیست — خانه قفل است ویران از کلید آهنی
برهنه سر شده ای شیخ ! خفت است ترا — که نیست در تو بزرگی سوای دستاری

تب شوق مرا در استخوان است چو شمع ، از جنبش نبضم عیان است
ز بس از فرقتم قالب تهی شد گر آئی . در کنارم خالی آنست
حلاوت بیشتر را مردم مرطوب میسازد لب شیرین بود منظور چشم اشکبارم را
ز فیض خاکساری کرده ام جا بر سر کویت
رقیبان زین سبب دارند در خاطر غبارم را (خطی)

سفینه خوشگو : رحمت الله تمکین تخلص . نبیره ملا محمد امین است که در عهد شاهجهانی و عالمگیری از فضلای فحول بوده و وطن ایشان از دیر بار جنت نظیر کشمیر است . و وی نیز از متداولات بهره وافی برداشته بپایه مولویت رسیده. استاد جواهر خان است . به همین سبب در باغ بلند پائین ارک قلعه مبارک دارالخلافه اقامت دارد . در علم رمل نیز قرعه یکتائی بنام او افتاده . شاعر عالی سلیقه معنی یاب ایهام بند صاحب تلاش است . در شاگردان مرحومی میرزا عبدالغنی بیگ قبول، قبول تمام دارد و بسیار باخلاق مرضیه موصوف است . روزی بتقریب مشاعره بویرانه فقیر قدم رنجه فرموده این دو بیت بخط خود در سفینه فقیر نوشته :

هیچ کس ز ابنای جنس خویشتن آسوده نیست خانهٔ قفل است ویران از کلید آهنی
غیر زلفش که برد سجده بپایش تمکین هیچ کافر نشنیدیم مکلف بنماز

اشعار آبدارش این است :

هست از روز اول روشنی اختر ما چشم آئینه کشد سرمه ز خاکستر ما
چسان پای فراغت می گزارد خواب خوش تمکین درون خانهٔ چشمم که بر آب است بنیادش
از عارض تو سبزهٔ خط تا دمیده است روز سیاه بختی زلفت رسیده است
عاشق خونین جگر با داغ دل خیزد ز خاک لاله سان با سبز پوشان گر چه محسوبش کنید
چو مویش شد سفید از صحبت سنگین دلان بازآ که راه کوه رفتن وقت پیری ها خطر باشد
دل در سواد زلفش کرده است داغ روشن هنگام شام سازد هر کس چراغ روشن
همین حرف تغافل می تراود از نگاه او نمی دانم چه منظور است آن چشم سخن گو را
محتسب بهر خدا ! خمار را معذور دار در حضورت می نهد بنت‌العنب را بی حساب
تمکین ، عروس فکر ز مشاطه فارغ است کی دیده است زلف سخن روی شانه را
(ص ۲۵۹ - ۲۶۰)

سفینهٔ هندی: رحمت الله تمکین تخلص . از متوطنین کشمیر است و شاگرد میرزا عبد الغنی بیگ قبول . در طرز سخن بطرز استاد ایهام را بسیار مائل است . ازوست :

خاموشیم ز وصف خط او نداد دست هر چند همچو خامه زبانم بریده است
ز فکر شعر کی از تیره روزی باز می مانم سلوک راه معنی سر نوشتم چون قلم باشد (ص ۳۹)

نتائج الافکار: مولوی رحمت الله تمکین که اصلش از کشمیر است ، در عهد شاهجهانی و

عالم گیری از علمای نامور بوده و مشق سخن پیش میرزا عبد الغنی قبول کشمیری می گذرانید ، و در رمل هم مهارتی داشت(۱) .

صحف ابراهیم : رحمت الله تمکین . موطنش کشمیر پدرش محمد امین از مشاهیر فضلای شاهجهان و عالمگیر خلد مکان بود . مشار الیه نیز تحصیلی کرده در شاعری شاگرد خاص عبد الغنی قبول است . در سلطنت فرخ سیر بادشاه رحلت نمود (۱۱۱ الف) .

۴۹ ـ عبد الغنی تمکین

عبد الغنی تمکین . مرد خوش خیال معنی یابی است ، مدتی چند منقضی گردیده ، فواره وار بـه بحر بیکران هند ، واصل شد . این چند بیت از زادهای طبع اوست :

خیال نو خطی در چشم گریانست ، پنداری
بجای موج می خیزد ، ازین دریا ، غبار اینجا
چشم او بیمار خونریزی زسنگ سرمه است
نیم نازش جوهر تیغ فرنگ سرمه است
سوختم از گرمی خوی تو ، ای بیگانه دوست!
هر نفس احوال ما از غیر پرسیدن چه بود
تمامی خوانده ام دیوان حسنش بکنظر یارب
نمودم منتخب آن بیت ابرو کم رسد چشمش
از آیت رخسار هـا زیر و زبر تا کـردهٔ
دارد دل سیپاره ام سی جزو قرآن در بغل
خیال آن دهانم کرد چندان تنگدل یارب
بیاض چشم موری ، هم نمی گنجد ، در آغوشم

۱ـ دارای پنج شعر است که همیشه بهار و خوشگوار دارد .

دماغم یک بیابان موج عنبر میزند امشب
سیه روزم بفکر چین زلف عنبرین او
سپاه غمزه ات دامان مژگان بر کمر دارد
تو ای کافر ! بقصد غارت دین که می آئی ؟

۵۰ - ملک سلطان تمکین

خیال بند نزاکت آئین ملک سلطان تمکین . خسر پوره میرزا داراب جو یا ، که در مرزائی و رعنائی طاق بود ، و در سخن فهمی و معنی تراشی شهره آفاق. دیوانش که چمنی است لبالب از گلهای معانی و مثنویش سفینه ایست در محیط ادا بندی سرگرم روانی ، رباعیش چهار رکنی است محکم ساز قصر سخندانی ، و قصیده اش دریای است از تراکم امواج اصرار الفاظ طوفانی :

میکند جا چون بهار عکس او در ساغرم
رشتهٔ گلدسته میسازد خط جام مرا
گر بگلشن پانهد سرو چمن پیرای من
طوق قمری میکند مژگان برگردیده را

یک بوسه نیست قسمت تمکین ، ازان دهن
از برگ برگ غنچه ، کشودیم فالها

بمژگان مشق کندن عمر ها بر سنگ میکردم
که شاید ، دلنشین یار سازم ، مطلب خود را

کند تعلیم شوخی چشم مستش خود نگاهی را
ز داغ لالــه مژگان تو بردارد سیاهی را

نه تنها جام می درد سر افزاید، که دور از تو
بچشم سودهٔ الماس ریزد ماهتاب امشب
آنچان از فیض حسنت شد چمن آئینه زاد
کز هوا پیدا ست عکس ناله های عندلیب
شب سرمه با زبان خموشی بیان نمود روزم، سیاه کردهٔ چشم سیاه اوست
ایمن از چشمش بوقت خواب هم نتوان شدن
فتنها دارد نهان چون آسمان در زیر پوست
ای ستمگر این قدر از سختی جانم مرنج
تیغ بیداد ترا سنگ فسان گردیده است
برون آورد سر، فرهاد از هر قطرهٔ خونم
هنوز آن بیمروت از شهیدانم نمی داند
فغان بلبل از بال و پر پروانه میجو شد
مگر در خلوتم آن شوخ گلرخسار می آید
از سرم کی نشأ سر گشتگی بیرون رود
من ز طفلی خورده ام در ساغر گرداب شیر
خون شد دلم ز جور و نخواهم دوا هنوز
بیگانه ام ز درد تو ای آشنا هنوز
گشت خون ایجاد قد او رعونت شد تمام
سرو در گلزار ها بدنام اندام است وبس
خطا یک بندهٔ آزاد زلف عنبر اندودش
ختن از خانه زادان نگاه سرمه آلودش

هر سرشکم همچو برگ لاله ریزد داغدار
بسکه از دل تا بمژگان چیده ام کالای داغ
خیال خط غبار آلود سازد روی جانان را
مکدر صفحه آئینه گردد از . . . زنگ
شعله حسن تو روشن کرد شمع غنچه را
شد بلند آوازه از پهلوی حسنت نام گل
تغافل ، ناز پرورد نگاه اوست ؟ میدانم
فرنگی زادهٔ آن نرگس جادوست ؛ میدانم
چه لذتها که روز قتل بردم بر دم تیغت
تو میبر دی ببالا دست و من تکبیر می گفتم[1]
بسکه می پیچد بزلفش رشتهٔ آمال من
میتوان از هر شکنجی او کشودن فال من*

* روز روشن: ملک سلطان کشمیری . خسر پوره میرزا داراب بیگ جویا بود . (ص ۱۲۵)

۵۱ - شاه تمنا

شاه تمنا . از تمنای دنیوی و اخروی رسته ؛ در گلشن آزادی چون سرو ، فارغ از علائق نشسة . طراز خودی بر آستین خود نه بسته، دل دردمند خود را از دشنهٔ عشق حقیقی جسته :

ز موم آئنـه ریـزند شمع تربت من که عمر صرف بیاران صاف دل کردم

۵۲ - میرزا محمد علی فضائل خان تمنا

چمن پیرای بوستان ذکا میرزا محمد علی فضائل خانِ تمنا . سخن را

۱- روز روشن دارد .

باوج آسمان بلند پایگی رسانیده . و هر خس و خارش را چون ستارگان کرسی از لوامع خورشید طبع ، روشن ساخته ، بکرسی قبول و روشن نشانید :

در مجلس می خواران جایٔ نبود زاهد
این جامه نمازی را این سبحه درازی را
چرا مشاطه شوید از حنا گلبرگ پایت را
سرت گردم مگر از چشم گریانم نمی آید
نمیدانم چه میخواهد دل از من طرفه بیتابم
بفریادم رسیدن بیشکش پرسیدنی دارد
نمیدانم چه محفل بود ، شب جائیکه من بودم
که یک نامحرمش دل بود ، شب جائیکه من بودم [1]
ز خواب صبح ، نظر بی رخ تو ، نکشایم
بیا ! بیا ! که قضا میشود نماز کسی
درمیان من تو ، دختر رز کد خدایٔ شده است ، پنداری ! *

* میرزا محمد علی تمنا در کابل متولد شد . نسبتی با علی مردان خان مرحوم داشت . در ۱۱۶۰ﻫ فوت کرد . (تذکرهٔ شعرا ص ۳۲)

۵۳ - عبد الطیف خان تنها اصفهانی

کارفرمای کشور سخندانی عبداللطیف خان تنها تخلص اصفهانی . فرمان روای اقالیم سبعه جهان سخن بوده . در تحریر و تسطیر تاج ستان ، جمشید منشان اقلیم رنگین نویسی است . در کشمیر مینو (نظیر) به شهنشاه علی

۱- در همین زمین غزلی بخسرو منسوب است که مقطع دارد :

خدا خود میر مجلس بود اندر لا مکان خسرو محمد شمع محفل بود ، شب جائیکه من بودم

الاطلاق پیوست . اموالش بضبط متصدیان سرکار خلافت مدار درآمد :

شهرت نکرده نقش نگین هم بکام من
از ننگ من بسنگ فرو رفته نام من
در سحر خیزی بارباب سعادت یار شو
آسمان گرد آور فیض است ، هان بیدار شو
گدازد آتش از بس همچو عود از خجلت رنگش
نماید دود مجمر حلقهٔ گرداب از چشمم
چو بوی نافه رنگ خون من در پوست کی گنجد
که در هر قطره اش از فکر آن لب غنچه گردیدم
بلند از جور چشم او چو مژگان گشت فریادش
ز خاموشی ، چو حال سرمه را ، آهسته پرسیدم *

---

* میرزا عبد اللطیف خان تنها شاعر کامل و خواهر زاده میرزا جلال اسیر وطن شهرستان وفات در سال ۱۱۱۶ھ (تذکرهٔ الشعرا ص ۳۲) .

۵۴ = توفیق

توفیق جوان نو مشق خوش سخنی است :

بسکه اهل حرفه افتادند در فکر سخن
آبکش ، سقا تخلص کرد و درزی ، سوزنی
این زمان صاحب کمالی منحصر در دولت است
هر که زر دارد ، بدور خود بود ، ملا غنی

۵۵ = خواجه ضیاء الله جامع

خواجه ضیاء الله جامع . جامع الکمالات و مستجمع الحسنات بوده :

رمیسد از سایـهٔ شمشیر ابروی چو از وحشت
غزال شوخ من، سرگرم جستن جستن است امشب ۱

۵۶ = علی قلی بیگ جرأت

شیرازه کتاب محبت علی قلی بیگ جرات. مشام طبعش، در مسخر ساختن دیوان منکز سخن فهمی را، بکمند ذهن رسا، دستی تمام دارد.

لب لعل ترا امشب مکیدن آرزو دارم
درین ظلمات آب خضر دیدن آرزو دارم
برنگ کاکلت بر گرد سر گردم، بیا بنشین!
ادا فهمی بکام خود رسیدن آرزو دارم

۵۷ = میرزا محمد علی جم

جمشید سخنی را همدم میرزا محمد علی جم. جام جهان نمای طبعش، لقمان منشان سخندان و سر مشق ساختن و پرداختن آئینه طباع کف نثر شکسته رقمش، [کذا] جواهر رقمان دهر را بکمند موج آب غرق خجلت کردن، جان بسته.

فتنه کز شوخیٔ آن نرگس جادو برخاست
سرمه گردی شد و از دیـدهٔ آهو برخاست

تاوان شکست دل شکست است   این آیهٔ حکم شیشه دارد
بی مطلب نیست کار فرهاد   حـرفی بـزبان تیشـه دارد

زتاب جلوهٔ نور رخ شمشیر تمثالت
چو شبنم محو شد آئینه دیدار اینچنین باید

۱ــ یک شعر خوانده نشد.

ریخت خون جگرم را قدح جان شکنی
طرفه دل سنگ بتی گوهر ایمان شکنی

۵۸ = میرزا فتح الله جناب

میرزا فتح الله جناب . جنابش مرجع ارباب سخن است وسخنش گلزار معنی یابی را سمن .

زپیش روی خود ، آئینه گاهی بر نمیدارد
کسی پهلوی حسن خویش ازین بهتر نمی دارد

۵۹ = میرزا ارجمند بیگ جنون

جامع الکمالات صاحب فنون میرزا ارجمند بیگ جنون ، خلف میرزا عبد الغنی بیگ قبول . بوی سودای بمشام جانش جلوه‌گر بوده ، اما در سخن سنجی ، هشیار مغزان کامل فن ، در دبستان کمالش زانو می شکستند . در اوائل سلطنت شهنشاه عرش بارگاه محمد شاه در هند رفته . همانجا بقضای ایزدی جان بجان آفرین سپرد و بلبل روحش روانه گلشن جنت شد .

ز فکر قد رعنایت بموزونی علم گشتم
خیالت میکند مشاطگی ، حسن بیانم را
انتخاب بوسه از گنج لبت ، تاکی زند
بوالهوس را می دهی ، ای جان عاشق ، تن چرا
یار تا برخاست از مجلس رسا شد نشا اش
مصرع شوخی رسید این مصرع برجسته را

ندارم در غم عشق تو چشم خواب شیرینی
نمک در دیده ام می افگند چون شور بختیها

گر دهم نسبت ، بلعل می پرستت ، باده را
رنگ همچون بو ، نمی گنجد در آغوش شراب

جان گیسوی تو ، با نافــه چه نسبت دارد
کم تر از مشک فروشان خطا و ختن است

جنون! بر صفحه ،حرف عشق میسازی رقم شاید
دوات از چشم آهو ، لیقه از گیسوی لیلا هست

تنگ میگردد دلم ، چون تنگ می بندی کمر
گوئیا موی میانت رشتهٔ جان من است

پیش چشمت، کی تواند گشت،از خجلت سفید
خویش را نرگس بمیزان نظر سنجیده است

گردید بهم آب که ، فواره در چمن
با یار ، حال گریهٔ ما ، جسته جسته گفت

بریزد گر چنین چشم سیاهت سرمه در کامم
چو گیسویتو زنجیر جنونم بی صدا گردد

بمردن هم نمی آید دلم باز از طپیدنهــا
که لوح قبرم از جوش طپش سنگ فلاخن شد

شد موی میانش در کمر گم   این کوه مگر کمر ندارد

از غم لیلا ، سر سودای من ، آمد بدرد
عشقبازان ، قصهٔ سودای مجنون ، سر کنند

نزاکت تنگ دارد در بغل جسم لطیفت را
رگ خواب تو ، چون دنباله ، از چشمت عیان باشد
ماه من ! لیلی نگاهان جمله مجنون تو ، انـد
عاقبت محمود شد از دولت حسنت ایاز
عشقبازان از ستردن تیز تر چون موشوند
بر سر شان دمبـدم گر تیغ میبارد فلک
نازک نگاه تیرت ، مژگان بود ، هراول
این ناوک جفاکیش تا بر نشست در دل
سر خود را سلامت داشتن ، بی درد سر ، نبود
هلال آسا گهی شمشیر گشتم گه سپر گشتم
بعشق زلف طوماری که پر کردم غلط کردم
سواد خط کنون گردید روشن ترک خط کردم
مصحف روی ترا سر لوحه زر گشته است
چشم من کردی طلا تا صندل تر بر جبین
نه چهره است که گردیده محو از صیقل
نمانـد آئینـه را آه در جگر بی تو
حباب باده ، باشد دانـهٔ دام فـریب من
بچشم دور ساغر حلقـهٔ جام است پنداری *

* تذکره بی نظیر : جنون میرزا ارجمند خلف دویمین میرزا عبد الغنی قبول کشمیری است . محمد علی خان متین(۱) در تذکره خود دو جا تخلص میرزا ارجمند جنون گرفته واخلاص در تذکره

۱ـ حیات الشعرا مؤلفه محمد علی خان متین کشمیری که از مأخذ گل رعنا وخزانه عامره ونگارستان سخن واختر تابان است . در تذکرهٔ بی نظیر شرح حالش بقرار ذیل ثبت است :

خود تخلص او آزاد نوشته . ظاهرا تبدیل تخلص بعمل آمد و چون تذکرهٔ متین متاخر است ازینجا استنباط میشود که تخلص آخر جنون است . او میگوید :

آتش ظلمی بر اولاد پیمبر عام شد   دل کباب شامی از بیداد اهل شام شد (ص ۵۵)

صحف ابراهیم: آزاد، اسمش مرزا ارجمند فرزند رشید و تربیت یافته مرزا عبد الغنی بیگ قبول وبرادر مرزا گرامی است . اول آزاد تخلص میکرد آخر جنون قرار داد . طبعش بسیار ساده وموزون وسخن آشنا بود . از کشمیر آمده با نواب علی اصغرخان محمد شاهی توسل جسته . مثنوی در تعریف دستار خان و اطعمه خان نمکین گفته و در اوان جوانی سال یکهزار و یکصد و سی و چار (۱۱۳۴ھ) ازین دار فانی انتقال نموده . (۶۴ ب)

صبح گلشن : جنون : میرزا ارجمند کشمیری پسر کوچک میرزا عبدالغنی قبول که ابتداء آزاد تخلص مختار و مقبول بود . اصلاح سخن از والد خود می گرفت . حیف که بعنفوان شباب در سنه یکهزار و یکصد وسی و چهار (۱۱۳۴ھ) ازین جهان رفت :

ز نرگس تو ، اشک من آلوده خون شد   این آب تیره، صاف ببادام می شود (ص۱۰۹)

۶۰ = میرزا جوهری

میرزا جوهری . در پیش طبع سخن سنجان، رشکش آئینه اسکندر را رو دادن صورت پزیر نیست . از بسکه از سکونت ساده لوحان معانی بندر صورت[1] گردیده :

از بس درو نشسته سیه خالهای داغ   گوئی که خم نشین شده صحرای سینه ام

متین : محمد علی خان با اغر خان ترک ' جنگ دیده ' تخلص، بسر میبرد. واین اغر خان در آستان فردوس آرامگاه محمد شاه والی دهلی به منصب پنج هزاری چهره اعتبار میافراخت. متین بنام او تذکرهٔ الشعرای مسمی به ' حیات الشعرا ' تالیف کرده و صاحب طبعان عهد خلد منزل بهادر شاه (۱۱۱۹-۱۱۲۴ھ) را تا عصر فردوس آرامگاه محمد شاه (۱۱۳۱-۱۱۶۱ھ) بقید تحریر در آورده . همین قدر حالش از تالیف او مستفاد شد . و در ترجمه آفرین لاهوری مینویسد : وقتیکه یک بیت مؤلف رساله شنید محظوظ و مسرور گردید و تا مدتی ورد خود کرده بود . آن اینست :

آلوده دامنی نیست ، در مشربی که مائیم   ساغر بکف چو تصویر رندیم و پارسائیم

(ص ۱۱۳ - نیز رک: متن حاضر تحت متین و دیده)

۱- بندر سورت نزد بمبئی (هند)

تا از تو، جدا گشته ام ای شمع جهان سوز!
روشن ، ز رخ نور نشد ، چشم براهم

۶۱ = حاجب

حاجب که شاهان والا شکوه مصر سخندانی ، بردولتسرای طبع عالی درجانش ، دربان وار استکمال می نمودند :

ماه من آید و آئینه چو دیدن گیرد   رنگ از روی گل ولاله پریدن گیرد

۶۲ = میرزا اسمعیل حجاب

سخن سنج معنی یاب میرزا اسمعیل حجاب . پرده های غیب از پیش طبع الهام تو امانش بر داشته ، محرم راز سخندانیش فرموده اند . الفاظش مخدرات معانی را بصد حلی و حلل آراسته ، بر صفه اعلان جلوه گر فرموده اند :

برویش ، گرچه بلبل داد نسبت ، چهرهٔ گل را
بطفل غنچه بخشیدیم ما تقصیر بلبل را
هلاک صورت کشمیری گلچهره ، بدمستم
که میسازد کباب ، از شعلهٔ آواز ، بلبل را

در باغ نکهت گل آزار کرد ما را   نرگس بیاد چشمی بیمار کرد مارا

هم آواز خموشی گشته ام ، از یاد گیسوی
چو چینی ، بسته ام از مو،زبان خود ستائی را
نمی سازد بدرد نا امیدی الفت درمان
ببازار شکستم نیست قدری مومیائی را

بلبل جوهر بشوق گلشن زخم دلم   از طپیدن ، بیضهٔ فولاد را درهم شکست

پرشد از سیمای بیتابی ز بس اعضای من   بوی خونم نشتر فصاد را درهم شکست
کبک قدح، ز دیدن او در طپیدن است   رنگ شراب مست هوای پریدنست

روی حرفت بامن و با غیر چشمک می زنی
تابکی بامن دو رنگی، ای گل رعنا بسست
یک نگه کردم ، چه کردم ، این قدر رنجش نداشت
من بقربان سرت ! این رنجش بیجا بسست

گرم بازاری٘ سودای دل زلف شکست   هرگه آن شوخ زسرکاکل مشکین وا کرد
نگه بوی٘ گل رنگ تو دارد   زچشم عکس بلبل می زند جوش
از نسیم طپش شعله بود تخمیرم   موج بیتابی برق است رگ تصویرم
جوهر تیغ زبانم بود از صاف دلی   آب از چشمهٔ آئینه خورد شمشیرم
شدم یاران اسیر ناز مغرور ستمگاری   تغافل شیوه آئینی سیه مستانه رفتاری

توان رم کرده آهوی٘ که تا جنبید مژگانی
گسست از چند جا تار نگه، از بسکه رم کردی

غزل سلسله بندش، که چون زلف شکن در شکن مهوشان چین، مشهور دورانست . دو بیت ازان قلمی است :

گفتمش : مردم زصبر ، ای شوخ ! خواهی کشتنم
زهر چشمی کرد و گفت آخر باستغنا : بلی !

گفتمش : دام تمنائی ، قیامت میشود   گفت آن سرو روان: در جلوه گاه ما بلی!

۶۳ - شاه محمد رضای حشم

شاه محمد رضای حشم مرد قلندر وضعی است . اکثر طبعش باستیناس صحبت ارباب کمال مائل است . شعرش چند و خوب بچشم در آمد :

بیا که ، دل را شب فراقت در آتش غم ، بتاب دارد
به پیچ وتاب سر دو زلفت بر ین زیاده که تاب دارد
خط معنبر نوشت محضر بحکم چشمت ، برای قتلم
بیا و فتوی بده بمـــردم : که خون عاشق صواب دارد
زبسکـــه چشمت پرد مکرر بخاک پایٔ شود منور
مگر نگارم درآمد از در ، که نبض جان اضطراب دارد

٦۴ - حشمت

اتوله راز (کذا) حشمت . هندو پسری بود طبع خوش داشت . در عین جوانی در گذشت :

پی صید دلم دردانـهٔ گوشت نهـان دارد
چو موج آب در گرد یتیمی دام الفتها

پردهٔ دام مغنی شـده سجاده مرا فرض گردید وضو ساختن از باده مرا

از قدت سر کرده ام حرفی ، قیامت شد بپا
از زمین تا سدره بالاتر ، نمی دانم چه شد
باقلیم قناعت آن سلیمان شو کنم ، حشمت
که از مژگان و پای مور ایوانم ستون دارد

٦۵ - نواب حفظ الله خان

نواب حفظ الله خان یکچند ناظم صوبه کشمیر مینو نظیر بوده . شعرش بیواسطه ناخن بدل میزند :

ای دل ! بداد مانرسیدی، چه شد ترا بسمل شدی، دمی نطپیدی، چه شد ترا

آگه شدی مگر ز بلای شب فراق
ای صبح سینه چاک! دمیدی، چه شد ترا
با چنین بالا بگلگشت چمن گر بگذری
بر سر سرو صنوبر صد بلا گرد د بلند
یک جلوه کرد، شمع جمال تو، در ازل
پروانه ها هنوز پر و بال می زنند*

---

* مقالات الشعرا : خلف سعد الله خان وزیر شاه جهان بادشاه . معزی الیه امیری خیر و صاحب توفیق بوده . در عهد عالمگیر شاه ابتداء سال سه بر یازده صد (۱۱۰۳ھ) تا سنه دوازده (۱۱۱۲ھ) هجری بحکومت ته و سیوستان قیام داشت . هر سال در عرس حضرت پیغمبر صلعم هزار کس را شیلان میکشید . و اول و آخر برای دست شستن آن جماعه آفتابه بدست گرفته خود آب میریخت . وقتیکه شاهزاده معز الدین (جهاندار شاه بن شاه عالم بهادر شاه) در سیوستان رسیده و از برای عبور ، حکم به پل بستن فرمود ، نواب بنفس نفیس اهتمام می کرد . بس که در حرارت آفتاب بسر برد ، کلفتی بر مزاجش استیلا یافته . هم در سیوستان سنه اثنا عشر و مائه و الف (۱۱۱۲ھ) وفات یافت . میر غلام علی آزاد این آیه مجید موافق عدد آن سال از قرآن برچید : فلهم جنات الماویٰ نزلاً بما کانوا یعملون (۱۱۱۲ھ) . قلعه حاکم‌نشین بنا کرده اوست، و سبب نا اتمامی قلعه مذکور آنبود که این را بامر شاهی بنا میکرد ، در اثنای حال سوانح نگار عرض کرده که : مدعا بشهر پناه بوده و این از برای حویلی خود میکند ! لهذا خرج آن مجرا نشد و کاری که شد شد ، و تتمه دیوار ها بگل چیده از بنای قدیم ماند . خان معز الیه شاعر مستعد بوده . (رک : برای اشعار مقالات الشعرا ص ۱۲۹) .

سفینه خوشگو : . . . . . حفظ الله خان طبعی بسیار بلند داشتی . احیاناً متوجه موزونی هم میشد . آورده اند چون رباعی میان ناصر علی که در نعت گفته :

پیش از همه شاهان غیور آمده ای — هر چند که آخر به ظهور آمده ای
ای ختم رسل ! قرب تو معلومم شد — دیر آمده ای ز راه دور آمده ای

شنید ، بسیار رشک برد و گفت: ای کاش ! این رباعی نصیب من میشد که وسیله نجات من میگردید . آخر خود فکر کرده این رباعی گفت و پای کم نیاورد :

در انجمن دهر نخست آمده ای — زانگونه که شائستهٔ تست ، آمده ای
ای ختم رسل ! اگرچه در بزم وجود — دیر آمده ای ولی ، درست آمده ای (ص ۱٦)

در سال ۱۱۰۹ھ در ته مسجد درست کرد و تاریخ بناء آن محمد عابد بن مخدوم رحمت الله گفته :

شده این مسجد فرخنده انجام　　بنای خیر حفظ الله خانی
خرد تاریخ تعمیرش بگفتا :　　جزای خیر بادا ! بهربانی ۱۱۰۹ھ

پسرش متوسل خان نیز شاعر بوده و قابل تخلص داشت . حفظ الله خان در لاهور دفن شد .
(یادداشتهای راقم الحروف)

رک : فهرست کتب خانه پنجاب ج ۲ جز ۲ ص ۵۳۹، مثنوی مهر و ماه از عطا تتوی، تبصرة الناظرین (خطی) ، ید بیضا آزاد ، سفینه خوشگو ، مآثرالامراء ج ۲ صفحات ۱۱۳ ، ۱۷۱ ، ۴۲۱ ، ۵۴۰ ، ۸۳۷ ، ۸۲۳ ، نقوش لاهور نمبر ص ۲۷ ، تحفة الطاهرین محمد اعظم تتوی ص ۱۳۳ ، تاریخ محمدی ۱۳ - ۱۵۳ ، مکتوبات تاریخی دانشگاه سند شماره ۶۱م/۲ ص ۹۲ ، تحفة الشعرا قاشقال ص ۶۲ ، انشای مادهورام ، نسب نامه آصفجاهی . نگاه کنید سلسلهٔ نسب بر صفحهٔ مقابل .

٦٦ = شیخ عبد الحمید

از اولاد بنی عم فقیر است ، تمام عمر بسیاحت گزرانده :

شمع روی را که ، چون پروانه ام ، قربان او
مهر را ، آتش بدل زد عارض تابان او
من نه تنها کشتهٔ تیغ تغافل گشته ام　　عالمی بینم شهید خنجر مژگان او

٦٧ = حیدر

ذوالفقار طبعش بدو زبانی رنگین بیانی و دقیقه سخن سنجی ، آفاق را مسخر گر دانیده :

بشب ، زنجیر زلف آن پریرو ، یاد میکردم
پریشان میشدم ، دیوانگی بنیاد میکردم
بگلشن، چون نهال قامتش را، یاد میکردم
بپای سرو ، می افتادم و فریاد میکـردم

لب لعل می آلود ترا چون یاد میکردم
دمادم خون دل میخوردم و فریاد میکردم

۶۸ = محمد رستم حیرت

محمد رستم حیرت شاگرد میرزا عبدالقادر بیدل . در صحرای نکته سنجی از رستم دلان کارزار عالی فطرتی گلگون طبع را صد فرسخ بیش می دوانیدند:

بود رشک چمن ، در دست قاصد نامهٔ شوقم
که کردم از پریدنهای رنگ خویش افشانش

۶۹ = میرزا فتح الله حیرت

میرزا فتح الله حیرت . کامل نظران، دیده از دیدن اشعار رنگینش، مانند نرگس از جوش حیرانی ، وا داشته لاله وار داغ رشک بر جگر سوخته اند :

کعبه ، هر چند از صفا داری ، مقام دیگر است
خاک پایش را بچشمم احترام دیگر است

جان شیرین ، کی بناز جلوهٔ او میرسد
گرچه جان باشد روان او روان دیگر است

۷۰ = خادم

خادم از شاگردان شیخ محمد مومن بینا است ـ که احوالش سبق ذکر یافت ـ آزاده مشرب بود . ازو غیر از یک رباعی چیزی سامع افروز نشد :

خادم دل بیقرار کردم پیدا در آخر عمر یار کردم پید
چون برگ چنار سوختم از بی ثمری در فصل خزان بهار کردم پیدا

۴۱ - شاه خاشع

شاه خاشع دنیای دنی را پشت پا زده ، مدام به خشوع و خضوع میگذرانیدند . طبعش خورشید آسمان فطرت بلندیست :

گرچه ، هر پنجهٔ مژگان ، ید بیضا گردید همچو خورشید ، ز روی تو گلی چیده نشد

بسکه از چشم تو هر دیده نظر یافته است
سرمه ، ای شوخ بدوران تو ، سائیده نشد

تغافل ، سر گرانی ، خود سری ، بیگانگی ، تا کی !
سرت گردم ، دو روزی آشنا هم می توان بودن !

رسانیدی ز مشق دلربائی خوبی خود را نو آموز دبستان وفا هم می توان بودن

شده تا سور دل از ناوک شیرین سخنی کرد بی طاقتم انداز سپاه عجبی

کرده رو آن خط پیچیده بخورشید غبار
گرد برخاسته از فوج سپاه عجبی *

---

* سفینهٔ خوشگو : ملا خاشع : اصلش از ایران است درکشمیر توطن گرفته بود . ظاهرا از شاگردان ملا ساطع است . صاحب زبان پخته‌گو صاحب سلیقه مینماید . این غزل در جواب حکیم شفای (۱) از وست :

دل داده ایم و دامن آهی گرفته ایم از پا فتاده و سر راهی گرفته ایم
جلوهٔ سرو تو دیدیم و زمین گیر شدیم آن قدر محو تو گشتیم که تصویر شدیم
با بدان گر بهمین شیوه قرین خواهی شد شدهٔ خوب و لیکن به از این خواهی شد

۱- شرف الدین حسین شفائی اصفهانی ولد حکیم ملا . صائب برایش گفته :

در اصفهان که بدرد سخن رسد صائب کنون که نبض شناس سخن شفائی نیست

نزد شاه عباس ماضی منزلت داشت . میر باقر داماد گفته است کــه : شاعری فضیلت شفائی را پوشید و هجا شعر او را پنهان ساخت . در پایان عمر از هجا گفتن توبــه کرد . وفاتش سنه ۱۰۳۷ هـ (سرو آزاد ص ۴۷)

گر بود میل تو زین گونه بهر دیدهٔ شور ای! کباب تو ، دل من نمکین خواهی شد
کار کرم رسید بجای ، کز اهل جود امروز کس جواب بسائل نمی دهد
خاطر ، از کثرت وسواس خرد ، تنگ بود دل چو دیوانه شود سینه کم از صحرا نیست
چشم تو چرب و نرم بما بر نمی خورد روغن درین زمانه ز بادام رفته است
(ص ۲۱۰)

۴۲ - امتیاز خان خالص مشهدی

اورنگ نشین تختگاه خراسان سخن : امتیاز خان خالص مشهدی . ابیات ، در آذربایجان دیوانش ؛ قصور رنگین است ، و الفاظش رنگین تر از عارض ساده لوحان آن سرزمین ، و معانیش چون شکرلبان آن دیار شیرین . عالی فطرتی — که روز بروز جادو فنی و سحرنگاری دلهای جهانیان را ببازی بازی — از تالاب شگفتگی چون غنچهٔ گلشن بکف آورده . میرزا صائب را چو او شاگردی از زمین صاحب کمالی و مرد ستوده خصالی برنخاسته :

می نماید بمن مه و خورشید می کند یار خود نمائیها

کبوتر از هجوم گریه نزدیکم نمی آید
مگر بر بال مرغ آبیی ببندم نامهٔ خود را

بسکه باخود ، مشق بر گرد تو گشتن ، میکنم
میشوم گرداب گر چون شیشه بگدازی مرا

زلف عنبر سرشتهٔ تو مرا بست آخر برشتهٔ تو مرا

زخوناب جگر ، در دیده کردم سرخ مژگان را
درین دریا بچشم خویش دیدم شاخ مرجان را

زهد خشک تو ببین شیخ چها کرده ترا همچو مسواک تو انگشت نما کرده ترا
بغیر من ، که ترا خواب دیده ام امشب ندیده دولت بیدار را کسی در خواب

از رخش نگرفت تا قدر هلالی را رخش
حسن آن شوخ شکار افگن نشد پا در رکاب

از دست تو گریه میکند دل　　اشک من ازان سبب حنائی است

زان ابروان که ما را آرام گاه جان است
پیوسته ترک چشمش در خانهٔ کمان است

غافل نبود، ناوک مژگانت، از دلم
هر جا که رفت تیر تو، از من نشان گرفت

نرگس کنیز سرخی چشم سیاه تست
سنبل غلام هندوی آن زلف و کاکل است

نیست ابرو ، این که بر بالای چشمت، کرده جا
عین خوب دیده است ، استاد خلعت داده است

شب حنابست و دل خلقی ز کف، امروز برد
طرفه دستی آن بت بیدادگر وا کرده است

همیشه خال بروی تو چشم دوخته است
چه طالع است که با این ستاره سوخته است

آتش زدیم بر دل و مهرش زجا نرفت　　بتخانه سوختیم و همان کافری بجا است

اینکه مردم همه خورشید ومهش میگویند　　عکس روی است که افتاده در آئینهٔ چرخ

جز از خط آن صبح بناگوش ندیدم　　شامی که در آغوش سحر داشته باشد

بچین زلف مشکین تو، دل بستم ، خطا کردم
خدا این کاسهٔ فغفور را از مو نگه دارد

زسنگ سرمه شکستیم شیشهٔ دل را　　زبیم آنکه مبادا صدا بلند شود

غنچه گل گر همه یک بیرهٔ پن تو شود   نتواند بدهان تو رسیدن هر گز

خامه ایش را هر سر موی براهی میرود
چون مصور ، قامت آن شوخ هر جایٔ کشید

شکل ابـروی ترا چشمم ز مژگان میکشد
این کمان را خامـهٔ نقاش آسان میکشد

میفرستد ابر را هر جا که ما ، می میخوریم
آسمان در پرده با ما مهربانی میکند

هر که گوید می زیان دارد   سخنش آب درمیان دارد

آمـــادهٔ رسیدن باران گریـــه باش
کز خط عنبرین رخ آن ماه هاله کرد

دیده ام گردش چشمی که غرابت دارد   میکند از وطن خویشتن آواره مرا

ای می! تو هم برس که ، سفر میکند بهار   ساقی ! بیا که ، فصل خزان زود میرسد

چشم مست تو همان بر سر ناز است هنوز
نکهت صاحب من بنده نواز است هنوز

دهنی دیده ام که هیچ مگو   سخنی هم شنیده ام که مپرس

نـه تنها داغ بر دل میگذارد لاله از دستش
حصاری گشته ماه چارده در هالـه از دستش

گویند ، صبح در شب هجران نمی دمد
من دیده ام دمیده بچشم سفید خویش

نیامـــد از غرور حسن هرگز در بغل تنگم
مگر آئینه سان گیرم ، در آغوش خود ، از دورش

ز شوق قد تو ای ماه ! پی قرینهٔ خویش
چمن ، ز سرو الف میکشد ، بسینهٔ خویش

در ذکر عاشقانست ، از بسکه دائم آن گل
دارد همیشه بر کف ، تسبیح چشم بلبل

گر شرر باید شدن ، ای شعله خو ! خواهم شدن
در دل سنگ تو میخواهم که جا پیدا کنم

مردیم و کس سراغ دهانش بما نداد   جان را بهیچ از پی جانان گذاشتیم
از شور درد ، کور شود چشم داغ ما   یک ذره گر نمک بنمکدان گذاشتیم

تو امشب ای چراغ دیده ، شمع محفل من شو
که من هم در تلافی ، خویش را پروانه میسازم

برو ای موج ! که دریای تو ، باین همه نور
طفل اشکی است ، که من ، از نظر انداخته ام

آشفته بسنبل تو گردم   گرد سر کاکل تو گردم
دیدن ز ندیدن تو پیداست   قربان تغافل تو گردم

امید رفتن جنت ز صدره ، از خدا دارم
که دست آویزی از تسبیح خاک کربلا دارم

مو بر آورد خال جانانم   سبز گردید تخم ریحانم

شکوه از دست تو دارم ، نیست جانا بی سبب
کاغذ مکتوب خود را ، گر حنائی میکنم

من از شاگردی صایب شدم استاد هر معنی
چو حرفم صورتی دارد ، برنجد کو و چه از من

آن چنان آسان نمی آید بچشم　　اندکی باریک شو مو را ببین
این قدر ای غنچه دهان پان مخور　　چند خوری خون بدل تنگ من

هر کرا از همرهان ، دادم بچشم خویش ، جا
بی سبب آن هم ، زمن برگشت ، چون مژگان من

تیغ از میان کشیده که: سازم ترا هلاک　　آخر برآمد آن مه من از میان چنین

شب ، دوری تو ما را ، که نصیب کس مبادا
نمک جراحت دل ، شده ماهتاب بیتو

بستیم چون بجای٘ حنا ، بر کفت شبی
کردیم کار نادرهٔ ، دست بستهٔ

تا قیامت نیشکر میروید از خاکی ، که تو
ای بت کافر ادا ! اینجا تبسم کردهٔ

زلف بهر رونمای آن عذار همچو ماه　　سخت میپیچد بخود روی پریشانی سیاه

بغارت برد جنس هستیم را ، راهزن چشمی
که نتواند کشود از بیمش ، آهوی٘ ختن چشمی *

---

* مقالات الشعرا : در عهد عالمگیر که شاهزاده عظیم الشان (بن شاه عالم بن عالمگیر متوفی ۱۱۲۴ھ) ریاست صوبه تته داشت . وی دیوانی صوبه٘ مذکور داشته . در عهد شاه عالم بهادر بادشاه (۱۱۱۹—۱۱۲۴ھ) قصد دیار ایران کرد و در نواحی تته وارد شده بدرجه٘ شهادت رسید . . . . آن امیر بی نظیر را درین سفر به بهکر اتفاق ملاقات با علامه مرحوم میر عبدالجلیل بلگرامی دست داده ، منتخب دیوان خود بیادگاری داده . بعینه طرز میرزا صائب میورزید . . . . (ص ۱۸۸)

سرو آزاد : خلف میرزا باقر وزیر قورچی . . . . در عهد شاه‌عالم عازم دیار ایران شد . و در بلده٘ بهکر رسیده با علامه٘ مرحوم میر عبد الجلیل بلگرامی برخورد و صحبتها داشت . امتیاز خان اموال لکوک از نقود و جواهر و اقمشه باخود میبرد . خدایار خان

مرزبان سند (رک : بماثر الامرا ا : ۸۲۵ و تاریخ کلهورا از مولانا مهر و منشور الوصیت) چشم طمع بر اموال او دوخت . علامهٔ مرحوم برین معنی اطلاع یافته هر چند مبالغه کرد که بیشتر نباید رفت ، و از همین جا عطف عنان باید نمود ! گوش نکرد و سر بکف بجولانگاه قاتل روان شد . چون بسیوستان رسید سید میر محمد اشرف ، خویش علامهٔ مرحوم ، نائب خدمات سیوستان استقبال کرد و در حویل خود فرود آورد . خدایارخان میر محمد اشرف را بتقریبی در خدا آباد طلبید ، وکسان خود را فرستاد تا شبی کار امتیاز خان تمام کردند . و این حادثه در سنه اثنین و عشرین و مأته و الف (۱۱۲۲هـ) واقع شد. علامهٔ مرحوم آه! آه ! امتیاز خان ، تاریخ یافته اند . . . . . . (۱۳۹ - ۱۴۰)

۴۳ - خاموش

خاموش. از بلبل طبعش ، هزار دستان زبان بهار آرایان گلشن رنگین بیانی ، گویائی بوام می ستاند :

ز بس دارد عیان بر عارضش دیدن ستم باشد
حضور باغبان در باغ گل چیدن ستم باشد
چه نسبت آهوان دشت را با نرگس مستش
ببین بادام از حق چشم پوشیدن ستم باشد

۴۴ - میر صدیق خان خان

شیرین سخنی رنگین بیان میر صدیق خان خان . هر بیت در صوبه دیوانش بخشی است، با منصبداران گلگونش الفاظ رنگین که از بیم سطوطش رستم جگران کارزار سخن ، چون روباه در مغاک گمنامی منزوی میکردند :

رخ خوب ترا ، گفتند : بامه نسبتی دارد
چو دیدم مهر رویت ، ماه را از روزه گم کردم
شدم چون موی در فکر دهانت ، نکتهٔ گفتم
نمودم سحـــر و درک معنی سر عدم کردم

٧٥ - نواب خاندوران

نواب خاندوران صمصام الدوله بهادر نصرت جنگ. از امرای عالی مقدار عصر شهنشاه فریدون جاه محمد شاه فلک درگاه است. طبع بلندش از راه کمال جدت و جودت ، بفکر شعر میپردازد و داد معنی یابی میدهد :

سحر ، خورشید لرزان ؛ بر سر کویتو می آید
دل آئینه را نازم که بر روی تو می آید

صبحی و نوبهار و زمین شگفتهٔ ساقی بیا تو هم بجبین شگفتهٔ *

---

* خواجه محمد عاصم مخاطب باشرف خان ثم بصمصام الدوله امیرالامرا خاندوران بهادر منصور جنگ بن خواجه قاسم نقشبندی، از اعاظم امرای عصر ، ۱۵ ذی القعده (۱۱۵۱ھ) در جنگ نادر شاه فرمانروای ایران زخمی شده ، ۱۹ ماه بهمان زخمها در گذشت . عمرش شصت وهشت سال . سپاهی پرور خلیق ومتدین بود . (تاریخ محمدی ۱۰٦ و ۲۱۲) رک : ماثرالامرا ۱ : ۸۱۹ - سیر المتاخرین ۲ : ۹۷ - عقد ثریا ص ۳۷ - مخزن الغرائب - نزهة الخواطر ٦ : ۱۲۲ وغیره .

٧٦ - خرسند

خرسند . ازو نیز غیر ازین رباعی چیزی گوش گذار نگشته :

کاری نکند بغیر تدبیر کسی جای نرسد بی مدد پیر کسی
کس بهرهٔ فیض از مصلا نبرد کی بر خورد از نهال تصویر کسی

٧٧ - ملا حیدر خصالی

ملا حیدر خصالی مداح مهابت خان از امرای عهد خود بوده . غیر ازین بیت از و بما نرسیده :

هیچ کس را نرسد دعوی بالاتری از وی
دست قدرت نکند آنچه مهابت خان کرد

٤٨ - میرزا خلیل

میرزا خلیل جوان رعنا و صاحب طبعی است :

نیایم همچو قمری ، دیگر از صحن چمن ، بیرون
مرا چون سرو رعنایت هم آغوشی اگر باشد

فقیر هم در جوابش بیتی فکر نموده قلمی میگردد .

شود آشفتگی سامان جمعیت اسیران را
برنگ زلف هندوی تو همدوشی اگر باشد

٤٩ - ملا فخر الدین دانا

نکته دان بی همتا ، ملا فخر الدین دانا . ولی عهد فریدون فارس دانای است . بخوبی بندوبست اقلیم سخن نموده که دران جای انگشت دخل نیست:

ای شمع ! ز پروانه محو پاس ادب هر چند کنی چشم نمائی او را

چون خیال آن بت شیرین ، بدلها بگذرد
برهمن رنگ نبانی گیرد از اندامها

دو بالا میبود کیفیت صحبت ، ز موزونان
من و مصرع رسانیدن ، تو و قامت کشیدنها

خال آن رخسار آتش گون، کبابم کرده است
عشق همچون لاله ، افیون در شرابم کرده است

نیست تبخاله ، که بر لب ز شرابش پیداست
سر آب لب یاقوت ، حبابش پیداست

در نمی آیم ، ز ضعف تن ، بآن چشم سیاه
آن قدر کاهید اندامم که مژگان گشته است

عارضش تا از بهار می فروغ گل گرفت
رنگ من پرواز کرد و صورت بلبل گرفت

حسن از نسبت آن زلف ، نجابت دارد
هر که برخاست از ین سلسله خوش رو برخاست

ناز ابروی گره گیر کشیدن دارد — معنی سطر اشارات رسیدن دارد
سخن از دست حنا بستهٔ او ، میگذرد — نغمهٔ بسته نگار است ، شنیدن دارد

بسکه گل ، از شرم آن رخسار نازک ، آب شد
رنگ بر گردیدهٔ روی چمن گرداب شد

بسکه آن تصویر نازک جلوهٔ گل میکند
خامهٔ نقاش را مژگان بلبل میکند

دست از رنگ نگار است هم آغوش بهار
حسن انگشت نمائیتو زند جوش بهار

از سفر ، دامان اقبال رسا ، آید بدست
پیش آن قامت ، بود رفتن ضرور ، از راه دور

دل را کشیده در خون ، پش نگار دیدم
شفتالوی شهیدی ، در دست یار دیدم

ز فیض عشق آن چشم سیه ، مشهور ایامم
بلند از مهر بادامی ، شود آوازهٔ نامم

سر گرانیهای ساقی ، برد امشب ، هوش من
چین پیشانی است ، موج بادهٔ سرجوش من

کند خون در دل ما چشم شوخی دستگاه او
که دارد خدمت الماس بادامی ، نگاه او
میطپد در آتش حیرت، نگاه ، از دست تو
سرمه در چشم بتان شد ، دود آه ، از دست تو
چو عشق آمد ! نثار او کنم ، نقد روان خود
که چون فرهاد ، ما را نیست غیر از جان ، شیرینی *

* مجمع النفائس : ملا دانا از کشمیر بود . بعنوان منشی گیری بسر میبرد . صاحب تلاش است . از اوست .

در عشق ابلهی ست بتقلید گفتگو — این راه را، چو سایه، بپای کسان مپو
بر بند سنگ بر شکم از فاقه، چون گهر — بفروش خویش را و نگهدار آبرو
اضطراب اندر سخن عیب است دانا چون هلال — مصرع برجسته باشد کو پس از ماهی رسد
(۱۱۰ الف)

تذکرهٔ بی نظیر : دانا ملا فخر الدین کشمیری . در نظم و نثر دستی داشت و در سرکار جهان شاه خلف خلد منزل بهادر شاه ، منشی بود . و از شاه هند مکرر صلات قصائد یافت . از وست :

عاشق شدن بخشم سخنگو ست باب ما — دل می برد مصاحب حاضر جواب ما
دل بر خیال روی عرقناک بسته ایم — خیزد شمیم روغن گل از کباب ما (۶۲)

۸۰ - ملا ذهنی کشمیری

جاده پیمای بیدای بی نظیری ملا ذهنی کشمیری . ذهن عالی و ذکای رشاد است ، فضل و کمالش از روم تا شام روشن . از روشن سوادان کتب نکته دانی است . کلیاتش بحری است نا پیدا کنار ، گوهر های معانی لامع در آن جزائر جزائر افتاده :

خزان پیری آورده ، بهار چهره را زردی
بیاد گلرخان سر ده ، سرشک ارغوانی را

جمال ماه مهر افروز خود ، دیدم بخواب امشب
ز بالین امیدم ، سر بر آورد آفتاب ، امشب

مرغ دلم اسیر کمند نگاه کیست   آشفتگی نتیجه ز زلف سیاه کیست

یاد آن شبها که ، شمع مجلس من ، یار بود
چشم بختم ؛ روشن از نور رخ دلدار بود

شکایت چون رسد بر لب ، ببزم آتشین خوی
که از تاب نگاه او حکایت بر زبان سوزد

دلم غم نامهٔ بنوشت از اشک جگر گونش
که الفاظش شرربار است وجان سوز است مضمونش

دل من ، هر کجا درس جنون عشق ، آغازد
به بینی طفل ابجد خوان مکتب صد فلا طونش

در هوای بزم آتش طلعتی ، شب تا سحر
در گرفت از خون گرم دیده مژ گانم چو شمع *

---

* عرفات العاشقین : روشن ذهنی، در عین صافی ضمیری ذهنی کشمیری . بالفعل در موطن خویش موجود است . واز ساقی نامه اوست که قریب بدویست بیت است :

چه میخانه معراج مردان عشق   همان مقصد رهنوردان عشق
غبار درش توتیـای خرد   منور کن دیدهٔ نیک و بد
ز فرش حریمش ، دل عرش داغ   چو از پرتو مهر ، رخشان چراغ
گروهی نشسته درو مست عشق   عنان خرد ، داده در دست عشق
همه سر بر آورد ، از جیب دل   ز قید طبیعت تعلق گسل

(گلچین معانی بحواله عرفات ص ٩٠٦)

میخانه : ذهنی کشمیری . مولد آن عزیز از دارالعیش کشمیر است . تاالغایت هرگز از وطن بر نیامده ومسافرت نکرده است ، نشوونمای او در وطن واقع شد . تا وقت ملاقات این ضعیف دیوان ترتیب نداده بود (١) ولیکن عدد ابیاتش بچهار هزار بیت میکشیده . این چند بیت از ساقی نامهٔ

١- صاحب مخزن الغرائب میگوید : دیوان او را سراسر دیدم .

او مناسب بسیاق این تسوید دانسته ثبت نمود :

شرابی که مست است ازو جزو وکل — چه اصل وچه فرع و چه خار و چه گل
شرابی که گل بر دماند ز سنگ — کشد آب حیوان ز کام نهنگ
شرابی کزو شد دل غمزده — چو وادی ایمن تجلی کده
دماغ از شمیمش بهاری شود — بیادش درون لاله زاری شود (۹۰۵)

تاریخ اعظمی: ملا ذهنی : شاعر از شعرای برجسته کشمیر است . با وصف کمال این فن از علوم دینی بهره‌ور بود و راهی به تقوی هم داشت . در عهد خود در فن سخندانی در کشمیر بی نظیر بود و هر وقت بزم آرائی و محفل پیرائی با ارباب سخن مینمود . و منقبت حضرات خلفای اربعه بسیار بمحبت گفته است . چهار قصیدهٔ طولانی برای هر چهار خلیفهٔ برحق ، موزون کرده عنوانش را به تعداد اشیای کلیه عالم ، که اکثری بعدد چهار است، خوش گفته . و به نظر حضرت بابا نصیب گزرانیده و مورد تحسین و عنایات ایشان شده . بیت :

یار پیغمبر نشاید بر گزیدن جز چهار — حجت آن بشنو از ذهنی که باشد یادگار
از ملائک و زکتب جز چار نگزید است حق — کین عدد مستحسن است ازروی معنی، در شمار
نهر خلد و رکن کعبه اصل طبع وفصل سال — بین چهاراست وچهاراست وچهاراست وچهار

درمنقبت حضرت عمر ابتدا باین طرز کرده است :

مقبول شرعم تاشدم مردود مردودان دین — یعنی منم مدحتگر فاروق امیر المومنین
آن برتر از درک غبی ، داماد داماد نبی — قدرش چه داند اجنبی گو از حسد در خون نشین

از اشعار اوست :

خرم ، دل از نسیم گلستان کس ، نیم — روشن نظر ز شمع شبستان کس نیم
دانشورم ز فیض ولی نکته دان خویش — طفل طپانچه خورد دبستان کس نیم
کلکم ز نظم خود همه شب بیت زد رقم — سر گرم ز انتخاب ز دیوان کس نیم
همت نمیفروشم و منت نمیخرم — یعنی مراد دل طلب از خوان کس نیم
مانند نکته سر بگریبان نشسته ام — دست طمع دراز بدامان کس نیم
ذهنی چو آستانه مقیم در خودم — لب تشنهٔ اجازت دربان کس نیم

رباعی :

گر با تو کنم آرزوی دیدن گل — آماده نگاه بر پرسیدن گل
آگه کند از جنون من ، بلبل را — چشمک زدن نرگس و خندیدن گل

ازوست :

تا حرف غم تو کرده ام گوش — شد ابجد شادیم فراموش

از شوق تو ، زیر هر بن موست — فواره اضطراب در جوش
گو عاشق صادقی ، بدست آر — جوشنده دل و زبان خاموش
پروانه صفت بسوز و تن زن — چون بلبل هرزه گوی مخروش
آن دل که خریده بصد لطف — اکنون بعتاب و ناز مفروش
نیشی ، که ز دست دوست باشد — خوشتر ز هزار چشمه نوش
ای حور ، بهشت روی ، زین پس — از دوزخ دل ، مگیر سر پوش
یعنی که ز آه آتشینم — اندیشه کن و بمهر میکوش
از نشه جام عشق ساقی — دل بی دل گشت هوش بی هوش

در محله قاضی بابا ، متصل محله کنیزی کود ، وطن داشت . (ص ۱۲۹)

مجمع‌النفائس : ملا ذهنی غیر ذهنی . سابق از احوال او اطلاع نیست . از کلیاتش این قدر ظاهر میشود که از شعرای عصر اکبر بادشاه است ، چنانکه مرثیه بادشاه مذکور گفته و تا عهد شاه جهانی زنده بود که تاریخ جلوس سلطنت او نیز گفته . مدح خانخانان بیرم نموده . وطنش معلوم نیست . چون اکثر تعریف اماکن مستنزهه کشمیر کرده ، گمان برده میشود که کشمیری باشد . طرفه آنکه در تعریف نذر محمد خان بادشاه توران قصیده دارد (۱) وحال آنکه مردم هند را با سلاطین توران و ایران هیچ رابطی نیست (۲) وازین در یافت میشود که از توران باشد ، و موید اینست که

۱ـ این ذهنی بلخی است که مدح نذر محمد خان گفته . در روز روشن است که ذهنی بلخی مداحی نذر محمد خان والی بلخ مینمود . آخر در هند رسیده ، تا عهد شاهجهانی در قید حیات بود :
بهنگام شهادت کشته تیغ نگاهت را — بگوش ، از شش جهت بانگ مبارک باد میآید
حیرت از خال رخش دارم که هندو زاده — بر کنار چشمه کوثر طهارت میکند
(ص ۲۳۰)

۲ ـ در سال ۱۰۵۶ھ بدخشان و بلخ فتح شد و نذر محمد خان توانائی مقابله نداشته فرار نمود . سعید خان قریشی ملتانی (متوفی ۱۰۸۷ھ) تاریخهای گفته است :

تاریخ فتح بلخ

چو شاه جهان ، شاه نصرت قرین — شهنشاه آفاق شاه جهان
فرازنده چتر ظل اللهی — بر آرنده تخت شاهنشهان
خداوند فتح و ظفر ملک گیر — خدیو جهاندار کشورستان
کزین لشکر بی حد و عد نمود — بتسخیر بلخ و بدخشان روان
مسخر شدان ملک ز اقبال او — بتائید ایزد در اندک زمان
خرد سال تاریخ این فتح گفت : — بود والی بلخ شاه جهان 

مدح خواجه جاوید محمود نقشبندی اکثر جاها کرده . الحاصل شاعر زبردست پخته گو است خصوصاً در قصیده گوی طرز قدما ورزیده ، و زبان غزل او هم بسیار رنگین است و در بعضی جاها ماناست بطور استاد طالب آملی . کلیاتش که تخمیناً قریب ده هزار بیت باشد . بنظر آمده انتخابش نوشته می آید :

از سعادت مایه فرخ اثر اقبال خویش / کرد بتوانی ز راه تربیت در یکزمان
صعوه عنقا ، پشه شاهین ، قطره دریا ، جزو کل / جهل دانش ، یاس امید ، اسم ذات جسم و جان

مسخر کند جمله آفاق را / چو خورشید خاور کران تا کران

تاریخ فتح بدخشان

شاه جمجاه بود شاه جهان / آنکه شد فرش ورش هفت فلک
عزم تسخیر بدخشان چو نمود / جسته از عون خداوند کمک
بی جدل گشته مسخر آن ملک / با مضافات به سعی اندک
حکم او گشت رقم بر ورقش / نام اوزبک شد ازان دفتر حک
سال تاریخ چنیں گفت خرد : / بی جدل داده بدخشان اوزبک

تاریخ فرار نذر محمد خان والی توران بر سبیل تعمیه سنه ۱۰۵۶

نذر خان پادشاه قوم اوزبک / که گردون رخش بر کینش برانگیخت
رسید از بزم دورش دور ادبار / میٔ عشرت ز جام طالعش ریخت
بملکش لشکر شاه جهانی / در آمد ، رشتهٔ شاهیش بگسیخت
بر آمد بلخش از دست تصرف / و زین غم برسر خود خاک می بیخت
بجبر و قهر شد اجماع اضداد / چو باهم اوزبک و چغتا در آمیخت
فزون ازصد و صد دست حوادث / بدامان دل و جانش در آویخت
ز بیم لشکر شاه جهان ، زود / سراسیمه ز شهر بلخ بگریخت
ز روی تعمیه شد سال تاریخ / مه اوزبک ز شهر بلخ بگریخت

(خطی ذخیره مرحوم مولوی محمد شفیع لاهور)

راجع به شرح حال نذر محمد خان و فتح بلخ رک : شاه جهان نامه طبع لاهور (۲ : ۳۲۲ ـ ببعد) انجا هست که شعرایٔ بلاغت دثار قصائد غرا متضمن ادایٔ تهنیت و تاریخ معروض داشته مورد تحسین و آفرین گشتند . ازان جمله نصیرای شیرازی باین تاریخ بطریق تعمیه بر خورده ، از انواع عنایت برخورداری یافت .

شکر لله کز عنایات خداوند جهان / کرد فتح ملک توران سرور مالک رقاب
پادشاهی غازیٔ عادل شهنشاه جهان / آنکه کرد او را جهان از جمله شاهان انتخاب

از غزلیات اوست :

محبت از نصیحت تیز تر خواهد شدن ذهنی | بود سوهان ملامت آتش شوق زلیخا را
ذوق لبت زچشمهٔ حیوان نیافتند | نتوان ز آب برد خمار شراب را
بباغ دل ، چو نسیم محبت تو ، وزد | چو گل ، شگفته توان داشتن ، گریبان را
کسی که ، عشق تورزیده ، سخت معذوراست | مگیر خورده ملامت‌گر زلیخا را
حیرت زده طوطی بقفس مرد ز تلخی | تاراج مگس چند ببیند شکرت را
دل یکجهت دگرگون شده است گرچه صدره | بستیز های رنگین ، غمش آزموده مارا
تا عشق نیفشرد گلوی نفس ما | خونابه بجوش است زچشم هوس ما
تاکس نگردد آگه از حالت درونم | پوشیده چشم گریه بستم لب فغان را
هر دل ، که نه محو نور ذات است ! | تاریخ تولدش وفات است !
مشکل که رسد قصهٔ عشاق بانجام | کان طبع بسی نازک و افسانه دراز ایست
بیباک یاری کشدم ، کز سر مستی | خون دو جهان ریزد و محتاج سبب نیست
پیکان بجائی اشک ، زچشم برون جهد | از بس خدنگ نازتوام دردرون شکست
بوالهوس صدر مجلس است از تو | ذهنی ، خسته خاکسار از کیست
کو طائردل بال و پر خویش فرو ریز | کز پر زدن امید رهائی ز قفس نیست
گرمیسر نیست محرومان بزمت را وصال | نشاهٔ هم در تماشای درو دیوار هست
در طریق امید ذهنی را | دست در رعشه پای در خوابست
طاقت حوصلهٔ دیدهٔ عاشق ، معلوم | کوه جائیکه بیک پرتو دیدار بسوخت
روم برکف نهاده ، نقد صد جان | ندانم قیمت یک بوسه چند است (۱)



گشت در تسخیر عالم ، ثانیٔ صاحبقران | ایزد او را کرد در کشورستانی کامیاب
در دلش عزم جهانگیری ، شبی گر بگزرد | گیرد اقبالش جهانرا صبح پیش از آفتاب
سال این تاریخ جست از عقل دانشور نصیر | گفت با طبعش ز راه تعمیه کای نکته یاب
والیٔ توران بر آر از ملک توران و آنگهی | ثانیٔ صاحبقران بنشان بجایش ، کن حساب

(۳۷۷)

میرزا عبدالرزاق مصنف کتاب مجموع الصنایع برسم تعمیه تاریخ ذیل دربارهٔ فرار نذر محمد خان گفته است :

شده ز بلخ و بدخشان نذر محمد خان | ز رو قبیله و املاک را گذاشت دران

(مفتاح التواریخ ص ۲۲۹)

۱- این در روز روشن بنام ذهنی بلخی ثبت است .

چشم آفت ، و رخ بلا ، خط آشوب   غارتگر طاقتم کدام است
ایام بهار ، توبه از می   در کیش معاشران ، حرامست
سرت گردم ! تبسم کن تبسم !   نمک زخم دلم را سود مند است (۱)
کاوش زخم دل ریش ار ، چنین لذت دهد   دست مارا دام باید کرد هر جا ناخنست
بر خروش تار چنگ و بر خراش داغ دل   در شبستان محبت کار فرما ناخنست
لخت دل میخورم و خون جگر مینوشم   یعنی از مائدهٔ عافیتم پرهیز است
بگذشتم ار چه ز دل و دل ز جان گذشت   لیکن نمی توان ز تو دی دلستان گذ شت
تا چند رنجشت زمن ، ای شوخ بیوفا   یکبار از گناه کسی میتوان گذ شت
آمد ببزم ، شمع رخی انجمن فریب   ما را شریک غالب پروانه کرد و رفت
عاشق بکنه شهره و زاهد بعبادت   هر کس بطریق دگری طالب نام است
مدام شیوهٔ من ترک مدعا طلبی ست   که جام قسمتم از آب خضر تشنه لبی ست
چو روز ، تیرگیٔ بخت من ، مبر ساقی   ازان شگفته قدح کافتاب شمشیر است
در تصور خط مشکین تو گویا سنبلست   در تکلم لعل سیراب تو گویا آتش است
بباغ رفتم و بلبل اشاره کرد بمن   که : راز گل نتوان گفت تا صبا اینجا ست
شمار داغ دل عاشقان ، چه می پرسی !   توان شمرد که اختر بر آسمان چند است
زخنده لعل لب او بجان فگند آتش   چه آتشی که بآب حیات مانند است
خط مشکین ترا گرد لب است   که فسون دمیده بر رطب است
چه سود ازین که حریم دلم ، نشیمن تست   که درمیان من و دل هزار فرسنگ است
دمی ز رقص درین بزم گاه ننشیند   مگر ز بادهٔ عشق تو آسمان مست است
چو گشت ار بویٔ گل دیوانه بلبل   نسیم از آب جو زنجیر برداشت
گذشت و وصل بمحرومی تمام گذاشت   کسی که گشت بحرمان کوهکن باعث
غافل مشو که نشاهٔ یک ساغر آمده   باد مسیح و آتش موسی و آب صبح
آوارهٔ عشق تو دل مومن و ترسا ست   خود گو که ، ره کعبه و بتخانه که جوید
آسوده دلان ، سر بسر آغشتهٔ دردم   چون صبر ، ز هم صحبتی من ، بگریزند
مزن در خرمنم آتش ، که چون آزرده گردد دل   سپهر ، از عهدهٔ آشوب آهم ، بر نمی آید
کاری که دلکشا بود از روی انبساط   مشکل پسند را ، بتامل ، گره شود
صبحدم آهنگ بلبل در چمن مستانه بود   حالیا در نکهت گل نشاهٔ پیمانه بود
در نامهٔ که قصهٔ مجنون نوشته اند   حال دلم باشک جگر گون نوشته اند

۱- روز روشن بنام ذهنی بلخی دارد .

خط که ، بگرد لب گلفام ، نوشتند تعریف شرابست ، که بر جام ، نوشتند

رخت ز تاب حیا ، آتشی ست آب آلود لبت ، زجوش عرق ، شربتی گلاب آلود

لبش بنکته و چشمش بعشوه است ، ولی سخن سرشتهٔ شرم و نگه حجاب آلود

صد شهر بهم برزد و صد خون بزمین ریخت کس ، خورده بدان دلبر چالاک ، نگیرد

کنایه از ستم ترک مست من باشد بهر کجا که دلی شکوه از زمانه کند

بموشگافیم ار ، گوش التفات نهی بسان شانه ، سراپای من ، زبان گردد

زوصل کام روا مدعی تواند شد گهی که کام دل از مه پلنگ میگرد

در راه عشق مرشد کامل محبتم پروانه گو که دست ارادت بمن دهد

درین دو هفته ، که گل ، میهمان بلبل شد چو یاد گشت چمن التزام باید کرد

رقم زد محضری از بهر قتل عاشقان خود ولی ترسم مبادا نامم از محضر برون آرد

ز سوزش دلم آگه نشد چو آن مستی که فارغ است اگر صد کباب می نوشد

نقد ایام جوانی ، رایگان دادم ز دست آخر ، اندوه همین شرمندگی ، پیرم کند

چو سوختی همه خاکسترم بباد آمد که بهر آئینه روزی نگار می آید

اگر از عشق دهد چاشنی خطبه خطیب برهمن بتکده را مسجد آدینه کند

سر تا قدم آراسته از جلوه گه آمد از کثرت نظاره تماشا نتوان کرد

گر بپرسند بمحشر ز لب خونخوارش سبب قتل من از خنده جوابی دارد

بصد نیرنگ شور انگیز شوخی جلوه ساز آمد که در اول نگاهش فتنهٔ آخر زمان گم شد

بنوعی ، لب کشود آن تند خو ، در پرسش حالم که حرف مدعای دل مرا زیر زبان گم شد

هر که آوارهٔ بتان گردید خانه در کوچهٔ بتان دارد

بیاد شمع جمالت چو جان بر افشانم بجای لاله ز خاکم چراغ میروید

به پیش آن رخ آدم فریب گندم گون متاع کلبهٔ جنت جوی نمی ارزد

ظلمت معصیتم ، کرد سیه ، روی سفید بر سیه روی من خنده زند موی سفید

براه جلوه کنان میگذشت ، و میگفتند : خوش آن پدر که چنین نازنین پسر دارد

آفرینش رساله ایست کزو حسن و عشق انتخاب باید کرد

شوخ چشمی بین که در هنگام صلح آن غمزه را هر نگاه آشتی آمادهٔ صد جنگ بود

بهنگام شهادت کشتهٔ تیغ شهادت را بگوش از شش جهت بانگ مبارکباد میآید

حیرت از خال لبش دارم که هندو زادهٔ بر کنار چشمهٔ کوثر طهارت میکند

کلیم ! ما و تو از عشق هر دو سوخته ایم ترا تجلیٔ و ما را نقاب میسوزد

گر نبودی کشش عشق ، چسان عقل عقای که گمان داشت ، که در دام زلیخا افتد

تصرف اثر گریهٔ نیاز ، که بود که نازنین مرا برسر وفا آورد

بگرد دیدهٔ گریان خویش گردد دل
که آب رفتهٔ مارا بجویٔ ما آورد

یاد پیری ز جهان کم که در آید بنظر
صد بلایٔ سیه از دیدن یک مویٔ سفید

در راه انتظار ، توان سالها نشست
گر ، نیم وعده جلوه فروشان ، وفا کنند

گفتی : حساب بوسه پرندی نگاه دار
بیخود شده ز ذوق ، ندانم که چند بود

نهاد غمزهٔ او رسم بیحساب کشی
خرد کجاست کزینها حساب بر دارد

مریض عارضهٔ عشق نیست به شدنی
بجایٔ هر بن مویش اگر دوا روید

زندان به ازان بزم گه عیش ، که آنجا
گل باشد و می باشد و محبوب نباشد

گویند : کمر بست بخون ریزئی ذهنی
این مژده ، ازان شوخ ستمگار، که آورد

زنقش پائی تو ، ای جلوه مست فتنه خرام !
نگار خانهٔ چین ، خاک ره گذر باشد

دل چو امشب طلبد معجزهٔ حسن از تو
زان لب روح فزا ، شعله بگفتار بیار

رسم شهر ادب از ذهنیٔ حیرت زده پرس
که سخن گوی زلبهائی خموش آمد باز

صد قافلهٔ بوسه ، لبش داد بتاراج
چون مست کرم شد ز می عشوه نگاهش

یار سر گرم پرسش احوال
من و افغان ز بیزبانیٔ خویش

یار ناکس نواز و ذهنی را
صد خجالت ز نکته دانیٔ خویش

که کرده است ندانم خبر، ز عشق منش
که میچکد ، عرق شرم ، از رخ سخنش

دیوانگی ، علامت هوشست ، جان من
تا رهزن تو ، عقل نگردد ، خموش باش

بگوش آن تغافل پیشه ذهنی
رسانم نالهٔ کو بی اثر باش

از ناز برنداشت چو در آتشم نشاند
بد مست من خبر نگرفت از کباب خویش

هر چار فصل سنت ما می کشیدنست
با گلرخان کشیدن می در بهار فرض

ذهنی ! بر آستانهٔ میخانه ، کرد باز
یک سجده ام تلافی چندین هزار فرض

هزار توبه نیاز ادا توان کردن
دمی که یار تواضع کند پیاله بکف

زعکس جوهر حسنت نگاه گیرد رنگ
چنانکه رخ ز می و گل ز ماه گیرد رنگ

بود یکرنگ باگبر و مسلمان اختلاط من
که خوی عشق دارم ، دوست از دشمن نمی دانم

مجوئید از دلم آئین دانش ، کا ندرین گلشن
جنون آموز بهاری همچو بلبل همنشین دارم

دستم نشد ز چیدن گل کامران ، مگر
آورده اند در چمن ، از بهر حسرتم

اشک مجنونم که نگرفت آستین دامنم
بسترم خاکست تا از چشم تر غلطیده ام

چون سپند روی آتش ، هردم از آشفتگی
بی ارادت جستم از جا ، بیخبر غلطیده ام

بر آسائش طلب آزادگان باغ ، نکشاید
زبانی سرزنش مرغ گرفتاری، که من دارم

یکدم که بذوق دل خود کام بر آرم
ترسم که بآسوده دلی نام بر آرم

آهی که، دل زخوف تو، عمری نهفته داشت
بی طاقتانه در صف محشر برآورم

هوائی شورشم اندر سراست ، چون بلبل — جنون نواز نسیمی ز باغ می دزدم

از غیرت نظارگیان در حرم وصل — محروم تر از تائب میخانه نشستیم

در کعبه ، اگر هم نفسم نیست ، خیالت — گمراه تر از راهب بتخانه نشستیم

نیست در زمزمه ، نکته سرایان اثری — گوش دل باز باهنگ خموشان دارم

از یمن محبت بمقامی گذرستم — کز زمزمهٔ دیر و حرم بیخبرستم

شور پروانه در سر است مرا — آفت روزگار خویشتنم

باز در کوی تغافل ، وطنش یافته ام — رنجش دل ، ز ادای سخنش ، یافته ام

یارب آن آهوئی وحشی ز کدامین دشت است — که بهر موی ، نهان صد ختنش یافته ام

چو فردا آتشین کسوت طرازد شوق جانانم — سزد خورشید محشر تکمهٔ چاک گریبانم

نی شیخ ، دم ز پرسش ما زد ، نه برهمن — بیکس میان کعبهٔ و بتخانه سوختم

گه رغبت ما بکعبه کشد گه به بتکده — از خامکاریٔ دل دیوانه سوختم

بکام دوست نشستن، مرا میسر نیست — که دشمنی به کمین، همچو آسمان، دارم

چو عکس آئینه ، کافتد میانهٔ خورشید — دمی که رویٔ ترا بینم اضطراب کنم

ما گوشه نشینان ملامت کده ذهنی — مقبول حرم نا شده مردود کنشتیم

مشهدم سجده گه خیل ملک شد ذهنی — خبرم ده که، ز شمشیر که، بسمل شده ام

چو مجنون رفت ، برمن شد مسلم ، ملک رسوای — بر اورنگ جنون یارب که بنشیند چو من رفتم

من و خاک قدمش کز هوس سجدهٔ او — کفر و اسلام ز دیر و حرم آمد بیرون

زلفش از دست برد غمزهٔ او — سر فگنده تر از گنهکاران

نگاه گرم تو ساقی! مرا ز پا افگند — لبالب، از می مرد آزما، پیاله مکن

زین خجالت، چون برون آیم، که در شبهایٔ هجر — رنجه شد، پایٔ خیال او، ز بسیار آمدن

من گل نیم که همنفس خنده لب کنم — ابر بهارم کلا خوشم با گریستن

آئین بزم غارتیان محبت است — از خون تو به بادهٔ گلرنگ داشتن

او را چه غم، ز داد شهیدان، که روز حشر — کافی ست یک نگاه دگر، عذر خواه او

رشتهٔ امید من، پیش از گره داری، نبود — از کجا افتاد، یا رب عقدها در کار او

دلم گرفت ازین آسمان دیرین سال — پدید ساختم از همت آسمانی نو

بخاک ذهنی ، اگر بگذری ، پس از مردن — کنی مشاهدهٔ جان نو و جهانی نو

برباد دادهٔ بنگاهی ، شکیب من — بنشین کنون ، که سد سکندر شکستهٔ

ای ملامت! گرمیٔ هنگامه ات بادا، که باز — شعلهٔ شوق مرا، از طعنه، سوهان کردهٔ

هزار فتنه ، ز هر گوشه مست می تازد — بقتل عاشق اگر یک اشاره فرمائی

گفتمش : خون من ، تو ریختهٔ ! — نی ! لبش گفت، و چشم مست ، آری !

عاشق و جام باده ، زاهد و رزق در جهان هر لری و بازاری
عاشق ز بوالهوس نشناسی باختیار تا اختیار دست دهد یک تغافلی
بزم باده نیابد بدست گردانی چو جام باده حریف شکسته پیشانی

رباعی :

از روز ، بود حقیقت شب ، معلوم وز نور سحر ، فروغ کوکب ، معلوم
دشنام بمذهبی که ، طاعت باشد مذهب معلوم واهل مذهب معلوم
(۱۱۱-۱۱۳)

صحف ابراهیم : ملا ذهنی . در مجمع النفائس آرزو بدین مضمون مذکور است که : دیوانش بنظر تخمین ده هزار بیت است . از انجا ظاهر میشود که معاصر اکبر شاه بود ومرثیه آن بادشاه گفته وتاریخ سلطنت شاهجهان بادشاه بکلک نظم سفته و مدح خانخانان بیرم خان نموده . توطن واحوالش معلوم نیست . چون تعریف کشمیر نموده گمان میرود که کشمیری باشد . بسبب اینکه مدح نذر محمد خان والی توران و خواجه جاوید نقشبندی نموده بدریافت آید که از توران باشد، راقم آثم گوید: شاعر از مدح کشمیر کشمیری نمیشود . چون ملا و حیدر ذهنی (۱) هر دو مادح خانخانان بودند ، بگمان میرسد که هردو یکی باشند . اما بسبب اختلاف مذهب که از اقوال ملا حیدر ذهنی تشیع و از ملا ذهنی تسنن مستفاد میگردد یقین مغایرت میشود . (۱۵۰-الف)

۸۱ - میرزا محمد علی رایج

میرزا محمد علی رایج . نقد سخنش در دارالضرب سخن رائج الوقت وکامل العیار است . از سیالکوت در اردوی کیهان پوی رفته . با فتادن شکر بوره معنی شناسی و شیرین لبان مصر روشن قیاسی، سر وکله میزند :

سهل مشمر ، بلبل بی قدر و مقدار مرا شور کونین است در آغوش منقار مرا

از سیه کاری ، اثر نگذاشت در من ، اشک درد
شسته اند ، اطفال چون مشقی ، شب تار مرا

فقیر حقیر هم در تتبعش بیتی فکر کرده :

۱- معاصر نورالدین ظهوری و مداح عادل شاه بیجا پوری . (مجمع النفائس ۱۱۱ الف)

بدرگردیده است ماه نو ، در اندک فرصتی
بسکه ورزیده است، مهر ، ماه رخسار مرا

سفینهٔ خوشگو : میر محمد علی رایج ـ قدیم از سادات ترشیز است ، از مدتی در سیالکوت ولایت پنجاب است . خیلی قلندر وضع و آزاد مشرب واقع شده . از بعضی مردم شنیده شد که: او شاگرد غائبانه میرزا بیدل صاحب است . و برخی گویند : شاگردی میر محمد زمان راسخ کرده . بهمه حال مشق سخن بکمال رسانید . الله یار نام از یاران او با فقیر آشنا بود نقل میکرد که : بسیار بی تکلف وشگفته پیشانی است . مقید هیچ چیزی نیست . و روزی زنی بد هیئت بطریق مباسطت با و گفت که : میر اگر رجولیت داری پیش بیا ! فرمود : ای خاتون ! مرد بودم اکنون از نگاه گرم تو سرد شدم ! فقیر خوشگو، روزی که سیر کنان بدارالسلطنت لاهور رسیده ، همان روز در هزار و صد و پنجاه (۱۱۵۰) واقعه هائلهٔ میر محمد علی رائج رونداد ، برجنازه اش حاضر شدم وخیلی افسوس میخوردم ، بنا براینکه از شرف ملازمت ایشان محروم ماندم . و همدران وقت سیر دیوان ایشان کردم وخیلی حظ برداشتم . و در شاهجهان آباد دیوان او را رایٔ انند رام مخلص از سیالکوت طلبداشتند . خان صاحب آرزو میفرمود که : من بمطالعه آن بسیار محظوظ شدم ، خیلی صاحب مذاق و تلاش و بفارسی آشنا بنظر آمد ، بتازگی و بنازکی می گوید . از نتائج طبع فیاض اوست :

ارچه، گل سینهٔ من محشر غلغل شده است
که بدل آبله ها بیضهٔ بلبل شده است

دیوانه باین شور جنون کو به بیابان
تصویر من از صفحه نهد رو به بیابان

ناله سیخ و هر طرف لخت جگر بریان بود
زآتش غم سینهٔ دوکان کبابی کرده ام

به غلط هم نشنیدی زلب گل، تحسین
عندلیب ! آب شو، از شرم غزلخوانی ها

آه از طرف چپ اندازیٔ نازش، کان شوخ
منکه صید نگه لطف ، و تغافل باقیست

گفتم : به تغافل بنوازم ! نگهی کرد
صید کرم ترک سخن نشنو خویشم

اشکم از هر مژه جوشد چوکشم نالهٔ درد
همچو طفلان ، که با فسانه ، بهم می آیند

در ریاضت نفس برکین بیشتر بندد کمر
جسته سگ سرم، چومشت استخوانی گشته ام

خالی ز خویش گشته ، پر از نقد وحدتست
این کیسه ، آستین ید الله کرده اند

بنایٔ هستی من ، بر جفایٔ خوبان ، است
که زنده از دم شمشیر کرده اند مرا

ای حریفان را براهت رفته از سر هوشها
ز انتظارت دیدهٔ قربانیان آغوشها

در سیه کاری ، صفا دارد ، دل خود کام من
سرمهٔ صبح است پنهان ، در غبار شام من

جز هوای نبود این همه ما و من ما
خالی از خود چو حباب ، آمده پیراهن ما

بجنگ ما و من ، روزی، کهاز وحدت کمربستم
زخود بیرون شد تنها در کفم شمشیرعریان بود

در دبستان ، اول از شوخی ، بر استاد آزمود ترک من، چون گشت در طفل، به شمشیر آشنا
زچین ابروی او ، جوهر شمشیر میریزد زند مژگان چو برهم یک نیستان تیر میریزد
هر کجا ، حرف ز کیفیت چشم تو ، رود بگلزد آب ، چو صهبا ز نمد ، آئینه را
دوری هم صحبتان آخر مرا بیمار کرد در تنم پنهان چو تب سرگرمی احباب ماند
روز وصل از شکوهٔ هجر تو ام گریان گذشت آه عید آمد پس از عمری و در باران گذشت
از گریه ، سفیدم مژه چون شیر ، شد آخر هر طفل سر شکم به غمت پیر شد آخر
عمریست که رحمت بکنارت نکشیده است رائج بگناه از تو چه تقصیر شد آخر
(۲۱۶-۲۱۷)

مجمع النفائس : میر محمد علی رائج از سادات نجیب است . کسب علم و فضل و شعر در خدمت والد بزگوار، که میر دوست محمد نام داشت وصانع تخلص میکرد، نموده. با میرزا عبدالقادر بیدل و شاه ناصر علی و نقیر الله آفرین و دیگر شعرای عصر هم طرح بوده . عمری دراز یافته گاهی خالی زشور و جذبه عشق نبوده . درقصبه سیالکوت من اعمال لاهور چند دهنه چاه داشت که نسبت باپ بار یک قناعت ساخته متوکلانه بسر می کرد وهر چه ازان حاصل می شد یا صادر داشت یکجا میخورد . دیوان کلانی دارد ، آنچه بنظر فقیر آرزو در آمده ، قریب هفت هزار بیت خواهد بود . بسیار بدقت حرف میزند و چنین تلاش معنی تازه دارد . و از دیوان او دریافت میشود که مثل آن، هم طرحان را کم اتفاق افتاده . پانزده شانزده سال است که برحمت ایزد پیوسته . اکثر زمین غزلهاش طرحی خود است و در بحور غیر مشهور ـ که میرزا بیدل گفته ـ اکثر غزلها گفته وخوب گفته و داد تلاش داده . این ابیات از انتخاب اشعار اوست :

هم چو دستار، که گردد ز سر مست ، جدا نور دل پنبه ز داغ جگر افگند مرا
نامهٔ رازم و درچشم کسی قدرم نیست گوی از سهو ، بره نامه بر ، افگند مرا
اشک ریزد ، چو مژه بر سر مویم، از درد گوی ، از دیدهٔ نمناک ، سر شتند مرا
مگو ز بی سرو پایان سر شته اند ـ مرا کتاب رازم و نا خوان نوشته اند مرا

فقیر آرزو مصرع اول را چنین بهتر می دهد :

مگو که بی سرو بی پا سر شته اند مرا

داغها، بهر سراغت ز دلم ، جست برون کرد طاوس هوای تو چراغانی را
گردد از خط سیه بیگانه نیرنگ بتان نیست شبها اعتبار جلوهٔ طاوس را
شرم هم، از لاف دولت نیست مانع ، سفله را بیشتر، گردد صدا ازنم بلند، این کوس را
چه مدعی و کجا دعوی سخن ، رایج ! زمین شعر ، بارث از پدر ، رسید مرا
ضعف تن، از بسکه درغمخانه ام، تاثیر کرد از فتادن سایه با خود برد دیوار مرا
ز فکر شعر نیم بعد مرگ هم فارغ که در زمین غزل خاک کرده اند مرا

چه قدر برتن ما ، کسوت فقر، آمده راست — خرقه گوی که بود جامه ٔ فرسوده ٔ ما

گشت ، از روز ازل قسمت ما . باده کشی — خط پیمانه نو شتند به پیشانی ما

نظاره بر نگردد ازان چهره ، سوی ٔ چشم — بر روی ٔ تست دانه ٔ زنجیر خالها

گرفتم پیش آن شوخ اعتباری کرده ام پیدا — بداغم رو سفیدی سرنگون دارد نمکدان را

دلیل گم شدگان ره طلب ، عجز است — ز پا فتادم و طی کردم این بیابان را

نماید زلف مشکین وگر از دلنواز یها — برخسار بیاض چشم او مژگان درازیها

نامه ٔ شوق ترا در خواب اگر انشا کنم — چون کبوتر زیر سر پر می زند بالین ما

حیرت از شش جهت آئینه بکف سویم تاخت — در دل اندیشه ٔ دیدار که جا کرد مرا

گردن مینا چو کج می کرد ساقی در قدح — بود رخت خونریز تر از تیغ قاتل بوده است

عشق شاهست و جنون دستورش — دل ما ملک و خرابی نسق است

در سوختن خروش من از عشق شکوه نیست — ناله اگر کباب ثنا خوان آتش است

بزیر سایه ٔ گم گشتگی سعادتهاست — درین زمانه همائی بقید عنقا نیست

ساقی ٔ ما خسرو وقتست و مستان لشکرش — پهلوان پای تخت او ، می پر زور ماست

علاج چیست بجرمم اگر کنی مختار — ز کارهای تو بیرون اختیار منست

عمری، می ٔ نظاره ز حسن تو ، خورده ایم — خط سیه کنون شب آدینه ٔ منست

در جهان پست و بلندی کو که عشق آباد نیست — دشتی از مجنون و کوهی خالی از فرهاد نیست

از گرفتن بسکه رم خورده است مرغ همتم — سایه ٔ دست کریمان چنگل شهباز اوست

بر سراز بیخودتش مرغ و غزالان چپ و راست — کعبه پیداست که مجنون بیابانی کیست

آن شود در بحر گرداب این بصحرا گرد باد — آب و خاکم بعد مردن نیز سرگردان اوست

حمایت پرور چرخ از جفایش بیش می لرزد — خطر از باد دامان بر چراغ زیر دامان است

آب گردد شکر از شرم، کلامی که تراست — کبک آتش خورد از داغ خرامی که تراست

از تست دل مکن رخنه (؟) جگرم اینقدر — چون صید رام گشت ، بدام احتیاج نیست

جلوه ٔ شوخت بصحرای ٔ که حیرت کرده عام — ابر اگر افشانده بارانی نیستان گشته است

عالمی را بسمل غم کرد این رسوای شهر — رازم از بی پرد گی شمشیر عریان گشته است

اشک در دم قطرها رانج زند هر سو بدل — کعبه ٔ اسلام بازیگاه طفلان گشته است

سالک، که غیر دوست درین ره، تمام سوخت — بادش حلال گر همه بیت الحرام سوخت

بیرون نتوان آمدن از فکر خود آسان — در چاه گریبان چو فتادی رسنی نیست

شکار انداز وحدت دام خالی بر نمی چیند — غزالش هر که از من کرد رم گردم کمین خود

قفس گردد ، گریبان چون شود صد چاک ، عاشق را

رها ، در الفت از قید جنون ، یعنی که نتوان شد

نگاهی جانب ما می توان کرد | خدا را ای خود آرا می توان کرد

در هوای جلوه‌اش هردم چو تیغ خوش غلاف | خود بخود آئینه از آئینه‌دان رم می کند

در جلوه آمدی و عرق ، بر رخ بتان | از خجلت تو گریهٔ بی اختیار شد

با سیه کاران چه فیض از صحبت روشن دلان | طوطی زنگار از آئینه ها گویا نشد

چو کودکی ، که بطغیان درد چشم ، خروشد | جدا ز روی تو آئینه تار گردد و نالد

در شهادتگاه عشق از بیم خون گرم من | تیغ چون ماهی، درون دست قاتل، می تپد

قصر غرور دولت منعم ، ستون نداشت | دست دعا ، فقیر نمی کرد ، اگر بلند

ناوکی بر هدف معنی تحقیق نه خورد | کیش هفتاد و دو ملت تهی از تیرم شد

بسکه دردم ز تو درد دگر انجام کند | هر سرشکم که چکد چشم تر ایجاد کند

هر سفید و سیهی را که بر انگیخته اند | نمکی بر رخ داغ جگری ریخته اند

جرات دست هوس بر کسی او ستمست | کز نزاکت برخش جای نگه خال شود

خوشتر از کنج لحد نیست سلامت گاهی | چند کس بی سپر فوج مه و سال شود

شد تماشای وحدت کثرت | راه معشوق ببازار افتاد

آب می‌گردم ز شرم کین و موجی می زنم | بر رخ خصمم اگر شمشیر می باید کشید

یا رب ! چه ساز مطرب بزم ازل ، نواخت | کز گوشها هنوز نوا کم نمی شود

بی زریهاست نثار قدم او رائج | بهر یار آنچه نداری بطبق باید کرد

بعالم هیچ کس خالی زما و من نمی باشد | بود هر جا که گردن بی رگ گردن نمی باشد

خرقهٔ صد پارهٔ من شانهٔ آئینه است | بسکه دل در فقر کسب روشنائی می کند

اگر اینست آشوب خرام فتنه انگیزت
غرور شان ، دور گیتی از تو ، چون خلخال خواهد شد
تو غائب از نظر من حاضر آه از سخت جانیها
رخ خود بی تو از آئینهٔ و آبم خجل دارد

فقیر آرزو مصرعه دوم را چنین بهتر می داند :

ز روی خویشتن آئینه و آبم خجل دارد

ز تیغ غم بود زخمم نمایان بر رخ غیرت | لب پیمانه، بی او هر که با لب، متصل دارد

عمر تلف شد بحرف سبحه و زنار | آه که سر رشته بچنگ نیامد

بیخطر نیست سیه مست شگفتن از غم | کوچهٔ باغ طرب ، آخر عسسی هم دارد

حسن، تعلیم رعونت داده است، آن شوخ را | میخورد لعل لبش از سرخی خود پان‌هنوز

مژه ام بخیهٔ زخمیست که از هم گسلد | برخت دیده کشودن ستمست آه مپرس

بدرد ساخته ای بوالهوس چه بیتابی است
در آتشی که نداری عبث سپند مباش

قد خمت ، دهد از ناخن بریده خبر
که پیر گشتهٔ اکنون به حرص بند مباش

بطور قرب توان برد ره بخاموشی
شد آنکه بهر تو الکن کلیم کردند شل؟

آزاد شود خورسی. خاطر پر داغ
گل گل شگفد خار به پیراهن آتش

میوه از بهر رسیدن می رود یک ساله را
پختگیها گر هوس داری سفر شرطست شرط

جلوهٔ کو که ز کونین برد بیر و نم
تابکی این دو قدم راه، کم آه غلط

اهل سوز ، این ره کنند از پایٔ سعی دیده، طی
اشک گرم آمد به شبگیر فنا رفتار شمع

شب در آن محفل که نیرنگ تو گردد جلوه‌گر
چتر طاؤست دود شمع و طاؤست شمع

بیتو گر بوی گل آمد همه مارا بدماغ
نالهٔ بلبل شوریده شنیدیم به باغ

بگزار بخوبان دگر هم . دل صافم
من آئینه دارم بود آئینهٔ من وقف

پنجه در پنجهٔ آفت کند و می خندد
چقدر گشته رسا نام خدا طاقت دل

چون مرغ دل از زلف دراز تو کندرم
دارد بگلستان رخت نشو و نما دام

بفوج غمزهٔ آن شوخ روبرو گشتم
شکار ، جرگهٔ مژگان چشم او ، گشتم

گریه ام در طلب درد دل است
از پیٔ چشم تری می گریم

بندگی کیشم ، تمیز کعبه و دیرم ، کجاست
دیده ام هر جا دری رائج سجودی کرده ام

در پرده دل آهنگ تماشایٔ تو دارد
بر تار نگه زد مژه مضراب بچشمم

نه غرور است که سر پیش تو افراخته ام
گردن راست پی تیغ کجت ساخته ام

در چنین ره که جنون مرحله آن باشد
گم شدن راه نمائیست که من می دانم

زبسکه رخت بدشت جنون پیاده کشیدم
ز آبله چه گهرها بتار جاده کشیدم

محو ذوق کاو کاو ناخن غم گشته ام
سینه بودی کاش در عشقت سراپا پیکرم

در شب تیرهٔ کنج لحد از مستی عشق
میکند شوخیٔ مهتاب کفن در نظرم

صد بادیه از بیم می ناب گریزم
چون شیر ز آتش من ازین آب گریزم

پشت ای آئینه پیش رویٔ او بر من مکن
من هم ازحیرت‌بچشم این رتبه گاهی داشتم

رفتم بگزار غم و آهی نه کشیدم
از آتش دل آب شدم دود نکردم

تا در آغوش کشد جلوهٔ دلچسپ ترا
قالب از بسکه تهی کرد شد ابرو چشم

تشویش مکن خانهٔ در بسته ندارد
در خامشی از جوش هوس دل کند آرام

چشم همه گردیده چو بادام مشبک
در حرص تماشایٔ تو از جوش نگاهم

نیست از بسکه بتعظیم گدایش حرکت
منعم و مسند او صورت دیباست بهم

کو گل رعنا چو طفلان زیب دستارم مباش
عشق می فرمایدم بی کفر و ایمان زیستن

بمن هرکس که آمیزش کند گردد گرفتارش
نهان در مشت خاکم دام دارد صید بند من

شد تنم خستهٔ آن نرگس خود کام اکنون دهن بی مزه شد در نظرم جا اکنون
هم چو آبی که رخ سبزه بپوشد از خویش آفتد از شوق تو آئینه ز زنگار برون
تو که مرغ گلشن وحدتی ، زمکان مگو و مکین مجو
وگر آشیان بودت هوس بنشین و بال بهم مزن
جوابش سجده آمدکس رکوعی کرد گرپیشت قدی راکز تواضع گشت خم‌محراب طاعت‌کن
توان‌کردن تمام از راستیها کارکج طبعان کشد شمشیر تا دشمن تو سبقت‌کن سنانش‌زن
بسکه شب غم کده‌ام بیتو پر آتش باشد همچو سیماب بود پرتو مهتاب درو
تنگست تنگ ، بی جگری ، ترک زاده را چندین بچهره دیدن عاشق ز جا مرو
پوشید ترک من چو بزیر قبا زره آئینه خانه شد به تنش از صفا زره
در برت ، چون نکشم تنگ ، که مست آمدهٔ چون نبوسم کف پایت که بدست آمدهٔ
نیست از بهر میٔ ایجاد تو ای شیشهٔ دل تو درین انجمن از بهر شکست آمدهٔ
هرکه گردد کشتهٔ نازت ز رشکم می‌کشد بر شهیدان تو خواهم شد بمحشر داد خواه
به پیش ریزش اهل کرم دامن ضرور آید نخستم وسعت مشرب ده آنگه هر چه خواهی‌ده
چون گزم لعل لب او از نزاکت بوسهٔ کرد نیلی عارضش چون سیلیٔ استاد هی
تا رها گشتم کف افسوس شد بال و پرم دام هی کنج قفس هی گرمیٔ صیاد هی
تا کی ، به نعمت این همه مغرور می روی آخر چو لقمه در دهن گور می روی
دهد از سر خوشی چون رخصت ایما بابروی کند دور قدح را شوخیش چشم سخن گوی

رایج مذکوره غزل مرزا صایب را مخمس کرده . یک بیت ازان بسیار تشنه کرده و خوب بسته و آن اینست :

هرگز آئینه ز زنگار نیاید بیرون صبح ز آغوش شب تار نیاید بیرون
چشمه از دامن کهسار نیاید بیرون از صدف گوهر شهوار نیاید بیرون
بصفائی تو که از خانه بدر می آئی

(ص ۱۲۰- ۱۲۲)

سفینهٔ هندی : میر محمد علی رائج تخلص . از سادات نجیب سیالکوت من مضافات لاهور است . اکتساب علوم از خدمت والد بزرگوار خود میر دوست محمد صانع تخلص کرده . با شاه ناصر علی و میرزا بیدل و شاه نقیرالله آفرین و دیگر شعرائی آن عصر همطرح بوده . در وطن خود چند دیه مدد معاش داشت و بآن اوقات بسر میبرد . در پیرانه سالی رحلت نمود .

رفت رایج ز عالم فانی (۱)

۱- از این مصرعه ۱۱۸۳ھ برمیآید ، و در سفینهٔ خوشگو و شمع انجمن سال ۱۱۵۰ھ



تاریخ وفاتش یافته اند . دیوانی ضخیم ازو مانده و این ابیآت ازانست :

(دارائی دو شعر است که خان آرزو آورده . ص ۹۴)

شمع انجمن: رائج میر محمد علی سیالکوتی . نقود افکار بیمن‌التفات او رائج و بحور اشعار بنسیم توجه او مائج . مردی آزاد مشرب و خوش خلق و خوش صحبت بود . با میرزا بیدل و شاه آفرین همطرح بود و در وطن خود دامن عزلت و قناعت گرفته قلندرانه بسر میبرد و هنگامه سخنوری گرم داشت . قریب صد سال بزیست و در ۱۱۵۰ه بجوار رحمت الهی پیوست . بسیار شوخ طبع خوش محاوره و انجمن افروز بود ، و در شعر خواندن طرز عجیبی داشت عطر زلف سخن چنین میافشاند :

شد فزون در آخر حسن تو بی آرامیم
کرد خط بر آتش رویت کباب شامیم

ز طرز آن نگاهم طاقت آخر نا توانی شد
مرا چشم سیاه یار افسون جوانی شد

چه سان آموخت پیر حمانه بر فتراک سر بستن
ز طفلی آن شکار افگن نمیداند کمر بستن

اگر با حق نیازی هست حاجت نیست تعمیری
ستون و سقف درویشان همین ذکر و دعا باشد

(ص ۱۷۰)

۸۲ - عنایت الله راجی

عنایت الله راجی مرد منصبداری است . در فنون ماهر است :

در بهار نوجوانی با خـزان پیوستـه ایم
چون گل رعنا ست پیدا ، رنگ سرخ و زرد ما

☜ نوشته شده . خان آرزو گوید که : پانزده و شانزده سال است که بحق پیوسته . خان تذکره را در سال ۱۱۶۳ه به اختتام رسانیده است ، گویا سال وفاتش از این حساب ۱۱۴۸ یا ۱۱۴۹ه باشد . سال وفاتش سفینهٔ خوشگو و شمع انجمن درست دارد .

۸۳ - فصاحت خان راضی

بیت نخستین دیوان نکته طرازی . فصاحت خان راضی . اشعار فصیحش قادری قدرتیان سخن را سر مشق سخن سازی و سحبان دستگاهان معنی را دست آویز معنی طرازی :

چه شوخیها ست با مژگان او از سرمه پنداری
بود چون شاخ آهو ریشه اش در گرد و حشتها
هلاک عشوه ات ، گویند ناصح شد ، بود یارب
چو بیماری چشمت این خبر مقرون صحتها
نه تنها ؛ شهر گردان ساخت مه را ، مهر رخسارت
گذشت از قامتت بر عالم بالا ، قیامتها
ز بس تمکین بروزی میکشد انداز هر نازی
شبی چون غنچه لعلش خنده میسازد تبسم را
در خور افکار ما شعری نمی یابی چه سود
گر کنی اوراق را غربال چون کرم کتاب
دعوی ، الهام غیب از سبحه داران ، باطل است
کی ؛ صدی در پیش شه ؛ باشد سزاوار خطاب
راز ما ، فواره سان از راستی ؛ مستور نیست
بر زبان ماست جاری انچه ما را در دل است
شهر و ده را ، کردهٔ از اخذ و جر ، زیر و زبر
انچـه میدانی ز علم نصب عامل عامل است

دارم ، بپای دختر رز ، نذر سجدهٔ اوقات ، صرف چله بعمر دو ساله ، کرد

یا رب شبیه نرگس مست که میکشد
نقاش کلک خویش ، ز موی پیاله ، کرد
دستت از خویش چو گلبرگ حنائی باشد
همچو بت دولت حسن تو خدائی باشد
نرگس امسال فرون کاشت ، مگر بر مردم
باغبان را بنظر چشم نمائی باشد
مده طول، این قدر در خانه سازی، عرض من بشنو
سرا را قصر مینامند یعنی مختصر باشد
مگر پروانگی یا بم که بر گرد سرت گردم
تو شمع بزم میزیبد ترا پروانه گل بلبل
دود از سرم ز بسکه بر آورد فکر شعر
باشد سواد چو ابیات خانه ام [کذا]
می پیچمش بسر اگر افتد شبی بدست
زلف دوتای آن صنم چار شانه ام *

---

* همیشه بهار: احسن الله خان راضی از شاگردان مرزا عبدالغنی بیگ قبول است . احوالش از سخنان آبدارش پیدا است :

مریض اگر متردد بود تعجب نیست — سرود راهه' موت و حیات بیماریست
عید را دیدم مکرر در جهان — قرعه' نوروز خوب افتاده ایست
گر نه باهم مردن و زادن بعالم توام است — از چه رو مولود خوانی رسم روز ماتم است
میرزایان هند را دیدم — بیگمانند اصیل زاده همه
جهد بیاد خطش آتشم ز چشم پر آب — چو نذر خضر چراغی برد کسی لب جو (خطی)

سفینه خوشگو: احسن الله خان راضی تخلص کشمیری الاصل و از برادران قاضی خان کشمیر است . در عهد محمد شاهی فصاحت خان خطاب یافته . از منصب داران رفق صلابت خان سید تخلص ، میر آتش سرکار والا بوده . مشق سخن در خدمت میرزا عبدالغنی بیگ قبول درست

گرده مقبول روزگار شده . معنی یاب صاحب تلاش است

(دارای پنج شعر است که همیشه بهار دارد - صفحه ۲۵۷)

مجمع النفائس : فصاحت خان راضی ، از قاضی زادگان کشمیر جوانی خوش ذهن معنی تلاش بود ، و بنای شعر خود را بر طریقهٔ استاد خود عبدالغنی بیگ قبول گذاشته ، بلکه پیش قدمی نموده ، و درین طور سرآمد گشته . با فقیر اخلاص و آشنائی داشته پیش از فترت نادر شاهی فوت شده . از وست :

بسان چشم ، که گرید ز درد ، هر عضوی — غمی ، بهر که رسد ، می کند ملول مرا

اگر بماتم یاران رفته نیست ، چرا — ز جادها ست الف سینه بیابان را

صبح نوروز است باید بر غدیر خم رسید — جام نگرفتن ز ساقی کار این ملجم است

آن رخ و لب ز خال مستغنی است — گل و مل را نقط نمی باید

با عندلیب صلح کنم یا بباغبان — ای گل ! ترا بخاطر عاطر چه می رسد

محتاج سرمه نبود مژگان حرف سازش — دارد مداد از خود چون خامه فرنگی (۱)

(خطی ۱۲۹ ب)

سفینهٔ هندی : فصاحت خان راضی تخلص کشمیری از قاضی زادگان آنجاست و شاگرد میرزا عبدالغنی بیگ قبول بوده . شعر بروش استاد خود میگفت . قبل از ورود نادرشاه بهندوستان فوت شد . از وست : (دو بیت نوشته است که مجمع النفائس دارد - ص ۸۸)

نتایج الافکار : پسندیده نکته سنجان احسن الله خان که راضی تخلص مینمود . اصلش از کشمیر است و از عشیره قاضیخان کشمیری بوده . در عصر محمد شاه بادشاه بخطاب فصاحت خان متاع جمعیت و کامرانی اندوخت و در سلک منصب داران بمرافقت نواب صلابت خان متخلص به سید (۲) انتظام داشت . در نظم پردازی هم خوش سلیقه بوده و مشق سخن پیش میرزا عبدالغنی قبول می نمود . و قبل از تهلکه نادر شاهی در عشره خامس مآته عشر بعالم بقا گرائید .

(دو بیت آورده است که مجمع النفائس دارد - ص ۲۷۷)

صبح گلشن : ریاضی ، احسن الله خان کشمیری مخاطب بفصاحت خان از منصبداران محمد شاه بادشاه بود ، و زانوی تلمذ پیش میرزا عبدالغنی قبول ته نمود . کلامش تسکین بخش دلهای نا شکیب و اوراق رنگین دیوانش ریاضی دلفریب : (چهار بیت دارد که همیشه بهار و مجمع النفائس آورده - ص ۱۸۷)

۱- خامهٔ فرنگی برای Pencil بکار آورده است و دران زمان گویا در هند فرنگیها رائج کرده بود . عالمگیر پادشاه هم به همین خامهٔ فرنگی بعض عبارتها نوشته است .

۲- رک : تحت تخلص سید شمارهٔ ۱۲۲ -

روز روشن: راضی : احسن الله خان مخاطب بفصاحت خان کشمیری از قبیله قاضی خان کشمیر و تلمیذ میرزا عبد الغنی قبول ست . از وطن بدهلی رسید و از حضور محمد شاه بادشاه بمنصب و خطاب ممتاز گردید و رفاقت نواب صلابت خان اختیار نمود . و در عشره خامسه از مائه ثانی عشر جاده عدم پیمود . در صبح گلشن او را ریاضی بیا بعد راء مهمله به تتبع نشتر عشق نگاشته، شاید ناسخ از خود یا افزوده باشد :

هلاک عشوهات، گویند ناصح شد ، بود یارب چو بیماری چشمت این خبر مقرون صحتها

نه تنها، شهر گردان ساخت مه را ، مهر رخسارت گذشت ، از قامتت بر عالم بالا، قیامتها

(سه بیت دیگر آورده، که مجمع النفائس دارد - ص ۲۳۳)

۸۴ = رافت

دل مهر منزلش ، گنجینه جواهر و زواهر معانی باهر است . و خزینه سینه اش مملو از زرهای سرخ . الفاظ رنگین دیوانش ، بدخشانی است از لعلهائی شب تاب :

مگر آن سرو لیلی جلوه در گلشن خرامان شد
ندانم بید در گلزار از بهر که مجنون شد

کشته ات کی رود به تشنه لبی آب تیغ تو در گلو دارد

۸۵ = میرزا رفیع رافع

میرزا رفیع رافع یزدی . بیضای طبعش ، بر روی چرخ برین فطرت بلندی ، رایت ساطع النوری افراشته . درکارگاه روشن روانی ، سنج[1] معنی یابی مینواخت :

زنجیر سر زلف تو ، دام ره ما شد این سلسله ما را بجنون راهنما شد

میخواست مه نو، که چو ابروی تو باشد آخر ز کجیهائی خود انگشت نما شد

۱- سنج : یکی از آلات موسیقی .

من از آئینه کمتر نیستم ، از ساده لوحیها
اگر روداد ، صحبت باتو، حیران میتوانم شد

چه کوتاه است شبهائی وصال دوستان ، یارب !
خدا از عمر ما بر عمر این شبها ، بیفزاید

اگر ز بزم تو دورم، نیم ز بزم تو دور   که ذره ، پرتو خورشید، در نظر دارد

ما بیدلان ، بباغ جهان همچو ، برگ گل
پهلوی یکدگر همه در خون نشسته ایم

زلف تو سبحه را زکف پارسا گرفت   خال لب تو نکته ز صنع خدا گرفت

در زیر تیغ ، هر که برویت : نظاره کرد
زان پیشتر که کشته شود ، خو نبها گرفت *

روز روشن : رافع میرزا احمد رفیع یزدی از وطن بدهلی رسید و بفرمان شاهی متعین کشمیر گردید و چندان بدان خطه مینو سواد دل بستگی پیدا کرد که اگر کسی براه ظرافت گفته که بادشاه حکم طلب تو بدهلی نافذ فرموده ! ازو بد میبرد :

(دو شعر آورده که متن دارد . ص ۲۳۰)

۸۶ - ملا محمد رفیع رافع

ملا محمد رفیع رافع کشمیری . جوان سخن دانی است . فکر هائی خوب دارد و در هند دل بند . بجهت استحصال وجه معیشت رفته با امرای آنجا مصاحبت میورزد :

همه جا ، جا بسر خلق ، چو افسر دارد
هر که چون غنچه گل ، کیسه پر زر دارد

ساغر باده بخورشید بیادم بگزاشت
تاک مستغنیم از طارم اخضر دارد

۸۷ = میرزا صدرالدین محمد راقم

میرزا صدر الدین محمد راقم . صدر الصدور شاهنشه کشور سخن است . رقمش ، روشن قلمان مرقوم هنروری را ، سرمشق روشن سوادی :

یک چهره نا امید ز رنگ شکسته نیست
بر روی هیچکس ، در این باغ ، بسته نیست
عادت ، بجمع بودن احباب ، کرده ایم
ما بو نمی کنیم ، گلی را که ، دسته نیست
دا یم که بی قرار بود اضطراب من
چون نبض بی قراری من جسته جسته نیست
نگویم ، از فلک بخت زمرد فام ، میخواهم
نگین واری ازین فیروزه بهر نام میخواهم

۸۸ = راگو پندت راگو

راگو پندت راگو تخلص . هندوی پخته کاری گزشته . شعرش خالی از ادای نیست :

رفت از خود ، عکس چشم خویش ، تا در جام دید
مست ناز من ، هلاک چشم بیمار خود ، است
نفهمیدی رموز معنی شرح اشاراتش
تو انداز نگه دزدیده دیدنها ، چه می دانی

۸۹ = راهب

راهب هندوی سخن طرازی بود . صاحب دیوان است :

بی دماغم ، نشاء سر شار ، میخواهد دلم
یک نگاهی ، از دو چشم یار ، میخواهد دلم
پیش ازین ، نتوان ز حال آشنا ، بیگانه بود
التفات کم کنی ، بسیار میخواهد دلم*

* روز روشن : راهب از پندت زادهای کشمیر بود و در فن ادب دستگیری کافی حاصل نمود .
(یک بیت دارد ص ۲۳۸)

۹۰ - ربط قلندر

ربط قلندر . رابطه اش با سخن ، زانسان که روح را باتن . اواخر عمر درکشمیر فردوس تنویر، تا دم باز پسین ، بعیش گزرانید و داد سخنوری داد :

ز فنهای نگاه او ، ز دلهای کباب ما
مهیا می پرستان را ، شراب امشب ، کباب امشب
کشاید ، گر نقاب از رخ ز رویش ، نور برخیزد
اگر خندان شود چون گل ، ز عالم شور برخیزد
آمد بهار خرمی ، طرح دبستان در بغل
هر غنچه طفل تازهٔ جزو گلستان در بغل
صدای ناله گشتم بی تو ، گل گشتم ، حنا گشتم
بگوش و دست و پایت هر چه گشتم آشنا گشتم

عکس رخش بدیدهٔ تر جا گرفته است گر شعله را بآب ندیدی ، بیا ببین
دل پاره پاره از ستم ماه پارهٔ هر پارهٔ جداست بهشت نظارهٔ
از یک نگه تسلی عاشق نمی شود عمر دوباره است نگاه دوبارهٔ
این رباعی در تعریف حلقه بینی معشوق گفته :

بر بینی سیمین تو ، ای صنع اله   درها چــه فگندند بانداز نگاه
یا قطرهٔ شبنم است بر عارض گل   یا خوشهٔ پروین شده نزدیک بماه

۹۱ - ملا ربیعا

سر آمد شعرای غرا ملا ربیعا . دیوانش چار باغی است پر از لالهای نعمان . ابیات رنگین و لبالب از گلهای شاهی . اشعار رشک فرمای گلهای خورشید :

بسر بردم چو عقد کا کلت ، هنگامهٔ خود را
عبیر آباد ، همچون شانه‌کردم ، نامهٔ خود را
با میدی ، که شاید خوش نگاهان ، در نظر آرند
ببال موج ، گرد سرمه بستم ، نامهٔ خود را

ربیعا ! ناز او چندان کشیدم   که هر مو برتن من نازبو شد

۹۲ - محمد خلیل رجا

محمد خلیل رجا . یک بیت او بخاطر بود ایراد یافت :

نه پخت نان ، ز تنور فلک ، که شام رسید
کباب شامی ما اشتهای سوخته است

۹۳ - مرزا حسین بیگ رسا

مرزا حسین بیگ رسا . مرد شاعری اکثر با شعرای پای تخت سلاطین اورنگ‌نشین صحبت ها داشته . شعرش پخته و خوب است[1] :

۹۴ - محمد نعیم رسا

محمد نعیم رسا تخلص . ذهن رسا و عالی ذکا بود . بر لب فوارهٔ

---

۱ - اینجا بیاض است

طبعش ، زلال تسنیم معانی ـ که صفا بخش آب سلسبیل است ـ بی تامل جاری بود . هر معنیش در رقم چون چشمهٔ حیوان در ظلمات متواری ، و مانند دهان عیسوی دمان ، در سیاهیٔ خط مستوی :

آتش مجنون زلیلی در دل صحرا فتاد
عشق را رسوا کند حسنی که بی پروا فتاد
بید مجنون سر بپای قامت رعنایٔ کیست
طشت سرو ناز در دور تو از بالا فتاد
گرد باد وادیٔ افتادگیهایٔ خود ، است
هرکرا ، در سر هوای عالم بالا ، فتاد
ما ، رسا در بزم دنیا کم زکس ، نگزشته‌ایم
عقد ها ، در کار آتش از سپند ما ، فتاد
صورت شیرینٔ در آید بیتو ، گر در دیده ام
چون ، رگ خارا نمی جنبد زجا ، نظاره ام

۹۵ - میر کمال الدین رسوا

میر کمال الدین رسوا تخلص . صاحب کمال و جامع فنون بوده . در نثر نویسی همدست نصیر طوسی است . هر رقم شکسته اش ـ گرمیٔ بازار سنبل نژادان شاهدان چین ـ بآب تشویر سرد گردانیده :

با عاشقان ، سلوک رقیبانه ، میکنی خود را ، مگر بآئنه دیدی! چه شد ترا!
که دارد؟ این چنین بیرحم جانانی ، که من دارم
زکشتن ، تا پشیمان ترک ، برجانی که من دارم

چو بوی گل، عنان وعده در دست صبا، دارد
وفا بیگانه شوخی سست پیمانی، که من دارم

۹٦ - ملا عبد الرشید

ملا عبدالرشید مرد صاحب کمالی گزشته است :

خیال ، خال او در دیده ، دارم
ز مردم پرس ، اگر باور نداری !

۹۷ - میرزا رشید

میرزا رشید کشمیری . دیوان نواب فاضل خان ناظم صو به کشمیر بوده . شعرش پخته و صاف است . همعصر والد مبرور بود ، دو بیت که بمدح ایشان گفته ایراد می یابد :

در شهر سخن ، سالم خوش گوی، رسیده است
دیدیم رشید ! از شعرا تازه تری چند
آن حاجی نیکو روش کعبهٔ معنی آرد ز پذیرائی حج خوش خبری چند

ایضاً منه .

زیاد زلف تو ، شد داغهایٔ دل ، روشن
که پیش در شب تار است نور کوکبها
زیر و زبر ، ز دست تو شد ، مصحف دلم
نبود بلی سواد ادب خورد سال را
کوهکن بابخت در جنگ است و خسرو کامیاب
باغبان گل چید و بلبل گشت دامنگیر ما
ای بیوفا ! بیا و ز عشاق ، جان طلب
چیزی که ، آرزویٔ تو باشد ، همان طلب

بسکه دل ، درکاوکاوعشق ، شهرت کرده است
آبروی کوهکن از تیشهٔ گل کرد و ریخت
خم و لب و دل وصهبا شکست و بست و کشاد
زچشم مست تو ، اینها شکست و بست وکشاد
نباشد نالـــه را ره در دل سنگین معشوقان
بلی فرهاد از کهسار آخر باز میگردد
از خط ریحان ، مرتب میکند انشا ، بهار
مهره ، از شبنم کشد بر صفحهٔ گلها ، بهار
درین بستان ز یاران بوی یکرنگی نمی بینم
چو داغ لاله ، جام باده از خون جگر ، نوشم
بدل ، از یاد رویش ، آفتاب ساکنی دارم
بجام ، از گردش چشمش ، شراب ساکنی دارم
درین محفل ، بحال خویشتن چون شمع ، گریانم
بود گر بر لب من ، خندهٔ سوز وگداز است این

زنجیر پای عشق کجا میشود جنون زین موج ایمن است چو دریا شود کسی

۹۸ = رضا

رضا . تمام عمر گردنش زیر بار رضا و تسلیم خم بوده: شعرش با ابیات رازی[۱] دم مساوات میزند :

دست رنگین را ، مکن ای گلبدن ! در آستین
کی شود ، پنهان بدینسان خون من ، در آستین

---

۱ اشاره نیست بعاقل خان رازی .

آستین از خنده اش همیان پر گوهر شود
میکند تا از حیا خندان دهن در آستین*

---

* کلمات الشعرا : محمد رضا کاشمیری خوش فکر می نماید :
محبت راپس از قطع محبت لذتی باشد   که شاخ نخل پیوندی به از اول ثمرگیرد۱ (ص۳۰)
همیشه بهار : محمد رضا کشمیری فکر رسا داشت و اکثر معانیهای تازه مییافت . (خطی)
تذکره حسینی : محمد رضا موسس اساس خوش تقریری محمد رضای کشمیری شاعر خوشگوست . (۱۲۵)
روز روشن : رضا کشمیری: ناظم شیرین گفتار بود (ص۲۲۶)
تذکره شعرا متقدمین : محمد رضا کشمیری خوش فکر بود . (خطی ۲۱)

۹۹ - نواب ابراهیم خان رفعت

نواب ابراهیم خان رفعت تخلص . اکثر بنظامت صوبه کشمیر بهشت نظیر ممتاز می بود . مردم در عهدش در مهد آسائش و جامهٔ خواب آرامش دراز کشیده ، مست خواب استراحت بودند . خود نیز بسیر و شکار داد عیش میداد :

پس از رفتن بیاد خط مشکین نگار من
ز شوقش ، سنبل تر روید از خاک مزار من
بآب دیدهٔ خود ، سبز کردم دانهٔ خالش
همین بس ، درمیان عشقبازان ، افتخار من
دهانش غنچه ، رویش گل ، بنفشه خط و دور لب
سراپا گل تماشاکن ، بیا ساقی ! بهار من

۱- همیشه بهار و تذکرهٔ حسینی و روز روشن و تذکره شعرای متقدمین دارد . این شعر تحت ابکم نیز ثبت است . رک : ابکم شمارهٔ (۸)

صبح صادق ، مرهم کافور دارد ، در بغل
گر ، علاج رخنهٔ دل میکنی ، هشیار شو*

---

* تاریخ محمدی : ابراهیم خان مخاطب بعلی مردان خان بن علی مردان خان امیرالامرا زیک ، از اعاظم امرای شاهجهانی و عالمگیری و شاه عالمی در اواخر صفر یا اوائل ربیع الاول (۱۱۲۲هـ) در صوبه‌داری کشمیر فوت شد . او داماد مرزا یحیی بن سیف خان قزوینی بود (ص ۲۷) تاریخ اعظمی : (واقعات کشمیر) : در هزار و هفتاد و یک بحکومت کشمیر مقرر گر دید . و مدت یکسال حکومت کرد (۱۶۳) از تغیر او اسلام خان مقرر گردید (۱۶۳) کرة ثانیه از تغیر قوام الدین خان در اوائل سال هزار و هشتاد و نه بصوبیداری تقرر یافت (۱۷۴) و در سال هزار و نود و پنج حفظ الله خان آمد (ص ۱۷۶) بعد از استعفا فاضلخان (که سه سال و شش ماه بسر برد ۱۱۰۹-۱۱۱۲هـ) کرة ثالثاً بنظامت کشمیر سر افرازی یافت (۱۹۳) . مشهور است که در اثنای راه فاضلخان میرفت و ابراهیم خان میآمد . سر راه همدیگر را دیدند و ساعتی نشستند . خواجه علی اکبر وقائع نگار حاضر بود ، این بیت خواند :

عید رمضان آمد و ماه رمضان رفت
صد شکر که این آمد و صد حیف که آن رفت

پنج سال و کثری بحکومت گزرانیده بنظامت احمد آباد از تغیر شاهزاده بیدار بخت تعین یافت و نوازش خان رومی تعین نظامت کشمیر گردید (ص ۹۳ = برای کوائف سیاسی ایندوره رجوع شود به واقعات کشمیر) ابراهیم خان وقتیکه ناظم کابل و پیشاور بود ، بخطاب علیمردان خان مخاطب گردید و از آنجا بعد از انتقال جعفر خان مرتبه چهارم بصوبه داری کشمیر آمد . درین اثنا بقول صاحب تاریخ اعظمی: طبل عمرش دریده شد و آواز فرو نشست و رخت انتقال بعالم دیگر بربست و بجایش عارف خان معروف به قاضی محمد فاروق نیابت کرد تا وقتیکه نوازش‌خان از دربار شاهی رسید (ص ۱۱۱)

۱۰۰ = منشی محمد رفیع

منشی محمد رفیع . مرد منشی طبیعتی گزشته ، اکثر بانشا پردازی ممتاز بود :

لبش قنداست و رویش گل ، اگر میداشتم جانی
علاج دل طپیدنها ، ازین گلقند میکردم

میخواستم که دست بزلفت کنم دراز
فریاد خاست هر طرفی، مار! مار! مار!*

* تاریخ اعظمی : محمد رفیع منشی از مردم کشمیر است . در نظم و نثر طبع بلندی داشت ، اما بجهت گذران معیشت همت بصنف انشا میگماشت ، و باین تقریب تن بملازمت حکام میداد . این رباعی ازوست :

در سایهٔ خویش جائی آواره دهید در چارهٔ کار دل به بیچاره دهید
هر چند که کفاره ندارد نیکی نیکی به بدان کنید و کفاره دهید

وقتیکه تسلی شاعر هجو مردم کشمیر بطرز بحر طویل کرد و سر دیوان سیف خان ناظم (۱) خواند ، خواجه عنایت الله جن (۲) که دران وقت ریاست کشمیر داشت ، بغیرت آمده اشارهٔ جواب بمحمد رفیع منشی کرد . آن صاحب قدرت و استطاعت در یکساعت جواب بهمان اسلوب موزون کرده ، روز دیگر در مجلس سیف خان خواند ، و تسلی را ملزم ساخته از مجلس چه که از شهر راند . چون خالی از لطافتی نبوده است ، از تحریر اشعارش بر داشته ، بنگارش آن بحر طویل اکتفا نمود .

۱- لعنة الله بران تسلی کم اصل تبه کار گنهگار ، که خود را بزبان دو سه لک آدم موزون سخندان سخن سنج همه آراسته از فضل و هنر داد ، که گر پا بفشارند ، بفریاد بیارند جهان را .

۲- لیک حیف است ، که اوقات چنین مردم پاکیزه و دانای نکورای خدا ترس حق اندیش ، که جز ذکر خدا فکر ندارند ، شود صرف ، و بسازند تر از خون سگی تیغ زبان را .

۳- انچه او ، در حق این طائفهٔ پاک ، ز نادانی و بدبختی خود گفت ، همه تهمت و بهتان و همه کذب پریشان ، که جزایش رسد از ایزد متعال درین سال ، بتعجیل نه تاخیر که فرصت نبرد خوب باین بی ادب و خیره سر و احمق و نادان .

۱- میرزا فقیرالله سیف خان پسر تربیت خان برلاس (متوفی ۱۰۵۲ ھ) در هزار و هفتاد و شش (۱۰۷۶ ھ) بنظامت کشمیر مقرر گردید ، سه سال حکمرانی نمود . مردی مهیب و ضابط و نساق بود . بعد از تغیرش در سال یکهزار و هفتاد و هشت (۱۰۷۸ ھ) مبارز خان آمد (واقعات کشمیر ص ۱۶۴) سیف خان بار دوم از تغیر مبارز خان وارد کشمیر شد و دو سال ماند و در سال هزار و هشتاد و سه (۱۰۸۳ ھ) افتخار خان آمد (واقعات کشمیر ص ۱۶۶) سیف خان در سال (۱۰۹۵ھ) فوت شد (رک : ماثرالامرا . ۲ : ۴۸۴)

۲- عنایت الله خان کشمیری از امرای عالمگیری بوده و در سال ۱۱۳۸ ھ فوت شد (محمدی ۶۱) سه بار صوبیداری کشمیر یافت (دکتر صوفی ص ۲۹۰)

۴- تا جزایش بود، این دوسه حروفی، که بر آید ز زبان من آشفته و حیران، ز ره خشم و غضب، ز انکه چه لائق، که کند تسل' قلتاق و ترمساق و گداخوی و سیه روی و بد اندیش عجب ریش، بد گوی' ابنای زمان عادت، و سرگین خورد و گنده کند کام و زبان را.

۵- کی رسد طعن تو، بر مردم کشمیر، که دارم خبر از حال تو و وضع تو ای بی خبر از خویش، که در عهد جوانی، بمیان بغل مردم بیگانه کلان گشتی، و صد بار بکون تو ز عشاق رسیده است، که از کشمکش کیر نتوان بود، که دنباله کسی در عقب اوست،

۶- تا بدانی، که پدیدار شد از ظلمت نحست، اثر ریش، که پشمی نبود بیش، باین طرز ز بدکاری و بد فعل گروهی ز عقب بود، و تو در پیش خجل شو، که ز بی عصمتی خویش سبک باختهٔ عمر گران را.

۷- بعد ازان، ریش تو گردید، مگس وار تو دارند ز دنبال تو فوجی مگسی چند، که عشاق تو باشند، بروز سیه خویش نشستی که الهی همه روز تو چنین باد، نه بینی ز جهان هیچ نکوئی،

۸- رونقت گم شد، و عشاق تو بیزار نشستند و گزشتند ز عشق تو، و کس یک قدح بوزه برایت نفرستاد، و نکردست بیک ساغر بقوم کسی یاد، گر نیک، که میداد، و کجا بود بحالت نظری باده کشان را.

۹- از پریشانی و عریانی و بی نامی و حیرانی و بی عزتی و خواری و خفت، که نصیب تو شد اندر وطن، افتاد هوای سفرت در سر، و با زوجه بد تسل، که صد پاچه خر باد نصیبش، شدهٔ رخصت، و چیزیکه ز املاک پدر یافته بودی، که یکی بکده پر زنگ و دو پا موزه بدرنگ بسی کهنه و بس تنگ و دو پیتاده چرکین و یکی لاشه خر پیر زبون،

۱۰- آنهم از تاخت، ندانم که بدست که فتادست. که دادست تصدق پدر قحبه زنت را، و برای تو مهیا شده آن مرکب و از قریه ویرانه خود آمده، با دوسه لک و نکبت و بد حالی و افلاس و گدای، بسوی هند، که آخر به ازین نیست خران را.

۱۱- کی گمان بود، که از گردش گیتی، تو شوی ساکن کشمیر، که در آب و هوا رشک جنانست، بیابی ز گدای دوسه ته جامه رنگین، و تنعم کنی از سفره ارباب سخا، هیچ بخاطر نرسانی که کجا رفت قروت و قم اچهٔ بد پاچه (کذا)، چه شد آن پاچه خر و موزه صد ساله و پیتاده صد پاره وان بکده بی قبضه، که میراث پدر یافته بودی، و بگوزید بریشش، که کنون نیست چنین نخوت و لاف تو و اظهار سخندانی بیجا،

۱۲- شاعری کی بتو دارند مسلم بدیاری، که بود کیر همه مردم آنجا، ز نفسهای' تو پاکیزه و از شعر و سخنهای تو موزون تر و سنجیده تر ای احمق نادان نفهمیده' حیوان ز خود بی

خبر و خیره‌سر و ابله و قلتاق، گر از راست نرنجی، زخری کمتر و از سگ بتر و گنده تر از خانهٔ ناپاک ، خود این هجو ترا کافی و عبرت دگران را .

در واقعهٔ آتش (۱) برایٔ آشنائی نوشته . غزل :

از سوز خاطر تو ، وجودم بپیچ و تاب آنجا فتاد آتش و اینجا شدم کباب

وقتیکه ، شعله از در و بام تو ، سر کشید پس آگهی نداد باین دیدهٔ پر آب

سر چشمه ، زیر هر مژهٔ من ، ذخیره بود از یک نگاه، خانهٔ آتش شدی خراب

تا این خبر رسید بگوشم ، ز سوز دل یکدم نگشت دیدهٔ من ، آشنا بخواب

اما، ز سر نوشت ، کسی را گریز نیست این حرف انتخاب نموده ز صد کتاب

هر شب ، که عیش تلخ نماید ، سپهر دون بر بام، کار شعله کند ، نور ماهتاب

یاد ملال را ندهی ره ، بصحن دل آخر کند تلافی آتش ابو تراب

(۱۷۲ — ۱۷۳)

۱۰۱ = روح الامین

روح الامین صفاهانی . جبرئیل طبعش [بر] عرش سخن سرگرم جلوه بلند پایگی است :

وصف، خال و خط و زلف تو ، بود پیشهٔ ما
زنگ از آئینه دل میبرد اندیشهٔ ما

غم فروشیم بدل درد حریم از سینه گشت سوداگریٔ رنج و الم پیشهٔ ما

۱۰۲ = نواب روح الله خان

نواب روح الله خان . از امرای نامدار عصر حضرت عالمگیر بوده . هر شعرش را در لطافت روح مجسم میتوان گفت :

۱ــ دو بار واقعه آتش در تاریخ ثبت است ، یکی در زمان قوام الدین خان و دیگر بار در دور افتخارخان بظهور آمد و به آتش کاوه دار مشهور است ، و اکثر شهر بباد رفت و جامع مسجد نیز سوخت . افتخار خان در سال ۱۰۸۳ھ آمد و قوام الدین خان در آخر سال ۱۰۸۶ھ بکشمیر رسید (تاریخ اعظمی ص ۱۶۶)

سلسلہ اولاد میر میراں یزدی الہندی

متعلق صفحہ ۱۰۰

مرتضی الممالک میر غیاث الدین

از اولاد شاہ نعمت اللہ و

میر نعمت اللہ
شوہر شہر بانو بنت شاہ طہماسپ صفوی

میر خلیل اللہ یزدی
شوہر صفیہ سلطان بیگم دختر شاہ اسمعیل
در سال دوم جہانگیری ۱۰۱۶ھ بہند

میر میراں یزدی اول م ۱۰۳۲ھ (ہمراہ پدر بہند رسید)
شوہر صالحہ بیگم بنت یمین الدولہ ابو الحسن آصف خان

میر خلیل اللہ یزدی
شوہر حمیدہ بانو م ۱۰۹۲ھ بنت ملکہ بانو
بنت یمین الدولہ

میر عبد الباری اصالت خان
م [illegible]ھ

نوازش خان مرزا عبد الکافی م [illegible]ھ
از بطن صالحہ بیگم

شہزادی بیگم
زوجہ صف شکن بن مرزا حسن بن مرزا رستم قندھ

میر میراں ثانی امیر خان م [illegible]ھ
شوہر صاحب جی بنت علی مردان خان

روح اللہ م [illegible]ھ
داماد ابو طالب شائستہ خان بن یمین الدولہ

دختر
زوجہ سیف خان بن حسن بن مرزا رستم صفوی

عز

میر محمد ابراہیم
مرحمت خان م [illegible]
داماد سیف اللہ بن روح اللہ

میر محمد مہدی خان
م [illegible]ھ
داماد
بہرہ مند خان[1]
م [illegible]ھ

خدیجہ بیگم م [illegible]ھ
زوجہ
روح اللہ خان
ثانی

محمد جعفر
عقیدت خان
م [illegible]

محمد حسن اختصاص خان
م ۱۱۵۵ھ

اسد اللہ خان
م [illegible]ھ

محمد اسحاق امیر خان انجام
م ۱۱۵۹ھ
داماد بہرہ مند خان[1]

میر محمد ہادی
م [illegible]ھ

مریم بیگم
زوجہ محمود عقیدت خان

پنا بیگم
م [illegible]ھ

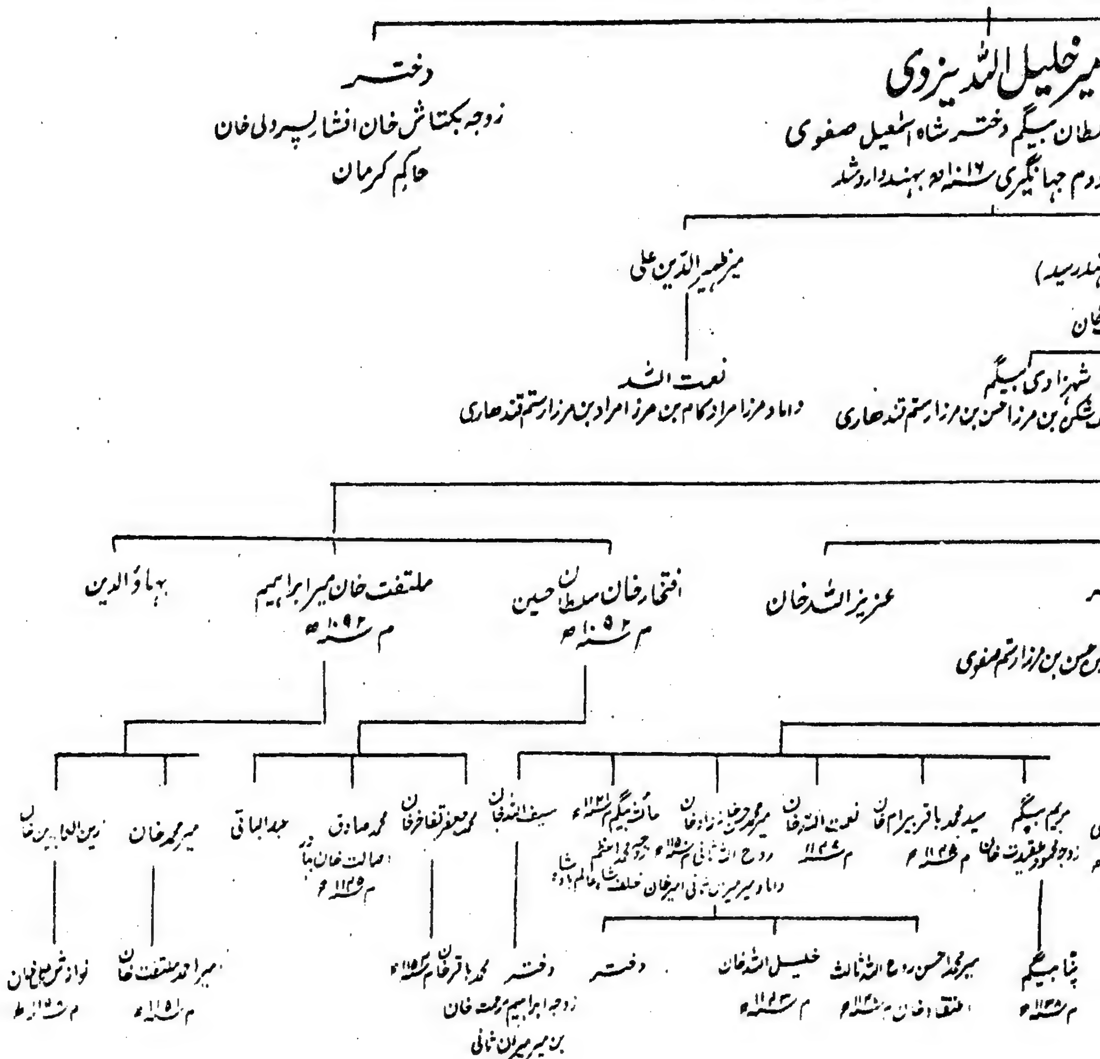
سید محمد باقر بہرام خان
م [illegible]ھ

میر محمد حسن روح ا
ملقب افضل خان

[1] عزیز الدین بہرہ مند خان م ۲۵ رجادی الآخر ۱۱۲۹ھ بن بہرام خان بن صادق خان میر بخشی (داماد غیاث الدولہ

میر غیاث الدین محمد میران یزدی م ۹۹۸ھ

شاہ نعمت اللہ ولی کرمانی م ۸۳۴ھ



میر بخشی (داماد غیاث الدولہ اعتماد الدولہ بن خواجہ محمد طاہر وصلی)

ای تنک ظرفان! حریف این قدر سختی ، نه ایم !
دانهٔ اشکیم ، و مارا گردش چشم ، آسیا است ! *

* روح الله خان بن خلیل‌الله خان بن میر میران حسینی نعمت اللهی یزدی ، از اعاظم امرای عالمگیری . اواخر سال (۱۱۰۳ھ) فوت شد و ــ روح در تن ملک نماند ــ تاریخ است . سنش پنجاه و سه سال و پدرش درسنه ۱۰۷۲ھ گزشت و مادرش حمیده بانو درسنه ۱۰۹۳ھ گزشت . و او داماد شائسته خان امیرالامرا بود، پنجهزاری . (تاریخ محمدی ص ۳) رجوع کنید به سلسلهٔ نسب در آخر کتاب .

۱۰۳ - ملا حبیب الله رونق

ملا حبیب الله رونق، جوان پاکیزه ایست . در لشکر ظفر اثر رفته همانجا شبی بروز میآرد :

عشق ، ولی نعمت است ، ما همه مهمان او
سینهٔ بی کینه خوان ، داغ جگر ، نان او

۱۰۴ - سلطان علی بیگ رهی

گلچین ریاض سخندانی ، سلطان علی بیگ رهی تخلص اصفهانی . در طبعش، زندانیان محبس پست فطرتی را ، رهائی داده ، گلچین باغ دقیقه یابی و گلبار روضهٔ کامل نصابی گردانید . دیوان مختصرش ــ که فراوان گنج معانی در آن بطلسم الفاظ پوشیده و متواری است ــ سه شیرازه به نخ[1] تابیده رنگین بیانی مضبوط و منوط :

باین سیما، اگر در روز حشر ، از خاک بر خیزی !
شب مهتاب سازد روز خورشید قیامت را

۱- نخ : رشتهٔ باریک :
بجوشید لشکر چو مور و ملخ　　کشیدند از کوه تا کوه نخ

اسیر سبز خطی ، هر که نیست ، خرم نیست
اگر ز باغ بهشت آمده است آدم نیست

در روزگار ، یک خلف دودمان عمر
چون زلف او ، ز سلسلهٔ شانه ، بر نخاست

گوش بنفشه را ، خط او ، تاب داده است
چشم غزاله را ، نگهش ، آب داده است

خال لب تو ، عمر ابد میدهد ، بخلق   هندو کنار چشمهٔ حیوان نشسته است

دل ، آنچنان هوای تو دارد که ، بوی گل
از چاکهای سینهٔ ما ، میتوان شنید

چه شد ، که سنبل و ریحان ، بباغ در جوشند
بپیش ، کافر چشم تو ، حلقه در گوشند

دو چشم یار و دو ابروی پر اشارهٔ او
دو ترک ، شوخ و سیه مست ، تیغ بر دوشند

بیاد خط سبزش ، گفتگوها با نفس دارد
دل حیران ما ، گویا که ، طوطی در قفس دارد

تب کرد آفتاب ز رشک جمال تو   عیسی علاجش از عرق انفعال کرد

ندارد هیچکس ، بد خوتر از یاری ، که من دارم
دلش چون سنگ سخت و خاطرش از شیشه نازک تر

ندیده ام ، که میان تو در جهان ، امروز   هزار بار زدم انتخاب موی کمر

در چمن ، ای خلف سلسلهٔ سرو قدان   جلوهٔ کن ، که فتد در دل شمشاد ، آتش

نور ، اندام تو از صفحهٔ خاطر ، پیداست   پر پروانه ، گواه است برعنائی شمع

دل و دین ، جان و ایمان ، هرچه دارم بمژگان سیاهش میفروشم
هزار قطرهٔ خون میچکاند از دل من ستم ظریفیٔ نظارهٔ ترا نازم

تخم خال و ریشهٔ خط ، دست پرورد من است
میرسد گر ، باغبانی در گلستانش ، کنم
گفتی: گزشت وقت ز من ، بوسهٔ مخواه
بوسم هزار بار دهانت که گفتهٔ
ندارد گل به پیش عشوه هائی چشم او روی
زدست زلف او هر لحظه سنبل میکند بوی

۱۰۵ = ریاضی

ریاضی . جنت الفردوس سخن را شعرش سبزه نو رسته است :

خزان رسیده ز ابر بهار میگریم ز هجر گلرخ خود زار زار میگریم
فسرده ام ز دم سرد همچوشمع بروز ز سوز خویش بشبهائی تار میگریم

۱۰٦ = زکی

ملا محمد میرک زکی . زیرک و فتانست ، بعنوان ملائی میگزرانید . قبل ازین بهند رفته خدمت افتا آورد .

رخت را گویم از برگ گل سیراب میرنجی
لبت را گر کنم تشبیه لعل ناب میرنجی
خوشامد را بطبع نازکت ره نیست یک ذره
اگر گویم ترا خورشید عالم تاب میرنجی

فقیر هم در ساحت جوابش بپای سعی راه بریده :

شوی دل سرد ، اگر از یاد رویت ، گرم می گریم
اگر چون شمع ، از سوز تو گردم آب ، میرنجی

۱۰۷ - نواب زیب النسا بیگم

روشن فرمای ستارهٔ انجم ، نواب زیب النسا بیگم اقالیم . . . . وجود شریف عصمت تاثیرش ، چون مریم بفردی و یکتائی مشهور عرب جهانداری بوده . شعرش آفتاب میزان نازک بندی و شیرین زبانی است . دست مبارکش در جواهر رقمی و رنگین نویسی نیز نظیر نداشت . ' زیب المنشآت ، تصنیف فرمردهٔ آن وارد صفات است . عرق ابر کف جودش ، حاتم را در عرق تشویر غرق ساخته . ملا محمد سعید اشرف و طالب آملی (؟) از مداحان درگاه والایش بودند و بجائزهٔ هزاران هزار سرافراز گردیدند . میرزا محمد علی ماهر در مدحش مثنوی فکر کرده بوساطت ندمای خاص بارگاه عرش اشتباهش گذرانده بصلهٔ پانصد روپیه مفتخر گشت . یک دو بیت ازان مثنوی ایراد میگردد (؟) :

میدهد گفتار تو ، جان ، کشتهٔ زار ترا ظاهراً خاصیت عیسیٰ است گفتار ترا

آرزو دارم که چون پروانه جان سازم نثار
بار دیگر چون به بینم شمع رخسار ترا
بیا که ! زلف کج و چشم سرمه سا اینجاست
نگاه گـرم و اداهـای آشنا اینجـاست
کرشمـه تیغ و مژه خنجر و نگـه الماس
شهـادت ار طلبی دشت کربلا اینجـاست

کتاب خـــانه عـــالم ورق ورق دیدم
خط تو دیدم و گفتم کـه مدعـــا اینجاست
گر چه لیلی در لباسم دل چو مجنون پر هواست
سر بصحرا میزدم لیکن حیا زنجیر پاست
بذکر حق شده مشغول آبشار مگر مرید سلسلهٔ خواجگان جوباریست۱
گر بدریا رخ نمایم خار ماهی گل شود ور بصحرا مو فشارم دشت پر سنبل شود
دور باد از تن ، سری کارائش داری نشد
بشکند دستی که خم در گردن یاری نشد
در نظر شاهد نداری ، دیده از عالم بدوز
کور به چشمی که لذت گیر دیداری نشد
صد بهار آخر شد و هر گل بفرقی جا گرفت
غنچهٔ باغ دل ما زیب دستاری نشد ۲
تیر مژگان تو در چشم ، خلیدن گیرد خونم افتد بزمین لاله دمیدن گیرد
گر مصور ، مرا نمونه کشد صورت آه را ، چگونه کشد
شبی بیاد تو در بر کشیده ام خود را هنوز بوی گلم از کنار میآید ۳

۱- اشاره بسلسله خواجگان جوئبار ست که یکی از آنها بنام خواجه محمد یعقوب جوئباری درعهد عالمگیربادشاه درسال ۱۰۹۸ھ وفات یافت (مآثر عالمگیری ترجمه اردو ص ۳۰۲)

۲- مرحوم شبلی این طور ثبت کرده است :
بشکند دستی که خم . . . . . کور به چشمی . . . . . .
صد بهار . . . . غنچهٔ باغ دل ما . . . . . .
(رک : مقاله زیب‌النسا . مقالات شبلی ج پنجم)

۳- این شعر بنام گلشنی نیز منسوب است . طاهر عریان دارد : :
نسیمی کز بن آن کاکل آید مرا خوشتر ز بوئی سنبل آید
چو شب گیرم خیالت را در آغوش سحر از بسترم بوئی گل آید

مرا این گرم دیدنها کند داغ　　وگرنه قحط نرگس نیست در باغ
دل بصورت ندهم تا شده سیرت معلوم　　عاشق هستم و هفتاد و دو ملت معلوم
زاهدا ! هول قیامت مفگن در دل ما　　هول هجران گذرا ندیم ، قیامت معلوم

ما و مجنون در سرشک از یک ادیب آموختیم
او بصورت محو گشت و ما بمعنی سوختیم [۱]

ما و شمع و بلبل و پروانه یکجا متفق　　بر مزار بیکسان رفتیم و یکجا سوختیم
سوختیم و سوزش ما بر کسی ظاهر نشد　　چون چراغان شب مهتاب بیجا سوختیم

درد دل گفتم ، تغافل کرد ، یاری را ببین
گریه کردم ، خنده زد ، بی اعتباری را ببین [۲]
او روان سوی رقیب و من براهش منتظر
نا امیدی را نگر ! امید واری را ببین !

گر قدت را سرو گویم ، سرو را رفتار کو
ور لبت را غنچه گفتم ، غنچه را گفتار کو
ور به تمثیل دو چشمت نرگس آرم خوب نیست
صورت چشم است اما غمزهٔ خونخوار کو

ای آبشار نوحه گر از بهر چیستی ؟　　چین بر جبین فگنده ز اندوه کیستی ؟

آیا چه بود درد ، که چون من ، تمام شب
سر را بسنگ میزدی و میگریستی *

---

* بنت عالمگیر بادشاه از بطن دلرس بانو بیگم بدنیا چشم کشود (۱۰ شوال ۱۰۴۸ھ)

۱- کسی گفته است :

ما و مجنون همسبق بودیم در دیوان عشق　　او بصحرا رفت و ما در کوچها رسوا شدیم

۲- بر حاشیه نام ناصر علی سرهندی ثبت است .

ملا محمد سعید اشرف مازندرانی استادش بود . علاوه کتاب زیب المنشآت یک جنگ هم تالیف کرده بود که روزی از دست کنیزش بنام ارادت فهیم در آب ضائع شد . یک مرقع نیز درست کرده بود که در آن نمونهائی خط از خطاطان و نقاشان معاصر جمع کرده بود . آن مرقع از بین رفته است ولی مقدمه که نوشته' ملا رضا راشد بود درکتابخانه خدا بخش پتنه (هند) مضبوط است .

ملا صفی الدین اردبیلی تفسیر قران نوشته (رک : مأثرالامرار ، ۲ : ۸۲۹) مأثر عالمگیری بنامش موشح ساخت که بنام زیب التفاسیر مشهور است و یک نسخه او مرقومه ۱۰۸۱ه درکتابخانه بودلیان محفوظ است . ملا سعید خواست که بوطن برگردد ، یک قصیده بحضور زیب النسا گذراند که در آخر آن گفته است :

یکبار از وطن نتوان برگرفت دل — در غربتم اگرچه فزون است اعتبار
پیش تو ، قرب و بعد ، تفاوت نمیکند — گو خدمت حضور نبا شد مرا شعار
نسبت چو باطنی ایست ، چه دهلی چه اصفهان — دل پیش تست تن چه بکابل چه قندهار

سرو آزاد ۱۱۶

۱۰۸ - حاجی فریدون سابق

حاجی فریدون سابق . ایران سخن را فریدونی است ، که تخت نشینان ملک معنی سابق ، در معرکه مرد آزمائش از بی جگری شغال مثال در غار گمنامی میخزند :

باه گرم ، بسوزان چو شمع ، هستی خویش
چراغ دیدهٔ شبهای' تار کن خـــود را

دی روز ، دل از کوی' تو ، آهنگ دگر کرد
اشکـــم بکمر توشهٔ ره لخت جگر داشت

دلم بفکر دهان تو رفت و باز نیامد — کسی که رفت ، بملک عدم ، نمی آید

بمحشر ، آه اگر زین چشم غم فرسود ، برخیزد
حباب ، از چشمهٔ کوثر غبار آلود ، بر خیزد

بیفشان ، در زمین قاتل خود ، تخم الفت را
بخاک افتادهٔ کویٔ محبت زود بر خیزد

بیاد سنبل زلفش نفس در سینه میپیچد ز دود آه عشاق تو بویٔ عود بر خیزد

عارضش یک برگ از برگ گل نازکتر است
رنگ مهتابی است از مهتاب اندک سیر تر

در خنده چو غنچهٔ چمن باش در گریه چو شمع انجمن باش
چوگل شگفته بصد آب و رنگ میآئی ز شهر آئینه یا از فرنگ میآئی
نبود جامه بر اندامش این قدر چسپان مگر ز محفل دلهائی تنگ میآئی

۱۰۹ = ساجد

ساجد. جبین نیاز بر در معبد سخن سنجیش ، سجاده نشینان بلند حوصلگی ، سوده اند :

درد دل هر غنچه پنهان رنگ و بوئی کرده اند
خندهٔ بیجا نمی باشد بهار عشق را
ز مستی چشم بکشاید، عتاب آلودهٔ نازش
ز موج نشأ آبی دادهٔ تا تیغ ابرو را

۱۱۰ = ملا عبد الحکیم ساطع

مروج براهین قاطع ، ملا عبد الحکیم ساطع ، استاد فقیر. طبع انوری شاگردش در دبستان ایمن ، فروغ سحبان قدرتان دوران را ، از تلمیذان خویش گرفته . گلزار دیوانش از گلهای الفاظ رنگین خون در جگر ارم می نماید و از معانیٔ روشن هر چمنش رشک صفحه خورشید میفرماید . هر سطر شکسته

رقمش ، سنبل آن ریاض را پیچ و تاب رشک می افزاید ، و در پیش بین‌السطور صبح سیمایش ، سمن سوار آن گلشن سیه تر از خیابان ریاحین ، در دیدهٔ می‌آید :

مگر زد غنچه ، پیش آن دهن ، لاف ملاحتها
که با دندان شبنم میگزد لب از ندامتها
نگاه سرمه گون چشم عتاب آمیز میبینم
چو در ابر سیاه تیره روزی برد آفتها
خط مشکین ، که ازان عارض زیبا برخاست
دود آهی است ، که از آتش دلها برخاست
شفقی گشت هوا تا بگلستان رفتی
بسکه از شرم تو رنگ از رخ گلها برخاست

سبزه نبود بسر تربت مجنون کز خاک مژه اش باز بامید تماشا برخاست

یارب ، ز چیست مستیٔ بلبل که ، غنچه را
چون وا شگافتیم میٔ در سبو نداشت

خون ریختن بغمزه و دعوای مردمی از شیوه های نرگس جادو نگاه کیست

گرم جولان شد مگر سروش ، که خاکستر صفت
قمریان را ، از دل خود در گریبان ، آتش است
امشب از جوش بهار شعلهٔ ، جز حسن یار
نخل شمع آسا ز سرتا ریشه ام ، گل کرد و ریخت

اعتمادی نیست انس طائر اقبال را این کبوتر هر نفس مشتاق بام دیگر است

نه از بلخ و بخارا نی ز راه هند می‌آید دعا گوی بدرگاهت ز راهٔ اضطراب آید

میان ابروانت. خال هم سنجیده میگوید که صید دل ز شاهین ترازوئی تو میآید

مرا عشق مجازی از حقیقت کی کند غافل
دهان غنچه میبوسم کزو بوی تو میآید
آن دهن کم حرف ، بیش از دور خط با ما نبود
بخت سبزی کرد پیدا ، خویش را گم کرده است
وسعت رحمت اگر خواهی مدار از گریه دست
ابر چندانی که بارد بحر پهناور شود
دشمن اهل کمال است آسمان ، آری فتد
در دل دریا گره ، چون قطره گوهر شود
لبش ، از خط سوادی کرد پیدا ، خوشنماترشد
اگر صاحب سخن زد ، بر در سودا نمک دارد
شد دل تنگم صدف ، مشق کمانداری رساند
ناوک اندازی ، که دود چشم مور ، از راه دور
خصم را عاجز مدان ، هر چند این مار سیاه
میکند همچون صف مور ظهور از راه دور
پیر گشتم ، لیک غافل از جوانانم هنوز
شد خزان و مست خواب نو بهارانم هنوز
من درد و داغ خویش را ، گر عرض در محشر دهم
شور قیامت میکند پنهان نمکدان در بغل
لبت میبوسم و خواهم نگاه سرمه سا چشمت
مقیمم در بدخشان و نظر بر اصفهان دارم

چه سود از پند کس ساطع من پامال غفلت را
چو زنبور عسل مرده است دل در خواب شیرینم

روزگاری شهرت اقلیم راحت بوده ام
ساختم با درد سنگین تو، کهساری شدم *

تاریخ اعظمی : ملا ساطع پسر ملا غالب است . عبد الحکیم نام داشت و مذاب علمی میکرد . چون طبع موزون داشت شعر بر طبعش غالب شده و با لاله ملک شهید (۱) - که ذکرش گذشت - صحبت داشته و اصلاح شعر خود از او میگرفت . بعد حصول قوت و ظهور ترقی نمایان ، لاله ملک شهید استعداد و جودت طبعش را معلوم کرده ، خود را شائستهٔ تربیت او نیافته اشاره بخدمت مرزا داراب جویا فرمود (۲) ، و بامر او در صحبت مرزا آمد و شد مینمود ، و در اندک زمانی ترقی نمایان کرد و بر اقران فائق شد . و به پیشاور در اردوی شاه عالم بهادر - که دران وقت ناظم آن ممالک بودند - رفت . و در اثنای راه با ملا محمد سعید اشرف که عمده شعرای روزگار بود صحبت داشت ، و اصلاح اشعار خود از خدمتش یافت . و بعد جلوس پادشاه در اردوی معلی ملکه شعر خصوصاً قصائد بسیار بهم رسانیده و در دور پادشاه شهید محمد فرخ سیر بیش از بیش رتبه حاصل کرده باریاب ملازمت بادشاه شد . در حضور بادشاه اشعار خود بعرض میرسانید و آن را وسیله تقرب و امتیاز و انعامات میگر دانید . بعد شهادت بادشاه (۱۱۳۱ھ) مراجعت بکشمیر فرمود . و با این همه کمالات وسعت مشرب و حسن خلق و انبساط عجیبی داشت .

از اشعار آبدارش که همه بیاضی ست این چند بیت مرقوم میشود :

شراب عشق تا زد اولین جوش — مرا شد نشأتین از دل فراموش

رباعی :

مفتم از جام عشق مستی دادند — کین نیستیم بقید هستی دادند
سر مایه هر آنچه بود، دادم ازدست — ارزان ، نه متاع تنگدستی ، دادند

غزل :

بچندین رنگ گشتم از گه چون خامهٔ مانی — شدم موی جز این صورت نمیبندد پشیمانی

۱- رک : تحت لاله ملک شهید شماره (۱۲۳)

۲- جویا ، بهمین تخلص ساطع ، دیگر شاگردی نیز داشت . نامش ملا ابوالحسن بن ملا محمد علی کشمیری بود .

قفس زندانیٔ خود را مکن دیگر نگهبانی
که رفت این ناتوان چون گل بتاراج پر افشانی
رعونت بیشتر داری در آغوش دل تنگم
برنگ غنچه میزیبد ترا این جامه چسپانی
زمن آموز آداب محبت بهریٔ مشقم
اگر فرهاد کهساری و گر مجنون بیابانی
در بر شاهدان معنی من
از رقم جامهٔ قلمکار است
در چنین عهدی که اوضاع جهان نادیدنی است
دیدهٔ تصویر اگر مارست جایٔ حیرت است
گر بوصف شمع رخساری رود پروانگی
خامه در معنی شود صورت نگار آن نگار
سهل مشمر موشگافی زین ریاضت مانده است
شانه یکمشت استخوان چون زاهد شب زنده دار
تا ز گرد جوهر غم باشد اهل درد را
در بغل سیپارهٔ دل مصحف خط غبار
دشمنت را در فشار پنجهٔ مژگان غم
باد از خون تهی سرمایه خون افسرده مار
ابزم باده ادب بیش ازین نمی باشد
تو در کنار من و من ز خود گرفته کنار
ترا غرور بصورت مرا بمعنی خویش
کمال حسن ترا و مراست حسن کمال

در نثر هم بی نظیر وقت بود . درکمال جوش و خروش بزم سخنوری ، بیست و یکم رمضان سال چهل و سه هجری (۱۱۴۳ه) رحلت نمود، عالمی را از خویش و بیگانه گرفتار تاسف و تلهف فرمود ، بتخصیص راقم حروف ـ که قریب بیست سال بفرط محبت و اتحاد مجلس آرایٔ صحبت و باده پیمایٔ الفت بذکر اشعار آبدار و طرح قافیه‌های هدایت شمار ، چه در حضور و غیبت بزم لطف طبع را راحت افزای حاصل بود ـ قرین درد فراق گزاشت . و این تاریخ را راقم حروف عجالةً بر صفحهٔ عبرت نگاشت . تاریخ :

نور ایمان بمرقدش ساطع

لمؤلفه : مهر اوج سخنوری ساطع
از صفا ذهن انورش لامع
رایت عالی فصاحت را
بود رایٔ متین او رافع
صحبتش وقت نکته پیرائی
بفقیر و غنی بسی نافع
از علو فطانتش استاد
بود جویای او زی طالع
بزم آرایٔ شعر شد یکچند
آن باصناف معرفت جامع
شده مقراض موت آخرکار
صفحات بقاش را قاطع
پردهٔ جسم ارچه فانی گشت
روح قدسش شده بحق راجع
گفت اعظم بسال تاریخش :
نور ایمان بمر قدش ساطع (۲۲۸ـ۲۲۹)

۱۱۱ = ساکت

ساکت سوسن طبعش با چند زبان ، در حدیقه دقیقه سنجی ، بر بیانا[1]

۱ـ رک : تحت بیانا شمارهٔ ۳۱

در زبان آوری سبقت گزین است :

چو من بشکسته ام ، در شوق وصلت ، شیشهٔ دل را
تو هم طرف کله بشکن ، که بشکن بشکن است امشب

١١٢ = سالار

سالار مرد پخته کار است صاحب دیوان ، بر یک بیتش اکتفا کرده شد :

در بهاران انتظار یار میباید کشید نقش او در دیدهٔ بیدار میباید کشید

١١٣ = ابوالقاسم سالک

ابوالقاسم سالک مرد قلندر وضعی است :

عجب نبود اگر چشمم سر شک آلود میگردد
خیال زلف جانان در سرم چون دود میگردد

١١٤ = اسلم خان سالم

اسرار علم الیقین سخندانی را عالم ، اسلم خان سالم ، والد ماجد نقیر . عمری در هند دل بند ، در صحبت اعظم شاه عالیجاه خلف حضرت عالمگیر خلد منزل بوده . با شعرای غرای عهد خویش مثل ناصر علی [۱] و میرزا محمد علی ماهر [۲] و میرزا [عبد القادر] بیدل [۳] و موسوی خان فطرت [۴] و محمد سعید اشرف [۵] و نعمت خان عالی [۶] مجادله ها کرده ،

۱- سرهندی متوفی ۱۱۰۸ ه

۲- میرزا محمد علی ماهر صاحب دیوان و مثنوی متوفی ۱۰۸۹ ه

۳- متوفی ۱۱۳۳ ه

۴- میر معزالدین موسوی خان فطرت قمی وفات در دکن ۱۱۰۱ ه

۵- محمد سعید اشرف پسر محمد صالح مازندرانی (استاد شاهدخت زیب‌النسا بنت عالمگیر بادشاه) در مونگیر (هند) در سال ۱۱۱٦ ه وفات یافت .

٦- نعمت خان عالی متوفی ۱۱۲۱ ه

قدم فراتر از آنهم ننهاده . و خدمات عمده پادشاهی مثل خانسامانی و داروغگی ابتیاع خانه[۱] وغیره داشته ، گاه به پشیزی . با وصف آنهمه کارهای عالی ، دست طمع دراز نکرد . در فضل وکمال سحبان عصر خود بوده . و در شعر پردازی صایب و وحید را از کوچک اندازان خود میشمرد . و در انشا پردازی هر گاه قلم سحر رقم را در بنان میگرفت ، پیشش جلالا[۲] پشت دست بر زمین عجز مینهاد . توصیف خطش چکنم میر عماد در جنب تحریر خط صافش ، صورت نویسی بیش نبود . این گفتار بیساخته‌ام را از کشمیر تا هند از هر که پرسی گواه است . این چند بیت از زاده های طبع عالی ایشان است :

۱- خریدن خریداری کردن

۲- این اشارهٔ به محمد جلال‌الدین متخلص بجلالای طباطبای اردستانی است . یک نسخهٔ کلیاتش معه منشآت در کتاب‌خانه مرکزی دانشگاه تهران (شمارهٔ ۲۹۲۲) مضبوط است که دارای معلومات مهم و اسناد تاریخی است مثلاً :

۱- دیباچهٔ ساقی نامه ظهوری از جلالای (ورق ۲۲)

۲- دیباچهٔ مثنوی قدسی و کلیم در تعریف کشمیر (۳۵)

۳- دیباچهٔ مثنوی حاجی محمد جان قدسی از میرزا جلالای (۳۸)

۴- در شکوهٔ ستم ظریفان اسلام خان (صوبه دار کشمیر) (۸۸)

۵- شرح حال میان میر لاهوری پسر قاضی دته متوفی ۱۰۳۰ه (۹۸)

٦- شرح باذول قادری در گذشته ۱۰۳٦ه (۱۰۲)

۷- شرح ملا محب علی پسر صدرالدین محمد پسر میرزا علی بیگ (۱۰۳)

۸- شرح ملا شاه بدخشی (۱۰۸)

۹- دیباچه شاهجهان نامه از میرزا جلالای (۱۲۲)

۱۰- دیباچه بر دیوان ظفر خان (احسن) از جلالای (۱٦۹)

۱۱- کتابت سلطان المشائخ بامیر خسرو دهلوی (۱۷۹)

۱۲- نامهٔ ملا صالح بجعفر خان (۱۸٦)

نه تنها میکند گرداب ، مشق سبحه گردانی
که ذکر اره دارد موج . در محراب ساحلها
بجای جوهرم در استخوان تاب کمر بینی
هم آغوش است زیر خاک ، دو آن میان ، ما را

۱۳- نامهٔ شاه عباس بشاهجهان (۲۰۶)
۱۴- نامهٔ بنواب سعد الله خان (۲۲۸)
۱۵- رقعات حکیم ابوالفتح گیلانی (۲۳۰)
۱۶- انشای از میرزا ماهر به محمد کاظم منشی عالمگیر نامه (۲۷۲)
۱۷- نامهٔ جلالا بمیرزا غازی (۳۲۲)
۱۸- نامهٔ بشاهجهان (۳۲۴)
۱۹- سرودهای : غنی کشمیری ۳۳۴ - کلیم ۳۶۲ - ظهوری ۳۳۷ - عنایت خان ۳۳۹ مومن حسینی یزدی و سید محمد گیسو دراز ۳۵۸
۲۰- نامهٔ داراشکوه بشیخ محب الله و شانزده پرسش او . پاسخ او به این شانزده پرسش و نامهٔ دیگر دارا شکوه بشیخ و رسالهٔ شطحیات دارا شکوه (۳۷۶ - ۳۸۱)
۲۱- ستایش ملا منیر لاهوری از خان پاک اعتقاد اعتقاد خان (۳۸۴)
۲۲- سر گذشت شیدا بخامهٔ منیر (لاهوری) (۳۹۷)
۲۳- نامهٔ حکیم حاذق به جعفر خان (۴۰۳)
۲۴- پاسخ نامهٔ سلطان بمیرزا رستم قندهاری ساختهٔ جلالای (۴۰۵)
۲۵- نامهٔ بحکیم ابوالفتح (۴۲۱)
۲۶- خطبهٔ مرقع از جلالا (غالباً بر مرقع گلشن) (۴۲۷)
۲۷- نامهٔ بطالب کلیم (۴۶۱)
۲۸- نامهٔ جلالا بمیرزا امینا (۴۷۹)
۲۹- وصف چشمه سار ویر ناگ کشمیر (۵۰۳)
۳۰- دیباچهٔ میرزا جلالا بر دیوان ملا منیر (لاهوری) (۵۱۱)
۳۱- وصف جلوس و تخت نشینی شاهجهان (۵۲۳)
۳۲- نامه های جلالا بمولانا محمد نصیر لاهوری (۵۳۶)
۳۳- نامهٔ مولانا صالح بجعفر خان دربارهٔ شیدا (۵۳۸)

بمــردن کم نگردد آرزو هــائی دل عاشق
که نتوان رفت، از صحرا بصرصر، ریگ صحرا را
در تبسم حسن میجوشــد ز چــاه غبغبت
شوخئی مئی بشگناند ، جام سرشار تــرا
چوعکس مه ؛ که در امواجِ دریا ؛ صد قبا پوشد
به نیــرنگی برآرد هر نفس شوخی جمالش را

خنده ات در زیر نم چون عکس در آئینه ماند
پیش از این تقریر نتوان کرد تمکین ترا

که شد طاقت گدازم میطپد در استخوان جوهر
چو فانوس خیالم از هجوم اضطراب امشب

بتمکینی ، ز سیر گلشن آئینه ، می آید که پنداری نگاهش ناز را می آفرید امشب

چشم حیرانم گریبان چاک از بیدادکیست؟
کودک نظاره ام مجذوب مادر زاد کیست ؟

نامهٔ قتلم ، نگاه لطف پنهانش، بس است
سایهٔ بر گشته مژگان مهر عنوانش بس است

گفتی که : قیامت قد من محشر ناز است !
قربان قدت گردم و قربان قیامت !

استخوان سودهٔ عاشق ، پر است از مغز درد
ریزهٔ مینای ما لبریز صهبا بوده است

در چمن ، بلبل بهار جلوه ات را ، دیده است
بعد از این بر شاخ گل ، خواهد باستغنانشست

بجذب شوخئی نظاره عکس از آب بر دارد
رم آهوش، چون گرد، از زمین مهتاب بر دارد

زلکنت نیست ، گر نطقت بتمکین آشنا گردد
سخن گرد لبت صد بار آرد تا جدا گردد

لبت یک پرده نازکتر بود ، از معنی نازک
تبسم گر بخود بالد، سخن لکنت نما گردد

مگو نکنت ز بیتابی سخن بر خویش میلرزد
جدائی کی تواند از لبش، طاقت کجا دارد
بلی با آب و گل، آمیزش آسان نیست، شبنم را
میان یار و من رنگ حنا دیوار می گردد
چه شد دوری تو از من باتو من از بسکه نزدیکم
تبسم گر کنی ، در گوش من آواز میگردد
چو فانوس خیال از بس شدم لبریز دیدارش
بگرد خویش در آئینه ام تمثال میگردد
شب که بر گردیده مژگانت سر آشوب داشت
گردش چشمت قیامت درنگه پیچیده بود
عجب گیرائی این طرز نگاه کافرت دارد
اسیر گردش چشم تو، در قید فرنگ افتد

عرق افشان . . . . ز بار دلبری گردد   ببزم آئینهٔ عکسش بساط جوهری گردد

نگاهم میگدازد . . . . . نو گلی امشب
بخار بوی گل از دیده ام در خواب میجوشد
تجلی بادهٔ، چون صبح صادق درقدح، دارم
که درد ته نشینش پرتو مهتاب میگردد
خیالش گر کند غیر از دلم، آن بدگمان رنجد
اگر گوید کسی جان کسی از من بجان رنجد
مبادا کم کند باد خزان اوراق گلشن را
ز چشم بلبلان هر برگ گل مهر و نشان دارد

شود چنانکه بلطف نمک کباب لذیذ می دو آتشه گردد بماهتاب لذیذ

ماهتاب حسن طوفان ریخت بردریای عشق
جوش زد هر قطره را یک چشمه سیماب از جگر

گر چه خط پیچیده بر حاضر جوابی‌های ناز
از تبسم ، می کند ایجاد صد مضمون ، هنوز

محال کیست که تعبیر خواب ناز کند حدیث سایهٔ مژگان عشوه رنگ. مپرس

اسیر شمع فانوس خیال جلوه اش گردم
هجوم ناز میگـــردد بگرد چشم بیمارش

چکنم فتاده کارم بستمگری ، که طفلست
بشکست شیشه رنجد دل نازنین سنگش

میان دیده و دیدار او، برقع نشد حائل
نگه زد نقب همچون مور، تا لبهای شیرینش

گل کند نور سحر زانسانکه از رنگ شفق،
خنـــدهٔ زیر لبی پیداست از لعل لبش

حیا را می دهد سر مشق شوخی حسن بیباکش
گل افشان میکند آئینه را روئی عرقناکش

نرنجی ، زلف پرچین گر، بروبت سایه اندازد
که نذرعارضش یک بوسه دارد هرخم مویش

شنیدم نالهٔ، شاید دل گم گشته ام باشد خبر گیرندگان آواز میماند بآوازش

ظاهر است از نکبتم حالم که چون طوطی شکست
اهل معنی را زبان از تنگی جا در قفس

لاله و گل همه ناز است و هوا دارد فیض
در چمن نام خدا نشو و نما دارد فیض
تاب زلفت داشت در طالع بخود بالیدنی
خوش نهالی برگ پیوندی شد از ریحان خط
یک رنگ ما ارادهٔ معشوق عاشق است
جون سایه، از جفاش چه رنج از وفا چه حظ
امشب چه آتشی زده سوزم بجان شمع
شد سرد از کدورت دل من دکان شمع*

کلمات‌الشعرا : حاجی محمد اسلم سالم کشمیری : خوش فکر و معنی یاب است این بیت او آئینه خیال اوست :

نه بندد برقفا ادبار دست جور ظالم را همان پیش است پیکان از هوا چون تیر برگردد

فقیر نیز بشوق این معنی قصد کرده ، بلکه تیرے بر تیرش رساند . سر خوش :

با بزرگان بی ادب تیری مزن سوئی فلک وقت بر گشتن بود پیکانش آخر سوی تو

تاریخ اعظمی : حاجی اسلم سالم تخلص پسر ابدال بیت؟ است‌که از اعیان هنود کشمیر بود . باتفاق سه برادر دیگر در خدمت شیخ محسن فانی شرف اسلام یافت . و عنان همت را به تحصیل کمالات انسانی یافته ، در نظم اشعار آبدار گوئی سبقت از اقران پیش برد . و متوجه بهندوستان شده در سلک نوکران شاهزاده عالیجاه محمد اعظم شاه(۱) بعد جنگ سلطانی به کشمیر مراجعت نمود و بآرمیدگی و همواری' وضع و سلامت طبع دلها را مسخر فرمود . و فیل جنگ شاهزاده را بسیار به تلاش موزون کرده است. چون صاحب مآثر عالمگیری (۲) آن رابه جنسه آورده

۱- تولد ۱۲ شعبان ۱۰۶۳ه از بطن دلرس بانو بیگم دختر شاهنواز خان صفوی و سه ماه بیست روز بعد از فوت پدر در تاریخ ۱۸ ربیع‌الاول ۱۱۱۸ه کشته شد .

۲- این واقعه در سال بیست و ششم جلوس عالمگیری (۱۰۹۲ه) بشاهزاده محمد اعظم روداده. فیل ملک فتح جنگ خان بود که مست شده بر شاهزاده حمله کرد. شاهزاده بر اسپ سوار بود ، و پائین شده با فیل جنگید و فیل را کشت . محمد اسلم سالم این واقعه را نظم کرد .

صاحب مآثر عالمگیری مینویسد که : محمد سالم اسلم نوکر سرکار عالی بزور طبع سلامت

درین نسخه بجهت تطویل دست از تحریر آن باز داشته. اکتفا باین یک غزل ـ که در نعت گفته است ـ از واردات فکر وقادش نمود . غزل :

بر اوج برده شرع تو دین قویم را — پیوند کرده لعل خط مستقیم را
چون تاب مه که مظهر انوار مهر شد — نطق تو تازه کرد کلام قدیم را
در شش جهت تبسم صبح هدایت است — روشن نموده معنی خلق عظیم را

مثنوی در بیان این مقدمه ندرت اقتران گفته و از بحر شیرینی گفتار دررهای آبدار شهوار بر کنار یادگار آورده . چندی ازان برشته تحریر در آمد . مثنوی :

سیه مست فیل چو ابر سیاه — سراپا غرور آمد از پیش شاه
چو ابری و از برق چالاک تر — چوکوهی و از سیل بیباک تر
بحیرت از و هوش نظاره بود — که گنجیده در تنگنائی وجود
چو افتد گزارش بملک عدم — نماند درو باز جائی قدم
اگر سایهٔ او فتد بر سحاب — نشیند بروئی زمین همچو آب
بهر گام از بار دستش زمین — فرو رفته در خود چو خط نگین
چنان زور سنگینیش در قدم — که گاو زمین را شده شاخ خم
چو زانو زند بر زمین وقت کین — ز مرکـــز فرو تر نشیند زمین
چو خرطوم را گاه بالا کند — شکم را فلک پشت فرسا کند
سیه چاه واژون حیرت نزاست — که با طالع خصم شاه آشناست
معلق بلائی ست وحشت نشان — سزاوار آن خصم صاحب قران
مگر بیستون بود آن کوه تن — که شد فیلبان بر سرش کوه کن
لب عرض زد موج از هر کنار — که میآید این فیل دیوانه وار
اگر شاه فرمان دهد بندگان — بر آرند از مغز او عطر جان
کجا شاه را التفاتی بفیل — خبضر را چه پروا ز غول مخیل
بفرمود تا : را گزارند کار — که دارد تماشا غرور بشکار
چو آن فیل زد چند گام دگر — قضا ریخت خاک حیاتش بسر
اجل بر دماغی فسو نی دمید — که چون گرد ره ، رنگ عمرش پرید
درید آنچنان او بصاحب قران — که لرزید بر خود زمین و زمان
بهر دیدهٔ شد غبار قرین — هوا تیره تر شد ز روئی زمین
قضا گشت لبریز کلفت چنان — که افتاد بر هر دل آسمان
دعا بر دعا ریخت از هر لبی — زهر سینهٔ جوش زد : یا ربی !

ابر شفاعتت ، که همه بحر رحمت است　　تفسیر کرده آیهٔ عفو کریم را
لطف تو بر سر همه افراد کائنات　　قسمت نموده سایهٔ فیض عمیم را
شاید بدل شود بهوای مدینه ات　　از خلد هر سحر ملک آرد نسیم را
از بسکه در ازل شرف بیمت تو یافت　　پوشیده دست نور الهی کلیم را
لطفت نجات سالم عاصی است روز حشر　　باشد شفاعت تو شفا این سقیم را

(۲۰۸—۲۰۹)

بر آمد بهم اسپ و فیل و سوار　　که ره یافت آن فتنهٔ روزگار
شهنشه چو آن فتنه نزدیک دید　　کمان را ز قربان کشید و کشید
بدست شه خصم افگن کمان　　همائی ظفر را شده آشیان
شد آغوش سوفار لبریز زه　　کمان زد بر ابرو ز پیکان گره
چنان صاف تیر از کمان شد رها　　که از هم نپاشید موج هوا
شده از کمان تا فیل تباه　　باندازهٔ تیر یک کوچه راه
بهم سر نیاورد موج هوا　　هنوز از خلا در مکان زخمها
که وا کرد آن تیر قدرت نمای　　چو پیک اجل در تن خصم جای
گرفت آنچنان جای در مغز فیل　　که غواص لب تشنه در رود نیل
درو ناوک شاه والا شکوه　　چو آتش نهان گشت در مغز کوه
بحیرت ازان عقل پیر و جوان　　که در کوه شد چون رگ کان نهان
دگر فیل شد محشر اضطراب　　چو شیطان که لرزد ز تیر شهاب
شد از تیر شه شور مغزش زیاد　　که در چاه سیماب برق اوفتاد
چو گردی که یکبار خیزد ز راه　　قرین شد بظل همایون شاه
علم کرد خرطوم فیل سیاه　　که پیچد بیکبار بر اسپ شاه
ندادش امان، قهر شاه دلیر　　که خرطوم آرد ز بالا بزیر
پئی زخم خرطوم او بیدریغ　　بر انگیخت رخش و علم کرد تیغ
ز جلدی باندازِ میل عنان　　کمیت شهنشاه جست آنچنان
که زد شه بخرطوم او، تیغ کین　　برنگی که، گفت آسمان: آفرین!
شد از زخم کاری چنان فیل پست　　که چون سایهٔ خفته درخود نشست
چو از پادر افتاد آن فیل دون　　غرورش چو خرطوم شد سرنگون
سبک جست از اسپ صاحب قران　　شه جرات آموز رستم دلان
که بیشک دلیریست درکارزار　　بخصم پیاده در افتد سوار

مجمع النفائس : از شاگردان بلکه پسر خوانده شیخ محسن فانی است . گویند از نژاد برامه است اما هدایت اولی راهبر او گشت که مستعد بایمان شد و کسب فضائل صوری و فواضل معنوی نموده مرتقی بمدارج علیا گردید . تا اواخر عمر ملازم محمد اعظم شاه پسر عالمگیر پادشاه بود و بعد کشته شدن او (۱) در سلطنت بهادر شاه پادشاه (۲) هم بآبروی تمام گزرانید . و در عهد محمد فرخ سیر بادشاه (۳) بکشمیر جنت نظیر رفته بفردوس اعلیٰ خرامید . ایامی که در گجرات بود توفیق حج یافته بزیارت بیت الله خانه دین خود آباد ساخته . اتفاق پیش از ایام حج بمدینه منوره — علی صاحبها الصلواة والسلام — رفته بود که ایام حج منقضی گشته و دران باب رباعی گفته که بیت دومش این است :

این عید و مدینه بخت من طالع من　　انشاء الله مکه و عید دگر

از ثقات مسموع است که : سالم خیلی شگفته رو و خوش صحبت بود . در مضمون یابی و خیال بندی و خوش محاورگی مثل او از کشمیر چه که از جائی دیگر هم بسیار کم برخاسته . و اکثر اشعارش دوسه تشبیه بدیع تازه دارد که کمال مراعات علم بیان است ، و بعضی از ابیات بسبب نزاکت تشبیه بفهم ناقص فهمان کم می آید . فقیر آرزو اوائل جوانی مطالعه دیوان او بسیار کرده و فیضها برداشته . دیوان بلاغت تبیانش بسبب طرزی، که حالا در کشمیر رواج دارد و حاجی مذکور ازان محظوظ نبود ، دران جا کم اشتهار دارد ، بلکه مردم کشمیر را بکلام او

☜ ولی شاه چون دیدگان تیره روز　　بسر میکند خاک نخوت هنوز
علم کرد شمشیر نصرت قرین　　ظفر گفت بر جراتش آفرین
دو زخم پیاپی ز قهر آنچنان　　بران فیل زد شاه صاحب قران
که شد کار فیل سیه دل تمام　　برو هستی حشر هم شد حرام
شهنشه عدو را چو افگند زار　　بیفشرد دامن ز خون شکار
دگر فیل شد محشر خاص و عام　　کشیدند شمشیر ها از نیام
ز بس برهم از تیغها زخم ریخت　　هو از سر فیل یکسو گریخت
چنان پاره پاره شد اعضای فیل　　که هر پاره گشته یک خال نیل
درو استخوان جوهر فرد شد　　همه جوهر استخوان گرد شد
بود لطف حق یاور شاه دین　　همین است حال عدویش همین

(مآثر عالمگیری ۲۳۱-۲۳۲)

۱- ۱۸ ربیع الاول ۱۱۱۸ھ
۲- شاه عالم بهادر شاه ۱۱۱۹ - ۱۱۲۴ھ
۳- ۱۱۳۱ - ۱۱۲۴ھ

اعتقادی که باید، نیست . هر چند افکارش همه انتخابی است، اما پاره ازان که انتخاب نکردنش بیدردی است ، مینگرد و نمیداند که چه خواهد نگاشت :

غباری خاست : از صحرای وحدت، شد جهان پیدا
پری افشاند طاؤس قدم، گشت آسمان پیدا(۱)

بر درت شور کند خون شهیدان در حشر
که بقربان تو دلها و فدایت جانها

غافل ، از شوخی شمشیر جوهر دا ر ، ما
رنگها در پرده دارد سادهٔ پرکار ما (۱)

یک بیابان بیکسی دارم ، چو آواز جرس
هر طرف افتاده ام از کاروان تنها جدا

سیل دردم ، هر طرف شور دگر افگنده است
از فغانم ، کوه می نالد جدا ، صحرا جدا

ای بقربانت روم طفلی ! نمی دانی هنوز
ناز را با ما جدا بفروش و استغنا جدا

بپائی خم نه تنها سایه در میخانه میرقصد
ز مستی میجهد مهتاب هم از طرف بام آنجا

بمستی میروی . مست شراب از بزم ما زاهد
حرامت باده میگوئی حلال اینجا، حرام آنجا

دل پران ز بیم تند باد نیستی لرزد
چراغ زیر دامان است هستی ، قامت خم را

بدیدن کم نگردد آرزو های دل عاشق
که نتوان رفت از صحرا به سر سر ریگ صحرا را

غبار مشرق و مغرب بمژگان چون شفق رفتم
دل گم گشته جویم آه، چند اینجا و چند آنجا

چه نسبت با قیامت ، جلوهٔ آن سرو قامت را
بود صبح قیامت ، صبح اول این قیامت را

بهم رازیست فیض جود و استمداد حاجت را
شماری هست با هر دانهٔ باران رحمت را

بسکه دل را غوطه دادم در خم نیرنگها
هر خیالم چون نگاه مست دارد رنگها

همان در خود تپیدی بسملت از تنگ میدانی
اگر ایجاد میکردند صد دنیای دیگر را

کفن شد پرنیان از برق دیدارش ، زهی طالع
خدا رحمت کند پروانهٔ فرخنده اختر را

چه در دل نقش بستی آرزوی نفس را سالم
بگو آخر چه خواهی کرد قرآن مصور را

خواست سالم بی عمل مزد عمل، گفتی: بچشم
وعدهٔ نا کرده را کردی وفا نازم حیا

در لحد هم دردمندان از طلب غافل نیند
سر برون آرند از چاک دل خود دانها

جوش غیرت میزند بی اعتباریهسای ما
خویش را گم میکنم ار نیست خالی جای ما

سالم ! نشود هفتهٔ ایام مکرر
صد بار بخوان یک غزل منتخب ما !

همچو ماه آخر مه ، کاهشت از بهر چیست
تا نفس باقی است مگسل رشتهٔ امید را !

حق و باطل میکشم سالم، بیک میزان عدل
دیدها احول بود آئینهٔ احوال ما

از سیاهی میکند نقش نگین پهلو تهی
بر نتابد سایهٔ مرهم دل صد چاک ما

یک روز گر بباغ کنی جلوه در بهار
حیرت کند مرقع تصویر سال را

خدا را این همه ای محتسب! خمهای می، مشکن!
دو محراب ار بهم آری همین یک خم شود پیدا

۱- خوشگو دارد .

یا رب اثری در نفس بی اثر ما — شامست؟ چو نظارهٔ غافل سحر ما
برنگ ابر، هر جا پا فشردم، بوستانی شد — بره، میریزم از نقش قدمها، تخم منزلها
چوریگ شیشهٔ ساعت، قدم بردار و واصل شو — براه خاکساری سر بهم آورده منزلها
سالم، چو فتد قطره بدریا، نتوان یافت — ما بیخبرانیم، که یابد خبر ما! (۱)
دولت بیدار دانستم خیال و خواب را — وادی ایمن گمان بردم شب مهتاب را
بنور ماه تو جرم قمر را میتوان دیدن — کمال شخص از آئینهٔ نقصان شود پیدا
دری گر بسته شد سالم هزار از غیب بکشاید — چو پوشد مهر، چشم از آسمان، انجم شود پیدا
جلوه او دستهٔ گل سازد ایام مرا — وادی ایمن کند نور شفق شام مرا
بسکه چون مجمر ز آه حسرتم پر رخنه شد — جلوهٔ طاؤس باشد سایهٔ بام مرا
بمحشر رفتم و زخم تغافل بر جگر بستم — همان کاری که با قاتل نتاد اینجا فتاد آنجا
غزال شوخ دل رم خورده، تا دشت وجود آمد — شنید از دور آوازی که یکدم ایستاد آنجا
خدا همراه، از میخانه سالم تا حرم رفتی — حرامت لطف ساقی گر نخواهی کرد یاد آنجا
چه دشوار است شکر نعمت دونان ادا کردن — برابر کی شود با دید مردم دید احول را
کرده جا بهر تو از دور نگاهش خالی — عزت ای یوسف مصری است ز یعقوب ترا
چقدر ضبط نگاه غلط انداز کنی — دانم از قتل رقیب است چه مطلوب ترا
پی منعم مرو، محراب حاجت کن، در خود را — که قفل گنج دارد در گره مشت زر خود را
قیامت میکند آئین طفل ناز بیباک — که با دستار میپیچد برنگ شمع کاکل را
دو روآئینه همچون صبح باشد برقع رویت — که یکسویش بود خورشید و یکسو جوش اخترها
هر دوعالم را دعا از ما شراب از ما شراب — میکشان را نشأ عقبی باشد و دنیا شراب

حواس بیخودی جمع است مدهوشی سکون دارد
قدح لبریز و مطرب مست و ساقی بی حجاب امشب

ساقی امروز کجائی که هجوم باران — میکند شور که بیدرد هوا را دریاب
غرق شد کشتی چو بر گرد سر گرداب گشت — خاطر شوریده طبعان با مدارا دشمن است
خزان طبع مرا سرو دلستانی هست — عصای پیری من عشق نوجوانی هست
به نیم وعده، دلم شادکن، سرت گردم! — شنیده ام که: ترا لکنت زبانی هست! (۲)
مستی طالع ارباب هنر محسوس است — داغ کوتاهی پرواز پر طاؤس است
تار و پود عمر ناقص کو ازل باش و ابد — بر قد طول امل این جامه سالم کوته است
هلاک مشرب پروانه ام، که از مستی — ببزم عشق نشست آتش و هوا بر خاست

۱- نتائج الافکار و شمع انجمن دارد. ۲- خوشگو دارد.

چو علف بود که آن سرو ناز، دی بچمن　　نشست مست و بذوق نما نما برخاست
سبک ز خاک شهیدان مرو، سرت گردم　　کدام کشته بدعوای خون بها برخاست
نقش دل دباب که در خون نشسته است　　این قرعهٔ فتاد در آتش بنام کیست

اعتمادی نیست بر هستی درین بحر خطر
هر دمی چون موج پندارم همین دم مانده است

وا رهاند روبرروی خلق بودن پیریم　　منتی بر گردنم از قامت خم مانده است
قوت اعضا به پیری ته بساط زندگیست　　رفته آب جوی عیش و جا بجانم مانده است
سالها ای درد ! در پهلوی مجنون بودهٔ　　یک شبی هم بی تکلف میتوان با ما نشست
شب چها در بزم میغلطید و وا غلطید شیخ　　روز در مسجدچه با تمکین نشست و وا نشست
در حریم کعبهٔ دل عالم و جاهل یکیست　　ره نورد و راهبر را راحت منزل یکیست

شد فضای دل پر از ریگ روان انقلاب
از هجوم رهروان صحرا درین صحرا گم است

شیطان برو به بتکده و سجدهٔ بکن　　در روزگار صورت آدم غنیمت است
سالم امروز ببین عفو حق از نامهٔ خویش　　شب عید آئینه دولت فردای خود است
بسکه هر دم رود از رنگ برنگ حسنت　　عرق شرم تو باشیل پری گلنار است
عید نو روز خط سبز مبارک باشد　　که دگر سال نوی ناز ترا آغاز است
عشق را ، همسر و همتا ، عشق است　　با خدا عشق و خدا با عشق است
کیست در خلوت وحدت ، گفتم　　آمـد آواز که : تنهـا عشق است
این چه شور است ز دل پرسیدم　　گفت : خاموش که گویا عشق است
آل پوشی بصفا را عشق است　　برگ گل بند قبا را عشق است
نبض نظـارهٔ بسمل بینید　　بدگمان قاتل ما را عشق است
میرود مست بمسجد از دیر　　سالم بی سروپا را عشق است
والهٔ ذکر ترا طاقت خاموشی نیست　　دل که لبریز تو شد جای فراموشی نیست
از خنک جوشی این بوالهوسانت، داغم　　گلهٔ انکه بما گرم بمیجوشی نیست
از خار ملامت گل وصلم بکنار است　　دست رد اغیار کلید در یار است
ای نو بهـار باغ حیا میشناسمت　　داری هـزار رنگ قبا میشناسمت
گر از نظـر نهفته خرامی چو فیض صبح　　از آب و رنگ موج هوا میشناسمت
حیـا پرور نگاهت ، شوخ و شنگست　　مسلمان زاد با شهر فرنگست (۱)

۱- خوشگو دارد .

چون خرابات جای امن کجاست   شهر حاکم نشین ملک خداست

مبادا چشم مستت سر گران، از رنج آشوبی   مگر میوزد از بار نگه آشوب مژگانت

چین پیشانی بود معراج ناز ای بوالفضول   مهر او را خوب میگوئی مگر کینش بد است

هر چه خیر تست سالم خوب میداند کریم   لا عن التعیین سوالی کن که تعیینش بد است

گداخت چون شفقم دیده، بر سر راهش   نگفت کس که: فلان کوچه گلفروشی داشت

مرا بشارت عفو ای کریم ! در عرصات   همین بس است که گوئی: گنا هگار منستی!

ناز معشوقی ندارد فرصت سیر نیاز   گفت تا فرهاد قربانت شوم گلگون گزشت

دور حسنت ریخت رنگ جلوهٔ ناز و نیاز   عکس در آئینه لیلی آمد و مجنون گزشت

سالم چو عکس آئینه آمد ببزم وصل   حسن ترا بچشم تو رندانه دید و رفت

طور دل، سرمه شد از شعله دیدار، و هنوز   گوش این کوه چو افلاک بر آواز خود است

از شرم عارضت رخ خورشید طلعتان   پنهان بزیر برقع رنگ شکسته است

یکسان برند لذت غم پارهای دل   انصاف در قلمرو دلهای خسته است

شاگرد اوستاد ازل بود نو بهار   یک معنی شگفته بصد رنگ بستهٔ است

هم انتظار دارم و هم وصل چون هلال   دستم بدامن که و چشمم براه کیست ؟

گرد بادی پی گرد آوری دنیا، حیف !   آخر اندوخته، انداخته میباید رفت

شکسته حالی ما باب خود نمائی نیست   حریف سکه زدن مرد کیمیائی نیست

هزار قطره بدریا فتد که در نشود   قبول سجدهٔ طاعت بجبهه سائی نیست

بصید گه، تو عشاق جمع، و اهل هوس هم   میان صید حلال و حرام فرق ضرور است

شکار خط شده دلهای صید کرده زلفت   بشهر حسن مگر عدل نیست کار بزور است

زسنگ خاره مگر بوده ای حباب خمیرت   که در جدائی بجز این قدر دل تو صبور است

اگر تغافل افلاک نیست کم، غم نیست   که بی نیازی ما هم، زناز کس، کم نیست

حدیث نفس بود شور عقل سودائی   که سگ گزیده زبانش زبان آدم نیست

در شهر از چراغان شور تجلی افتاد   عشق است شب نشینان پروانه را عروسی است

نه قائلم بتناسخ ولیک میدانم   حیات ثانی آبا وجود فرزند است

کدام چشمه و جو را ببحر راهی نیست   کریم را همه آفاق خویش و پیوند است

صبور باش بغفلت که، همچو موج محیط   ز حق گریختنت هم بحق گریختنست

برنگ آیهٔ قرآن که در کلام کسی است   ز فیض جذبهٔ حق خلوتم در انجمن است

تمام خون دل یعقوب، زین معما شد   که هجر و وصل گل رنگ و بوی پیرهن است

قوت بالم، چو مرغ نیم بسمل، رفته بود   اضطراب دل طپیدن دست پروازم گرفت

برنگ نشو و نمائی نهال فصل بهار   خرام ناز تو گلدسته بند تمکین است

افتاده ام بپای خود، ای محتسب برو!   دعوی مکن زمین که و آسمان کیست!
زاهد برو! بشهر خرابات و سیر کن   هر گوشه، دین دیگر و دنیای دیگر است
آسیارا بدو دست، آخر هیچ   حاصل هر دو جهان، درگزر است
سالم بروی حادثه، در بستنت خطا است   دیوار خانه ها، پی سیلاب جاده است
بر داشت تا بسینه دلم سنگ زور عشق   این کار قوت کمر کوه طور نیست
ناصح افاده چیست! برو از خدا بترس   باری بگو که اسم خدا الغفور نیست
برگ گلی را ز باغ، فرصت پرواز باد   بلبل پر بستهٔ در پس دیوار هست
باش که دارد، دو سر، گردش دولاب چرخ   خانه برانداز هم، خانه نگهدار هست
خاک مردان پائمال جلوهٔ مستانه است   ریگ صحرا استخوان سودهٔ دیوانه است

پای سیر عالم آبت چو یونان کو مباش
غوطه خوردن در خم خالی چون افلاطون خوش است

رو ز مشهد ما! یک زمان سرت گردیم   هنوز کرده نگه های واپسین ننشست
ای بیوفا! ز دور مزن، تیر بر دلم   دوری برای کشتن اهل وفا بست
نظر چو ابر، چه پوشیده، تماشا کن   همین که چشم کنی باز عالم دگر است
طلوع صبح، دارد رنگ مستی   هوا، تصویر چشم نیمخوابست
هستی که مرگ خانه خرابش گرفته است   یونان کهنه ایست که آبش گرفته است
ساقی بجان تشنهٔ مخمور رحم چیست   بگزار باطنش مئی ناب گرفته است (۱)
در طلب، سوخت برهمن دل بت، آب نشد   هیچ کافر نشود آه، بدونان محتاج
گفتا: ز جور آه مکش! گفتم: آه هیچ   عاشق گناهکار تو آه، گناه هیچ
عاشق بماه مانند و خوبان چو آفتاب   گاهی ز دور، بر سر لطفند، و گاه هیچ
کمان، بدست حنا بستهٔ بتان، افتاد   چه آتشست که در خانه کمان افتاد
زلکنت نیست کز لطفت بتمکین آشنا گردد   سخن، گرد لبت، صد بار گردد تاجدا گردد
در شباب و شیب چشم دل ز غفلت وا نشد   گردش ایام گوئی جنبش گهواره بود
امروز کار من بود، عصیان تمام کردم   فردا که، کار عفو است، او را کریم داند
بخاک ما شراب از پای خم خمار می آرد   بگشن باغبان آب از ته دیوار می آرد
پنداشت وعده، بسمل ناز، و بحشر برد   حرفی که از نگاه تغافل شنیده بود
لبش با بوسه نیمی جنگ و نیمی آشتی دارد   بآئینی که طبع دوستان از دوستان رنجد
نگاه گوشهٔ چشمت بطفل تند خو ماند   بصد منت شود راضی بصلح و رائیگان رنجد

۱- خوشگو دارد.

چون سپند از نفسش ، بوی دل می آید
حاصل عمر هیچ .گویا بود
آیا دگر چه روز کنی یاد وعده ات
دل اول و آخرش گداز است
بگرد مهر تو ، چون سایه ، عمر ها گشتم
پرتو میکده بر مدرسهٔ شهر افتاد
در بحر عشق منزل آرام کس ندید
بروی گل، بگلشن میخرامی بی خبر ، ترسم
چه باشد گر بسر آید فراق یار و یار آید
زصحن میکده، تا بام ابر، گردش جام است
اهل نخوت همه ، چون تیر هوائی، بجهان
چه بلائی که در انداز قیامت نگهت
گر شود قبله‌نما طرف نقابت ، ترسم
برق آهی که ، شب هجر نشردم ، بجگر
با دختر رز شب همه شب مست نخواهد
نگاه گوشهٔ چشمت ، برحم است آشنا ، اما
در شب وصلت ز بس محو تماشا مانده ام
اجل دیوانه وضع و عمر مست جلوه ، میترسم
یک عمر خضر، تشنهٔ این فیض ، بوده ام
دیدم ز بام بتکده صد بار کعبه را
افسانهٔ دورنگی دنیا چو روز و شب
دل آید در محبت طالب و مطلوب بر گردد
چسان باشم باین آلودگی گرم تمنایش
بر سر خران جهان ، نعمت الوان مراد
قد بر افراز ! بخاک من و ایجادم کن
نرنجانی چو زخم تیر ظالم ناتوانی را

هر که دل سوخته از خلق کناری گیرد
برق ، جاروب خرمن ما بود
آمد بسر قیامت و فردا تمام شد
چون شمع دو بار میگدازد (۱)
نه چشم وصل تو ام نی دل جدای بود
چقدر علم نیاموخته آموخته شد
از ساحل گداخته گرداب میچکد
که زیر گل، مبادا سایهٔ خاری، نهان با شد
در آید تا ز در چون ماه تابان در کنار آید
خبر دهند بمستان که دور دور شما شد
قد کشیدند بناز و بخمیدن رفتند
خبر گوشهٔ چشم تو بمژگان نرسد
نوبت سجدهٔ طاعت بمسلمان نرسد
آه بر کوه نیفتد به بیابان نرسد
رندی که چو ساقی پسری داشته باشد
بآئینی مسلمانی که، از شهر فرنگ آید
چشم‌حیرت چون‌چراغم بر در و دیوار ماند
صدای‌پای‌رهرو، شیر را از خواب‌بردارد(۱)
ای شب! تو زنده باشی و عمرت دراز باد
دوری حجاب دیدهٔ بینا نمی شود
سالم تمام میشود اما نمی شود
در آتش چون سپند افتاد آتش در سپند افتد
ملک گر بوسه بر لعلش زند تبخال میگردد
آنقدر نیست ، که چشم هوسی ، سیر شود
تا قیامت رسد و زنده کند دیر شود
که بعد از آشتی هم پای رنجش درمیان ماند

این بخت مگر بند قبا داشته با شد
خود را بتکلف نتوان بست بجانان

۱- خوشگو دارد .

پیش ازین میسوخت بر سائل دل اهل کرم
برلب دریا خیال تشنه لب تبخال بود

فنای هستی موهوم کیمیای بقاست
کدام سایه ز خود رفت و آفتاب نشد

نشان نیافت فلاطون ز جشر روحانی
بخاک خمکده، انگور تا شراب نشد (۱)

شمار جرم نیامد ز بنده روز حساب
مگر کریم کرم های خود حساب کند

محروم نیستم ز تماشا برون در
نظاره ام چو ناله ز دیوار بگذرد

نیم شب، پروانهٔ دیدم که، بیتابانه سوخت
شعلهٔ برخاست ، خاکستر نمی دانم چه شد

قسمت خود برد سالم هر کس از دشت جنون
عالمی مجنون شد و فیض بیابان کم نشد

دل رمیده بود در پناه او ، سالم !
متاع گم شده را ، دزد پاسبان باشد

تجلی باده، چون صبح صادق در قدح دارم
که درد ته نشینش پرتو مهتاب میگردد

شور حشری خفته، در خاکستر پروانه است
صبح نزدیک است میترسم شکایت سر شود

بذوق وعده ات ، عمر ابد بالد بخود، ورنه
فلک در دامن شب،اینقدر فردا،کجا دارد

پاک طینان ، چون صدف خوردند ، گر یک قطره آب
بحر را از پرده ، ابر بهاری بیختند

دم غنیمت شمرند اهل سعادت،که چو صبح
ذوق هستی ، بمیان دو عدم ، یافته اند

سند پاکی مستان ، خط جام است تمام
همه از پیر خرابات ، رقم یافته اند

سالم از شیب مکن شکوه، که پیران طریق
گنجها ، در قدم قامت خم ، یافته اند

دلی چون خانهٔ زنبور ، در دم آرزو دارد
که صد نا سور زخم از خار خار شوق او دارد

شب که در کوی تو میبستم طلسم انتظار
سایهٔ من سنگ روز پرتو مهتاب بود

ز مستی های شوق سایهٔ پروانه ، در رشکم
که می آید سبک از دور و با پروانه میسوزد

برهمن کرد آتشخانه خوش مستانه میگردد
تماشائیست ، گویا خانهٔ بیگانه میسوزد

لطفها با عاصیان ، لطف الهی میکند
هر چه خواهی کن ، که آخر ، هر چه خواهی میکند

عکس،در آئینه ات،همطالع اسکندر است
مینشیند بر سریر و بادشاهی میکند

چرخ با ابروی مشکینت نسنجد ماه نو
اینقدر فرق از سپیدی تا سیاهی میکند

میتواند کرد ، در دیر مغان، جام صبوح
آنچه در مسجد ، دعائی صبحگاهی میکند

گر دلت میداشت ، شوری چون جرس ، در راه شوق
هر کف خاک که طی میگشت ، جای ناله بود

زنهار وقت قتل مبندید دیده ام
تر سم ، بغیر قاتل خویشم ، گمان رود

۱ـ خوشگو دارد .

دیده ام شب ، همه شب بدز چو اختر مانده | که چسان صبح کند جلوه ، و فردا چه شود
شب قدر است کواکب بخند آمینی | یتر مستغنی و من محو دعا تا چه شود
چون ابر ، شب ماه به نیرنگ خیالت | هر لحظه برنگــت نبادم چه توان کرد
از بتکده رفتم بحرم مست ، چو ساله | فتاده بمیخانه گزارم ، چه توان کرد
ز قاتل سر نتابم کو دم شمشیر بر گردد | اگر دل بر نگردد گرچه تقدیر بر گردد
غزال صیدگاه آرزو ، یکسر رم دارد | رود صیاد دنبالش جوان و پیر بر گردد
نه بندد برقفا ادبار ، دست جور ظالم را | همان بهتر است پیکان از هواچون تیر برگردد(۱)
دل وحشی از خلق را غم نباشد | بهشتی است آنجا که آدم نباشد
نه از سالکانی اگر چون حبابت | نظر بر قلم هوش هر دم نباشد
همین حکایت پیوند برگ نخل به نخلست | که جزو کل شود او خویش را بکل بسپارد
فریـاد ز عرض هنر بی هنری چند | تا چند بهم راز نگوینه کری چند
در راه طلب خانه‌بدوشان سراغش | بستند بدولاب بهم چشم تری چند
هر خار که بینم ، بره شوق تو ، پرسم | از آبله پایان محبت خبری چند
بسملی ، دوش ازین شهر ، بجنت بردند | کس ندانست . که قربانی انداز ، که بود
عناصرند بدنبال چرخ ، سرگردان | فتده در پئی این کاروان گدائی چند

خدا را اهل کنعان ! بر در بیت الحزن ، هوئی
نسیمی از سفر آمد که بوی پیرهن دارد

مبر برگ خزان ، ای باد یکدم از چمن ، بیرون | غریبی دست بر دل ، تکیه در خرک وطن دارد
دیوانه اند نام خدا این منجمان | پرسی چو از زمین سخن از آسمان کند
بار گران جاه که ، دونان کشیده اند | چون مور دانه کش همه ، پس پس دویده اند
ناز بتان جواب خدا هم نمی دهد | صد نامه را بشوخی مژگان دریده اند
زاهدان!وا شد سر خمهای چشمی وا کنید ! | می بجوش آمد ، شما هم غیرتی ، پیدا کنید(۲)
دست غیب سائلی شاید که باشد درکمین | غرق دنیا کشتگان ، دست کرم بالا کنید(۲)
غبار کوی او گردیده و درد دل نشد زائل | چو خاکستر هنوز از شوق آتش زیر پا دارد
نمیدانم کدامین صیدش از دنبال می آید | کلاه کج‌کلاه من نگاهی بر قفا دارد
گرفتار است در دنیا حریص از سعی خود سالم | که در صحرای پر گل بر قدم نقش قدم چسپد
صفای وقت عارف زنگ غفلت بر نمیتابد | که بر مهتاب بار سایهٔ گل هم گران باشد

۱- خوشگو و ریاض الشعرا و تذکره بینظیر و تذکرهٔ شعرای متقدمین دارد .

۲- خوشگو دارد .

شب که طوفان غضب بود قیامت نگهت — ناز با گردش چشم تو مدارا میکرد

یاد آن لذت دشنام که دانسته دلم — یک محال از تو بصد رنگ تمنا میکرد

سراپا گر بمالم صندل تر — درونم چون گل رعنا بسوزد

اشارتیست که دنیا برای آخر تست — هلال عید که امروز کار فردا کرد

آتش عشق محیط شود آخر چو هلال — فی‌المثل سوخته گر گوشهٔ داماں باشد

زبان مردان حق را پردهٔ اسرار میباشد — چو الکن گفتگو مهر لب اظهار میباشد

مگر رحم آیدش بر حال دل، روزی بگوئیدش — که: خاک افتادهٔ در سایهٔ دیوار میباشد!

مپرس از داغهای حسرت برگ خزان سالم — که پیران را بدنیا آرزو بسیار میباشد

ده برابر از گدا چشم طمع دارد کریم — پیش آهنگ طلب کردست سائل؛ شد چه شد

دیگر چه انتظار قیامت کشد کسی — دور فلک بگردش چشمت تمام شد

چه دولابست راه سعی دنیا دام لغزیدن — ز یکسو کاروان از پا فتد یکسو بسر غلطد

براهت این همه فرصت کجاست رهرو را — که نقش پاش نشیند صدای پا خیزد

دربی بهار مگو: باده شب به از روز است — بگو که: نام خدا روز و شب برابر شد

چه مانند است مغلوب غضب تیز هوائی را — ز بد مستی سبک از جای بر خیزد گران افتد

چه بیدردانه بر خاکستر پروانه می غلطد — الهی! این نسیم صبح را، آتش بجان افتد

آن قیامت قد قاتل که بتمکین میرفت — هر طرف شور: چرا زود نمی آئی! بود (۱)

سالم فدای وعدهٔ عذر آفرین تو — داری بهانهٔ ز وفا دلنواز تر

عفو کریم دارد با عاصیان شماری — زاهد بیا بمحشر از ما حساب بردار

گر برانند ز خود سوختگانت، چو سپند — تو ازیشان شده از صحبت ایشان برخیز

سبحه و زنار را سالم، چه میدانم که چیست — من که نه دست راست را از چپ، نمیدانم هنوز

چون شفق میسوزدم دزدیده دیدنها هنوز — در نظر، ای از نظر پنهان، توئی پیدا هنوز

دلبر عاشق نوازم دی بگلشن رفته بود — مینماید سایهٔ گلهای بلبل جا هنوز

مشکن ای زاهد! دل مستان بسنگ اختلاط — بوی می دارد، مزن این شیشه بر خارا هنوز

بصحن باغ دوبالا ست مستی بلبل — نموده سایهٔ گل کردهٔ بهار امروز

سیر دارد بچمن ابر کجائی ساقی — آنچه می خواست دلت نام خدا شد امروز

در میان خلق باشد زنده دل با یار خویش
جوش اختر ماه را غافل نکرد از کار خویش

فقیر آرزو مصرع دوم را چنین بهتر می داند!

۱- خوشگو دارد.

درمیان خلق روشن دل بود با یار خویش

این قدر، ای شیخ! شور مجلس آرای چرا / چون صدا پیچیده در گنبد دستار خویش
شکوه ناز سنجد وحشت و انس تغافل را / بمیزان نگاه، نیم مست و نیم هشیارش
کند مه پشت چشمی نازک و بالا ز خود بینی / که در ماهی شبی از دور میماند برخسارش
در میفروش باز است سر شیشه جان ساق / ببهار نشاء می بهوای رنگ رنگش
قیامت چون کند تکلیف بیداری شهیدی را / که در یک پیرهن خوابیده شمشیر تو با خونش
بود محتاج عصا بی صبریم در راه شوق / تکیه کردم چون سپند از ضعف بر فریاد خویش
از فروغ دل بیدار چو فانوس خیال / سیر کردیم تجلی بصنم خانه خویش
سایه برگشته مژگان چین ابرویش شود / سیر دارد کبریا نام خدا میزیبدش
فرصت مده ز دست که جز فوت وقت تو / در دهر نیست هیچ فنای فنای محض
هجوم کرد چو پیری، ز وصل یار، چه حظ / ز تاب زلف، کند دست رعشه دار، چه حظ
ز بام فرصت عمرت، پرید عنقا، حیف / رسیده، بود شکاری ز غیب، اما حیف
سخت دشوار است سالم آفت شرک خو / راهرو را زود از پا افگند در آب سنگ
نقش پای طلسم آئینه آرامست / در ره عشق تو یک قافله منزل دارم
ز جوش خون محبت چه زنده گشت دل من / زبان شکر غم عشق چون کباب ندارم
پرکاریم ز جوش هنر محو سادگی است / چون سایه پلنگ گستان حیرتم
توان ز صورت من، معنی مرا فهمید / چو عکس آئنه، آئینه‌دار خویشتنم
چیدم و در گره آبله دل بستم / هر کجا در ره غم، خار مغیلان دیدم
چو تار ساز فلک چیده بود دام شکار / چو نغمه خنده زنان از میان برون رفتم
غریب شهر خوبانم که پرسد از دل سالم / پر پروانه افتاد، از چشم چراغانم
کار، چون سایه، ندارم بکسی / صلح با گبر و مسلمان دارم
چه لازمست که یک شهر آشنارو را / ز دور بینم و چون ماه نو سلام کنم
غریب خلق شوم یا گدای حق؛ سالم! / ازین دو کار بگو، آه، تا کدام کنم
هلال وار شدم همنشین مهر؛ اما / بقدر قرب، ترا در حجاب می بینم
از نگاه واپسینم رو متاب ای آفتاب / چون شفق من میروم اما نمیخواهد دلم
نیم گرسنه نان گدای این خلق / تنور نوحم و از آبروی خود سیرم
رمد از همنفس تنهائیم چون عکس آئینه / جدا از هر دو عالم گوشه آباد میخواهم
زخم دل به شدن من، نه ز بیدردی بود / لذت تیغ تو تا حشر نگهداشته ام
از درد ناله چو کشیدم سپند وار / بر بام دل بذوق شنیدن برآمدم
پست است بسکه پایه گردون چو ماه نو / بر اوج رفعتش بخمیدن برآمدم

سر گیسوی برق میبریدم در طلب سالم بجای طره همچون شمع بر دستار میبستم
ندانستم رهی از کفر تا دین هست پنهانی ز هم دیر و حرم چون شیشهٔ ساعت، جدا کردم
در تمام عمر، از یاد تو، گلها چیده ام چون هلال، از شوق هر شب، یک بغل بالیده ام
زنار شرک قطرهٔ ما خود بخود گسیخت تا شور وحدت از دل دریا شنیده ایم
ز خود غائب شود عاشق چو در بزم حضور آیم پر پروانه مکتوب است و پیغام زبانی هم
چیده از گلزار یک رنگی چه گلها مشربم خوش مرقع پوش مذهبهاست رعنا مشربم
ای جوانی چه بلا برق ترقی بودی جلوهٔ کردی و رفتی که، من از کار شدم
های این گم گشته گر صاحب ندارد، از منست در سر کویش دل اندوهگینی یافتم
در دلم، از خار خار عشق، صد نیش بلاست سوزنش الماس باشد جوهر آئینه ام
عیب این آدم نمایان از دلم سالم مپرس زیر لب صد خنده دارد جوهر آئینه ام
چکند غنچهٔ محجوب بافسون نسیم گره بند قبایت بنگه وا کردیم
موج پروازم شوق صیدگه کیست، های دام میگویم گریبان میدرد بال و پرم
شادم که از عدم بوجودم ز لطف خواند محتاج دوست بودم و محتاج تر شدم
درین دو بیت معما هزار و یک نامست چو شور دیر و حرم بشنوی تامل کن
ز خون بیگنهان گر بحشر پرسندت چنین بناز خرامان شو و تغافل کن
چه آسان صبح صور جلوهٔ خورشید میگردد ز جانان یک نگاه گرم و از ما جان فدا کردن

چه پوشی، چون صدف از چشم سائل، دادهٔ حق را
چو ابرار قوت توفیق داری، دست بالا کن

رشتهٔ سوزن ز سوزن عاقبت ماند جدا خود بخود از پای سالک خار می آید برون
نیاید سایه بیرون از حصار آفتاب خود بهر جانب که رو کردم خیالت شد دو چار من
این قدر چون سکه از طول امل بر زر مپیچ هر چه خواهی شو بدنیا صورت دنیا مشو

خوش کمین گاهی و خوش صیاد بی پر کرده ایست
چشم خواب آلود ناز و عشوهٔ بیدار تو

مدهوش افتد از تاب آنرو مشاطه یکسو آئینه یکسو (۱)
ز هستیم، اثری وقت رفتن تو، نبود بعمر رفته کنون زنده ام مگر بی تو
جان بهار حسن چمن آفرین تو گل میخورد قسم بسر نازنین تو
در پیش خویش هم مکن افشای راز دل گوشت نشسته از دو طرف در کمین تو
گفتم که: مگو واعظ بگذار سر پیرت! بر خیز و برو، کم شو، آخر چه بلائی تو؟

۱- خوشگو دارد

کار دندان چند فرمائی شکم را ، ای حریص   حرص آخر میدرد چون آسیا پهلوی تو
رشته داری از تعلق بار طبع سالک است   میشود پای سلوک خامه را زنجیر مو
واعظ بدیر وعظ مگو ! این نه مسجد است   بر خیز ، گم شو ! ای ز خدا بیخبر ، برو !
هان استخاره ات بحرم ره نمی دهد   زاهد برای دیر مغان استخارهٔ
کاش در دامن دنیا نزند چنگ کسی   چند با این همه دیوانه کند جنگ کسی
چه بهشتی است که چون هاله، بیک جام شراب   صد نگه در شب مهتاب کند رنگ کسی
بتاراج فروغ شمع بی رحمانه می آئی   ببین خاکستر پروانه ! ای باد سحر رحمی !
کودکان چشم براهند ز هر سو سالم   شهر خالی است ز دیوانه بصحرا نروی
نگیری اگر دست یاری چو اعمی   بر افتادهٔ پای مگذار باری
چکنم طفل و پیکان تو نو مشق جفاست   زخم کاری نرسد ار بدل از ما رنجی
چون حباب می زمین و آسمان ماست می   عالم آب است اینجا قطره می درپاست می
زینهار از درگهٔ میخانه ، مگزر بی سجود   خم اگر زین عالم است از عالم بالا ست می

چه میخواهی ، حساب خانهٔ دنیا ز من ، سالم
دو روزی شد که ، من‌هم چون تو مهمانم ، چه میپرسی ؟

ابر است و بهار و بوستان هی   هوی بکشید میکشان هی
در خکمده می بجوش آمد   خوش باشد پیر هی جوان هی
با دشمن و دوست باده صافست   زاهد قدحی بامتحان هی
بمثل اگر جهان را همه آب برده باشد   چو صدف تو کار خود کن بکسی چه کار داری
روز محشر که رسی ، بر سرم ای قاتل من   از تو میرنجم اگر شکوهٔ بیجا نکنی
ادب این است که با سعی توکل باشد   دست و پا تا نزنی تکیه بدریا نکنی
زیکسو میکشد بارش زیکسو دست بر دارد   مراد مرد دنیا آب دولاب است پنداری
میان آتش دنیا چه میروی چو سپند   غرض‌کدام! چه مطلب! چرا! چه میخواهی
میگفتی ای وفا که : بکار آیمت بسی   کی ، درکجا ، بکار که ، حاشا نیامدی

چو سیخ از تشنه کامیها ، کبابم ، لیک میترسم
که آتش گر چکاند در گلویم آب میـــرنجی

غنیمت بود شب بیتابیش ای ناله درکویش   بدرد من رسیدی گو اثر در یار کم کردی
بجای سجده چشمت ناز میکرد   تو کافر ! گر خدا میداشتی های

دو مصرع چون دو لب شد گرم وصف خامه ات سالم
بلی میخواست طبعت بی تکلف آفرین گوئی

چه واقع شد که ! کم می آئی و بسیار میرنجی   سرت گردم ! نمیدانستم این مقدار میرنجی!

رباعیات :

یا رب نظری ز لطف عالم تبه است
افسوس ! ز گریه ریائی ، افسوس !
تاراج کن نور قبولم گنه است
چون اخگر آب دیده رویم سیه است

از لطف چو کار خلق عالم کردی
قربان شوم ، ای کریم ! احسان ترا
در عالم هستیم مکرم کردی
برداشتیم ز خاک و آدم کردی

دنیا هیچ است و هستیش جمله فنا
چون صیغه جهد است بمعنی ماضی
این عمر ، خیالیست بچشم بینسا
هر چند که آئنده نماید فردا

دنیا همه پر شور و شر و افغانست
یک ذره حلاوت نتوان یافت درو
در هر نفعش دو صد ضرر پنهانست
چون ، سود ربا خوار ، همه تاوان است

دل ناله کشد خبر بخاموشی کن
در عجز بخاک اگر برابر نشوی
غم شور کند بدرد سرگوشی کن
با سایهٔ خود چو مور همدوشی کن

افسوس که کوچه گرد پندار خودیم
خود را نشناختتم هر چند چو موج
در بحر وجود غافل از کار خودیم
همسایهٔ دیوار بدیوار خودیم

غافل ز پئی مطلب موهوم محال
چون شعله جواله حریص دنیا
گردد بصد اضطراب از حال بحال
بندد به تنور حرص نانی بخیال

من عاشق دل سوخته و شیدایت
چون سایهٔ شمع از شکوه دیدار
تو سرکش و مغرور باستغنایت
میلرزم و بوسه میدهم بر پایت

این هستیٔ فانی که سراسر هیچ است
غافل چه بخواب رفتهٔ در ره سیل
امکان بقیاس هیچ اندر هیچ است
چون سایه بنای منزلت بر هیچ است

ای عقل ! عتاب بامن شیدا ، چیست
هشدار که میزند جنون بر دهنت
زور تو ، نمی رسد بمن ، اینها چیست
هیچ من و هیچ تو ، برو ! غوغا چیست

شیخین در اصحاب چه عالیشان اند
در سایه مصطفی است بوبکر و عمر
آسوده بمرقد نبی ایشان اند
یعنی بحقیقت دو تن و یکجان اند

(۱۴۳ ب - ۱۴۹ الف)

سفینهٔ خوشگو : اصلش از جنت نظیر کشمیر است . گویند برهمن پسری بود ، شیخ محسن فانی ، که عارف فاضل و شاعر و استاد ملا طاهر غنی بود - چنانکه ذکرش گزشت - او را مسلمان کرده ، و همچنین مسلم نامی دیگر از نظر کرد های شیخ بود . اگر چه طاهر غنی ایهام را بکرسی نشانیده ، اما جناب حاجی طرز خیال را - که عرش‌الکمال است - بالاتر از چرخ نهم رسانید و مدتی بخدمت بادشاه زاده عالی جاه محمد اعظم شاه اعتبار کلی داشت .

وقتی که شاه در احمد آباد گجرات بود (۱) رخصت حاصل کرده به سعادت حج فائز شده باز به هند آمد . و بعد کشته شدن بادشاهزاده ، به عزم وطن چون به دهلی رسید ، به شوق ملاقات حضرت مرزا بیدل - که با هم اخلاص قدیم داشتند - رفت و صحبت شعر به میان آمد . مرزا مرحوم از دیوان کلیات خود چند شعر برخواند . حاجی گفت : این همه شنیدم آنچه درین روز ها بر حاشیه نوشته شده ، ازان هم باید خواند . و غرض ازین آن داشت که ، ترقی فکر معلوم کند . مذاقش از اینجا تصور باید کرد که با همچو مرزا بیدل این قسم حرف زده . مرزای مرحوم در تمام عمر دیوان کسی بتلاش طلب نفر مود ، مگر دیوان حاجی که چند شبانه رو در مطالعه داشت و حساب می گرفت . در همان سال هزار و صد و نوزدهم (۱۱۱۹ھ) که به کشمیر رسیده از بار عنصری سبکدوش گردید . خیلی شاعر بلند تلاش عالی فکر و نازک خیال والا پایه بود . و اگر چه دیوانش زیاده از ده هزار بیت نخواهد بود ، لیکن همه استادانه است . چنانچه خان صاحب و قبلهٔ آرزومندان نوشته اند که : فقیر فیوض و برکات بسیار از دیوان ایشان دیده عجائب معنی بندی است . رحمت الله علیه . این چند شعر آئینهٔ خیالات اوست :

بهار آمد کرا دامانت ای ساقی بچنگ افتد میان شنبه و آدینه می ترسم که جنگ افتد

ندارد دختر رز حسن عالمگیر افیون را
چه نازی در سر است این لیل یک شهر مجنون را
ز راز طور و ایمن هر که بوی برد ، میداند
که رمزی بود با فرهاد و مجنون کوه و هامون را

دل آید در محبت طالب و مطلوب بر گردد در آتش چون سپند افتاد آتش در سپند افتد
شکوه ناز سنجد وحشت و انس تغافل را به میزان نگاه نیم مست و نیم هشیارش
آل پوش به صفا را عشق است برگ گل بند قبا را عشق است
به بین چو ریشهٔ نخل اعتبار خواری ما رسیده است بمعراج خاکساری ما
باین مرهم که دارد وعدهٔ دور از وفای او اگر زخم جدائی به شود ناسور میگردد
اگر چشم هوس بیند ترا در خواب می رنجی کشد ور سایه ات را در بغل مهتاب می رنجی
در قفس قید تو دارد سیر فانوس خیال صد چمن بر گرد سر گردد گرفتار ترا

۱- بتاریخ ۳ شوال ۱۱۱۲ھ (۴۵ سال عالمگیری) شاهزاده محمد اعظم بصوبیداری احمد آباد گجرات فائز شد و از دهار (مالوه) بگجرات رسید . (مآثر عالمگیری انگلیسی ۲۶۶) تا چهارم جمادی الاول ۱۱۱۶ ھ (۴۹ عالمگیری) آنجا بود و بعد ازان بصوبیداری برهانپور و اورنگ آباد تقرر یافت . ابراهیم خان از کشمیر عوض شده باحمدآباد رسید . (مآثر عالمگیری انگلیسی ۲۹۵) - ظاهر است که اسلم در بین سنوات ۱۱۱۲ھ تا ۱۱۱۶ھ بحج رفته باشد .

حاصل عمر هیچ گویا بود برق جاروب خرمن ما بود
حکم فرما که شهید تو بروز محشر بنشیند بسر راه تو پا ننشیند
میطپد زیرلبش ، نبض تبسم ، در عتاب بوسه یک آغوش بالد برخود از دشنام او
خوش بیا ! ای سرو گل رفتار می آئی، بیا! مست می آئی بیا! هشیار می آئی بیا !
توئی در دیده ام امشب که از شادی نگاه من بگرد مردمک چون شعلهٔ جواله میگردد
چو دولاب این سپهر بیمروت تشنهٔ کامان را
دمی آبی نه بخشد ، تا بگرد سر ، نگرداند
بگریهٔ که گره در گلو شود ماتم که حلقه بر در دلهای دردناک شدم
سرخوش بر آن لب غلطد تبسم چون موج بر می پهلو به پهلو
در رکاب توسن ناز تو ، از جوش عرق سرمهٔ چشم و حنائی پای خوبان شسته شد
غبار تربت مجنون و کوهکن خون شد بکوه و بادیه از بس گریستم بیتو
شدم گمنام در شهر فراموشی چنان سالم که میگیرم سراغ خویش از نقش نگین خود
مخمسی بسیار خوب گفت که بند اولش این است :
این نه میخانه جنت الماوی ست آب و رنگ قلمرو دنیا ست
وه چه معمورهٔ خوش آب و هوا ست چون خرابات جای امن کجاست
شهر حاکم نشین ملک خداست (۳۸ - ۴۱)

ریاض الشعرا : حاجی محمد سالم اسلم از برهمنان کشمیر بوده . آخر بشرف اسلام مشرف شده بزیارت بیت الله الحرام فائز گردیده و ازانجا بهند آمده مراجعت نمود . در خدمت شاهزاده عالیجاه محمد اعظم شاه ملازم گردیده . طبعش در فارسی درستی تمام داشته .

تذکرهٔ بینظیر : شاگرد شیخ محمد محسن فانی کشمیری است . مدتی در مصاحبت محمد اعظم شاه خلف خلد مکان ماند . آخرها وقائع نگار کشمیر شد . خوش کلام است و این چند گوهر از آن نظام :

میروم رو بر قفا ، در انتظار کیستم زخمیٔ گم کرده صیادم ، شکار کیستم
گل شوق که یا رب صبحدم در باغ بو کردم زمین تا آسمان مانند شبنم جستجو کردم
دارم از شوق سخن ، گنج روان در زیر پوست
هست پنهان صد کتابم چون زبان در زیر پوست
در کنار پردهٔ یکرنگیٔ دل شد نهان
هر دو عالم چون دو طفل توامان در زیر پوست

صحف ابراهیم : از برهمنان کشمیر است نظر . . . . بشرف اسلام که اسلم

ارباب . . . . .شاگردی . . . . . . شیخ محسن فانی لیاقت و خوش زبانی حاصل کرد. مدتی در زمرهٔ محمد اعظم شاه ابن عالمگیر خلد مکان بود . از راه دکن بحج رفت . بعد زیارت و مراجعت انقراض دولت محمد اعظم شاه ، در سلطنت بهادر شاه نیز بآبرو گزرانید . بعهد فرخ سیر بادشاه در کشمیر بسال یکهزار و یکصد و نوزده هجری ارتحال نمود . شاعری معنی تلاش و نازک خیالست . اکثرش اشعارش در بادی النظر بفهم نمیرسد بدین جهت در دل سخنوران فصاحت بیان کلامش . . . . است . اشعارش مدون است . (۱۸۵ الف)

نتائج الافکار : شاعر پسندیده شیم حاجی محمد اسلم که سالم تخلص میکند ، اصلش از خطهٔ دلپذیر کشمیر است . بکسب کمالات ممتاز عصر و در نظم پردازی از همطرحان میرزا بیدل و میر محمد زمان راسخ و حکیم حسن شهرت بوده . بلیاقت ذاتی از ملازمت شاهزاده محمد اعظم شاه بهره اندوز گشته اعتبار تمام بهم رسانده . و در هنگامی که شاهزاده از پیشگاه عالم‌گیر بادشاه بنظامت گجرات مامور بود رخصت حرمین شریفین گرفت و بعد از فراغت از حج باز بدستورسابق درسایه عاطفت شاهزاده جا یافت . و پس از وقوع محاربه فیمابین بهادر شاه و محمد اعظم شاه وکشته شدن اعظم شاه ، تنگدل شده دل بعزیمت کشمیر نهاد و بتقریب انزوا خدمت وقائع نگاری انجام از حضور شاه عالم بهادر شاه حاصل نموده ، بکشمیر رفت . در همان سال ۱۱۱۹ھ تسع عشر و مائة و الف تن بقضا در داد . ازوست :

از سیاهی می کند نقش نگین پهلو تهی — بر نتابد سایهٔ مرهم دل صد چاک را (۱)
ز لکنت نیست گر لطفت بتمکین آشنا گردد — سخن‌گرد لبت صد بارگردد تا صداگردد (۱)
غبار کوی او گردید و درد دل نشد زائل — چو خاکستر هنوز ازشوق آتش زیر پا دارد

(۳۲۳)

تذکرهٔ شعرای متقدمین : حاجی محمد اسلم سالم از نوکران عمده اعظم شاه است بسیار خوش فکر و معنی یاب است و دیوانی منتخب دارد .

شمع انجمن : از همطرحان بیدل و راسخ و شهرت بوده . وحج گزارده و در سایهٔ عاطفت شاهزاده محمد اعظم شاه بسر می برده . درکشمیر ۱۱۱۹ء تن بقضا در داد . از وست : (دو بیت دارد که در نتائج الافکار ثبت شده) . (۲۱۲)

۱۱۵ . خواجه عبد الله سالی

طغرای منشور رنگین کلامی خواجه عبد الله سالی . خواجه کیش در بخارای سخنوری مسلم و شعرش نزد ارباب خرد برهان سلم :

۱- شمع انجمن دارد .

بخونم غوطه زد الفت دل بی کینه شد پیدا
شناور گشت اشکم گوهر آئینه شد پیدا
رنگ از روی گل و بوی ز سنبل برخاست
بلبلان رفته ز خورشید درین بستان کیست
سرمهٔ دیدهٔ خود خاک رهش میسازد
یا رب این پیش رو خیل سیه چشمان کیست
از رقم کلک مصور صورت جان میکند
ناز بر خود میکند تصویـر جانان میکند
بسکه میسوزد نفس در سینه ام مانند شمع
شعله جای ناله ام. سر از گریبان میکند
صیقل پرواز در آئینـه ها جان میشود
آبرو چون جمع گردد آب حیوان میشود
پراند بوی گل پیراهن او نسیم صبح گرد دامن او

۱۱۶ . شیخ شمس الدین سامع

شیخ شمس الدین سامع ، عموی کوچک ، صاحب طبع عالی است . شعر موحدانه میگوید و در انشا پردازی بی مانند است :

یا رب امشب ، اثر شورش و مستی ، ز کجاست
بود نا بود مرا این همه هستی زکجاست
با سواد نظرم سرمهٔ طور است هنوز از تجلی دل غفلت زده کور است هنوز
ماه نورانئی من از افق حسن و جمال
دوش ظاهر شده در عین ظهور است هنوز

۱۱۷ - ملا عبد الحق سامع

ملا عبد الحق سامع . مرد ذاکر آزاده وضع خوش خلقی بود . بیش ازین بتحریک صبای شوق ، غنچهٔ دلش در گلزار حرمین شریفین وا شدن خواست ، لهذا احرام بسته راهی شد . در بندر صورت[1] بلقای محبوب حقیقی محو مطلق شد :

نفس فانوس شد شمع تجلی جلوه گر آمد
شدم محو گداز شعلهٔ پروانه سان امشب
برگ گل ، باراست برشیرین تنت ، ای سرو قد
از شمار رنگ گل ، شاید قبا میزیبدت

۱۱۸ - میرزا سایر

رموز اسرار سخن را ناظر ، میرزا سایر . علم خوش خیالی و رایت نیکو خصالی ، بر پشت اسد گردون افراخته ، و طبل شیر جگری و سنج نیک کرده‌گی در میدان هنروری نواخته ، بیژن صولتان کارزار معنی را کبوتر وار در چاه انداخته ، و چیته دلان صید گاه سخن را ، شغال مثال در غار پست فطرتی مستور ساخته :

بهرکه ، درد توگویم ، بلاست! میگوید و گر دوا طلبم ، کیمیاست ! میگوید
درون دل ، در بیگانگی زند ، همه عمر چو پرسمش : چه کسی؟ آشناست! میگوید

شور شمشیری بسر دارم که در زیر سرم
تکیهٔ پر همچو مرغ نیم بسمل میطپد

باطن ، مگر از چشم تری ، پاک شود دل را نتوان شست بآب حمام

۱- صورت یعنی بندر سورت که نزد بمبئی (هند) هست در قدیم از آنجا بحج میرفتند .

غلام حلقه در گوشی تو ، میخواهد که ، بگریزد
ز سیمین ساعدش ، طوقی بگردن میکنی یا له

۱۱۹ - میرزا محمد ظاهر سخنور

میرزا محمد ظاهر سخنور . شعرش چون طائر روح ، در آشیان کالبد دل سخنوران، جا مینماید . خامه موی شبیه نگارش از رشک ، دماغ مانی را پریشان تر از زلف شاهدان چین میفرماید . در ایام سلطنت شهنشاه بحر و بر محمد فرخ سیر[1] ــ بسلسله جنبانی بعضی احبا ــ در لشکر نصرت پیکر رفته بفحوای ــ کل من علیها فان ــ شربت شهادت چشید :

دلم شد ابجد آموز طپیدن — محبت، درس مکتب، خانهٔ کیست
بهر چین نفس دادم ختن ها — دل صد پارهٔ من شانهٔ کیست
اگر آهو اگر بادام اگر می — شکار نرگس مستانهٔ کیست
پری پروانه سان شد شمع محفل — بعشق شمع خلوتخانهٔ کیست
مطلع آفتاب رخسارت — گل صبح بهار دیدارت
نرگستان تمام دیده ز شوق — تا کند سیر چشم بیمارت
آفتاب، از خط شعاعی، دوخت — دیده را بر نقاب زر تارت
سرو از شرم ، آب شد بچمن — شبنمم آشنا بگاه رفتارت
بادهان تو ، چون کنم نسبت — دهن غنچه را که بو دارد

رخ خورشید ، زرد از شرم ، رخسار درخشانش
دل یا قوت خون ، از رشک لعل گوهر افشانش
نمی دانم که از قتل کدامین سخت جان آید
دم برگشتهٔ دارند ، خنجرهای مژگانش

۱- ۱۱۲۴ تا ۱۱۳۱هـ بر تخت بود .

شکار آن کمان دارم که از طفلی نمی داند
دل نخچیر ناوک خورده خود را ز پیکانش
فرنگی نرگسی ابرو کمانی را گرفتارم
که دل شد ترکش پر تیر از مژگان فتانش
شدم محو نگاه عشوه آئین ، غمزه رنگینی
که دلها نرگستان شد بیاد چشم شهلایش
بمعنی همچو آئینه همان از ساده لوحیها
چو طوطی ، در تکلم : جوهر استاد اگر باشی

دلم از هجر کباب است تو هم میدانی دیده ام بی تو پر آب است تو هم میدانی
شده ام بر گل رخسار تو از بس حیران نگهم موج گلاب است تو هم میدانی

۱۲۰ - سده رینه[1] هندوی

سده رینه هندوی گذشته . شعرش خالی از ادائی نیست :

منم که در پئی هر بیوفا نخواهم رفت
بسان بوالهوسان ، جا بجا نخواهم رفت
اسیر حلقهٔ زلف بتان کشمیرم
ببوی مشک بسوی ختا نخواهم رفت

۱۲۱ - سرشار

سر شار . سالکین طبعش ، لبریز چشم اخضر عالی فطرتی بود . از رشک مصرع برجسته اش ، سرو مینا چون خیالی آتش در جگر خود زده :

آن پر حجاب برداشت از رخ نقاب نیمی آئینه شد ز عکسش از آفتاب نیمی

۱- رینه قبیلهٔ پندتان کشمیر است .

۱۲۲ = سعید بابای مشکاتی

سعید بابای مشکاتی . صاحب جمیع فن بوده ، شعرش خالی از تلاشی نیست . بعد از وفات بپایهٔ اعلای ولایت رسیده :

حمائل کرده شمشیر و گرفته جام می بر کف
حریفان ! آب خشک و آتش تر ، ناز کی دارد *

* روز روشن: سعید بابا مشکاتی از خوشفکران خطهٔ دلپزیر کشمیر بود . (همین بیت دارد ص ۴۹۳)

۱۲۳ = سکندر

سکندر جوان معنی سنجی بود . بمقتضای دور فلک نا هنجار ، اتفاقش برفتن هند افتاد . ستاره سوخته اش رو سفید نشد ، همانجا بساط حیات مستعار بر چید :

از بسکه در محبت او ناتوان شدم گشتم چو مو ضعیف بچشمش گران شدم
آن سرو ناز گفت: که آن بیقرار کو گشتم ز شوق آب و به پیشش روان شدم

هنرور را نباشد از کمال خویشتن نفعی
نشد این دانه سبز از آب خود چون گوهر غلطان

۱۲۴ = شیخ سلیم

شیخ سلیم . موسی طبعش را ، از عصای ذهن مستقیم ، برای تادیب فرعون نژادان منکر سخنوری ، اژدها در کف :

بدست گل دیده جام پر مل سیاه مست هواش سنبل
همیشه بلبل دل تخیل ز آتش او کباب دارد
سواد سنبل چو زلف و کاکل . . . تسلسل کند تخیل
ز بسکه بلبل ، ز صفحهٔ گل ، همیشه از بر کتاب دارد

۱۲۵ = سوید

سوید . بسبب یاوری بخت سعید ، از پیشگاه خلافت شهنشاه سریر آرای سخن ، بهفت هزاری منصب سخنوری ، سرافراز گردیده :

حاشاکه ، دل از توبه پشیمان بود ، اما هرکس دم آبی خورد ، آتش بمن افتد

۱۲۶ = نواب سید صلابت خان

افسر تارک نکته دانی ، نواب سید صلابت خان سید تخلص هندستانی . در جنب صلابت سخن سازیش، خاقانی با وصف اورنگ نشینی تختگاه‌کمال، خویش را بدر دولتسرایش میکند :

چشم جاده را بگو ، افسون دمد برمن ، که شب
خورده ام ، از افعی زلف تو ، بر دل نیش را
در ازل آن تیغ ابرو سرنوشتم بوده بس
چون کنم یاران نباشد چارهٔ تقدیر را

کجا مژگان او همچشم ابروست که پیوسته است دست زور بالا

بر تهید ستی ، گهی گریم گهی خندم بخود
کرد سودای سر زلف تو سودائی مرا
درت خواهد کشود ، از عالم بالا : بروی من
که چون آئینه بستم بر قد او ، چشم حیران را
نه تنها آب گرداند، دهانش تنگ ، شکر را
کند تکرار حرف او خجل قند مکرر را
از سر شب تا سحر در محفلش استاده ایم
شیخ نتواند شدن در بزم او همپای ما

چو بینم ، آن مه نامهربان را ، بر سر غیرت
بپیش ابرویش خط میکشم شعر هلالی را
گر سخن را دیر گوی ، نیست از لکنت ، بلی
از حلاوت حرف چسپد بر لب شیرین ترا

ببین سید ! بوصف آن دو ساعد رقم کرد این غزل یکدست امشب
این خال نیست ، نو خط من ، بر جمال تو
بر محضر جمال تو مهر شهادت است
چسان پوشم ز زلفش دیده سید شعار عارفان شب زنده داریست
دردمندان این سخن در عین صحت گفته اند
چشم مخمورت تمارض میکند ، بیمار نیست !

مار گویا بسرو پیچیده است زلف مشکین که بر قد یار است
کس بآن خوش کمر نمی گوید که مرا آب دیده تا کمر است
چرا چو آئینه رو میدهی بنامحرم بگوبه بندهٔ خود خدمتی که رو داده است
زلف ، با پیچ و تاب ، میگوید لشکر خط رسیدنی دارد
بسکه چشم مست او را در نظر دارم مدام
آرزو ها در دل من دانهٔ انگور شد
مسلم بر تو شد امروز حکم ماه کنعانی
که ضبط مصر دل از تیغ ابروی تو می‌آید
سراغ دهانش گرفتم ولیکن چو راه عدم هیچ صورت ندارد
کجا از قیصر و ففغور یکمو میکشد منت
بچنگ هر که ، افتد زلف او ، خاقان چین باشد

بیاض گردن آن خوش تکلم نوخط   بدست هر که فتد مالک الرقاب بود
دهان تنگ ترا نقش چون کشد نقاش   که شکل نکتهٔ موهوم هیچکس نکشد

ز بس از من گریزان است ، گر گیرم ببر اورا
برنگ شمع فانوس ، از کنار من جدا باشد
آن خال که در کنج لبش گوشه نشین است
هندو بچه گویا که به تنگ شکر افتاد

ببین بزلف سیاهش که از زبردستی   رساند سلسلهٔ خویش ز بموی کمر

گرچه ایام فراقت ، رفت بیحا صل ، ولی
در شب وصل تو ، مارا هست کاری : درنظر

مو بر آورد زبان ، گشت بنا گوش سفید   قصهٔ زلف سیاه تو دراز است هنوز
چشم بیمار او ، ز خون خوردن   همچو ترکان ، نمی کند پرهیز
آخر از سرکشی بپا افتاد   کرد زلفش ترقی معکوس

که میپرسید در بازار حسن این خود فروشیها
نمی شد عشق من گر باعث گرمیٔ بازارش
از دل شب تا سحر ، یکدست میکردم بزلف
نو عروسان غمت را . شانه از مژگان خویش
بگو ببوالهوس ! از ساده‌گی مشو خرسند
که خط ، میان من و او ، نمی شود مقراض

چرا بخال نسازیم طفل میگونش   که جانشین شراب است منشاء تریاک

جدائی راه ، سد وصل و دیدار تو ، کی گردد
بهر کشور که باشی ، بینمت ، از دوربین دل

غزال من ! مزن چین برجبین خال سیاهت را
خطا کردم اگر تشبیه با مشک ختن کردم
بفکر قصهٔ زلفش ، که از روز ازل دارم
نمودم ، صرف عمر خود ، عجب طول امل دارم
گر تو هم از خاک برداری سر من ، میسزد
من هم آخر ، زخم شمشیرت ، بسر برداشتم
سر خود دادم و آورده ام از کف سر زلفت
بچین طره‌ات امروز سودا سر بسر کردم
خط نیست بر رخت ، که کشیده چو ساحران
بر گرد خویش دائره از دود عود حسن
میرسد دست من بآن در کوش گر کند یاوری ستارهٔ من
میشد خراب خانهٔ زنجیر عافیت گر در میان ، بفرض نمی بود ، پای من
نی همین رو داد دولت از رخش ، آئینه را
تیغ ، صاحب جوهر است ، امروز در پهلوی او.
نباید این قدر در چشم مردم ، بی دهن بودن
بگو ای غنچه لب، باری زبهر امتحان ، حرفی
ازان دهن که سخن میکنند اهل نظر چو راست مینگرم هست حرف افواهی
بشکر ، این سخن ، پرویز میگفت ، از سر حسرت
که دارد ، کوهکن تا روز محشر ، خواب شیرینی*

---

* سفینهٔ خوشگو: سید صلابت خان سید تخلص . از بندر مبارک صورت (سورت نزد بمبئی) بود . طبعی رسا و ذهن مستقیم داشته . بسیار خوش خلق و آرمیده و سخنور و دوست و دشمن شناس بود . مشق در خدمت استاد معقول و منقول مرزا عبد الغنی بیگ قبول

درست کرده و بخدمت ایشان ارادت صادق داشته . در عهد فرخ سیر (۱۱۲۴-۱۱۳۱ه) میر آتش سرکار پادشاهی بود . و رفاقت صمصام الدوله ولد امیر الامرا بهادر داشته . اکثر مجمع صاحب سخنان به بیت‌الشرف او اتفاق می افتاد . دیوان پر از مضامین تازه و ایهام های لفظی — که طرز خاص فرقه مقبولیه قبولیه است— ترتیب داده . در هزار و صد و سی و هفت (۱۱۳۷ه) واپسین سفر اختیار فرمود . این بیت در منقبت بسیار خوب گفته :

ثمر ز نخل نشاندن مراد دهقانست — غرض تو بودی ، از ایجاد آدم و حوا
از نزاع کفر و دین الحمدلله فارغیم — سورهٔ اخلاص سر لوح است بر قرآن ما
مدتی هست‌که ، دل بستهٔ پیکان تو ایم — چون کمان حلقه بگوش تو و قربان تو ایم
ای آنکه! روم و شام گرفتی بروی موی — بر خیز! بهر رقص و بکف زنگ هم‌بگیر(۱)
ز دست هجر او ، بر سینه داغی — برنگ لاله دارم آل تمغا (۱)
مرا ز حلقه بگوشان آن کمان ابرو — کسیکه کرد جدا خانه اش خراب شود
در انتظار تو سوزد دلم ز شب تا صبح — چو آن چراغ که روشن کنند بر سر راه
زان سان‌که زور باده برد خشت خم ز جا — برداشت جوش سینهٔ ما سقف خانه را
مینوش وقت صبح کزین پیش گفته اند — شاید بر این حدیث مسیح ابن مریم است
در موسم بهار منی لاله‌گون بباغ — از بهر داغ سینهٔ دل خسته مرهم است

(۱۵۰ ص)

سفینهٔ هندی : در عهد بادشاه فرخ سیر بخدمت میر آتش سرفرازی داشت . اوراست : (یک بیت دارد) (۱۱۱ ص) .

روز روشن : صلابت . امیر صلابت خان سورتی در دور فرخ سیر بمیرآتشی نواب صمصام الدوله سرفرازی داشت . (۳۹۳ ص)

۱۲۷ = میر سید حسین

میر سید حسین . صاحب عتشان کربلای فرومایگی را ، بزلال سخن آموزی ، سیراب گردانیده :

نی جوش میزند می و نی صاف میشود دردی‌کشان میکده تا هو نمی کنند

۱۲۸ = میرزا سید محمد

میرزا سید محمد . از اشرف انجب روزگار بوده ، مصقل شعرش ،

۱- روز روشن دارد .

پاک گوهران صاف باطن را ، زنگ زدای مرآت طبع است :

برده تا ، شوخی جولان تو ، از هوش مرا
یاد خود بیتو بود خواب فراموش مرا

غیرت عشقت نمی سازد زحرف ما و من
در خم تیغ تو میبینم پناه خویش را

نی گل روئی تو ، در بزم گلستان ، عندلیب
نالهٔ پهلوی پیکانی ، ز نی منقار داشت

از معجز عیسی نکشد ناز ، که دارد
ناسور دل من بنظـــر ، مرهم دیگر

با جوهر او جلوه انفاس مسیحاست
شمشیر تو جان بخش بود ازدم دیگر

نیش مژگان بدل از جلوه طرازی برسان
این کبوتر بچه را چنگل بازی پرسان

شد داغ دل ، از درد تو ناسور ، نگاهی
ای عیسی جان بخش ! برنجور ، نگاهی

۱۲۹ = شاپور

شاپور . بر حال او وقوف نبود . یک بیتش از بیاضی سواد برداشته قلمی گردید :

ز بیتابی همه شب گرد کویت تا سحر گشتم
ترا حاضر تصور کردم و بر گرد سر گشتم

۱۳۰ = شاپور طهرانی

شاپورطهرانی خلف الصدق اورنگ نشین طهران سخن است . هر بیتش شاه‌پور گلگون چهره ایست در دولتخانهٔ دیوانش :

کی سر زلف تو در دست کسی افتاده است
دل دیوانـه عبث در هوسی افتاده است

تا ابد مایـهٔ رشک دل پرویز بود
نقش شیرین ، که بمرگ از دل فرهاد نرفت[1]

---

۱ مجمع النفائس دارد .

حسرت قرین دیده' حیرانی' من است لوح کتاب غم خط پیشانی من است
آشفتگی و درهمی' زلف و کاکلش تاثیر اضطراب پریشانی من است

درج بی گوهر دل را که درو بند نداشت
بشکستیم ، بغیر از گرهی چند ، نداشت

گل از فروغ رویت ز آئینه خانه روید از آرزوی مویت سنبل ز شانه روید

مست شراب صحبت جانانه ام هنوز
بیرون شدم ز عالم و در خانه ام هنوز*

---

* میخانه: آقا شاپور رازی : آن بلبل گلزار معانی و آن عندلیب انجمن نکته دانی. در فن سخنوری نادره' جهان و منتخب زمان خود است . لفظ سخنان شیرین و معنی نکته های رنگین آن سخن آفرین ، همه نازک و نازنین واقع شده . درین جزو زبان هیچ کس بنزاکت او حرف نمی تواند زد ، نازک گفتن را پخته کرده و بر طاق بلند نهاده است ، با این حال کمال خلق و بی تعینی را جمع کرده است .

مولد آن یگانهٔ زمان از طهران است ، اباً عن جد اکابر و اهالی شهر مذکور بوده اند . در اول جوانی در مقام انتظام نظم شده ، تخلص خود فریبی قرار داده است ، از ابتدا تا انتها هر شعری که از ایشان وارد شده همه پخته و بمزه بوده است .

در ایام شباب از وطن خروج نموده بدارالامان هندوستان ـ که مربی هنرمندان و نشوو نما دهندهٔ خرد متدان است ـ آمده ، غالب مصاحب میرزا جعفر آصف خان گردیده و با ایشان مدتها در هند و کشمیر بسر برده است . اشعار خوب و ابیات مرغوب در دارائیش کشمیر گفته . ازان جمله پاره' مثنویست ـــ که در برابر خسرو شیرین ، بنظم در آورده ـــ بغایت رنگین و متین است . این چند ابیات ز آن مثنوی ست :

بیا گردنده ز اطلس سایبانی کزو گردون گردنکش نشانی
نبودش بهر استادن چو پائی ستون در هر بغل بودش عصائی
نسیم سایبان بر حوض میخورد بابر از فیض هر دم آب میبرد
هوا گشت آنچنان آغشته بانم که افتادی میان روز ، شبنم
پر از در چون صدف ابر گهر بار ترشح در هوا آمد پدیدار
نسیم و قطره ، چون معشوق و عاشق که باشد طبعشان باهم موافق

پسونگر مطربان نغمه پرداز فگنده نغمه را چون تار بر ساز
ز مرغوله نواهای حجازی بزلف زهره میکردند بازی
بهر سو ، بلبل از نغمه سرمست طپان بر گوشه های عود بنشست
نوای مطربان و بلبل و سار یک آواز ست گوی هر سه آواز
اگر بی نغمه ماندی یک نفس چنگ فگندی جنبش بادش بآهنگ
پر افشان گر شدی بلبل بقانون نرفتی از مقام آهنگ بیرون
نگارین را گلستان خوش در افتاد بنقد این از بهشتش خوشتر افتاد
خبر دادش نسیم گل پیاپی که روز عشرتست و خوردن می
بود عشق و شراب ارغوانی متاع روز بازار جوانی
بتی گل چهره زانو زد برابر بط می را چو دل بگرفت در بر
ز لعلش خون می درجوش غیرت شده دست سبو انگشت حیرت
بدور افتاد چون گردون پیاله غم از دلها بگردون شد حواله

به تحقیق پیوسته که میرزا جعفر آصف خان بآن زبدهٔ المتاخرین ، خوب سلوک میکرده و یارانه پیش می آمده . گویند که : روزی خان مذکور شال طوسی به آقا شاپور می بخشد ، ظاهرا که آن شال پاره در تخته مانده و کرم زده بوده است . میرزا جعفر آصف خان ازین مقدمه غافل ، مکرر تعریف آن شال مینموده است . از شوخی طبعی ـ که ارباب نظم را باشد ـ آقا این رباعی در باب آن شال طوس نظم کرده بر او میخواند . رباعی :

این کهنه نسیج عنکبوتی طوس است یا عبرتی از جهان پر افسوس است
پودش همه پشم سگ اصحاب الکهف تارش همه تار ریش دقیانوس است

میرزا جعفر آصف خان از کمال محبتی که بان عزیز داشت ، این را میگزراند و بر روی او نمی آرد .

در سنه خمس و عشرین و الف (۱۰۲۵ھ) مسود این اوراق پریشان را ، در لاهور سعادت ملازمت آن نادرهٔ عصر میسر گردید . دران ایام فرمود که : مدتی شد که ما تخلص ' فریبی ' را بر طرف کرده ایم ، و ' شاپور ' که نام ماست تخلص خود قرار داده . همدران سال در حضور این کمترین ، روانهٔ ایران شد . در سنه سبع عشرین و الف (۱۰۲۷ھ) از عراق خبر بدار الامان هندوستان رسید که : آن عندلیب گلزار معانی از طهران بزیارت مکه معظمه رفته ، بعد از دریافت کعبهٔ مقصود بشهر مذکور معاودت نمود . الحال در وطن خود متوطن است .

بر رای معنی ارباب هنر پوشیده نماند که ، آن مطلع دیوان سخندانی تا غایت ملاقات این ضعیف ' ساقی نامه ' نگفته بود . چون یکی از مشاهیر فصحای این عصر است ، یک سر قصیده

ازیشان که پارهٔ مناسبت باین مجموعه داشت ، بنا بر ضرورت ثبت نمود . امید که ارباب هنر درین باب خرده نگیرند !

قصیده :

بتی ، که داشت نگاهش مرا ز حیرت لال / در آمد از در من نیم شب خیال مثال
چو شمع ، شعلهٔ شوق منش روان از پیش / چو سایه دود دل عاشقانش از دنبال
ضیا گرفته چو خور ، بند دستش از یاره / به هاله رفته چو مه ساق پایش از خلخال
نهفته سنبل زلفش درون دود آتش / نهاده معجز حسنش بروی آتش خال
عیان ز کنج دهانش دل شکستهٔ من / چو در کنارهٔ کوثر یکی شکسته سفال
ز غیرت رخ او لحظه لحظه پروانه / طپانچه ها به رخ شمع میزد از پر و بال (۱)
گشود لب بحدیثی که هر زمان میکرد / میان سینه و لب روح قدسش استقبال
چه گفت؟ گفت که : ای عاشق پریشان روز / چه گفت ؟ گفت که: ای یار نابسامان حال !
فراق دوست چو حسرت ، سیاه دل چون هجر / کناره جوی چو غم ، پا شکسته همچو ملال
چه طالعست که خورشید طالعت هرگز / در آسمان نکند سیر جز بسمت زوال
بران سرم که همین لحظه رغم گردون را / بشام هجر تو پوشم لباس روز وصال
بجوش خرمی ، اول بباده رو آریم / به می ، ز صفحهٔ خاطر، بریم گرد ملال
بلب ، ز حلق صراحی ، بریم پنبه برون / چنانکه شیر ز پستان برون کشند اطفال
میٔ ز شیشه برون ریخت کز مشاهده اش / چو ماه چارده پر نور گشته جام هلال
میٔ چو شمع، که پروانه ها بر آتش او / بیک دگر ز سر خویشتن کنند جدال
میٔ که توبه ز نورش چو سایه بگریزد / اگر بپای نهندش سلاسل و اغلال
ز خم چو باده فروشش بر آورد گوئی / ز چاه ماه مقنع نموده است جمال
میٔ چنانکه در آئینه عکس اگر فگند / چو سنگ شیشه گدازد ز گرمیش تمثال
میٔ که از سر حدت چو قطره افشاند / شود پیاله مشبک بصورت غربال
بجرعهٔ قدحش گر فلک رساند لب / بر آید از لب گردون سهیل چون تبخال
میٔ چنانکه خیالش چو بگذرد در دل / شوند مست ببویش مخدرات خیال
کشیده پردهٔ عصمت ز روی و ننماید / ز فرط شوق به نامحرمان فکر جمال

۱ـ دیوانش این دو بیت زائد دارد:

نگه چو تیز زبانان بگفتگو مشغول / کرشمه همچو کریمان در انتظار سوال
جلا گرفتی چشم از نظاره اش دردم / غذا گرفتی روح از تکلمش در حال
(میخانه چاپ گلچین ص ۵۲۰)

می' چنانکه ز شرم رخش برون آید   چو قطرهای عرق لعل از مسام جبال
می' سهیل شعاعی که دارد آن تاثیر   که سرخ رو شود از وی صحیفه' اعمال
ازان شراب که گر اعمیش کشد در چشم   بروز روشن بیند بر آسمان اشکال
چنانکه شیوه' ساقی است ساغری در داد   چو جام لاله ز ساقی و درد مالا مال
به لا به گفتمش : ای نازنین! بعزت عشق   که توبه کارم ازین ارتکاب و این افعال
بعشوه گفت : که بگذار زهد را کاین می'   بود چو خون دل دشمنان شاه ، حلال
(ش : ۳۷۹ تا ۳۸۳ ، گ : ۵۳۵ - ۵۴۴)

مولوی شفیع مرحوم و آقای' گلچین معانی :در میخانه چاپ لاهور و چاپ‌تهران هرچه راجع به شاپور افزوده اند ، ماحصل آن بدین قرار است :

۱) نامش: بقول تقی کاشی: (اسپر نگر ص۲۲) شرف‌الدین و بقول داغستانی (ریو ۲۷۶) و مبتلا : ارجاسپ بود (ش)

۲) نام پدرش : نزد جمله' تذکره نویسان : خواجه خواجگی است و خواجگی برادر حقیقی میرزا محمدشریف هجری پدر اعتمادالدوله جهانگیری (والد نور جهان بیگم) است. سروآزاد (ص ۵۱) طاهر نصرآبادی (ریو ۲۷۶) میگوید که : شاه پور خواهر زاده' امیدی و بقول صاحب آتشکده (ص ۲۰۳) و مجمع‌الفصحا (۲: ۲۳) از اولاد امیدی است و با امین رازی هم قرابت قریبه داشت (ش)

۳) تخلص او در منتخب الاشعار و مجمع النفائس فریبی آمده ، اما تقی کاشی قریبی بجای' فریبی دارد (اسپر نگر) و تقی اوحدی قربی (بانکیپور) (ش)

گلچین معانی نوشته است که : بدون شک قریبی و قربی هر دو تحریف کاتب است و اصل فریبی بوده (میخانه ۵۳۵)

۴) راجع به ورود هند : تقی کاشی (اسپرنگر ۲۲) میگوید که : در سال ۹۹۶ھ دیوان فغانی را تتبع میکرد . و بقول تقی اوحدی که با او در اوائل عهد شاه عباس (۹۹۶-۱۰۳۸ھ) در قزوین ملاقی شده عمرش در آن ایام به بیست [سال] و چند ماه رسیده بود . ظاهراً این ملاقات در ۹۹۶ھ روی' داد . از آنکه بقول ریو : در همین سال بهند رفت (سپلیمنت ۲۰۲) طاهر نصرآبادی (اسپر نگر ۹۱) برین اطلاع افزوده است که : ورودش در هند بتقریب تجارت بود . معلوم میشود که در سن ۱۰۰۲ھ از لاهور بعراق رفت (فهرست بانکیپور) و در ۱۰۱۹ھ باز بهند رجوع کرد . (سپلیمنت ریو) و اینکه صاحب میخانه‌گفته که: در سنه ۱۰۲۵ھ روانه' ایران شد ، غالباً بروانگی او کرۀ ثانیه تعلق دارد . از آتشکده (۲۰۳) هم پیداست که : شاپور دو بار بهند رفت و بعد از مراجعت بوطن مرد . و قول هدایت (مجمع الفصحا ۲: ۲۳)

که : او در هند فوت شد . غالب شایستهٔ اعتماد نیست (ش) آقای گلچین هم تائید کرده است و میگوید که : هیچیک از اقوال این شخص (هدایت) قابل اعتماد نیست (میخانه ۵۳۶)

آقای گلچین معانی در چاپ تازه بدینقرار افزوده است :

قاموس الاعلام : شاپور از شعرای ایرانست . طهرانیست . از نسل مولانا امیدی . ابتدأ فریبی تخلص میکرد ، بعد باسم تخلص کرده است . دو مرتبه بهندستان رفته از انعام شاه سلیم و اکبر شاه و علی‌الخصوص میرزا جعفر آصف خان بهره مند گردیده و در مراجعت در سال ۱۰۴۸ه وفات یافته ، در نزدیکی تبریز در محلهٔ سرخاب دفن شده است . (مؤلف قاموس با مدفن شاهفور اشهری نیشاپوری ــ که بقول دولت شاه در سنه ۹۶۰ه و بقول حشری در ۶۰۰ه در گزشته ــ اشتباه کرده است . و اوست که در کنار حکیم خاقانی و حکیم اسدی و ظهیر فاریابی بخوابگاه ابدی آرمیده است . گلچین)

مجمع الخواص صادق کتابدار : فریبی طهرانی ، از مردم زادگان طهران و از اولاد و انساب مولانا امیدی است . اگر کسی نپرسد معلوم نیست که بمیل خود بسخن آغاز کند و بگفتن کلمهٔ بیفائده راضی شود . طبع شعرش بسیار ملایمست (ص ۲۰۱)

عرفات العاشقین : شیر دل بیشهٔ معانی ، ذوالاکتاف اکناف سخندانی ، آقا شاپور طهرانی دراصل وی خواجه ارجاسب بود . و در اوائل حال مدتی مدید فریبی تخلص میکرد (فریبی صحیح است و قریبی بدون شک از غلط کاریهای کاتب است) نوبت دوم که او به هند مراجعت نمود شاپور تخلص نمود . قائل این مقال در اول جلوس عباس بادشاه سلمه الله در قزوین بملاقات وی در رسیدم ، و صحبت خوب باهم میداشتم ، بل دیوان ثنای هم با یکدیگر مقابله کردیم . و در اثنای آمدن مخلص بهند ، وی نیز باین جانب شتافت ، لیکن درین مدت در لوهور رخت اقامت افگنده بود ، در هزار و سه (۱۰۰۳ه) از لوهور باز بعراق متوجه شده . اما وی در نسب از فرزند زادگان مولانا امیدی طهرانیست و نسبت خویشاوندی دارد بمفخرالسلاطین والوزراء اعتمادالدولهٔ حضرت جهانگیر پادشاه که نام نامی ایشان خواجه غیاث الدین محمد بن‌خواجه محمد شریف طهرانی است . و شاپور مذکور امروز در جمیع مراتب حال باطنی و ظاهری ترقی فرموده . اشعار خوب بسیار گفته ، والحق هر قسم سخن را چنانچه شاید و باید ، میگوید . اشعارش همه با شعار تازه و طراوت و مزهٔ بی اندازه درعرصهٔ کمالند ، و وی خود بغایت سلیم‌النفس ، خوش طبیعت ، درویش نهاد ، کامل فطرت آمده و تتبع سخن نیز بسیار کرده . و با مخلص و یاران عراق اشعار طرحی وغیره بسیار گفته . در اثنائی سفر عراق درین مرتبه، دیوان خود را از لوهور بخدمت نورالدین قلی فرستاده بود . از آنجا انتخاب کرده شد . دیوانش قریب بده هزار بیت باشد . و از حیاتش بیست سال و کسری تخمیناً گزشته باشد .

راجع به خویشاوندیها ، آقای گلچین مینویند که : خواجه محمد شریف هجری رازی وزیر

اصفهان در زمان شاه طهماسپ . دو برادر دیگر نیز داشته . یکی خواجه احمد که کلانتر ری باو قرار داشته و دیگر خواجه خواجگی . خواجه غیاث الدین احمد پسر خواجه محمد شریف است . و امین رازی مولف هفت اقلیم پسر خواجه احمد کلانتر و شاپور پسر خواجه خواجگی . (میخانه طبع گلچین ص ۵۳۷)

نسب نامه : راقم این سطور در تاریخ مظهر شاه جهانی (مطبوعه سندی ادبی بورد ۱۹۶۲ء) نسب نامهٔ پدری و مادری نورجهان را درست کرده بچاپ رسانیده است . خویشاوندیهای این خانوادهٔ جلیل‌القدر به قرار ذیل در آن نسب ثبت کرده ام :

خواجه شیخ علی تهرانی رازی

؟ — ارجاسپ امیدی یا امیری (۸۶۵ - ۹۲۹ھ)

خواجه محمد شریف هجری، حاکم یزد و اصفهان (۹۱۳ - ۹۸۴ھ) — میرزا خواجه احمد کلانتر ری (متوفی بعد از ۹۸۵ھ) — خواجه خواجگی

غیاث‌الدین اعتماد الدوله متوفی ربیع الاول ۱۰۳۱ھ پدر نور جهان . مدفن آگره داماد میرزا علاءالدوله آقای ملا دوات گار قزوینی که از اولاد شیخ شهاب سهروردی بوده

خواجه محمد طاهر وصلی
محمد صادق میر بخشی جهانگیری داماد غیاث الدین اعتماد الدوله متوفی ۹ ربیع الاول ۱۰۲۳ھ

امین احمد رازی صاحب هفت اقلیم

خواجه شرف الدین شاپور تهرانی (۹۶۵-۱۰۲۰ یا ۱۰۲۸ھ)

میرزا ابو الحسن یمین الدوله آصف خان رابع وزیر الممالک جهانگیر پادشاه . متوفی ۱۷ شعبان ۱۰۵۱ﻫ مدفن لاهور	مهر النسا نور جهان ملکه جهانگیر پادشاه (متوفی ۲۹ شوال ۱۰۵۵ﻫ) مدفن لاهور	هفت پسر و دختر (رک : مظهر شاهجهان)

ارجمند بانو ممتاز محل ملکه شاهجهان پادشاه وفات ۱۷ ذیقعده ۱۰۴۰ﻫ مدفن تاج محل آگره	ده پسر و دختر (رک : مظهر شاهجهانی)

دارا شکوه شهید ۱۰۶۹ﻫ بحکم عالمگیر کشته شد مدفن مقبره همایون دهلی	عالمگیر پادشاه هند (۱۰۶۹ - ۱۱۱۸ﻫ) مدفن اورنگ آباد

ملک الشعرای طالب آملی : در ستائش شاپور گوید :

بحمد الله که، در ملک سخن ، دستور را دیدم همان رشک عطارد شاعر مشهور را دیدم
بچشم شوق ، حسن جلوهٔ او : بود منظورم بحمد الله که حسن جلوهٔ منظور را دیدم
چو در مجموعهٔ اشعار شادابش ، نظر کردم بروی صفحه ، جوش چشمه های نور را دیدم
بهر یک مصرعهٔ پر معنیش ، چون دیده بکشادم بسیر یک خیابان ، صد هزاران حور را دیدم
بگردا گرد ، رخ پوشیدگان معنی بکرش بدل ، نزدیکی الفاظ دورادور را دیدم
ازان مشکین جوار شبهای روحانی، که خود دانی بدکانش دوای صید دل رنجور را دیدم
نشان موم روغن یافتم در حلقهٔ حلقش چو کردم باز ، ناگه مرهم ناسور را دیدم
بروی بالش هر نقطه از اوراق دیوانش سرژولیدهٔ صد لعبت مخمور را دیدم

چو دیدم دست او ، گفتی : ید بیضاست منظورم   چو دیدم کلک او گفتی : نهال طور را دیدم
بنوعی از صریر کلک او شادم ، که پنداری   برون از پرده ، شکل نغمهٔ طنبور را دیدم
چو دیدم در دل بلبل ، ز نیش تیزیٔ طبعش   مشبک در مشبک ، خانهٔ زنبور را دیدم
چو کردم دیده را ، باریک بین ، در دقت فکرش   خیال جنبش مژگان و چشم مور را دیدم
ندیدم در جهان ذاتی ، چو ذاتش ، گرچه مدتها   بچشم امتیاز خویشتن جمهور را دیدم
به خسرو ، داشتم روی نیازی در جهان ، طالب   ازو واسوختم ، چون صنعت شاپور را دیدم
چه خوشحالم که ، بعد از مدت یکسانه مهجوری   خوش و خوشوقت ، اورا دیدم و لاهور را دیدم

(دانشمند محترم آقای گلچین معانی بعنوانه دیوان خطی کتابخانه ملک شمارهٔ ۵۰۹۲)

قصیدهٔ شاپور :

چو نالهٔ سحری ، قلم از دهان ، برداشت   خروش عرش ، ز فریاد من ، فغان برداشت
ز بسکه زرد و ضعیفم ، بجذبه کاهربا   ز پشت و پهلوی من : یک یک استخوان برداشت
صد آفتاب ، بهر سو کلافه در دستند   کنون که حسن تو یک تخته از دکان برداشت
بدامنت نرسد دست کس که ، جلوهٔ ناز   ترا ببام فلک برد و نردبان برداشت
بجز سخن ، که گهی برلبت گزار کند   ندیده ام که کسی کام زان دهان برداشت
گرم بدیده در افتد ، ز بیم گم شد نش   دگر دو چشم نخواهم ازان میان برداشت
مبین بچشم حقارت ، که طفل اشک مست   فتاده می ، که بفرزندیش توان برداشت
شهید عشق ، بشوق که شاخ گل گیرند   ز دست قاتل خود زخم جانستان برداشت
بحجلهٔ پس زانوی دلم بوصل نشست   نظر ، حجاب نظر بود ، از میان برداشت
ز آشنائی مردم علاقه کردم باز   ز کس خلاف طبیعت نمیتوان برداشت
بملک ری سر از آنم فرو نمی آید   که عاشقی ز دلم ، ذوق خان و مان برداشت
هلاک یار صفاهانیم کسه ، دانسته   پلاس کهنهٔ ما را بپرنیان برداشت
حریص بیع دلم شد ، چنانکه غیرت رشک   رسوم بار فروشی ز دوستان برداشت
جدائیم ز صفاهان بود بسی مشکل   که زود زود ، دل از دل ، نمیتوان برداشت
ز غبن ، سرمه بچشم بتان سیه پوشست   که یا برای چه از خاک اصفهان برداشت
گمانش اینکه ، مرا بر گرفته است ز خاک   فلک که رویم ازان خاک آستان برداشت
ببخت عشق ، مکارید تخم عیش بدل   که گل بچهرهٔ من کشت و زعفران برداشت
هنوز رسم گدائی نبود در عالم   که دیده کاسه بدریوزهٔ بتان برداشت
مسافرم ، پیٔ کحل الجواهر و چشم   جهان بزیر پی آورد ، تا نشان برداشت
بآستانهٔ شاه نجف که خاکش را   بتو تیائیٔ کحال اختران برداشت
شهاب ثاقب ، یعنی علی ابو طالب   که ایزدش پیٔ افکندن بتان برداشت

غزل :

کی بی تو دم زدم که ، تن مبتلا نسوخت — از آه گرم ، سینه جدا ، دل جدا نسوخت
جز شمع ،کس بر آتشم امشب نداشت دست — جز بهـر آشنا ، جگر آشنا نسوخت
تا دل نسوختم ، دم گرمی نیافتم — افسرده آنکه سینه بداغ جفا نسوخت
ننهاد تیغ جور ، زکفت ، تا مرا نکشت — بنشست آتش غضبش تا مرا نسوخت
آنشمع ، کز نظارهٔ او ، سوخت عالمی — در حیرتم که بر بدنش، چون قبا نسوخت
شاپور ، در فراق تو هرگز دمی نزد — کز برق آه ، خرمن صد بینوا نسوخت
در چمن بودم ، سر کوی تو ، یاد آمد مرا — روی گل دیدم ، گل رویٔ بیاد آمد مرا
در دل خود ، نقش می بستم گلستان خلیل — زلف و رویٔ آتشین خویٔ ، بیاد آمد مرا
از دعا ، گفتند : عیسی مرده‌ی را زنده کرد — معجز لعل سخنگوی بیاد آمد مرا
رغبت جانبازیٔ پروانه ، دیدم گرد شمع — از وصال آتشین روی بیاد آمد مرا
گریه ، از نالیدن شاپور ، بر من زور کرد — از غریب بیکس و کوی بیاد آمد مرا
سوز دلـم ، از اشک دمادم ، ننشیند — این آتش سوزنده ، بدین نم ننشیند
در مجلس ما عیش نگنجد ، که درین بزم — گر پای نهـد جز بسر غم ننشیند
محنت زدهٔ قهر تو همصحبت دردست — با خاطر شاد و دل خرم ننشیند
چشم سیهت ، بسته چنان راه امیدم — کز غمزه ، بدل تیر جفا هم ننشیند
شاپور که سر حلقهٔ وحشی صفتانست — در دائرهٔ مردم عالم ننشیند

(دیوان شاپور نسخهٔ خطی کتابخانه ملی ملک شمارهٔ ۲۸۵۵ گ)

ابیات :

چون باد ، دران خانه که آرام دلی نیست — از در چو در آیند ، ز روزن بگریزند
روشن نشد ز آتش ما ، چشمخانهٔ — همچون چراغ گور ، بویرانه سوختیم (۱)
ببادم میدهد هر دم ، هوا وار این چنین باید — بهیچم بر نمی گیرد ، خریدار این چنین باید
در سینهٔ بی کینهٔ ما صلح نمودند — گز دشمنیٔ بود بهم شادی و غم را
فریاد ، ز چندین دل آزرده ، بر آمد — در کوی تو ، هر جا که نهادیم ، قدم را (۲)
نفسی خوش نزنم ، تا خبر دل ، نرسد — ترسم آن تشنهٔ دیدار ، بمنزل نرسد
نازکدلم چو کاسهٔ چینی ، خدائرا ! — انگشت بر لبم تُزَنی کز فغان پرست !
نه نشست آنقدر که ، ببینم رخش درست — چشمش هزار کار و لبش صد خیال داشت (۲)

۱- تجمع النفائس و ریاض الشعرا و نصر آبادی دارد .
۲- سرو آزاد و ریاض الشعرا دارد :

بوفای دو سه روزش ، مرو از ره ، شاپور ‌‌ ‌ که همین راحت جان ، آفت جان خواهد شد (۱)

بیداد تو بر طاق بلندست ، وگر نه ‌‌ ‌ من کوتهی از ناله و فریاد ، نکردم (۱)

در بادیه ، آن خار بن ریخته برگم ‌‌ ‌ کز حادثه مرغی بپناهم نگریزد (۱)

چو شوخی ، نو سواری ، بصدر زین ننشست ‌‌ ‌ تو تا سوار شدی ، فتنه بر زمین ننشست (۲)

(گلچین بحوالهٔ سفینهٔ خوشگو)

ریاض الشعرا : آقا شاپور ، نامش ارجاسپ است . اول فریبی تخلص میکرده بهند آمده بعد از مراجعت از هند ، شاپور تخلص کرده . دیوانش نظر راقم حروف رسیده اشعار خوب دارد و با تقی اوحدی معاصر و مصاحب بوده . از اوست :

تو ، چون خود سوی مشتاقان نخواهی آمدن ، باری

گریبان باز کن تا باد بوی پیرهن گیرد

زهی نگاه ترا فتنه همدم دیرین ‌‌ ‌ نهاده چشم تو ما باز سر بیک بالین

در بزم شمع سوختن هرگز نصیب من نشد ‌‌ ‌ پروانهٔ نی طالعم خود را بگلخن میزنم

به تیره روزی خود ، خنده میکنم ، ورنه ‌‌ ‌ ز عیش نیست ، در این روزگار ، خندیدن

ز خط زائل نگردد جانفزای لعل جانان را ‌‌ ‌ ز خاصیت نیندازد غباری ، آب حیوان را

از دل غیر بمیزان محبت دل من ‌‌ ‌ زان گران سنگ تر افتاد که پیکان بوده است

لبی که تر نشد از می ، لب ایاغ من است ‌‌ ‌ گلی که تازه بود تا بحشر ، داغ من است

جای ، نفس ، از بهر خیال تو ، تهی کرد ‌‌ ‌ آهی که ز دل در نفس باز پسین خاست

از حال خود نه مارا راحت خموش دارد ‌‌ ‌ گفتن نمیتوانم دیوار گوش دارد

لیلی خبر ندارد از آب چشم مجنون ‌‌ ‌ صحرانشین چه داند دریا چه جوش دارد

صبا ! ز قافله سالار باد صبح ، بپرس ‌‌ ‌ که : بار نافهٔ مشکین ، از کدام چین ، دارد

نعم‌البدل وعدهٔ صد ساله وصال است ‌‌ ‌ این بوسه که نقد از لب پیغام گرفتم (۳)

بدامانم مگر با قیمت گردی زاستادهٔ تو ‌‌ ‌ که هر ساعت سرم در سجدهٔ دامن فرود آید

بدینکه سوخت ز هجرم زمانه راضی نیست ‌‌ ‌ بر آن سر است که ، خاکسترم بباد دهد

بس بوالعجبیهاست درین دهر ، که مارا ‌‌ ‌ پا مرحله پیموده و دل آبله دارد (۴)

۱- مجمع النفائس ، ریاض الشعرا و نصرآبادی ، دارد .

۲- سرو آزاد و ریاض الشعرا دارد .

۳- مجمع النفائس و سرو آزاد دارد . مجمع النفائس ، صد ساله حیات است ، دارد

۴- مجمع النفائس بجای «درین دهر» «درین راه» دارد

چنان یکی شده ام با خیال توسن تو   که در عنانم و یار انتظار من دارد
ز آتش سوزم من مجنون ، که بر فرق سرم   گر نشیند مرغ آتشخوار خاکستر شود
بذوق میکنم تکرار حرف . دلستانی را   که دل در سینه پندارد که بنویسم دهانی را
نمیدانم تو خواهی بود یا گردون ، چنین دانم   که دامنگیر گردد خون من نامهربانی را (۱)
عشق آن چنان بشیوهٔ مجنون نمانده است   صد درد و داغ دیگرش افزوده ایم ما
بیاد چشم مستت باده مینوشند و میترسم   که دیگر فتنهٔ در بزم میخواران شود پیدا
منکه مخمورم ، بزاهد کی دهد پیمانه را   نیست بر مسجد روا شمعی که باید خانه را
نالهٔ میشنوم سخت غریبانه ، مگر   مرغ ، بی بال و پری در قفسی افتاده است
تیغش که خاطرم ز غم آزاد میکند   آبی که میخورد ز دلم یاد میکند
کسی از دفتر من ، درس اقبالی نمیگیرد   مصیبت نامه ام ، از من کسی فالی نمیگیرد (۲)
کارم بساقی است که ، از ناز میزند   هر روز بر زمین ، قدح آفتاب را
شرکت غیر بر نمیتابد   نار پستان انار سیمین است
شهر کوران است ، بی او ، شهر ما   چشم مردم بسکه در دنبال اوست (۳)
زینکه گامی ، دوسه زد ناقهٔ لیلی ، بغلط   آسمان تا چه بلا بر سر مجنون آورد (۴)
گر چه دیوانه و شوریده و باطل شده ام   آلت تجربهٔ مردم غافل شده ام
ورق هستیم از هم ، بدرانید ، که من   دیده ام آنقدر اصلاح ، که باطل شده ام
همدم یار گر فرشته بود   شرط عشق است بدگمان بودن
غیرت عشق بچشمی که بدیدار شود   پردهٔ دیده درو پردهٔ دیدار شود
نه همین گوش ز حرفش شکرستان کردم   بسکه دیدم بلبش، دیده نمکدان کردم

دشمن خود خوانده ام با آنکه او را دوست دوست
آن قدر گفتسم که خود را از میان انداختم (۵)
ز دوری بند بندم شد جدا ، زآن سان که می آید
همان شب درمیان از استخوان تا استخوان من (۵)

ببنی چو سوی مدعی عمداً خبردارم کنی   زهری بجام دوستی ریزی و در کارم کنی (۵)

۱- مجمع النفائس و سرو آزاد دارد . بجای چنین دانم ـ ولی دانم ـ دارد .
۲- مجمع النفائس و نصر آبادی دارد .
۳- نصر آبادی دارد .
۴- نصر آبادی و مجمع النفائس دارد .
۵- نصر آبادی دارد .

طفل است و بعاشق روش ، زیست نداند   صد جان اگر از کس طلبد ، نیست ! بداند (۱)
دلدار نداند ، دل ما از دل اغیار   داند که دلست ، این که دل کیست ! نداند (۱)

مجمع النفائس : نام اصلی وی ارجاسپ است . اوائل فریبی تخلص میکرد و نوبت دوم که بهند مراجعت نمود ، شاپور مقرر کرد . تقی اوحدی او را در اوائل جلوس شاه عباس در قزوین دیده بود ، و چون از هند بایران رفت باز در صفاهان ملاقات با او نموده ، بلکه دیوان حکیم سنائی با هم بمقابله کرده اند . باز بهند آمد ؛ و در ۱۰۰۳ء از لاهور بعزم عراق متوجه گشت . و او از فرزندان مولانا امیدی طهرانیست و بسبب خویشی با اعتمادالدوله جهانگیری ـ که با با آدم امرای ایرانی هند است ـ میبود ، و مداحی اعتمادالدوله مذکور بسیار کرده . مثنوی شیرین و فرهاد شروع نموده توفیق اتمام نیافت ، اما هر قدر گفته بسیار با مزه گفته . دیوان او قریب به بیست و پنج هزار بیت است ، مشتمل بر انواع سخن . سه تخلص میکرد ، شاپور و فریبی و شاه نور هریکی را مناسب بحر غزل آورده . و این قسم کم کسی را اتفاق افتاده ، مگر میر معز که معز و موسوی و فطرت هر سه تخلص اوست . از وست :

با غیر اگر مرا دهد دست   در زیر یک آسمان نباشم
زهی نگاه ترا فتنه همدم دیرین   نهاده چشم تو با ناز ، سر بیک بالین
از خار خار رشکم در سینه دل به تنگ است   چون بلبلی که خارش از آشیانه روید

فقیر آرزو گوید که : خار خار بمعنی دغدغه و خواهش امر مرغوب در محاورات مستعمل است . و از خار خار رشک ، که گزشت ، چنین معلوم میشود که بمعنی مطلقاً دغدغهٔ خاطر و خلش طبیعت نیز آمده ، در این صورت این مصرع ملا محمد علی حزین :

خار خار غم ایام چه باید بودن

درست باشد ، پس اعتراضی که در تنبیه الغافلین نوشته ام ، آن را جواب بهمرسید .

از حال خود نه ما را راحت خموش دارد   گفتن نمیتوانم : دیوار گوش دارد
همنشین ، از مستیم جز شعله ، در بستر ندید   آنکه شب دید آتشم ، امروز خاکستر ندید
برو ای بوی ، سلامت بدماغم منشین   که درین کوچه ، دبا دم گزری دارد عشق
بدین‌که سوخت ز هجرم زمانه راضی نیست   بدان سر است که خاکسترم بباد دهد
سر آهنگ مشتاقان کجا دارد ، کز استغنا   سلام کعبه نیستاند سر کوی که من دانم
پی مراد دل از جای بر نمیخیزم   که بخت خفته سر اندر کنار من دارد
بی تو ، در بستر هجران ، غم این میکشدم   که نیای تو و کارم بمسیحا افتد

۱- مجمع النفائس و نصر آبادی دارد .

غمزه گر این است ، فردا روز حشر ، از یک نگاه
هم تو خواهی خواست عذر آنچه با ما کرده‌ٔ

آن سبوی کهنه ام بی می ،که رند باده نوش — آخر ماه صفر از بام خمارم فگند
دماغم نکهت پیراهنی بشنید و بدخو شد — بدان غایت که میگوید دهان غنچه بو دارد
بملک عشق من آن کشور وفا خیزم — که تا بروز قیامت بیک هوا باشم
بی تو از بسکه بزانوی غمم روی بماند — صورتم نقش بر آئینهٔ زانوی بماند
ملول از آشنائیهای گل ، مرغ دلی دارم — که در گلشن ز دلگیری بچنگ باز می آید
چون باد دران خانه که آرام دلی نیست — از در چو درآیند ز روزن بگریزند
نازک دلم چو کاسهٔ چینی ، خدای را — انگشت بر لبم نزنی ، کز فغان پر است (۱)

این ابیات شاپور که از قصیدهٔ اوست مرا بسیار خوش آمده بود ، لهذا نوشته ام :

کنند همره فرهاد تیشه را در خاک — که نیست هیچ کم از کوه حسرت شیرین
دلست این که بروز سیه نشانده مرا — من سیاه زبان پس کرا کنم نفرین
آنچنان نیست چشم بر عدمم — که کس از خواب خوش شود بیدار
نفگنند با حمایت رایش — سایه را با هزار دست چنار
ایمنی بین که در ولایت او — گشته تیر و کمان چنان بیکار
زه بتحسین اگر کسی گوید — آورد آب در دهان سوفار
ملک را زان پسش که بگرفتند — دلش از تیغ و دستش از ایثار
بخش کردند نی زیاد و نه کم — دو جهان را بهم برادر وار

در تعریف اسپ گوید :

بگاه پویه عرق چون ازو فرو ریزد — بود بعینه بادی که آورد باران

در تمهید قصیده گفته :

نگنبده نغمهٔ بلبل ، ببوستان ، شوق — که غنچه نیز دهن جمع کرده بهر صفیر
نکهت باد صبا، فیض از دم جبریل، داشت — ورنه آبستن چسان گردید بکر شاخسار
اینک اینک از کنار جوی میآید نسیم — دوش بر دوش صنوبر دست بر دست چنار

ای حریفان ! خوردن می بر شقایق ، تهمت است
کز دهانش کردم استشمام بوی کوکنار

ابر نیسانی نمایان نیست از بالای کوه — خاسته است از داغهای لاله دود کوهسار

۱- سرو آزاد دارد .

من غزلیاته :

ز خط زائل نگردد جان فزای لعل جانان را   ز خاصیت نیندازد غباری آب حیوان را

در رحمت نگردد بسته هرگز ، لیک میترسم   که محتاجان درد او ، بتنگ آرند یزدان را

بنوعی میکنم ، اظهار حرف داستانی را   که دل در سینه پندارد که میبوسم دهانی را (١)

خائیده اند سگ منشان استخوان ما   پرهیز ای همای که آلوده ایم ما

نیامدی تو ، و در پیش اشتیاق ، امروز   امیدواری من ساخت شرمسار مرا

تو در بازار چون پیدا شدی ، بر خلق ظاهر شد

که یوسف ، پیش ازین بهر چه برچیده است ، دوکان را

نمیگویم : که از زندان غم ، آزاد کن مارا   اگر، جای گرفتاری به بینی ، یاد کن مارا (١)

نام لب تو میبرم کایدم آب در دهان   تا بگلو فرو برم تلخی کام خویش را

درین بیت فریبی تخلص کرده :

همچو فریبی حزین ، بیتو مقیم گلخنیم   عشق تو ، برده از دلم ، یاد مقام خویش را

نهانی صد اشارت داشت بامن ، چشم خونخوارش   که بی موجب بخون خویش میدادم گواهی را

بقید زلفش از بیتابی دل ، زار تر گشتم   طپیدن شست محکم تر کند در کام ماهی را

دل که گم گشت ، یکی هرزه درا بیش نبود   نه مرا باشد ، ازین گم شده نقصان ، نه ترا

گرچه عریانم بحمدالله مژگان سرشک   هرگز از هم نگسلد چون تار پیراهن مرا

بیاد چشم مستش ، باده مینو شند ، میترسم   که ناگه، فتنهٔ در بزم میخواران ، شود پیدا

کارم بساقی است که از ناز میبرند   هر روز بر زمین قدح آفتاب را

تر میکنم بگوشهٔ غم ، بهر ضعف دل   از آب دیده کهگل دیوار خویش را

ناصح از عشق بتانم ، توبه فرموده است ، لیک   نیست شاپور اعتمادی توبهٔ فرموده را

غیرت مبر بهرزه زلیخا ، کزان بدن   صد پاره گر شود ، نشود پیرهن جدا

ابنای روزگار چه تدبیرها کنند   تا بلبل بزور شود از چمن جدا

منکه مخمورم بزاهد کی دهم پیمانه را   نیست در مسجد روا شمعی که باید خانه را

شب است ای آشنا ! احوال شاپور از که میپرسی؟

خدا داند که ، جایش در کدامین گلخن است امشب

زمن ، ای دوست ! نقل صحبت یاران چه میپرسی

که دل جای دگر بوده است و من جای دگر امشب

١ـ نصرآبادی دارد .

اگر بغیر، شوی همدم، از تو نیست عجب / وگر، مرا بکشی، این هم از تو نیست عجب
عهد شکسته را، بوفای درست کن / عهد گزشته نیست، که نتوان ز سر گرفت
شاپور خسته، گفت ز احوال خویشتن / درد دل آنقدر که، مرا درد سرگرفت
شرم آیدم بصورت لیلی نگه کرد / چون صورتش بصورت مجنون برابر است

لیکن در ترکیب مصرع اول آرزو را خدشه است :

تنک شراب ز ظرف می آب حیوان ریخت / پیاله پیش لب آورد و در گریبان ریخت
همنشین دی که نشان من حیران برداشت / همه جا تا سر کویش پی مژگان برداشت
خجل از دست خودم زانکه نیاورد دمی / بسکه از گردن من بار گریبان برداشت
تا بمردن در شکنج دام، صید ساده دل / دل باین خوش میکند، کز خاطر صیاد رفت
از دل غیر، بمیزان محبت دل من / زان‌گران سنگ بر افتاد که پیکان تو داشت
شاپورا! مبر رخت بنومیدی، ازین در / با مغبچه بیعت کن! اگر پیر مغان نیست!
نمیرود بگو صاف عشرتی ما را / نصیب کیست که ساقی بجام ما کرده است
صد قسم، بهر یکی وعده، چرا باید خورد / دعوی با تو نبود این همه سوگند نداشت
عیبم همه این است که یک شمهٔ عمرم / بی زلف گره بر گره خم بخمی رفت
حدیث شکوهٔ من گفته اند، و میماند / برنگ گفته من، لیک از زبانم نیست
ناله میشنوم سخت غریبانه مگر / مرغ بی بال و پری در قفسی افتاده است
سینه سوراخ کند، نالهٔ آن مرغ اسیر / که جدا همچو من از همنفسی افتاده است
دل، بی رخت، از زندگی خویش، نفور است / هرشب، که رود بی تو، شب اول گور است
گر سرمه ضرور است پی قوت دیدن / بی دولت دیدار تو دیدن چه ضرور است
گرچه لیلی، اول از جام محبت، مست شد / کاسهٔ رسوای آخر، بر سر مجنون شکست
ای که! با اینهمه ناز آمدهٔ در خوابم / تا تماشا کنمت دیدهٔ بیدار کجاست
از ضعف، براهش چو غباریم نشسته / اما نه غباری که تواند ز زمین خاست
طوفان گریهٔ، که مرا بی تو هر دم است / وصل، ار بعمر نوح تلافی کند، کم است
از بوی تو جان بدهند و جان مزد ستاند / هم مردن و هم زیستن، من، ز نسیم است
هجر، گر رفت، غم رشک رسید، از پی او / از برای من محنت زده، عشرت کم نیست
العطش میگویم و گردد گره چون آبله / در گلو آبم، مگر خار بیابان تشنه است
مدعی نگذاشت، تیغش، تا گلوی من رسد / کربلای عشق را شاه شهیدان تشنه است
گه خوانده ام بغمزه و گه رانده ام بناز / مست است و استقامتش اندر مزاج نیست
جان رفت و با دلم غم او، گرم صحبت است / گر خواهی ای شکیب ترا نیز رخصت است
دل، بدیوانگی کشد مارا / عاشقی را بهانه ساخته است

همت از در کاشانهٔ ما ، میگذرد یار
ای ناله ! برون آ که گمان اثری هست
تا ابد مایهٔ درد دل پرویز بود
نقش شیرین که بمرگ از دل فرهاد نرفت
میدهد شاپور جان از بهر یک ساغر شراب
دلبر میخواره دارد گرچه خود میخواره نیست
کام از لب معشوق نگیریم ، که در عشق
چیزی که حلال است گرفتن سر راه است
شاپور شد از بیم نگاهش ، چو گریزان
دل جای دگر، چشم بجای دگر ، انداخت
منلبان حرم کعبه ! ره خود گیرید
این نه کعبه است در خانهٔ جانانهٔ ماست
گفت وگوی سخن دوست ، بهر رنگ نکوست
پیش ما ، شکر و شکایت ، همه یک مضمون است
امشب ای ساقی ! که دور تست ، اشفاق بکن
کس چه میداند، که چون فردا شود، دوران کیست
این نقش سنگ نیست ، که از خاک بیستون
شیرین نمیخرامد و گلگون نمیرود
گر میبری بکشتن و بستن دل مرا
بیچاره از رضای تو بیرون نمیرود
از بس زیاض کوی تو ، بیگانه پرور است
هرگز درو دو مرغ ز یک آشیان نبود
ندارد آن پری ، شاپور ! چون گوشی ، بحرف من
حدیثی راکه ، صد ره گفته باشم ، باز میپرسد
حسن از تمکین نوگیرد محبت ز اضطراب
تا جوانی گشت یوسف صد زلیخا پیر شد
بمحنت خانهٔ عاشق چه شد گر یک نفس ماند
که گل هم بهر بلبل ، گاه گاهی در قفس ماند
صید ناوک خوردهٔ عشقم ، ادب را پاس دار
خشک گردد دست گستاخی که پیکانم کشد
خجلت شاپور ، از روی برهمن ، خوب نیست
پس همان بهتر که زاهد ننگ ایمانم کشد
گلی مبوی ، که بوی وفا ، نمی آید
ز گلبنی که ، درو بلبل آشیان نکند
حدیث شوق ، که در دل دمی قرارش نیست
ز بیم خوی تو ، همراهی زبان نکند
بنیرخنم مرا ، ناوک بیداد زدن ، خوست
با زیستن و مردن کس ، کار ندارد
میرود رقص کنان بر دم تیغی ، شاپور
دامنش را بگزارید که کاری دارد (١)
دردیست دلم را ، ولی از غایت مستی
گر پرسش این ناله ات از چیست ، نداند
شاپور ! بمحشر چه حساب وچه کتاب است
با هیچمدانی ، که ده از بیست ، نداند
گر مهر تو ، بیرون رود از سینهٔ مردم
در شهر کسی را بکسی کینه نماند
کار از غم دلتنگ به پروانه نگیرد
با شعله چنین کشتی خصمانه نگیرد
پیشش نبرم شکوهٔ اغیار ، که دانم
بیگانه بجز جانب بیگانه نگیرد
تنها گله کی زو ، دل کم حوصله دارد
آزردهٔ عشق از همه عالم گله دارد
جز بکویت ، دل دیوانه بجای نکشد
نکشد خاطرم آنجا ، که جفای نکشد

١ــ سرو آزاد دارد .

مرغ دل چند نفس در قفس سینه زند — یک صفیر از در و دیوار سرای نکشد
از گم شد گان فلک است اختر و انجم — چون ماه مقنع مگر از چاه بر آید
حال مرغیست دلم را ، که بانداز چمن — ز آشیان آید و در دام گرفتار شود
هوس قامت یارم ، چو در آغوش آمد — جانم از هر بن مو سوی برو دوش آمد
نکهت حرف وفا از دهنت می آید — سر این کار نداری سخنت می آید
گر نه یوسف گم گشته، درین جامه ، چرا — بوی مصر از طرف پیرهنت می آید

اگر خواهد مدد ، در قتل و غارت ، چشمش از چشمش
عجب نبود که مردم را بمردم کار می افتد

هر تیر که چون نیشکر از دست تو خوردم — تا آهن پیکان همگی جزو بدن شد (۱)
گر از مسجد رسم ، شاپور! میگو پند بیدردان — که : از میخانه باز آن رند شاهد باز می آید
شهید ساخت مرا یار و بر سر خاکم — کنون نشسته ز مردم چراغ میخواهد
بدل باز از جنونم خار خاری میشود پیدا — خدا از آفت دستم ، گریبان را نگهدارد
عشق بهر غیرتم دلهای ناوک خورده را — یک بیک می آورد پیش نظر می افگند
بسکه مدهوشم نمیدانم چه میگوید لبش — این قدر دانم که شوری در جگر می افگند
در خواب رخش دیدم و حیرانیم افزود — کین خواب ، نه شایستهٔ بخت چومنی ، بود
خمهای گنج قارون کاکسیر شادمانیست — یا در زمین نهانست یا میفروش دارد
طرز ادب از عشق بیاموز ، که هجرم — از چشم من افتادهٔ و در پای من افتد
غم فراغت طلب و دستگه دل تنگ است — تا خجالت نکشی خانه بمهمان بگذار
گر صید غمزهٔ تو نباشد ، فرشته را — از صد قدم به تیر تغافل نگاهدار
چندان کرشمه ، عرض دهد ، وقت عرض حال — کاندر میانه ، فوت شود مدعای کس

اگر دلدار بی مهر است ، من هم غیرتی دارم
گر او رفت از نظر ، من نیز خواهم رفت از یادش

تا کرده بادل مشورت پنهان ز تیغ غمزه اش — جان دادم و برداشتم زخم نمایان در عوض
عاشقم شاپور ، پر با کفر و دینم ، کار نیست — رونق هنگامهٔ گبر و مسلمانم ، چو شمع
بسکه در خاطر ، خیال آن ، بر و دوش ، آورم — خویش را از شوق میخواهم در آغوش ، آورم
پشمینهٔ صلاح ، که گل گل شد از شراب — آتش زدیم و بر در میخانه سوختیم
گردش ایام و سعی مدعی ، دخل نداشت — نا امیدی از سر کوی تو ، کرد آواره ام
میرسد شاپور آن گل ، خوش تماشای است ناز — گر هجوم اشک نبود مانع نظاره ام

۱ـ سرو آزاد دارد .

راز ترا با خویشتن وصل ترا با مدعی | میگویم و لب میگزم میبینم و تن میزنم
شاپور فتنهٔ نشود بعد ازین پدید | دل را و دیده را اگر از هم جدا کنم
ز زنجیر جنونم عقل بیرون برد و میترسم | بدام طرهٔ دستار و در بند قبا افتم
ز بس لب تشنهٔ وصل توام در وادیٔ هجران | دهم تا خویش را تسکین بفکر کربلا افتم
کفارهٔ نماز صبوحی، که فوت شد | ساغر، بطاق ابروی محراب میزنم
در گل ز عشق پایم بسیار رفته لیکن | هر بار تا بزانو این بار تا بدامن
گر دل بدست افتد مرا، بینند سزایٔ خویشتن | یکسر بپای دل نهم یکسر بپای خویشتن
شاپور خیز! تا غمی از دل، برون کنیم | از تو حدیث دوری و از ما گریستن
همدم یار گر فرشته بود | شرط عشق است بدگمان بود
بر درگهٔ پیر مغان، شاپور! گشتم معتکف | آب سلامت ریخته، خاک ملامت بیخته
غیر از خیال خویش اگر دیدهٔ، بگو! | چندین که گرد خاطر افگار گشته
بخونخواری رها کن چشم خود را | همین بیمارش از پرهیز داری

از مثنوی شیرین و خسرو است.

چو ساغر را نماندی باده باقی | کلیدی همچو طفل انگشت ساقی

رباعیات:

بر خیز چه خفتی ای ندیم سحری | کآورد سپیده دم شمیم سحری
پرویزن شب مگر حریر است کزو | خوش بیخته میشود نسیم سحری
مرغ دل من که صید دیدن باشد | کی از قفسش سر پریدن باشد
پیداست که تا کجا بود پروازش | مرغی که پریدنش طپیدن باشد

انتخاب دیگر از شاپور:

رحمست بپروانه، که باین همه پرواز | دستی که بدامن نرسد بال و پر اوست
کم کن آزار دلم، کم کن که با این بیکسی | خان و مان ویران کنی چون ناله در فرمان اوست
امشب دل رمیده، بزلف که؟ خانه ساخت | این طائر غریب کجا؟ آشیانه ساخت
قسمت خویشتن از غمزهٔ نازک زن دوست | همه کس یافته شاپور مگر آدم نیست
دوشم که دیده، نور ز شمع جمال داشت | این غیرتم بسوخت که پروانه بال داشت
آگاهم از شکوفه، نسیم سحر نکرد | غیر از جنون، کسی ز بهارم، خبر نکرد
نز آن رشک گل را یوسف ار بیند عجب نبود | که طرف دامن از خجلت بچاک پیرهن پوشد
سر زلفی به تسخیرم بجنبان، دین پناه من | که این دیوانه عمری شد که، بی زنجیر میگردد

انچه من دیدم، ز چشم دوست، در ایام خویش
هیچ گه، از هیچ کافر، هیچ پیغمبر ندید.

ای باغبان! ز چیدن گل، دست خویشتن	یکدم، برای خاطر بلبل، نگهدار
از شوق یک پیام زبانی هزار سال	با مرغ نامه دار زبان بر دهن نهیم
صد چاک بجیب سحر از مردن شمع است	ما سنگدلان ماتم پروانه نداریم
چه خورم حسرت پرواز گلستان، ای کاش	بگذارند که کنج قفسی گره کنم
امشب ای همنفسان! دور بخوابید، که من	با دل خستهٔ خود، وعدهٔ فغان دارم

(ص ۱۸۰ — ۱۸۳)

سرو آزاد: پدرش خواجگی برادر حقیقی میرزا محمد شریف هجری پدر اعتمادالدوله جهانگیری است. شاپور تربتی هم تخلص میکرد. قصائد دلفریب دارد و غزلهای دیوان زیبا. مرزا صائب کلام او را تضمین میکند و میفرماید:

صائب این تازه غزل، آن غزل شاپور است	که گران میرود آنکس که توکل دارد

کلیات شاپور بنظر در آمد، قصیده نسبت دیگر اقسام شعر خوبتر میگوید، و داد رقت و نزاکت میدهد. چون قاعدهٔ اغلب این جریده، ذکر ابیات غزل است، چند بیت از غزلیات او جدا نموده شد:

گر چه در حاشیهٔ بزم تو داخل باشم	رو خراشیده تر از صفحهٔ باطل باشم
نه گل چیدم از ین بستان نه نام یاسمن بردم	دلی پر درد از غوغای مرغان چمن بردم
در ره یاری، کزو ممنون یاری نیستم	گر چه خود را کشته ام بی شرمساری نیستم
بی می سر تیمار دل ریش ندارم	تا مست نگردم خبر از خویش ندارم
قدر من، پست ازبلندیهای استغنای اوست	ورنه دیوار من از دیوار کس کوتاه نیست
ما و نگاه دور، که رندان پاکباز	بر سر نمی زنند گلی را، که بو کشند
سینه بر خنجر او زن، که شهادت اینجا	ناقص است؛ ار مدد کشته، بقاتل نرسد
چو ابرم، از پی دفع کدورت، گریه می آید	اگر بر خاطر باد صبا بینم غبار خود
گو: میا بهر تلافی، بسر کشتهٔ خویش	به که این صلح برنجیدن پای نکشد
هیچ جرمی نیست در عالم ز غمازی بتر	عشق معذور است، گر منصور را بردار کرد
عیب پوش خود نباشم، عیب جوی کس نیم	دردمندم در شکست دردمندان نیستم
کف غبارم و عریانی است کسوت من	نیم عبیر که خود را به پیرهن مالم
فرصت عرض تمنا کو، که در ایام وصل	یار مستغنی و من مستغرق نظاره ام
زین سرکه فروشان نتوان باده خریدن	صفرای می از بادهٔ خوناب شکستیم
ورق مستیم از هم بدرانید، که من	دیده ام آن قدر اصلاح، که باطل شده ام

(ص ۵۱ - ۵۲)

تذکرهٔ نصر آبادی : آقا شاپور از اکابر طهران من اعمال رّی است و همشیره زادهٔ ملا امیدی . و جعفر خان ــ که در هند کمال اعتبار داشت ــ همشیره زادهٔ آقا شاپور است . در فن قصیده کمال دست دارد . بعنوان تجارت بهندوستان رفته اسباق بهمرسانیده، بایران آمد . موزونان بعضی توقعها ازو داشتند چون بفعل نیامد ، او را اهاجی رکیک کردند ، چنانچه ملا طبقی قطعه گفته که این بیت ازان قطعه است :

سکه دلگیر ز همکاسه بود میشکند کاسهٔ را که درو صورت آدم باشد

الحق فراخور استطاعت ، خست بسیار داشت . فریبی تخلص میکرد اما دیوانی که بنظر فقیر رسید شاپور تخلص داشت . تخمیناً چهار هزار بیت بود . شعرش این است . غزل :

تفاوت نیست ، جور و لطف یکسانست ، نزد ما
تو میدانی ! بهر نوعی که دانی ، شاد کن مارا

ای راهزن ! خیال نگاه تو ، خواب را در جوش خون ز غیرت لعلت شراب را
کازم بساق است که از ناز میزنند هر روز بر زمین قدح آفتاب را

سر خوش آن وحشی غزالم ، دی چه از پهلو گزشت
از پیش رفتم ، تبسم کرد و گفت : آهو گزشت

چشم من خصم خواب شیرین است سر بیدرد نقش بالین است
غیرت عشق بچشمی که پدیدار شود پردهٔ دیده در او پردهٔ دیوار شود

(ص ۲۳۷ - ۲۳۸)

۱۲۱ - شادمان غزالی

طبعش از غزلخوانی ، مجلسیان بزم سخن را به شادمان میفرمود . هر بیتش را غزالهٔ صحرای سخن نکته دهانی میتوان خواند :

باد صبا ، چو زلف ترا ، پیچ و تاب داد
سیماب وار جان مرا اضطراب داد
بر برگ گل گزشته و شبنم خبر نداشت
نازم به توسن تو که داد شتاب داد
سنبلستان ، سر زند از خاک من ، از بعد مرگ
زانکه ، عمر خود بزلف مهوشان گم کرده ام

۱۳۲ = میرزا نورالدین محمد شارق

عمارت ولایت سخنور یرا حاذق، میرزا نور الدین محمد شارق. خورشید مضامین رنگین از مطلع طبعش طلوع نموده، برآفاق پرتو افگن گردید. و خفاش نظران عالم نکته‌گیری را چشم جهان بین بسته، درکنج خفای کورسوادی منورگردانید. منه:

آمد برم بمی کشی آن ماه، و تا بصبح   او میشمرد داغ من و من ستارها
خیال لعل لبت سوخت، تا دماغ مرا   فروخت ز آتش یاقوت می‌چراغ مرا

نمی آید بچشم خانهٔ آئینه تمثالش
نزاکت از لطافت آب شد در جنگ دیدنها
زمرد فام خط از دور لعلش میتوان دیدن
که دارد چون رگ یاقوت آهنگ دمیدنها
مسی مالیده از پان سرخ چون شد لعل میگونت
بحرف زیر لب از ناز رنگین کن تبسم را
بیاد شعله جولانی، چنان از خویشتن رفتم
که پرسند از شرار و برق راه منزل مارا

جسته است خدنگی زکمان خانهٔ ابرو   یا برق نگاهی است بانداز دل ما

زدین بیگانه و از خویش رفتم بی خبر گشتم
فرنگی را مگر دیدم ز عشقت کافرم امشب
بشمشیر تغافل میزدی، اما نمی کشتی
اشارتهای ابرو دارد انداز دگر امشب
دلنشین آنچه مرا کشته بعالم تیر است
دم آبی که لبی ترکنم آن شمشیر است

کسی که شیفتهٔ حسن چون فرنگ تو شد   بباغ کفر گلی یافت از نشان بهشت
گشت زنجیر ز بهر دل دیوانهٔ ما   هر نسیمی که ازان زلف چلیپا برخواست

چشم مخموری که در آغوش مژگان خفته است
بی تکلف شیر مستی در نیستان خفته است
از نگاهت گشت خون از چشمهٔ چشمم روان
سالها نام تو خواند ماند خیر جا ریست

سبزهٔ گرد رخش آب بریحان میداد   خال او نقطهٔ شک بر خط سنبل میچید
موی گردید خامه از کمرت   گفتگو بسکه در میان دارد
بتاب آتش یاقوت دل، هر دانهٔ اشکی   ز اعجاز لبی در دامنم لعل بدخشان شد
حسنت ز دیدنت، بخدا کم نمی شود   آئینه را ز عکس صفا کم نمی شود
آب میگردد ز تاثیر نگاهش ماهتاب   پرتو خورشید در ویرانه آتش میشود

پرد بو همچو رنگ از نکهت گیسوی مشکینش
بفرض ار نافهٔ، در ناف آهوی ختن باشد
مستیٔ ما نشأ ایام طفلی میدهد
ریخت مارا در قدح امشب مگر مهتاب شیر

نشأ ام در دور چشم او دوبالا میشود   گردش پیمانه و مینا ندارد این قدر

ز بهر رقص تو محراب کعبه آغوش است
بطاق ابرویت ای دلربا قسم برخیز

برنگ شعلهٔ جواله در نظر آید   ز بسکه خورد ز عشق تو پیچ و تاب نفس

کشیدن صورت شیرین و لیلی کی بود کاری
مصور گر توانی ناز آن خورشید مهوش کش

شکار افگن چو گردد نرگس چشم نظر بازش
رم وحشی غزالان میشود در دشت جاسوسش
ز دود دل بیاد سرو قدش آه میخیزد
برنگ شمع موزون نیمهٔ خون نیمهٔ آتش
فزود عکس رخت را شراب ناب فروغ
که آفتاب دهد بیشتر در آب فروغ

دل را بقید زلف گره‌گیر میکشیم — دیوانه ایم و نالهٔ زنجیر میکشیم
یار خود آمد و من باز باو یار شدم — عکس بودم که در آئینه نمودار شدم
موج پری نشسته چو تمثال گفته ام — آئینه را ز عکس رخت داده ام جلا

یار، در بزم شراب است؛ تو هم میدانی[1]
دل از این شعله ، کباب است ، تو هم میدانی *

---

* **تاریخ اعظمی:** میرزا نورالدین شارق از سادات ایران و نجبای آن دیار است، بتقریب قرابت قوام الدین خان(۲) از هند آمده بود و مدتی دران حدود گزرانیده . چون میر رضی برادرش بدیوانی کشمیر امتیاز یافت مرزا نورالدین هم وارد کشمیر شد . باز بهند مراجعت نمود و در زمان بادشاه فرخ سیر داروغگی دفتر دیوانگی یافت باز بکشمیر آمد . بمعمر و صاحب اخلاق جلیله بود و بصحبت میرزا صائب رسیده ، و با محمد سعید اشرف و امثال او ، صحبت بسیار ورزیده . شعر را هم اکثر گاهی بطرز ایهام و گاهی بطریق خیال بندی و اکثری بمعنی سنجی میگفت ، و دیوانی درست کرده . راقم الحروف بهره یاب اصلاح شعر از خدمتش بود . در شهور سنه هزار

---

۱ دوازده بیت خوانده نشد .

۲ـ ما زندرانی الاصل و برادر خلیفه سلطان . وزیر ایران بود ، و بعد از فوت برادر بمنصب صدارت ایران رسید ، و بعد از ضعف سلطنت و بی استقلالی بادشاه (شاه سلمان) دل از وطن بر کنده روانه هند گردید . و در سر آغاز سال هفدهم عالمگیری (۱۰۸۴ھ) در سلک ملازمت شاهی منسلک شد و خطاب خانی و مناصب و اعزازات یافت . پیشتر ازین خویشاوندان خان مذکور نیز بدربار رسیده بودند ، مثلاً میر جعفر همشیرزاد او و میر عمادالدین رحمت خان و سید صدر جهان .



و یکصد و بیست و هفت (۱۱۲۷ه) رحلت نمود . این چند بیت از واردات طبع نقاد و فکر وقاد او بقلم می آید :

ز فیض بیکسی ، چون مصرعهٔ بر جسته ممتازم هلال آسا ، بیک بال آسمان سیر است ، پروازم

این غزل را برای قزلباش خان امید تخلص ، در وقت اراده آمدنش بکشمیر : بتقریب قرابت مذکور نوشته بود :

کی دهد شرح دل و دیدهٔ گریان کاغذ کی شود بحر سیاهی و بیابان کاغذ
از سخن ، کام و زبان را ، چه حلاوت دادی شده از طوطی نطقت شکرستان کاغذ
همچو طومار من از رشک بخود میپیچم چون فرستم برت این غنچهٔ خندان کاغذ
نامه از سوز دلم کاغذ آتش زده است باشد از خون دل و دیده ام افشان کاغذ
قاصد آه ، بامید روان کن ، شارق که مگر آورد از نزد عزیزان کاغذ

نظم :

سختی جان ، پشت ما را چون کمانم ، کرده است چرخ مست کش ز مشت استخوانم کرده است
رستم در ملک معنی طبع نظمم شاهد است دشمنان را عاجز اندر تیر جانم کرده است
از حکایت چرخ سنگین دل ، نه بیند هیچ کس
انچه باز از مهربانیها بجانم کرده است

عمرش از هفتاد تجاوز کرده بود . (۲۲۸)

۱۴۴ - ملا عصمت الله شاکر

بر حالش اطلاع نبود، یک بیت ازو بچشم در آمده بود، ایراد یافت :

دزِ نحو ، محو شد خرد خرده دان ، ولیک
ما را ز غافلی خبر از مبتدا نشد

☜ خان مذکور در سال نوز دهم عالمگیری (۱۰۸۶ه) بنظم کشمیر دستوری یافت . و در سال بیست و یکم (۱۰۸۸ه) تغیر شده بدربهار رسید و صاحب صوبه لاهور شد . و فوجداری جمو نیز ضمیمه گردید و در سال بیست و سیوم از آنجا تغیر یافت (ماثرالامرا ۳ : ۱۰۹)

قوام الدین خان از تغیر افتخار خان (که در سال ۱۰۸۳ه آمده و چهار سال مانده) بنظامت تعلق گرفت . و در آخر سال هزار و هشتاد و شش (۱۰۸۶ه) بکشمیر رسید . زیاده از سه سال بنظامت گذرانید (تاریخ اعظمی ۱۶۶)

۱۳۴ ـ محمد عارف شاکر

جوان خوبی است شعرش خالی از لطفی نیست :

شه روی زمین شعرم از فیض زبان بستن
ز مهر خامشی ملک سخن زیر نگین دارم

۱۳۵ ـ نواب حسن خان شاملو

همیشه ملهم غیب ، شامل حالش بوده . پایه سخنش بدر علیین رسید :

یا رب این مخمور غفلت را می اسرار ده
همچو آهم بر در دلهای روشن بار ده

۱۳۶ ـ شاهد

شاهدان کشور سنگلاخ را فراوان معنیش در حجاب خجلت مترفع گردانید :

زعکس عارض آن مه ، چراغم روشن است امشب
اگر بیخود شوم عیبم مکن ، حق بامن است امشب
ز تاب سوزن مژگان او چشم صفیر من بسان پردهٔ بادام روزن روزن است امشب

۱۳۷ ـ عبد العزیز شائق

عزیز مصر سخندانی بوده :

آه کز طاق دل آن بی وفا افتاده ام
هیچ میدانید یاران از کجا افتاده ام

۱۳۸ ـ ملا عبد الوهاب شائق

ملا عبد الوهاب شائق جوان پر فکریست شعر های پخته دارد :

فروغ ماه رخسارش بچشم تر نمک دارد
که باشد آب و تابی در شب مهتاب دریا را

بدامن میبرد سنبل ز من هردم پریشانی
بیاد زلف پرتاب تو دارم پیچ و تاب امشب

از نگاهت طرفه آشوبی به بزم من رسید
چشم شورت کور ای زاهد نمک در جام ریخت

در زندگی ، از روی تو ، کی دیده بپوشم   چون شمع تن من همگی صرف نگاه است

از تاب رخ تو آب گردید   آئینه اگرچه سخت جان است۱

گر مشوی کامروا ، کام روا میکردی   سروقد تو در آغوش به بزمی آید

چون دل پر سوز در زلف تو مسکن میکند   معنی شمع شب دیجور روشن میکند

شدم از بسکه محو حسن قاتل در دم کشتن
ز خونم تر نشد تیغش شهادت هم خبر دارد

خط برآورد و قیامت آشکارا گشته است
مجمع دلها شود زلف پریشانش هنوز

همین که پیر شدم رام من شد آن بیباک
قد خمیدهٔ من گشت حلقهٔ دامش

بمردن میتوانم برد جان از محنت هستی
دهانم را ز تلخی وا رهاند جان شیرینم

داغ دل ناسور میگردد اگر باد صبا
آورد از زلف مشکین کسی ، در شام شم

۱- روز روشن دارد .

بحسرت حیف رفت ایام عمر محنت اندوزم
مگر بوده است دور چشم گریانی شب و روزم
بود زین اختراعی کز من و تو در وجود آید
تو شمع بزم اغیاری و من از رشک میسوزم
بدل ز جوش طپیدن خیال لعل لبی   بدر زده است چو رنگ شراب از شیشه*

---

* روز روشن : ملا عبد الوهاب کشمیری شعر خوش گفتار بود . (یک شعر دارد)
ص ۳۳۷

ایران صغیر : محل تولد سرینگر است ، سالها در یک دهکده بنام وحت مشغول تدریس و تعلیم بود . شائق شاهنامهٔ کشمیر را - که ۶۰۰۰۰ بیت دارد ، در پیروی شاهنامهٔ فردوسی ساخته .

میان اهل دنیا مرد مفلس خوار میگردد   الف چون درمیان زر درآید زار میگردد
اعتماد هستی موهوم کردن ابلهیست   چون گذارد کس قدم بالای ظل پل در آب

کشمیر صوفی : وقتیکه راجه سکهه جیون لال برای تالیف شاهنامه کشمیر شعرا راجمع کرد، شایق نیز از دهکده آمده بسرینگر مقیم شد . سکهه جیون لال یک روپیه برای یک شعر مقرر کرد. و شایق شصت هزار شعر سرود ولی بپایان نتوانست که رساند ، زیرا که سکهه جیون لال کشته شد . شایق در سال ۱۱۸۲ه حیات را پدرود گفت (ص ۲۷۹)
(راجع به سکهه جیون لال رک : تذکرهٔ شعرای کشمیر از راقم حروف)

۱۳۹ = حکیم حسن شفائی

حکیم حسن شفائی مریضان مرض کم مایگی را ، بمداوای سخن آموزی، شفای عاجل عطا فرموده ، و از نقاهت پست فطرتی بر آورده به نیروی سخندانی ممتاز فرمود :

ستم کردن* بیاران ، شیوهٔ یاری نمی باشد
جدا گشتن ز عاشق، رسم دلداری نمی باشد
نو آموزی و از ناکرده کاریها نمی دانی
که کاری بهتر از عاشق نگهداری نمی باشد

مه من ، گر نظر بر غیر اندازد ، عجب نبود
حیا ، در دیدهٔ خوبان بازاری ، نمی باشد
نمی ترسیدم از دوزخ شفائی　　ازان رفتند و هجران آفریدند

۱۴۰ = میرزا محمد علی شکیب

مرزا محمد علی شکیب ؛ زلیخای سخن را جدا از یوسف طبعش بکفچه شکیبائی مهجوری نیست ؛ با وصف داوری خود از کمینه غلامانش گرفته :

بمه آن روز ترنج ذقنش می چربید
گه ببازیچه ز نارنج ترازو میساخت

رباعی

حسنت نظری معنی حسنت حوریست
دل شیفتهٔ طرز تو از خوش ۰ ۰ یست
میسوزم و بر گرد سرت میگردم
چون شعلهٔ جواله جنونم دوریست

بابنای زمان کی میرسد فریاد مسکینی
که مانند صدف دارند در در گوش سنگینی
شود نقش نگینها ثبت بر لوح مزار آخر
پیٔ هر دولت بیدار دارد خواب سنگینی
شکیب از یاد رخسارت غزل پیوسته میگوید
که هر بیتش ز ابروی تو دارد چشم تحسینی

۱۴۱ = میرزا شمش الدین شوکت بخارائی

دیباچه آرایٔ دیوان رنگین ادایٔ میرزا شمس الدین شوکت بخارایٔ .

توران معنی تلاشی ، بـه نیروی شمشیر بران حدت فطری و ۰ ۰ ۰ فتنت ، خیلی گلگون سواران مصاف سخنوری را ، چون بنات النعش ، پریشان ساخته ، و چون آفتاب لوای روشن قیاسی علم کرده ، سر دمامه نوک فتح فطرت بلندی میبود. منه :

الهی! رنگ تاثیری، کرامت کن . فغانم را
بموج اشک بلبل، آب ده، تیغ زبانم را
امید نگهت زخمی ز بی پروا گلی دارم
که آواز شکست رنگ پندارد فغانم را

خم گشته است. قامت من از نگاه او گردیده ام زه از رم آهو کمان ما
سیه مستی که میگیرد بشبها دامن مینا کند مستی بمهتاب بیاض گردن مینا

بهار رندگانی صحبت یاران موزونست
بپای سرو بگـزار از کف خود دامن مینا

رخ معشوق و عاشق را ، پس یک پرده ، جا باشد
پریدنهای رنگم ، وا کند بند نقابش را
بمجلس رنگ شوخی ریخت از بس گردش چشمش
رم آهو ، تصور میکنم ، موج شرابش را
نگه چون سرمه بر گردد بمژگان تماشای
بهر جا میشود آن شوخ جولان آتشین پیدا
رگ ابر خدنگ او که از بحر کمان خیزد
کند همچون گهر در استخوانم آب پیکان را

چو چشم بتانیم از خود خراب توان کرد از سرمه تعمیر ما

چنان بی او چکد از دیده ام خون بصیرتها
که چون نرگس بچشم من نگه میبست حیرتها

مصوران . قلم از مو کنند . تا نکشند زیاده از سر موی؛ دهان تنگ ترا

۱۴۲ - نواب حکیم الملك شهرت

خورشید آسمان فطرت . بیت ا لغزلش مانند ابروی غزال چشمان ، خلج ناخن بدل میزند.. قصیدهٔ مسلسلش ، چون زنجیر زلف آهو نگهان چین ، سلسله جنبان شوق میگردد. مخمسش چون پنجهٔ حنائی نگاران دکن ، دست بدست دل میرباید. ؛ ساقی نامه اش ز پیمودن شراب معانی ، هوش از سر سامعان میپراند . مثنوی نازک سخنش پرده های دیدهٔ خوش چشمان خطا را پرند پوست نخچیر میخوانـد . و رباعیش در نظر دیده وران آخشیج[1] کالبد دیوانش جلوه گر است .

نزدیک شد قیامت و آن بیوفا هنوز امیدوار وعدهٔ فردا کند مرا
جدائی از نگاه شوخ نبود چشم جادو را رهائی از کمند وحشت خود نیست آهو را
نظر بازانه چون آئینه گردیدیم دنیا را بان صورت که میبایست ما دیدیم دنیارا
مانند شمع چند مکرر کنم سخن از سر برنگ شمع بگیرم گداز را
خیال چشم آهو را، نگاهم در نظر دارد که احیا میتواندکرد، از شوخی، غزالی‌را

عذاب واعظ دم سرد از آتش نمی آیـد
که در روز جزا یخچال میسازد جهنم را
ز بس آشفته ام ، نقاش اگر سازد ، شبیه من
پریشان میکند مانند سنبل عضو عضوم را

۱- مخالف - ضد - نیز بمعنی عنصر

ز فکر کاکلی بر خویش میپیچم که چون سنبل
نمایانست از هر مصرعهٔ من پیچ و تاب امشب

بغیر دیده، که عمرش در انتظار گزشت بکوی یار نشد هیچکس سفید امشب
هلال عید کند التماس مصرع خویش زخاطری که دران یاد ابرویش پیوست
قصهٔ خویش کند طرهٔ سنبل کوتاه گر شود بحر طویل خم گیسوی تو طرح

ز بس شبیه خطش را بنفشه گفت و کشید
شبیه خامهٔ نقاش مو برون آورد

برای قدش اگر فکر مصرعی نکنم مرا ز عالم بالا سروش میآید
بپیچ و تاب زلف، از شوخیٔ خالش. دلی بستم
بلی در دام ، صید از اختلاط دانه ، میآید

بروی سنگدل جز چین پیشانی نمی باشد بجز زنار نقشی در سلیمانی نمی باشد
گلستان رعونت را زمین تا آسمان دیدم نهالش چون قدش در عالم بالا نمی باشد

ز شوخی در نظر هرگز نیارد تیره بختان را
سواد سرمه را در چشم آهو جا نمی باشد

کراست تاب که پیش رخ تو رو سازد مگر برای تو آئینه روبرو سازد
در خاطر من بسکه گره شد گله بسیار در دل چو صدف هست مرا آبله بسیار

خط دمیدن ساده رویان را بود جوش بهار
گلشن آئینه ها را سبزه زنگار است و بس
نزاکت بسکه دارد پشت چشم مردم آزارش
رگ برگ گل آید در نظر مژگان خونخوارش

مردم کشی و خیره گی و عربده جویٔ پیداست ز برگشتن مژگان سیاهش

در بساط قد رعنای تو جز جلوه نماند دقت آن شد نبود حسن تو اندام فروش

تهمت دست نگارین را بمرجان، بست عشق
میکند دزد حنا را این عسس پیدا ز سنگ

دیده تا زلف بروی تو مشوش سنبل
شده در بزم چمن موی بر آتش سنبل

بخواب‌هم نکنم ترک گرد او گشتن که بالش از پر پروانه زیر سردارم

گداز خویش باشد رونق کاریکه من دارم
چو شمع از سوختن گرم است بازاریکه من دارم

شهرت برخ یار بگو خط چه بر آورد
در بنگ تو کیفی است که در باده ندیدم

اسیر هیچکس، جز پنجهٔ مرجان، نمی کردم
من آن صیدم که میباشد قفس از چنگل بازم

مگر آئینه کند حرف مرا پیش تو سبز در دل از طوطی خط تو غباری دارم

ز سختیهای دوران سینه ام تنگست، مینالم
سروکار دلم با شیشه و سنگست، مینالم

گر کشی مانی! شبیه آن شوخ مردم زار را
تا ز مژگانم نسازی خامه، تصویرش مکن

نقش شیرین کاری خود، در دل ما کن، که هست
بیستون خاطر ما وقف بر فرهاد تو

شد شهرتم ز صحبت زلف تو شانه گیر دارد جنون من سر زنجیر تازهٔ

شمع میخواهد در آید در لباس عاشقان بایدش دادن برای سوختن پروانهٔ

ندارد جز پریشانی دل آشفته تدبیری
نمی زیبد باین دیوانه غیر از زلف زنجیری
شود آشفته ، هرکس حرف زلفش را شنید ، از من
نفس در سینه ام بوی گل شب بو ست پنداری *

تاریخ محمدی : حکیم محمد حاذق المخاطب بحاذق خان ثم بحکیم الملک ثم بحکیم معتمدالملک بهادر شاهی ، ثم بحکیم مؤتمن‌الملک ثم بحکیم معتبرالملوک بن حکیم محسن خان بن حکیم صالح خان شیرازی از کبار امرای هند . در اوائل عشره اخیره ، ۲۳ ذی الحج (۱۱۴۳ھ) فوت شد در شاه جهان آباد عمر سنه ۷۶ سال. و او داماد حاجی شفیع خان بود (۷۶) .

نزهت الخواطر: الشیخ الفاضل الکبیر حاذق بن محسن الشیرازی الدهلوی احد العلماء المبرزین فی الفنون الحکمیة ، اقبه عالمگیر بن شاهجهان الدهلوی حکیم الملک و لقبه محمد شاه حکیم الملوک و اعطاه خمسه آلاف لذاته منصبا رفیعا و قربه الی نفسه ـ ۷ : ۵۹

۱۴۳ - لاله ملك شهيد

بهار طبعش شالامار سخن[1] را بنوعی آراسته ، که ارم ، چون غنچه لاله داغ گردیده ، و پیرهن را در خون کشیده ، سر از خجالت در پیش افگنده است ، هر بیتش ثمر شیرین گلشن معنی یابی است و هر نقطهٔ ابیات رنگینش شفتالوی شهیدی چمن حاضر جوابی :

تمام سرمه بیارند اگر ز اصفاهان نثار خاک کف پای یار باید کرد

شهید، از کف مده دامان خون آلود شاهد را
که روز حشر دیگر شاهدی پیدا نخواهد شد

صد هزاران لاله و گل رست از خاکم، شهید
یاد می آید هنوزم روی گلفام شکار

۱- کنایه از باغ شالیمار کشمیر است .

قامت موزون او سرو گلستان حسن   سیب زنخدان او میوه بستان حسن

۱۴۴ ـ صابر

گرمیٔ سخن سازیش ، چون ابواب سلسله جنبان گردیده هر نفس در معنی طرازی پیش میداشت :

شتاب چشمش به تیغ غمزه ، بقتل عاشق ، شتاب دارد
دل غزالان چو زلف خوبان ، بمشک چین ، پیچ و تاب دارد
فگنده بر رخ بصد تغافل برنگ مست سیاه کاکل
بخاک حسرت طپیده بلبل که آفتابش نقاب دارد

۱۴۵ ـ صاحب مسیح صفاهانی

عنوان آرایٔ منشور نکته دانی : صاحب مسیح برگ گل صفاهانی . گلبرگ سخنش ، بهار طبعان گلشن نکته پردازی را ، بلبل تصویر فرموده . و مسیح طبعش ، پژمردگان چمن معنی طرازی را ، بشمال نفس شیرین کلامی ، جان تازه در قالب دمیده :

خون آیدم چو شاخ گل ارغوان بجوش   بینم بدست یار چو تیغ کشیده را ۱
شورم زیاده گشت ، چو مویم سفید شد   آرام نیست صبح قیامت رسیده را
بنال ای خسته جان در شام زلفش   که باشد نالهٔ شبها اثرها

مینشاند زلفش از سوزش ، دل خون گشته را
چاره جز زنجیر نبود از تو مجنون گشته را
ماه نو دیدم ز ابرویت بیاد آید مرا
کعبه دیدم از سر کویت بیاد آید مرا

۱ـ مجمع النفائس دارد .

سایهٔ شاخ گلی افتاده ، دیدم در چمن
تا بپا افگنده گیسو یت بیـاد آید مرا [1]

سرو چون دیدم بخاطر ، قد دلجویت رسید
گل چو دیدم ، از گل رویت ، بیاد آید مرا

رو ، نه آسان ز زلف ، چهره نمود کرده ام من بشب گدائیها
بدست غیر مده آن بیاض گردن را سواد نور نباشد بدیده کودن [2] را
ز بسکه زان مژه ، صاحب نموده ام رقم نشانده ام بروز سیاه سوسن را
یوسف ، آنروز که در چاه ز اخوان، افتاد کاش ! میدید سر چاه، زنخدان ترا

بسکه درسر ، بوی آن گل پیرهن ، پیچیده است
آشیان بلبل کند بر گوشهٔ دستار ما

زنجیر بپا سیر بیابان جنون کن
صاحب بجنون زن که سر زلف رسای است

بوی گل میآید از دود چراغ خانه ام
در شب بیماریم، یا رب ! که برما این گذشت

گشت روشن حیرت صورت گران شهر چین
تا دل صاحب بر آن زلف سراسر چین گذشت

تا نگیرد تیغ بیرحمی نجوشـد خون ما
عید گلریزان ما در دست آن شاخ گلست

دل ، ز آئینهٔ رخسار تو ، میزان شده است
طوطی ما ، نگهی دارد و گفتارش نیست

۱- مجمع النفائس دارد . ۲- احمق .

عرق آلود شد زمی حسنش عید گلریزی نظارهٔ ماست
تمنا میکنم یک بوسه زان لب دهن شیرین ، گدا را از گدای‌ٔ است
ز آفتاب جمال تو زنگ باخته ام به برگ ریزی نخلم نشد جوان باعث
باشک خون شده ام رنگ زرد میزیبد
چنانچه ، برکف دست حنائیت ، نارنج
ناخن زدم و نمک فشاندم با داغ تو کار دارم ، ای شوخ!
هر نگاهت ، باعث ایجاد ، صورت خانه ایست
گردش چشمت ، پری در خط تسخیر آورد
شد سفیدم دیده و مژگان تر گلگون هنوز
آن شکر لب جوی خون از جدول شیر آورد
این زمان ، ای بی مروت ! آن خدا ترسی چه شد
عید را قربان نمودن پیش آئین تو بود
ما و عیسی ، بر سر بالین صاحب ، آمدیم
نبض آن بیمار را دیدیم سنگین تو بود
بر دل تاریک ما ، چون بر غلط ، راهت فتاد
آن قدر بنشین که ، شمع شام ما ، روشن شود*

* کلمات الشعرا : حکیم کاظم مسیح اللسان خطاب ، صاحب تخلص استاد فن . اکثر شعر را بطرز مولوی میگفت . دیوانی ضخیم پر از رطب و یابس ترتیب داده . برپشت سرورق دیوان ، تصویر خود نقش کرده صورت و معنی خویش را جلوه در عالم میداد . مثنویهای‌ٔ متعدد دارد . هریکی را نام خوش نهاده : آئینه خانه ــ پریخانه ــ صباحت یوسفی ــ ملاحت احمدی ــ گل حیدری . مجموعه کلیات را به ــ انفاس مسیحی ــ موسوم ساخته . بر طبع و استادی‌ٔ خود مغرور بود . از غایت بر خود غلطی ، اکثر شعر پوچ و بی معنی میگفت و از مردم چشم تحسینی میداشت .

گویند : روزی میر صیدی (۱) بدیدنش آمد . او در خانهٔ بکاری مشغول بود ، میر ساعتی بنشست . دیوانش بر رحل مصحف بتعظیم تمام نهاده بودند . بکشود و نگاهی کرد و برخاست و رفت . چون بر آمد و شنید که میر صیدی آمده بود ، بمیرسامان خود گفت که : چرا نگفتی که تا برآمدن من بمطالعهٔ دیوان من مشغول باشند ! باین تقصیر چند کرهٔ بآن بیچاره زد . این خبر بمیر صیدی رسید . چون در دربار باهم دوچار شدند ، حکیم عذر خواهی کرد که: چرا ساعتی دیگر انتظار من نکشیدید ! و زود برخاستید ؟ باری دیوانهٔ من آنجا حاضر بود بنظر گذشته باشد محظوظ شده باشید . میر گفت : دو سه صفحه دیدم اما عجب انصاف ست ، شعر شما بگوئید و صله میر سامان بیابد !

قدح پر کرده اشکی زان بت پیمان شکن دارم
گل ابری بمژگان یادگاری زان چمن دارم

دلی دنبال چشم او ، رمان از خویشتن دارم
پئی آهو چو آهو میدود این دل، که من دارم

غافل آمد در برم آن شوخ ، بی پروا نشست
میطپد در سینه دل ، ترسم خبردارش کند

پیر شد هر چند گردم ، شوخ تر خواهم شدن
این کمان چون حلقه گردد ، چشم آهو میشود

در گلستان ، بارها بر چشم تر مالیده ام
برگ گل نبود ، شناسم گوشهٔ دامان کیست

ما بخود دوست ، ندیدیم کسی را ، هرگز
که دعا کرد بدام تو گرفتار شدیم

رباعیات :

بر لاله خطی کشیدگان سنبل مو است
گل را به گلاب شستگان صفحهٔ رو است
عالم همه اوست ، لیکن نتوان گفت
شه را بسر انگشت نمودن نه نکوست

مارا بخدائی خویش ، راهی هست
در ظلمت تن ، نور شهنشاهی هست
چشمک زدن ستاره ، بی چیزی نیست
درپردهٔ عنبرین شب ، ماهی هست

پوشی اگر اطلس و اگر باشی عور
کو آنکه ، ز نزدیک ببیند یا دور
شرم ، از که کنی درین حصار نیل
در خانهٔ تاریک ، چه بینا و چه کور(۲)

(ص ۱۱٦)

۱- رک : تحت شماره ۱۰۹ .

۲- کلمات راجع به مسیح اطلاعات دیگری بدینقرار دارد :

۱. میرزا خلیل ملازم زیب‌النسا بیگم بنت عالمگیر که ــ زیب المنشات ــ تالیف کردهٔ بیگم را ترتیب میداد ، دوست مسیح بود (ص ۵۵)

۲. وقتیکه خبر مرگ میرزا صایب ز ایران رسید سرخوش در مجلس میر معز فطرت بود . گفت ' صائب وفات یافت ' تاریخ بی کم و زیاده بر آمد . و دو سال پیش ازین بر مرگ صاحب مسیح ، نیز تاریخ گفته بود ــ صاحب وفات یافت ــ (ص ۱۱۳)

« تذکرهٔ نصر آبادی : مسیحائی صاحب از عزیزان کاشانست ، جامع جمیع علوم و حاوی آداب و رسوم . در نظم و نثر عربی و فارسی خیالش کمال قدرت و لطافت دارد ، و نهایت ملاحت و سلامت . اما از نظم عربی دندان بفارسی نمی گذارد ، چنانچه در شکارگاه منشآت عربی به دوستان ارسال داشته بودند که غزالان الفاظش ، بی کمند سطور قاموس و صراح بتصرف هیچ خاطری در نیاید . عبارات وصاف نسبت بألفاظش مکالمه روستائی و ترک و بصورت و معنی دلنشین کوچک و بزرگ . از تلامذه بحر عرفان آقا حسین است .

هر جا که دقیقه یاب و آگاه دلیست شاگرد وی است و خرقه از وی دارد

غرضکه جوان آدمی بصورت و معنی آراسته ایست ، و طبعش در ترتیب نظم خالی از لطفی نیست . این چند بیت از ایشانست و صاحب تخلص دارد :

شد گرم جگر سوزیم آن رند شرابی مستیش بران داشت که گردید کبابی
در کورهٔ غم ، شیشهٔ صاف دلم ، آخر از جوش تف آبله ها ، گشت حبابی
از پرورش آب و هوائی گل رویش فرداست که این سیب ذقن گشته گلابی
پیوند الفت تو چو تار نظاره است تا چشم میزنی بهم ، این رشته پاره است
گیرد بقرض ، هر چه ز هر کس ، نمی دهد دشنام اگر دهند باو ، پس نمی دهد
پر مکن خون دلم تا دوستی ماند بجای شیشه ، چون از باده پر شد ، از هوا خالی شود
سنگ ، از دل شکسته ، خورد شیشهٔ حیات تا بر خوری ز عمر ، مخور بر دل کسی

---

۳. صایب بر این بیت غنی کاشمیری رشک میکرد .

حسن سبزی ، بخط سبز ، مرا کرد اسیر دام ، همرنگ زمین بود ، گرفتار شدم

حکیم صاحب گفت :

خط سبز ، آفت جان بود ، نمی دانستم دام ، در سبزه نهان بود ، نمی دانستم

سرخوش گفت :

خوردم ز خط فریب جمال عذار او همرنگ سبزه بود لباس شکار او

(۱۴۰)

۴. سر خوش این مطلع گفته :

ک توانم دید ، زاهد جام صهبا بشکند میپرد رنگم ، حبابی گر بدریا بشکند

حکیم صاحب تا نصف شب همین مطلع بر زبان داشت و میگفت : سبحان‌الله ! در هند مردی پیدا شود که چنین شعر بگوید ! روز دیگر در خانه دانشمند خان بشاه ماهر (که استاد سر خوش بود) گفت که : دیروز سر خوش بسیار محظوظ ساخت (۱۶۹)

۵. میرزا قطب‌الدین مائل با حکیم صاحب و میر معز (فطرت) مصاحبت داشت . (۱۷۷)

هر کس که دم ز هوش بی یار میزند — سر را هزار بسار بدیوار میزند
دل ، بهر چه در بزم تو ما ، داشته باشیم — در کعبه چرا قبله نما داشته باشیم
نبود عجب ، ز نازکی پای ، آن نگار — رنگ حنا اگر کف پای بران زند
باده، کی بی ابر ، مستان را دماغ تر دهد — نخل عیش می کشان از آب باران بر دهد

کجا فکر شکست بی دل و دین دگر دارد
که در دل، هر چه دارد بی من آن بیداد گر دارد

ز بس کاهیده ام دور از تو : هیچ از من نمی ماند
ز چشم ناتوانم عکس اگر آئینه بر دارد

بسکه خوش زلف و کاکل افتاده است — تاب در جان سنبل افتاده است
یار سر گرم عشق هچمو خودیست — برق در خرمن گل افتاده است
گل من ! تا شنیدم از تو بوی بیوفائی را — بهم چون غنچه پیچیدم بساط آشنائی را
پریدن های چشمم بروی از جاگر نمی کردم — نگهدار تن کاهیده رنگ کهربای را

(ص ۱۶۹)

ریاض الشعرا : مسیحا کاشی صاحب : از فضلای مقرر زمان بوده ، (۱) از تلامذهٔ آقا حسین خوانساری است و این ابیات ازوست :

شد گرم جگر سوزیم ، از رند شرابی — مستیش بر این داشت ، که گردید کبابی
از پرورش آب حیای گل رویش — فرد است ، که آن سیب ذقن، گشته گلابی
پیوند الفت تو چو تار نظاره است — تا چشم میزنم بهم این رشته پاره است
بسکه خوش زلف و کاکل افتاده است — تاب در جان سنبل افتاده است
یار سرگرم عشق هم چو خودیست — برق در خرمن گل افتاده است
گل من ! تا شنیدم از تو ، بوی بیوفائی را — بهم چون غنچه پیچیدم بساط آشنای را

مجمع النفائس: مسیحا صاحب . از کاشان است . تقی اوحدی گوید : جامع جمیع علوم و آداب بود ، در نظم و نثر فارسی و عربی کمال قدرت داشت ، اما در نظم عربی دندان بفارسی نمیگزارد . لهذا نصرآبادی گوید که : . . . (۲) صاحب کلمات شعرا گوید که : . . . . (۳)

۱- صاحب ریاض‌الشعرا تحت حکیم کاظم صاحب آورده است که : حکیم کاظم صاحب در عهد عالمگیر بادشاه بهند آمده ، اوراست این شعر :

(یک شعر و یک رباعی دارد که خان آرزو نیز ثبت کرده است)

۲- رک تحت نصرآبادی . ۳- رک : تحت کلمات الشعرا .

فقیر آرزو گوید که : دیوان حکیم صاحب را انتخاب زده ام ، شعر بیمعنی و پوچ ندارد و بلند و پست در کدام دیوان نیست ؟ و اقوی درینجا قول تقی اوحدیست که سابق گزشت . بهر حال صاحب کلمات‌الشعرا ماده تاریخ وفات او خوب یافته‌که ـ صاحب وفات یافت ـ (۱) و او مسیح‌البیان و صاحب ، هر دو تخلص میکند . در عهد شاه جهانی (۱۰۳۷ـ۱۰۶۸ﻫ) بهند آمده . گمان دارم که مسیح‌البیان موجب فرمودهٔ شاه ایران تخلص کرده . و ـ شاه هفت اورنگ (۲) ـ تاریخ جلوس سلطنت محمد اورنگ زیب عالمگیر بادشاه یافته ـ لطف آنکه عاقل خان رازی نیز همین تاریخ یافته . در کلیات او قریب بشش هزار بیت است ، بنظر آمده انتخاب آن نگاشته میشود . از وست :

قاصد ز یار گفت زبانی همین قدر
باشد اگر بدست گلت ، بو مکن ، بیا !

گفتی : چه میکنی شب غم صاحب فقیر ! — شب ها چه میکنند ز جانان بریده ها
در گرد راه گرم روان برق سوده است — چشم کسی مباد ، پی کاروان ما
زیبد برنگ کاهی ما ، اشک لاله گون — در هم شگفته است بهار و خزان ما
پیرم ، ز ضعف بر تو ، نگاهم نمیرسد — ای نور دیده ! یکدو قدم پیشتر بیا

بسکه میترسم از جدائیها — میگریزم ز آشنائیها
تربتم را بهار آبله کرد — گل خار برهنه پائیها

فقیر آرزو گویدکه : این دو بیت بعینه در دیوان میرزا جلال اسیر شهرستانی داخلست . مکرر آنکه ، در شعر اسیر ـ گل باغ ـ است ، و در شعر صاحب ـ گل خار . اما گل خار بهتر است . مگر سر این معلوم نیست با آنکه صاحب غزل دیگر درین زمین دارد ، چنانکه خواهد آمد :

روز سیاه دیده بداند چه حالتست — در شب ز آشیان بغریبی بریده را
با خود چگونه رام کند در جهان کسی — صید ز دام سایهٔ مژگان رسیده را

۱ـ مطبوعه مدراس ص ۱۱۳ ـ سال ۱۰۷۹ﻫ بر می آید .

۲ـ صاحب مفتاح التواریخ نوشته است که : مورخین این بیت در تاریخ جلوس گفته :

چون ز فیض مقدم او زیب در اورنگ شد — شاه هفت اورنگ تاریخ جلوس شاه شد
(۱۰۶۸ﻫ)

ولی ننوشته است که این تاریخ از کدام شاعر است . (ص ۲۶۵)

میر جعفر خراسانی تاریخ یافت : شهنشاه فلک اورنگ ـــ دیگر کسی ـــ بادشاه هفت اقلیم ـــ یافت .

تا نهان گشتی ز چشم خون چکان ، ای شاخ گل !
بر بدن ، از خون چو گل چسپید ، پیراهن مرا

کرده بوی' چمن حسن تو ، دیوانه مرا   سر زنجیر گرفته ، برد از خانه ، مرا
تازه سازد زخم مژگان ترا هر روز صید   سایه شکل دام باشد صید ناوک خورده را
چو صیدی ، کو بلشکر گاه افتد   دلم افتاده در دام نظر ها
میرمد آهو ز خود دیده ز چشمت گردشی   میشناسد دیدهٔ من ، دیدهٔ ترسیده را
گریه های تلخ ، صاحب داده دل را ، تازگی   شیشه ام خوشبوی' گشته از گلاب کربلا
من یک از معتکفان حرم دل بودم   یوسف حسن تو آورد ببازار مرا

داغها ، دارم از جدائیها   گل چنین کرد آشنائیها
ار چه پروای' دلربای داشت   بود مقصود خودنمائیها

چشم ما بر جوهر شمشیر آن ابرو بود   زخم مشک آلودی از جلاد میخواهیم ما
صاحب از شیرین زبانی حرف ها داریم یاد   بخت خسرو همت فرهاد میخواهیم ما
ای که ! چون سیل رسیدی ، بدر خانهٔ ما   مگذر بهر خدا تند ز ویرانهٔ ما
با ادب میگذرد سیل ز ویرانهٔ ما   شیر خوابیده ز عشقش بدر خانهٔ ما
غنچه بر شاخ چو بینم دلم از کار رود   یاد آید ز سر بستهٔ فتراک مرا
ز چشم خون شده ، رنگین بهار خویشتنم   گره ، بدامن گل کرده ایم دامن را
ز نو بهار دهد شور عندلیب خبر   گرفته ایم شگون ما بخویش ، شیون را
عشق تا دید بعجز نگه خاموشم   همزبان ساخت بمن چشم سخندان ترا
غنچه ، دز دیده نفس ، در برمن می آید   میشناسد دل من ، کوی' گریبان ترا
دست هر جا که نهم ، بر سر پیکان آید   جعبه پر تیر بود شوخی' مژگان ترا
از در دل میگزشت آن سیل بی زنهار ، وگفت   دیده بودم پیش ازین آبادتر این خانه را
بسکه در سر ، بوی آن گلپیرهن ، پیچیده است   آشیان بلبل کند بر گوشهٔ دستار ما
در کمینگه بود ، سنگین دل شکار انداز ، من   یادم آمد چون بدام افتاده دیدم خویش را
سپند ما ، عرق آلوده از مجمر ، برون آید   طپیدنها دل شرمنده دارد بیقراران را
تا بوی باده از در و دیوار بشنوی   یکره بچله خانه صوفی عسس بیا
کجا ز باده ، بر افروختی چو لاله ، که باز   بنرخ گل ز تو ، دل! داغ میخرند امشب
بر سر اشکم ، بگلشن بلبلان خون میکنند   در نظر دارم ز روی' خوب او جام شراب
شب که در صحن چمن ، از بوی گل ، رفتم ز هوش   تا سحر خود را به پهلوی' تو میدیدم بخواب
بدیده بیخبر افتاد دل ز غمزه ، ولی   چو غافل که به بیند پری بچشمهٔ آب

سحر بلبل ، ببانگ پهلوی گفت : — دل و آتش گل یک بوستان است
در چمن بال و پرم ، از خون دل — همچو برگ گل بهم چسپیده است
تا درین هفته چه آید پیش گل — یک دهن هر صبحدم خندیده است
پا ، بنرمی در ره دلها ، گزار — بر سر ره شیر حق خوابیده است
غنچه دل چاک زد، زین می‌که، کردم در قدح — سر برهنه بوی گل از سایهٔ ما کم گزشت
جان سپردن، ناله ناکردن ، وزین بستان سرا — کار مرغان گلستان نیست ، کار عاشق است
خورده غافل دل من تیر نگاهی صاحب — قدر انداز ندانم که دران مژگان کیست
میرسد در گوشم آوازی کزان خون میچکد — نیست امشب دل بجا درگوشهٔ زندان کیست
جان فدای جلوه ات! ای سرو قد آهسته بر! — شیشهٔ از اشک شبنم ، زیر پا افتاده است
سرو برگ تماشای گلستان جهانم ، نیست — که در هر قطرهٔ اشکم ، نهان گلگون قبای هست
روی زمین ز گریهٔ من برد تازگی — اشکم چو نشترن بسر این سبو شکست
سیل فنا رسیده بکاشانهٔ من است — افگنده بار و خفته بویرانهٔ من است
گردون بخود ندیده ز آهم دل درست — این شیشه ها شکستهٔ دیوانهٔ من است
بیخبر از خود ، ز گلشن سوی صحرا میرود — هرکه از باغ تو، یک گل چیده و بوکرده است
ای فدایت! شاخ گل، از دل چه میپرسی مرا — پر شکسته بلبل در آشیانی خفته است
میروی مستانه و غافل که در خاک رهت — همچو داغ لاله ، چشم بیزبانی ، خفته است
چشم مارا ، ز تماشای رخ خویش، نه بست — قاتل ما بهمین روز قیامت بهل ست
گشته حیران ، ز چه رو ، تکیه بدیوار زده — در دل صورت اگر ، نقش تمنای تو ، نیست
خود را ندیده تا برخت دیده باز کرد — آئینه گل بدست تو داد و ز خویش رفت
زور شراب عشق نگر ، در حریم ما — زاهد فقیه و جانب مسجد بدوش رفت
حجله آرا که شده ، بهر عروسان چمن — از ورق ریز ز شبنم بر رخ گلها کیست
مگزر بداغهای دلم ای نسیم تند — کین لاله زار ، خفته بخون ، یادگار اوست
افلاک چه داند ، که چه در دل ، ز تو دارم — آئینه اسکندریم ، در کف کور است
تا ترا پی پرده چشمم ، ای پری‌پوش! دیده است — چشمهٔ چشمم نظر گاه پری گردیده است
نظری با گل رخسار تو از جای هست — پی گلکاری حسنت چمن آرای هست
با ادب باش ، که خورشید جهان میبیند — در پس پردهٔ شب ، دیدهٔ بینای هست
بر رخ گل بوسه ، بریادت زدم معذور دار — مستی و دیوانگیها بی حجابم کرده است
در کفن ، عیش بهشت جاودان ، یا شد مرا — یاسمن طرف بنا گوشی بخوابم کرده است
بر خاک ، قدم شمرده بگذار — این روی کسی است نی زمین است
چشمت ، نمیخورد بغلط هم ، ز چشم آب — این چشمه را غزال تو، پر شور دیده است

نه همین گل بسر دار ز منصور شگفت   نیست شاخی که برو مرغ خوش آوازی نیست
شاخ گل ، ما نشناسیم ولی ، میدانیم   آن پریچهره ؛ باین رنگ ، قبا میپو شد
دوست میدارد دل آزرده را ، دلدار ما   کار ما ، از خصمی افلاک ، بهتر میشود
بوی گل در خواب نگزارد درین گلشن مرا   در کجا بند قبا آن شاخ گل از هم کشاد
غیر او صاحب، درین صحرا قدر انداز نیست   هرچه میگوئی ، ازان مژگان و ابرو میشود
بر در لیلی‌وشان ، مگذر که مجنون میکنند   چون اسیر شان شدی ، از شهر بیرون میکنند
صیادی آن چشم ، بدل راست نیاید   این صید بدام آمد و دل بار دگر برد
کافر میخواره ام ، مومن صالح نیم   خانه دنیا ، بمن بهر چه ، زندان بود
ناله کنان آمدم شب بدر میکده   کرد دعا پیر دیر ، مشکلت آسان شود

حیف ، کز شوز جنونی ، پاره پیراهن نشد
یک گریبان چاک ، چون گل ، قسمت دامن نشد

چون دل خسته ، بجان زان صف مژگان آید   دست هر جا که نهم بر سر پیکان آید
بوی گل در قدمش پای ز سر نشنا سد   ذکر این کیست که مستان ز چمن می آید
مرده، گویند : حیات از دم عیسی میبافت   هر چه گویند ، ز ارباب سخن می آید
اشک صاحب بگل آلوده چو سیلاب آمد   مینماید که بدل ، یار غباری دارد
همت بلند دار ! و مکن جا بشاخ گل   ای مرغ دل ! ز گوشهٔ بامی پریدهٔ
چون بمنزل برسی ، راه دگر پیش آید   جان ، مپندار که دادی ، وسخن کو ته شد
ناله شاخ گل ازان تازه جوان میگردد   گرد دل سایهٔ آن سرو روان میگردد
از دل ما نرود حسرت چشم سیهش   صید آنشاه بدین داغ نشان میگردد
بر خارزار پا نگذاری و غافل   کین راه را بدیده حریفان بریده‌اند
صبح گل نقش نقاب رخ نیکوی تو ، بود   چمن لاله و گل ، کار گه روی تو بود
کجا زیاده شده لاله گون ، نمیدانم   خیال او بدام بی حجاب میآید
به پیر میکده ، ساقی بگو برای خدا !   فقیر میکده از تو گدائی دارد
درین بهار که جوشد ز سنگ چون گل می   شراب با تو نخوردن ز ماتمی آید
بپای نخل قدت ، دیده کامرانی کرد   تمام عمر بیک سرو باغبانی کرد
دهند چون کف خاکستر مرا برباد   گمان برند که طاوس گلفشانی کرد
میخور که نیمرنگ شگفتن شده گلت   از یک پیاله ، حسن تو گلزار میشود
شکر قه ، که درین گلشن پر گل صاحب !   یک قفس وار بدل جای طپیدن دارد
زیر تیغ تو ، مبادا نفسی راست کنم   آنقدر آب عطا کن که گلو تر نشود
ز هر جا مینمایم خویش را از اضطراب دل   ندارم صبر چندان ، کز کمین صیاد بر خیزد

میتوان دل را بخلق نرم از خود ساختن   بوی گل دیوانه را بهتر بزنجیر آورد
چو غنچه ، تنگ در آغوش با تو باید خفت   بغیر موی میان درمیان نمیباید
تو شوخ چشم ! زبان نگاه ، میدانی   بعرض حال دل خود زبان نمیباید
پیراهنی که ، چاک نشد در هوای تو   گرد رهت عبیر بران پیرهن مباد
برنگ کاهی ما ، صد قدح نگاه کمست   که گفته است که : می در خزان نمیباید
میفشاند گل و خس ، باز زره میچیند   بوی گلشن مگر آن تازه جوان می آید
پا زدن چند بمینای دل و ننشستن   ای فدایت دل بی طاقت ما اینها چند
بوحشتی ، که رسد تیر آهنین شستت   کباب گر نشود داغدار میگردد
دیده گلرنگ شد ز داغ دلت   این گل خبر آشنای بود
تا تو روشن سواد خط ، گشتی   گل به پیش تو روستای بود

ای که میپرسی که : صاحب را چه سودا در سر است
نیتی دارد که جان را در سر کارش کند

میخورم صاحب شرابی بالب میگون او   وعدهٔ یک بوسه شاید وقت بیهوشی دهد
نمیدانم که ، آن صیاد پیشه   صفیر آشنا را میشناسد
بر زخم مشک بستم و بر دل نمک زدم   آسودگی بطالع من بیشتر نبود
بر من گذشت شاخ گلی ، ورنه پیش از ین   خون جگر حواله مرا تا کمر نبود
تا در دلش ز ماچه گذشت و چه گفت غیر   او در پی خرابی ما این قدر نبود
از دل پروانه تا بلبل چراغان گست   زود مارا او درین هنگامه پیدا میکند
گردش چشمت ، بگردون باده داد   آسمان ، از شغل خود ، بیکار بود
شیشهٔ دل را ، شکست آن ترک مست   این قدر مستی بما در کار بود
داد مارا باده و بسیار داد   یار ما در کار خود هشیار بود
چه ستم در حق دل ، باز بیادش آمد   مهربان این قدر آن شوخ ، ازین پیش نبود
گرد مرا ، صبا بگریبان گل ، مریز   کین خاک جلوه ها بره بوتراب کرد
نمیدانم چه میبودت تمنا ، این قدر دانم   نسیم آشفته دستار ، از سرکوی تو ، می آید
بی چشم تر ، نخفت شبی دل ، بدامنم   آتش ، باین گیاه ضعیف ، از کجا رسید
آب ، میگویند رنگ لاله و گل ، میشود   خون ما، گر برکف پایش حنا گردد، چه دور
آرزوی هر کجا بینی ، شهید افتاده است   گر زمین سینهٔ و دل ، کربلا گردد، چه دور
بلبل بهر تو چون دل بقفس هست مرا   گفته بودم بتو زین پیش نگفتی که بیار
آن یار پریچهره که پوشید رخ از ما   در خانهٔ من گشت ز بازار نمودار
میخوار مست من! ز کجا میرسی دگر   تاوان شیشه میطلبد یار شیشه گر

میشود باز از هوای دل بسینه خسته تر　　رنگ گل در بار دارم، ای نسیم آهسته تر!

شیرین نمک صباح کجا این قدر بود　　خندید غنچه ات بچمن ، یکدهن شکر

چشم بد دور که خنجر بکف آن مایهٔ ناز　　تکیه کرده بمن و پایٔ بدل کرده دراز

بکش، به بند تو بیرحم، و هر چه خواهی کن　　بپای خویش بدام آمده . شکار امروز

بر نهال قد او ، باد اگر ، تند وزد　　خون بلبل ، چکد از شاخ گل نسرینش

بهم پیچیده میبینم ، ورقهای گلستان را　　مگر صاحب ، بیاد صبح گفتی، داستان خود

کم حافظه من ، حریف بسیار　　شد باز دلم ، کجا فراموش

سر شوریده هوا خواه گلستان باشد　　صاحب آورده قیامت ز گلی برسر خویش

دل بزیر گلبنی خوابیده بود　　ناگهانش زد بپا آن مار زلف

در گریبان تو گل ، در ته پیراهن ، گل　　از نهال قد تو ، ریخته تا دامن ، گل

چون بمیخانه ز مسجد آمدم ، از شور عشق　　گفت رند می فروشم : پیر کامل ! السلام !

چون بآن در آمدم، صاحب! ندای در رسید:　　کای! نکرده، در محبت هیچ حاصل، السلام !

دل دنبال چشم او، رمان از خویشتن دارم　　پی آهو چو آهو میدود، این دل، که من دارم

نخواهد ، این چنین بر شاخ ماندن ، آشیان من
که من ، در روز برق و باد ، این بنیاد بنهادم
بهاران رفت ، و با او مست ، در گلشن نخوابیدم
گره صاحب ، ازان بند قبا چون غنچه ، نگشادم

چشم تو بسته راه نظر بازی نظر　　گویا ببزم آمده خاموش رفته ام

خلق را ، پرتو انوار خدا ، میدانم　　تو ندانی من دیوانه چها میدانم

رسیده قاصدی امشب ، بدل خاطر پریشانم　　ز حسن او خطی آورده ، مضمونش نمیدانم

باو پیغامی، از راز دل خونین، چو بفرستم　　گل نشگفته ، بر بال مرغ نامه بر ، بندم

شعله گون افتد ز نخلم سایه، بر رویٔ زمین　　آتشی دارم بدل از پایٔ گل خوابیدگان

برسر دیوار آمد از صفیرم شاخ گل　　گل اگر خواهی برویم، در مبند ای باغبان!

خوش فتاده است خرابی، به پئی منزل من　　من ندانم که چه دیده است در آب و گل من

اشکم ، از دیده بدامن همه خونین ، آید　　شسته شمشیر درین چشمه ، مگر قاتل من

میسازدت اسیر ، نگه سوئی او مکن　　دیوانه میشوی گل نظاره بو مکن

گـه زان خو نمیتوان کردن　　گل برش بو نمیتوان کردن

ناله میخیزد از در و دیوار　　یاد آن کو نمیتوان کردن

دنبال تو ، برقعز رخ انگنده ، سوار است　　ای آهویٔ رم خورده بخود رو بقفا کن

لاله پهلو میزند ، بر گلشن از رخسار تو　　نازشی گل میکند ، بر گوشهٔ دستار تو

چه غم از سیل، که در سایه دیوار کسی / کرد ما خفته و پا بر سر پا افگنده

نه کار حسن بود این، نه کار دل باشد / دل مرا بتو عاشق چنین، خدا کرده

بدیده، بو العجبیها ز طرءات، آمد / که گفت، بال پری را بروی آتش نه

نقش هر پای که میبینی، بود پای چراغ / بوسه زن بر خاک ره آنگاه چشم تر بنه

دل چه باشد برسر کویت ز خود بیگانهٔ / پای در زنجیر خفته در رهت دیوانهٔ

نیست عضوی، کو ندارد داغها، از دست دل / صد چمن گل را، پریشان ساخته، دیوانهٔ

سر نمیدانیم از پا، بیخبر افتاده ایم / گردش چشم تو پیموده بما میخانهٔ

همت بلند دارو ! و مکن جا بشاخ گل / ای مرغ دل ! ز گوشهٔ بامی پریدهٔ

کز کسی ! تا بقفس ساز فلک، مژده دهد / که دگر مرغ م گشته گرفتار کسی

رباعیات :

هم اوج سپهر اخضری، هست ترا / هم پستی خاک اغبری، هست ترا
تو آئینه دار، صورت نیک و بدی / هم دیو به شیشه، هم پری هست ترا

چشم از پئی دام او برید است مرا / دل در قفس سینه طپید است مرا
افتاده بچشم یار چشمم، صاحب! / در مان ب گند نظر رسید است مرا

ای آنکه در استخوان شکستی تب را / در زیر لبم گره زدی یارب را
در زلف تو از نالهٔ دل معلوم است / کین خسته، بپایان نرساند شب را

شستم ورق سیه دلی از همه باب / با کس نه مرا سوال ماند و نه جواب
دل صافی ما ز چشم تر معلوم است / چون چشمه بود صاف نماید ته آب

مارا بخدائی خویشتن، راهی هست / در ظلمت تن، نور شهنشاهی ـت
چشمک زدن ستاره، بی چیزی نیست / در پردهٔ عنبرین شب، ماهی هست(۱)

این خرقه، مرا در بر ازان سیمتن است / این جامه، ازان یوسف گلپیرهن است
از خلوت دل، صدائی او نی آید / خاموش که آن غنچه دهن در سخن است

دل، در بر یار دلربا بود، شکست / در خانه دل، آئنه ها بود، شکست
مطلب ز شکست دل، نه بیرحمی بود / این آئنه، معشوق نما بود، شکست

تا چشم بهم زدیم، طوفان بگزشت / چون شبنم گل، سبک ز مژگان بگزشت
ای آنکه ! سراغ اشک ما، میگیری / آن قافله از کنار عمان بگذشت

در دام، مرا غزالی، انداخته است / آهو نگهی، بر صف دل، تاخته است
او در نظر، و دلم ز دهشت، غافل / دیوانه پری دیده و نشناخته است

۱- ریاض الشعرا دارد.

ترکان نگاهش بسر راهم دارند
چشمان سیه خانه سیاهم دارند
دل بستهٔ آن دو زلف کردند مرا
شیرین بد و زنجیر نگاهم دارند

کو دیده ، که آن جلوه گری را بیند
شمع قد و رنگ آذری را بیند
سنگین ، دلم از سایهٔ مژگانی ، شد
سنگین شود آنکس که ، پری را بیند

مست است دلش ، کباب تر میخواهد
از چشم ترم ، لخت جگر میخواهد
چندان که نمک زدم کباب دل را
لعلش میگفت : بیشتر میخواهد!

آنانکه ، ز چشم مست ، خوابم بردند
از دست بیک جام شرابم بردند
دادند ز لب مرا شراب مستی
از میکده تا خانه خرابم بردند

بر چهره ، نه زلف پر شکن ، میلرزد
سنبل ، ز نسیم بر سمن ، میلرزد
من شبنم روی گل ، تو باد سحری
هر جا که نهی پا ، دل من میلرزد

اشکم بجهان ، ز دل نهان ، میگزرد
مانند سحاب بی نشان ، میگزرد
سیلاب سر شکم ، نشناسد منزل
این قافله ، چون ریگ روان ، میگزرد

پیچیده ببوی گل ، صبا می آید
یا قاصدی ، از یوسف ما می آید
در بار سر شک دیده ، لخت جگر است
یا قافله از کربلا ما می آید

مستان رخ تو ، گل بدامن نکنند
بی یاد تو ، در بهشت مسکن نکنند
جان دادم و آهی نکشیدم از دل
بیمار غم تو خانه روشن نکنند

هر چند که عهد گل بسر می آید
آن غنچه دهن بنظر می آید
از دیده ، رود خیال شیرین دهنان
بیرون اگر از آب ، شکر می آید

سر کردن راه عشق ، دشوار بود
سر پنجه شیر لوتهٔ خار بود
بر راه خراش سینه ریشان ، نروی
کین راه کشندهٔ بنمک زار بود

داغ جگرم ، که مشک آ گین باشد
یک حلقه ازان طرهٔ پر چین باشد
بوی چمن خلد ازو می آید
مانا که ، گل محمدی این باشد

آمیزش خلق درد سر میباشد
نادیدن شان کحل بصر میباشد
از راه بخاکساری خلق ، مرو
مار خاکی زنندهٔ تر میباشد

شد لاله و گل از می لعلت ، مدهوش
نکشود صبا بسرو قدت آغوش
از زلف تو ، آواز دلم می آید
چون نالهٔ زاری که شب آید در گوش

جان در ره آن سرو روان افشاندیم
نقدی که یقین بود و گمان افشاندیم
سر پنجهٔ خورشید فلک را تابید
دستی که بر اسباب جهان افشاندیم

ای دوست! بیا جام شرابی دارم
در سینه ، چو مرغ ، دل کبابی دارم
گفتی که : برو ، باده چه خواهی کردن
تحریر بخون کرده کتابی دارم

در شوق تو از شراب گل میدیدم / از گریه میان آب گل میدیدم
نزدیک شده موسم دیوانگیم / امشب همه شب بخواب گل میدیدم
امشب که ، دلیرانه برویش دیدم / مستانه ، گل از گلشن حسنش ، چیدم
رو کرد نهان ، و من چو طفلان ، صاحب ! / گل گفتم ، و گریه کردم ، و خوابیدم
بر خاک نظر کرد ، که زر میسازم / بر آب گره زد ، که گهر میسازم
چون دید که ، در جهان نمی گنجد حسن / دل برد که ، عالم دگر میسازم
آه دل غم کشیده را میمانم / شمع شب صبح دیده را میمانم
صد پاره دل چو خرقه ، : دارم صاحب! / درویش بحق رسیده را میمانم
(۲۰۳ ب — ۲۰۶ ب)

نتائج الافکار : در بارهٔ صاحب ، همین مطلب دارد و پنج رباعیات افزوده است :
عالم چه بود کفی بروی گرداب / آدم چه برد ، عکس چراغ برآب
از پیچش گرداب نماند آن کف / و ان عکس پریشان شود از جنبش آب
دیوانهٔ عشقت ، چه جنو نها ، که نکرد / وان غمزهٔ پر فن ، چه فسو نها ، که نکرد
بیدار ، چه فتنه کز نگاه تو ، نشد / آن دست حنا بسته چه خو نها ، که نکرد
مینای دل ما ، ز صدا میشکند / مانند حباب ، از هوا میشکند
نازک دل عشقیم ، بما سنگ مزن ! / از رنگ گل ، آئینه ما میشکند
اشکم ، که بخاک آبرو میریزد / از حیرت آن چشم نکو میریزد
صد پارهٔ دل ، بسینه ، چون گل دارم / تا دست نهی ، ز هم فرو میریزد
(۲۱۹ - ۲۲۱)

مردان بزرگ کاشان : محمد مسیح صاحب . در علوم متداول آن زمان دست داشت و در شعر و انشا اورا مهارت و پختگی تمام بود . در مجامع فضلا و حکما و دانشوران همیشه مجلس آرا و مورد تکریم و احترام همگان بوده است ، در شعر صاحب تخلص اوست . قصیده بسیار میسروده . قصیده لامیه طغرای ، فرمود که ، در آن ابیات بسیار زیبا و دل انگیزی گنجانیده شده است . صاحب بتازی شعر میگفته و اشعار فارسی او نیز فراوانست . اینک چند بیت از اشعار نغز او را که از دست حوادث روزگار ایمن و بجای مانده است نقل میکنم :

بلبل بگل نشان دهد از رنگ و بوی تو / پروانه با چراغ کند جستجوی تو
تا باشدم بهانهٔ از بهر باز گشت / دل را بجا گزاشته رفتم ز کوی تو
چون شیشه چند باشم مست و شراب غفلت / تاکی هوا فزاید از هر بحور مارا

وقتی ز بزم و رنگ به رخسار ما شکست　همچون حباب ، شیشهٔ دل بیصدا شکست
چون شمع سوخت یکسر جانی که بود مارا　تا عقدهٔ خموشی از لب کشود مارا
در بزم ، دوش یار مرا ، بی نقاب سوخت　باز این ستاره سوخته را آفتاب سوخت
یاد آن روز که دل در خم گیسوی تو بود　پیچ و تاب رگ جانم شکن موی تو بود
تامن بنای جور تو ویران نمیکنم　از گریه منع دیدهٔ گریان نمیکنم
زبان داغ دلم را بر لب اظهار میآرد　ز گلشن برگ گل را بلبل از منقار میآرد

علی حزین در تذکره مینویسد که : هنگامیکه راقم حروف وارد کاشان بود ، میر عبدالحی کاشی حکایت کرد که : حضرت علامی اخوند مسیحای فسای قدس الله روحه وارد کاشان شده بود . فصل تابستان بود ، و عقرب در آن فصل در کاشان بسیار و در عوام اشتهار دارد که : عقرب کاشان غریب را نمی گزد . بنا بر این چون شب شود کسی غریب باشد بآواز بلند میگوید که : من غریبم غریب! و این سخن را بمنزله افسون کژدم دانند . شبی من و جمعی از مردم کاشان که مسیحای کاشی (محمد مسیح صاحب) هم از آن جمله بود ، در خدمت علامی بودیم ، چون وقت خواب رسید حضرت علامی با آواز بلند فرمود که : من مسیحای فسائینم غریبم غریب ! شما دانید و مسیحای کاشی خود ! (ص ۵۶)

تذکرةالشعرا : حکیم محمد کاظم : در عهد عالمگیر بهند آمده ، معاصر صیدی طهرانی است :

ــ صاحب وفات یافت ــ

مادهٔ تاریخ اوست . و فاتش در سال ۱۰۷۹ھ (۸۷)

۱۳۶ = میرزا صادق دست غیب

سخندان بی ریب ، میرزا صادق دست غیب . طبع صفا افروزش : چون صبح صادق آفتاب معانی روشن در گریبانست . دیوانش را از الفاظ باهر ، مطلع الانوار میتوان گفت . منه :

آب و رنگ چهره ات ، خون در دل گل میکند
تاب زلفت ، حلقها در گوش سنبل میکند

بروز ابر ، چمن وقف مئی پرستان است　بیار باده که امروز ، روز مستان است*

* ریاض الشعرا : میر صادق از سادات دست غیب شیراز است . بدکن آمده ، احوالش

در تاریخ میرزا قاسم فرشته ثبت . جوان ملکی خصال خجسته افعال بوده . در روز فوتش این غزل را در همان آوان گفته در پیش جنازه اش می خواندند و این سبب در احباء ش عجب سوز و حالتی بهم رسیده است . و آن غزل اینست :

هر که آمد ، گل ز باغ زندگانی چید و رفت
آمد و بر سستی' اهل جهان خندید و رفت (۱)
کس ازین ویرانه دل ، یک دانه حاصل ، برنداشت
هر که آمد ، پارهٔ تخم هوس پاشید و رفت (۱)

سیر معراج فنا را قوت درکار نیست
چون شرر می باید اینک همتی ورزید و رفت
بسکه چون (۲) گل ، گلعذاران بر سر هم خفته اند
همچوشبنم ، می توان بر روی' گل غلطید و رفت (۱)
از ازل ، صادق بدنیا ، میل آویزش نداشت
چند روزی آمد و یاران خود را دید و رفت

دم شمشیر تو ، اعجاز مسیحا دارد — خضر، گر کشتهٔ تیغ(۳) تو شود ، جا دارد
هر نفس دست تو در گردن خود می بیند — آنچه اقبال بلند است که مینا دارد(۴)
یاد آن روزی که بیم حرف بدخواهی نبود — بامنش گه التفاتی بود ، اگر گاهی نه بود(۵)

راه مرغ نامه بر ، هم بسته است ، آن تند خو
من چه میکردم ، اگر دل را بدل ، راهی نبود (۳)

فیضی برد از صحبت ما گر همه باد است — خاکستر ما سوختگان ، خاک مراد است (۵)
راه دل پر خطر و ناوک او نو سفر است — مگرش داغ سیاهی بسیاهی ببرد (۵)
کشیده تیغ به قتلم شفیع میطلبد — وگرنه چیست بهر سو نگاه دمبدمش (۴)
حرام است آرزوی' باده کردن ، بی پریروی' — عبادت پیش ما کفر است بی محراب ابروی' (۵)

ستم پر میکند اعضا بهم از قسمت دردش
اگر در دل نباشد همچو تیر او ترازوی' (۵)

۱- نصرآبادی و تذکرهٔ حسینی دارد .
۲- نصرآبادی : بسکه در گل ، گلعذاران . . .
۳- نصرآبادی : کشتهٔ تیر تو - هر دو بیت دارد .
۴- تذکره حسینی دارد . ۵- نصرآبادی دارد .

طاهر نصر آبادی : میرزا صادق دست غیب ، والد ماجدش و خودش قاضی القضات شیراز بوده . بنی عم میرزا نظام (دست غیب) (۱) است . باوجود فطرت عالی، کمال شکستگی و گذشتگی داشت . خالی از شوری نبوده . در زمان شاه جنت مکان شاه صفی (۱۰۳۸—۱۰۵۲ه) اورا بعلت حسن خط ، طلبداشته مدتی در کتابخانه جهت سرکار پادشاه ، کتابت میکرد . از علو همت سر باین معنی نیاورده ترک کرده بشیراز رفت . بعد از مدت در لار فوت شد .

مسموع شد که روز فوت او ، غزلی که در آن روزها گفته بود ، در پیش جنازهٔ او میخواندند . شوری بهم رسیده بود که شرح نتوان کرد . و آن غزل اینست :

از ازل صادق بدنیا میل آمیزش نداشت
چند روزی آمد و یاران خود را دید و رفت !

شعرش اینست :

جام می بر کف ، تو بر گل میخرامی ، وز پیت
لاله ، پر خون دیده اش ، آب سیاه آورده است
آنکه بندد جز تو بال مرغ در پرواز کیست
غیر چشمت از کمان حلقه صید انداز کیست

در چمن با چشم گریان وصف بالایٔ ترا آنقدر کردم که، قمری ترشد از بالایٔ سرو

از امامقلی خان گریخته و برگشته ، در این باب گوید :

از تو گه هست ، دست پروردهٔ ناز چون عمر گرانمایه ، سبک در پرواز
از رفتن و باز آمدنش ، شد معلوم کاقبال تو ، عمر رفته میآرد باز

در جواب خواجه سرا گفته :

منکه ترشیهایٔ عالم ، در مذاقم شهد بود کند کرده است این ذغال آخته، دندان مرا

(۲۷۲)

تذکرهٔ حسینی : فرشته مسطور است: روز واقعهٔ خود غزلی گفته بود ' همان بیت پیش جنازه اش میگفتند و بدوستانش عجب حالتی و سرزش طاری شده بود ، و آن اینست : (پنج شعر از این غزل دارد) .

میگریم زار ، و یار گوید زرقست چون زرق بود که دیده در خون غرقست
تو پنداری‌که هر دلی ، چون دل تست نی نی غلطی! میان دلها فرقست

(۱۸۷)

۱ــ از سادات دست غیب شیراز است . شهرت بدست غیب ، سببش آنست که : شخصی از عناد، شجرهٔ ایشان طلبید، پس از غیب دستی پیدا شده شجرهٔ ایشانرا آورد . . . در ☜

۱۴۷ = حضرت شاه صادقان

حضرت شاه صادقان جنابش صدق پیشگان دوران را هادی و صاحب ولایتان جهان را سر مشق استادی :

خانهٔ زین است دنیا ، عیش او پا در رکاب
شهسوار است آنکه ، از وی زود دامن چید ، و رفت*

* پارسی سرایان کشمیر : شاه صادق در قرن یازدهم هجری در کشمیر متولد شد . در کودکی روزی هنگام نماز حالت جذبه بوی دست داد که سبب تغییر مسیر زندگیش گردید . مادیات را ترک کرد و به ریاضت پرداخت . مدتی در دهلی و لاهور زندگی کرد و آخر عمر را در کشمیر در تجرد و انزوا بسر برد و به سال ۱۱۰۰ ه وفات یافت . آثار منظوم وی دیوانی است مشتمل بر چند ترجیع بند ، غزلیات و مثنوی . (ص ۵۷ نیز رک : خوارق السالکین احمد ابن الصبوری کشمیری — واقعات کشمیر اعظمی — تاریخ حسن جلد سوم — کلام صادق چاپ سرینگر ۱۹۶۰)

۱۴۸ = میرزا صالح بیگ

شعرش پخته و ترکانه است ، قطعاً نازکیٔ سخنش تکلفی در بار ندارد :

حسن شد روز نخستین مصدر ناز و نیاز
دوستی موقوف باشد دشمنی با من چرا
عشق را پروای رنج عاشق و معشوق نیست
این بلای جان ، ستم بر هر که باشد میکند
گشته مشکل کار دل ، از جور دست انداز عشق
ملک ویران است ، حاکم جور بیحد میکند

☜ سنهٔ ۱۰۳۹ه فوت شد . در مزار حافظیه مدفون است . مشهور است که نعش اورا بحافظیه بردند ، متولی مانع شد . قرار به این میدهند که از دیوان حافظ تفاول کنند . این غزل آمد :
رواق منظر چشم من . آشیانهٔ تست — کرم نما و فرود آ ، که خانه خانهٔ تست
این بیت خواجه ، در باب دفن ملا اهلی شیرازی هم شهرت دارد (طاهر ص ۲۷۱)

بغارت میبرد شوق رخی نقد شکیبائی   خیالت راه خوابم میزند شبهای تنهائی

۱۴۹ = صامت صفاهانی

صامت صفاهانی شاگرد میرزا محمدعلی صایب . شعرش چار باغ شیراز سخن را جوش بهاریست ، گلهایش الفاظ رنگین و نخل پر بار است ، ثمرش معانی شیرین :

رنجش بی‌جا ز ارباب وفا کردن ، چرا
بی مروت ، این قدر آزارها کردن ، چرا

زین پیش مسوزان بستم ریشهٔ ما را   این نخل مبادا ثمری داشته باشد
پامال مکن اشک جگر زادهٔ ما را   این قطره مبادا گهری داشته باشد

مغان ز معجزه ، آتش ز آب میسازند
ز قطره قطره شراب ، آفتاب میسازند ۱

لب خود را ، ندهی فرصت شیرین سخنی   گر بدانی که چه مقدار مکیدن دارد۲
از لبش بوسه طلب کردم و دشنامم داد   ما جرای من و معشوق شنیدن دارد
ز گفتگوی تو بوی گلاب میشنوم   مگر بجای زبان غنچه و دهن داری

بخون آلوده مژگان، شانه کردم زلف خوبان را
جز این گلشن کجا سنبل برنگ ارغوان بینی
خدا آن غمزهٔ صاحب مروت را نگهدارد
بکویش بحرها از خون ناحق کشتگان بینی *

---

* تذکره نصر آبادی : حاجی محمد صادق صامت ولد آقا مومن اصفهانی است . مرد

۱- شاعری همین معنی را اینطور گفته است :
مغان که دانهٔ انگور آب میسازند   ستاره میشکنند آفتاب میسازند

۲- مجمع النفائس دارد .

آدمی مزاج گرفته ایست . در کمال آرام و مردمی مدتی در هند بود ، مراجعت نموده . چون تاب صدمهٔ این ولایت نداشت : باز بهند رفته مدت پانزده سال ماند . باز درین سال تشریف آورده . همگی از صحبت او ، فیض صوری و معنوی میبرند خصوصاً نقیر . چنانچه گاهی نقیر نوازی فرموده بمسجد لنبان (۱) میآید . طبعش لطیف است ، و باوجود گویائی صامت تخلص دارد . شعرش اینست :

گل رنگی ازان عارض گل فام ، ندارد　　سنبل ، ز سر زلف تو ، آرام ندارد
مارا نگه چشم تو ، از چشم تو ، خوش تر　　بادام ، صفای گل بادام ، ندارد (۲)
ستم کشان ، که بزیر عتاب میسازند　　بصبر تلخی غم ، شهد ناب میسازند
نشان چشمهٔ حیوان ز خضر جستم ، گفت :　　دلیست ، کز ستم عشق آب میسازند (۲)

۱ـ لنبان از محلات قدیمی شهر اصفهانست (رک : محاسن اصفهان مافروخی ترجمه محاسن اصفهان)؛ مسجدی که به نام مسجد لنبان معروف است بناکرد؛ یکی از ارکان نامی اصفهان در قرن هشتم است ، و نامش در ترجمه محاسن اصفهان به این ترتیب آمده :

صاحب معظم قدوة اعاظم الامم جلال الوزراء جمال الدولة و الدین، محمد دیلم دستجردی الاصفهانی .

مترجم رساله محاسن (۷۲۹هـ) حسین بن محمد بن ابی الرضا علوی آوی در بنیاد گذاری این مسجد شخصاً حضور داشته است و نام آن را عمارت جمال الدین میگوید . و سعید هروی دربارهٔ مسجد و عمارت مشهور لنبان اشعاری دارد :

از پئی ذوق و تفرج گر بلنبان در شوی　　مسجدی بینی مروج بر سر آب روان
(بعد از هفت بیت)

صاحب عادل جمال الدین محمد ، کآورد　　سبز خنگ آسمانرا حکم او در زیر ران
(ص ۵۷)

آقایٔ دکتر هنرفر در گنجینهٔ آثار اصفهان نوشته است که : . . . از آثار قدیمی مسجد، بغیر از چند قطعه گچ بری از دورهائی قبل از صفویه و چند لوح کاشیکاری از دورهٔ صفویه ـ که در تالار جدید البناء مسجد بر جایٔ گذاشته شده است ـ چیزی دیگری باقی نمانده . . . . در زیر تالار بزرگ مسجد لنبان نهر آبی جریان دارد . . . . این مسجد مورد تقدیس مردم اصفهان است و چنین شهرت داردکه حضرت امام حسین علیه السلام در این مسجد نماز گذارده اند
(ص ٦۲٦)

۲ـ ریاض الشعرا و مجمع النفائس دارد .

از کشتنم ، گران مژه ، پرهیز میکنند — پیکان به سنگ سرمه ، چرا تیز میکنند(۱)
دل ز آب خضر ، منت بیجا نمی کشد — این جام را ، یک آبله ، لبریز میکنند
بی رخش، دستی که برسر میزدم، از کار ماند — باز رفتن، دیده از دیدن ، لب از گفتار ماند(۱)
بسکه بر خود، دامن افشاندیم، مانند حلال — از قبای هستی ما یک گریبان وار ماند(۱)
شگفتن، غنچه بی‌رنگ و بورا، میکند رسوا — همان بهتر، که دست بی کرم، در آستین باشد(۱)
گزند مار دارد در عقب ، آمیزش مردم — بود چون نیش عقرب زهر ریزی ریزش مردم
در محیط نا امیدی ، هم نصیب گوهرم — تر نمی‌گردد بهم، گر بگذرد ، آب از سرم(۱)
ز دل ، محبت دنیا ، قدم برون نه نهاد — فغان که دوستی ما ، نصیب دشمن شد(۱)
در دل ، هوس زلف دوتا بود ، شکست — وین آئینه ، چون عیب نما بود ، شکست
بر سنگ زدیم شیشه عالم را — هر چیز ، درو غیر خدا بود ، شکست

(ص ۳۲۷)

ریاض الشعرا : حاجی صادق صامت بیان شیرین و زبان تمکین داشته . مولد و موطنش اصفهان بهشت نشان بوده . دو بار بهندوستان آمده باز بایران مراجعت نموده . معاصر شاه سلیمان مغفور صفوی (۱۰۷۷ — ۱۱۰۵ه) است .

(دارای هشت بیت است که نصر آبادی آورده) (خطی)

تذکرة المعاصرین : حاجی محمد صادق صامت اصفهانی . طبع بلند و فکر رسا داشت . شعرش یکدست و کلامش را نشست دیگر است . فقیر دو سه نوبت او را در خدمت والد علامی طاب ثراه (ابوطالب متوفی ۱۱۲۷ه) دیدم . مجموعه اشعارش قریب سه هزار بیت بنظر آمده بود . اکنون زیاده از پنجاه سال گزشته که رحلت نموده . این یک دو بیت ازو بخاطر است :

عزلتی در دام بال پر شکن میخواستم — نیست عالم جای پروازی که من میخواستم
بعد مرگم، نیست تاب بار منت ، از کسی — آتش تن را ز خاکستر کفن میخواستم
خوبان، همه در قتل من خسته ، شریکند — تا خون مرا رنگ بدامان کسه باشد

(ص ۸۸)

مجمع النفائس : حاجی محمد صادق صامت . مرد مزاج گرفته بود . اصلش از صفاهان است و بهند آمده بایران رفته . چون تاب صدمات آن ولایت نداشته باز بهند آمده و بعد پانزده سال بایران مراجعت نموده . با نصرآبادی وغیره یاران آنجا صحبت گرم میداشت . خیلی رنگین بیان است ، در غزل تلاشهائی بالا دست دارد ، قدری زبان او بمیرزا جلال اسیر میماند(۲) ظاهرا معاصر همند . چند قصیده و مثنوی در بحر شاه‌نامه بطریق ساقی‌نامه نیز گفته و خوب گفته .

۱- ریاض الشعرا دارد . ۲- متوفی ۱۰۴۹ه .

قریب هفت هزار بیت بنظر آمده . درینولا انتخابش زده نوشته میشود :

ای نام تو ، بال و پر سیمرغ سخن ها | بی حمد تو زندان ، زبانهاست ، دهن ها

دلم آمد بتنگ از ناله ، صامت داد ، ازین صحرا
ندارد این بیابان دادرس فریاد ، ازین صحرا

وجود من سبب تنگ صفحه فلکست | عبث ، چو حرف غلط تنگ کرده ام ، جارا

شیشهٔ چرخ ، ز خشت خم می ، در خطر است
گر چنین جوش زنـد بادهٔ دیرینـهٔ ما

عالم دلش پر است ز آه و فغان ما | افلاک یک جرس بود از کاروان ما
مارا ، اگر چه شمع و لگن ، در بساط نیست | سوزد چو شمع ، در دهن ما ، زبان ما
خاموشیم ، نشان بمنزل رسیدگیست | این نکته از جرس شده خاطر نشان ما
سامان شوق بین که ، براه طلب ، چو اشک | پرواز میکند ز قفا نقش پایٔ ما
کاه ما ، یک پیرهن از کهبر با رنگین ترست | زعفران را ، خنده می آید برنگ زرد ما
از بیضه گذشتیم بسودایٔ پریدن | پرواز نگردد گره بال و پر ما
چاکی ، که به پیراهن یوسف ، زده تهمت | دامن بمیان زد بطواف کمر ما
ز آستان تو ، شوق حرم ز هم ، نزند | نمیبرم بدر دیگری گدای ترا

غنچه را نازم ، که در گلشن ، برنگ اهل دل
میچکد ، از ذوق خون خوردن ، دهان خویش را
دور ازان رخ ، تیره بختی ، درمیان دارد مرا
بی فروغ آفتاب ، احوال شبها ، روشنست

هست سیمای مرید ، آئینهٔ احوال پیر | حال دنیا از پرستاران دنیا روشنست
رفته ام ، صدره فزون ، از فیض عریانی برون | از بیابانی که نتواند فلک تنها گزشت
هیچکس زنگار غم ز آئینهٔ ما بر نداشت | چار بازار جهان دوکان روشنگر نداشت
لب سوال ، ز ننگ کریم ، بسته گدا | گدا ، براه کرم ازکریم ، بیشتر است
بکام ناکس و کس زنده بایدم بودن | باین دماغ که از بویٔ گل ضعیف تر است
عزیز حسن نه بیند ، کساد بازاری | اگر بمصر ، ز کنعان رسد ، عزیز تر است
ز نذر بال و پرم ، صد چراغ میسوزند | در آن دیار ، که پرواز ، طائر حرم است
من و هوای لب دُیگری ، خدا نکند | برنگ بوسه دلم گوشه‌گیر آن دهن است
بگریبان محبت نرسد ، دست فنا | انچه بر قامت او راست نیاید ، کفن است
دارد ستم حسابی و محنت شمارهٔ | ای بیوفا ! بس است برای خدا ، بس است !

دل بدست آر که از بهر تو دلبر کم نیست
خون یکرنگی من ، از همه جا ، میجوشد
حیرانیم از لذت دیدار بر آورد
ننهد یار قدم ، از دل صد پاره ، برون
چون سبحه فلک، رنگ وجودم، ز گره ریخت
بدور سرو تو ، گردید طوق قمری ، عام
گر هما ، سلطنت ملک سعادت ، دارد
چون صبا بر برگ برگ این گلستان گشته ام
ز اشک و آه من، این چرخ بی بنیاد میگردد
تا از غم من ، مرغ چمن ، زمزمه سر کرد
صامت ، بهوای لب لعل تو ، بمسجد
گوید : دماغ بوی گلم نیست ، دم مزن !
در باده آب میکند از بی دیانتی
امید دستگیری دارد از لطف صبا ، گردم
کباب گرم روئیهای داغ آشنا رویم
کی کند با کفر ، شمشیر امیرالمومنین
چون پیکر قفس همه تن چاک سینه ام
خاکم بباد داد و غبارم بسیل شست
از رشک بند پیرهنش ، وا نمیشوم
صامت کباب کرده مرا بیمروتی
از کشتنم گر آن مژه ، پرهیز میکند
کس بزور ناله ، چون جا، در دل جانان کند
ببزم وصل بتان مطرب و ترانه کند
فلک بطاقت ، صامت ! چه میتواند کرد
چون آهن گداخته ، اجزای عاشقان
صامت ! کباب نیستم از اختلاط غیر
ز فیض سینهٔ صافی ، از گزند دشمن ، آسودم
بمرگ دست مدار ، ای غم ! از گریبانم
سیل بودم ، هر دم از پست و بلندم ناله بود
دریا کسی ندیده باین آرمیدگی
خانه پیدا چو کنی خانه نگهدار پر است
سنگ بر سینه زدم ناله زمینا برخاست
از خود خبرم کرد و ز خود بیخبرم ساخت
میتوان یافت که ، ویرانهٔ ما جای خوشیست
صد عقده فزون دارم و یک عقده کشا نیست
کدام جامه ، گریبانش از کمند تو نیست
جغد هم ، پادشه کشور ویرانیهاست
گرچه گستاخی ست ، سامان تماشای نداشت
گهی این آسیا از آب ، و گاه از باد میگردد
گل مرثیه خوان گشت و صبا خاک بسر کرد
در خرقه فرو رفت و سر از میکده بر کرد
امشب که بخت سرمه ، بکام و نفس نکرد
کرد انچه میفروش برندان ، عسس نکرد
مگر برباد رفتنها مرا از خاک بردارد
که گاهی دامن دل گه گریبان جگر گیرد
آنچه با اسلام مژگان فرنگی زاده کرد
غمخانهٔ من ، این همه روزن ، چه میکند
دیگر غم فراق تو با من ، چه میکند
تا این گره ، ز کار دلم ، وا نمیشود
در آتشم فکند و تماشا نمیکند
خنجر بسنگ سرمه ، چرا تیز میکند
طرفه کار مشکل دارم ، خدا آسان کند
که از خراش جگر زلف ناله شانه کند
جز این قدر که ، ترا ، با من آشنا نکند
در آب از جدائی آتش فغان کنند
با دوستان چه کرد که با دشمنان کند
ز دودم زنگ این آئینه و سد سکندر شد
بیا که ، نوبت جیب کفن دریدن شد
بحر گشتم جمله نا هموارها هموار شد
دل خون شد و بشکوه لبم آشنا نشد

در مصافی : که بود عشق ز دهشت ، پنهان صرفهٔ بوالهوس ، آنست که پیدا نشود
دم شمشیر تو ، کار از مژه آموخته است بشگافد جگر و زخم نمایان نشود
می از شکست شیشه ، جلای وطن کند غم از دل شکسته چرا بیشتر شود
در خانهٔ شکسته ، نگیرد کسی قرار ترسم که رفته رفته ، غم از دل ، بدر شود
انچه زلفت کرد صامت با دلم ، کاکل نکرد یارب! از کاکل سر زلفش پریشان تر شود
گرباد وزد ، خاک شو ، و در قدمش باش شاید ، که بان کو ، گذری داشته باشد
بجست و جوی آن گلپیرهن ، از رنگ و بو گل را
دما دم باد پای بیقراری زیر زین باشد
شگفتن ، غنچهٔ بی رنگ و بو را میکند رسوا همان بهتر ، که دست بی کرم ، در آستین باشد
زخم مشتاقان ، بحرف شکوه ، نکشاید دهن چاک دل خمیازه بر شمشیر دیگر میکشد
صید فربه راکسی ، با تیغ استغنا ، نکشت این تغافلها دل از پهلوی لاغر میکشد
بمشرگانی ، افتاده کار دلم که خنجر بصید حرم میکشد
چو کاغذ ، بود بی بقا ، توبه ام هوا ، تا شود ابر ، نم میکشد
از خندهٔ فسرده دلان ، بی نمک تر است چاکی ، که از جگر بگریبان ، نمیرسد
افسانهٔ محبت یاران شنیده گیر تا دوست هست ، کینه بدشمن نمیرسد
نشد حسن آفرین را مایه کز چرخ جمال او باین خوبی، چرا یک دلبر دیگر نمیسازد
نخواهد وحشیم از دوستان جز ترک آمیزش دل دیوانهٔ دارم که با دلبر نمیسازد
ببزم آمد و بنشست و باده خورد و نگفت که از برای که؟ دلها کباب میسازند
ببخت ، تیشهٔ فرهاد زاده ام ، که مرا همیشه کار ، بدلهای همچوسنگ ، افتد
برداشت نقاب ادب از چهره تمنا دارد هوس بوسه بآن لب سخنی چند
شیرینی قند تو ندارد لب دیگر چون بوسه هوس گشته بگرد دهنی چند
کام دل در زخم تیغ خوبرویان است و بس حرف در ناکامی خضر و مسیحا میرود
اندوه گرفته است ز هر سو بمیانم ترسم که بمیرم ز غم و یار نیاید
نمی آید ز خوبان هیچ غیر از عاشق زاری چنان ، کز عاشقان‌کاری بجز زاری،نمی‌آید
امید وعده در شام فراقم بیشتر سوزد به تیغ انتظارم کشت پنداری نمی آید
یار را ، بر سر ما منت صیادی ، نیست صید ما ، خود بدر خانهٔ صیاد ، رود
غرور حسنش ، ازبس با اسیران دل‌گران دارد نگاهی بعد عمری گر کند بسیار میداند
اگر توفیق همراهی‌کند از پای خم ، صامت بدوشم بیخودی ، تاکوی استغفار می آید
گر چه من،رخت سفر بستم، ز رشک پیرهن دل برنگ تکمه ، در بند گریبان تو ماند
جملهٔ روشن دلان محوی تخلص کرده اند یک حلب آئینه در هرکوچه حیران تو ماند

پرورد ز بس حسن ستم پیشه ، بنازش — گر ماند خیالش ، بدلم رو بقفا ، ماند
وقت مردن، بسکه دل بر آرزو پیچید و رفت — همچو کرم پیله، از ما رشته آمال ماند
ز زخم ناوکش ، ذوق خدنگ تازه، میجوشد — کباب او بر آتش از فراق تیر مینالد
کسی‌که خورده می از قید دام تنگ بر آید — اگر بمیکده، زاهد رود فرنگ بر آید
مرا مضائقهٔ چشم کم نگاه تو سوخت — در جام ازین می پر زور بیشتر ندهند
لن ترانی،ازلب جانان شنیدن ، مفت نیست — جان موسی زین سخن، مست می دیدار بود
بس ببوی غنچهٔ یاد دماغ ما نکرد — در بیابانی‌که ،گل فرسنگ در فرسنگ بود
این زمان بایست اینها ورنه چندی پیش ازین — بیوفای ما رو نقصان محبت نیک بود
بیخبر آورد گلگونش ، بکوه بیستون — کوهکن را وصل شیرین گنج باد آورده بود
آنچنان رفت که آفت بغبارش نرسید — وحشت هر که بیاد رم آهوی تو بود
بحیرتم ، که جواب خدا ، چه خواهد گفت — کسی که زنده ، زمیدان عشق را گردید
برگرد سرش گشتم و گفت آنچه دلش خواست — افشاند دعا دانه و دشنام بر آورد
جلوهٔ یار طلبگار نیاز است نیاز — کعبه از چار طرف رو به بیابان دارد
دل آسوده ندارد خبر از محنت ما — راه خوابیده چه غم ز آبله پایان دارد
بچشم مست تو یکدل چه میتواند کرد — چهار فوج ز مژگان تیغ زن دارد
چه شد گر غیر، جا در بزم آن پیمان شکن،دارد — در روز دیگران بیچاره هم، احوال من دارد
بمن دشمن تراست،از دیگران این امتیازم بس — بقدر دوستی،آن غمزه،با احباب کین دارد
اضطرابم بین،که چون بوی گل ، از بی طاقتی — رنگ خونم در کف قاتل نمیگیرد قرار
رنگ گل و بوی گل و شیرین شکر — گردند بگرد لبت ، از بوسه خبر پرس
کی دلش ، طاقت بیتابی بلبل ، دارد — انکه از خواب کند خندهٔ گل بیدارش
پی قتلم ز پیکان ، میطپد دل در بر تیرش — کند ابرو ترش بر لطف مرهم زخم شمشیرش
هوا گرفت بترک دو کون مرغ دلم — بخیر باد الهی ! چو بوی گل سفرش
امشب پی خونریزیم ابروی سیاهش — دامن بمیان بر زده از طرف کلاهش
در کوی کسی ، گریه عجائب چمنی ساخت — من تخم گل افشاندم و دل رست از آهش
آن شوخ که بر گرد سرش گشته ام امروز — باشد بفریب مژه هر موی کلاهش
نمیرسی بسخن ، کی رسی بدرد سخن — سفینه را ز غزلهای انتخاب چه حظ
ز سیل گریه ، چه میخواهی امشب ، ای صامت — بغیر ازین که‌کنی خانه را خراب چه حظ
عمری برنگ لاله جگر سوختم ، بس است — دیگر نمانده است دلم را دماغ باغ
مگو خالی است از اسباب دنیا ، خانهٔ عاشق — دل بی آرزو ، گنجیست در ویرانهٔ عاشق

نمیخواهیم ، کوثر مال زاهد طوبی از صوفی
گزشت از هر چه دل جز همت مردانه عاشق

ستم رسمی ، جفا حدی ، و غم اندازهٔ دارد
چه میخواهی زصامت ، از خدا بیگانهٔ عاشق!

ز طاس مهر و مه آورده ام ، دو شاهد عدل
که طاس باز بود پیر خرقه پوش فلک

راز مرا ز خانه من میتوان شنید
غیر از زبان دل که تواند بیان دل

یکره گزر بطرف چمن کن ، که از غمت
خون جگر فرو نرود در گلوی گل

رهین منت رنگ است ، آب آئینه من
دماغ دیدن ابنای روزگار ندارم

کند تسبیح جای رهن می ، سجاده در جای
گران شد باده تا زین نشأ زاهد را خبرکردم

دل پریشانی جاوید ، تمنا میکرد
با سر زلف پریشان تو ، سودا کردم

تو نه آنی که ، کنی گوش بفریاد کسی
ناله را بیهده در کوئی تو رسوا کردم

رفت نامم بر زبانش این سعادت بس مرا
ره دران کنج دهن چونبوسه پیدا کرده ام

قصر دلم بنای خلیل محبت است
حاجی طواف کعبه کن از آستانه ام

در دهن ، سوزد زبان شکوه ام ، چون تار شمع
صامتم صامت ! نمیسازد شکایت کردنم

دلنشین تر گوشهٔ از دام میخواهد دلم
یک نفس در این قفس آرام میخواهد دلم

سرو ننشاند دگر ، در باغ هرگز ، باغبان
گر بداند من، چها زان سرو ، بالادیده ام

بیابان طلب را ، نیست همراهی ، چو تنهائی
همان بهتر که از خود ، یکه و منزل پیشتر باشم

یک اهل دل، بچارهٔ دردم ، کمر نه بست
هر چند ، پیش گبرو مسلمان ، گریستم

ز بس کز آشنایان شیوهٔ بیگانگی دیدم
نمیخواهد که گردد با گریبان آشنا دستم

در تنگنای شهر ، دل ناله را نشد
چون سیل ، رو بدامن صحرا گزاشتم

بحرف و صوت زان لبها ، تسلی کی شود ، شوقم
برنگ بوسه جا خواهم دران کنج دهن کردن

بت هندی نسب ، چون تلخ شکر ، ضعف دل آرد
عراق زاد طفلی چون می انگور میخواهم

زکویت میبرد ، امروز فردا ، غیرت عشقم
اگرچه زندگانی ، بیتو دشوار است میدانم

زبان تیشه ، ببانگ بلند میگوید
حذر ز عشق که از خون کوهکن مستم

کفن ز مستی صامت شرابخانه شود
همین نه از می شوقت به پیرهن مستم

خم گشتم از گرانی مهتاب چون هلال
از ابروش ببین چه قدرها گداختم

ز دوستی ، بدل خصم ، جا توانم کرد
علاج دشمنی دوستان ، نمیدانم

درین مصاف زبان و دلم چو تیغ یکی است
دو تیغه بازی اهل جهان نمیدانم

شمع و سپند و شعله و پروانه و کباب — انصاف مید هند ، که مردانه سوختم
صد خرمن شادی بیک ارزن نه ستانم — گر یار خریدار شود غم نفروشم
ما جان، بزلف و کاکل جانان ، سپرده ایم — سامان خود ، باین دو پریشان ، سپرده ایم
هر جا که پا نهد بمیان عود شوق ما — صد شعله سر کشد بتماشای سوختن
برنگ خامه ، بهر جا قدم نهم ، صامت — سیاه بختیم ، از نقش پا شود ، روشن
بجست وجوی تو ، از نقش پای گرم روان — نمود عشق ، درین ره ، چراغها روشن
کرده صامت گوشه گیری روشناس عالمم — همچو عنقا گشته ام پیدا ز نا پیدا شدن

بر آور دست و جیبی پاره کن در مرگ خود نتوان
تمام عمر در زنجیر چون آستین بودن

خطر راه خرابات ، ز مسجد بیش است — گر بمیخانه روی راهبری پیدا کن

نزاعی نیست ما را ، با تو ای واعظ ! چه میگوئی
دو عالم از تو دور دیده دیدنهای یار از من

همچو بیمار سر زلف پریشان واجبست — بر نکویان پاس دلهای پریشان داشتن
موسی ، ز آرزوی تجلی ، جگر گداخت — ما از کجا و بادهٔ مرد آزمای تو
صامت بخون نوشته بلوح مزار خود — خاکش بسر ، کسی که نمیرد برای تو
از چاکهای سینهٔ من در تعجبی — معلوم شد که آن مژه ها را ندیدهٔ
میزنند از بسکه حسن و عشق جوش اتحاد — شاخ گل از سایه ، رنگ بال بلبل ریخته
ذقنش در عرق شرم دل از دستم برد — عرق سیب باین زور ندیده است کسی

اگر جان مطلب است ، این جان ! وگر دل مطلبست ، این دل!
بمژگان میزنی حرفی ، نمیفهمم ، چه میگوئی!

ز هجر ، بلبل در دام ، عمر برده بسر — مرا چه غم ، که گلستان به پیرهن داری
اگر ز ما شنوی داستان خاموشی — ز شاهنامهٔ گفتار لب فروبندی
قسم بناله که رونق گداز بوی گلست — صفیر بلبلم از آشیان خاموشی

۱۵۰ = صامت کشمیری

صامت کشمیری مداح سیف خان ۱ ناظم صوبهٔ کشمیر بود . در تاریخ یابی دستی تمام داشت . تاریخ آمدن سیف خان بکشمیر مرة بعد آخری خوب گفته:

۱- رک : تحت محمد رفیع منشی شماره (۱۰۰)

آشنائی نیست صامت باکسی غیر از کتاب
در سخن با معنی بیگانه طبعش آشناست

تاریخ آمدن سیف خان بکشمیر :

سرجدا کن از تن حور و بگو   باز آمد سیف خان دادگر ۱

۱۵۱ = آقا رضای صبا

آقا رضای صبا . شمال طبعش ، غنچهٔ دل پست فطرتان را ، به نسیم سخن آموزی ، در گلشن استکمال چون گل نوروزی ، وا مینماید :

مدعی منکر جانبازی عشاق تو بود
زان میان تیغ تو مارا بشهادت طلبد

۱۵۲ = صفی قلی خان

صفی قلی خان . در ماوراء النهر سخنوری ، کوس ریاست مینواخت و علم سرکردگی میافراخت :

غلط کردم که بر بال کبوتر نامه را بستم
طپیدنهای دل دریک نفس میرفت و میآمد

۱۵۳ = صفی قلی

صفی قلی . صفوف معرکه مرد آزمائی سخن را مقدمة الجیش بوده :

سخنی میشنوی بلکه بکارت آید !
بشنو احوال دلم را که ، شنیدن دارد !

۱۵۴ = صلح خان

صلح خان . از صلاحش در ولایت سخن ، دیده وران راسخ العقیده اند :

۱- ۱۰۸۵ - ۸ = ۱۰۷۷ ه

آن غمزهای نرگس خونبار نازکست
نازش بکش که خاطر بیمار نازکست
ای شوخ پاس خاطر دل بستگان بدار
مستی و شیشه ناز تو ، بسیار نازکست

۱۵۵ - نواب ابو البرکات صوفی

خورشید سخن را خاور ، نواب ابو البرکات صوفی تخلص . سخنور در کشمیر توحید ، چو او ناظم داوری ، در کارگاه ابداع جلوه گر نگردیده . آئینه دل وحدت پرستش از غبار کثرت زنگ پذیر نگشته ، خلوت در انجمن حاصلش میگردد . در پیش طبع معرفت ، دستگاهش عرفی و عرفان ، معترف بقصور فرومایگی و کم حوصلگی :

بخت خواب آلود ما ، اقبال دیدارت نداشت
کز بخواب ، ای دولت بیدار ، میآئی بیا
مه شد تمام و حسن تمامی چو او ، نداشت
ابرو چنین و روی اگر داشت ، مو نداشت
ز بس حق نمک بر کشتگان دارد زخندیدن
بشکرش صد دهن وا شد جراحت هم خبر دارد
خصم چون هموار گردد ، بیشتر باشد خطر
در زمین گیری ، پلنگ انداز جستن میکند
بکوه قاف ، همسنگ است ، امشب بزم رنگینم
که دارد رقص اینجا سبز پوشی یا پریزادی*

سفینه خوشگو : ابوالبرکات صوفی تخلص . از روسای کشمیر است . برادرش

عبدالمجید خان (۱) در عهد بادشاه فرخ‌سیر بدیوان سرافراز بود ، و در عهد حال نیز عمده است ، و خود با کثرت خدمات وطن امتیاز داشته . در وقتیکه ورود رایات نادر شاهی به هندوستان اتفاق افتاد ، ایشان در پر گنه بتاله کامیاب شده بسیار نوازش بحال همچو منی مصروف می فرمودند . دران وقت اکثر غزلیات به موجب فرمایش ایشان سر انجام می یافت و از نظر قبول می گذشت . صاحب اکثر کمالات است . طالب العلمی منقح ونثار خوب و شکسته به شان کفایت‌خان بسیار به درستی مینوشت . غرض مستجمع صفات بود . درینولا شنیده شد که در سال هزار و صدو شصت (۱۱۶۰ھ) واپسین (۲) سفر اختیار نموده . گاه گاه به نظم اشعار دل پسند متوجه میشد . شاگرد دل پذیر ملا ساطع است . این مطلع از و بیاد مانده :

۱- نواب مجدالدوله عبدالمجید خان در عهد احمد شاه پادشاه دهلی ، عهده سیوم بخشیگری داشت . در سنه یکهزار و یکصد و شست و پنج (۱۱۶۵ھ) فوت شد و سناتهه سنگ متخلص ببیدار تاریخش به تعمیه گفته :

حیف آن امیر دانا ، رفت از جهان فانی   وا کرد بر رخ او ، رضوان در جنان را
تاریخ رحلتش را پرسید از خرد ، گفت :   فردوس باد مسکن عبدالمجید خان را

یعنی اگر عدد لفظ فردوس را با عدد عبدالمجیدخان یکجا کنید تاریخ بر آید (مفتاح التواریخ ص ۳۳۴)

۲- در تاریخ محمدی است که : ابوالبرکات بن محمد کاظم مخاطب بمارف خان بن قاضی محمد رفیع بن قاضی عارف کشمیری ، از امرای عصر ، شاهجهان آباد فوت شد ظاهراً اواخر شوال یا اوائل ذیقعده (۱۱۵۸ھ) عمرش تخمیناً شصت سال و او بفضل و کمال و شجاعت اتصاف داشت (۱۳۱) تحت سال (۱۱۵۵ھ) نوشته است که : محمد جمیل برادر محمد حسن ، زمیندار مفسد کشمیر ۲۷ ربیع الثانی در جنگی که محمد زمان را با ابوالبرکات خان نائب ناظم صوبه روی داد کشته (۱۲۰) ازین ظاهر است که خان مذکور در سال مذکور (۱۱۵۵ھ) نظامت کشمیر داشت . در تاریخ اعظمی (واقعات کشمیر) دوم ذیقعده است و نوشته است که : در همین سال (۱۱۵۸ھ) از کشمیر بدربار رسیده بود و بعد از دوم ماه در گذشت . در حدت فهم و فطانت و سرعت ادراک و حیای چشم و مروت و امتیاز خویش و بیگانه و سواد انشا و املا و حسن خط از اقران بلکه از اکثر اعیان مستثنی بود . اما حرص مال و جاه و خودخواهی و عاقبت اندیشی ، همه صفاتش را پوشید . عاقبتش در مسافرت (شاه جهان آباد) و غربت گذشت . . . در عمل خان مشار الیه قحط شدید باعث هلاکت و وبا شد (رک : تاریخ اعظمی ۲۵۲ - ۲۶۰)

کشتی دل را که لنگر از علائق بوده است

بادبان دامن کشیدن از خلائق بوده است (۱) (ص ۲۵۱)

مجمع النفائس: ابو البرکات خان صوفی تخلص، برادر عینی مجدالدوله عبد المجید خان ، که بالفعل دیوان خالصه شریفه است . خان مشارالیه مدتها ناظم صوبه کشمیر بود ، گاهی اصالةً و گاهی نیابةً . در عهد او هنگامه های بسیار دران ملک (۲) شد . بهر حال شوق تمام بشعر داشت و خود هم بسیار نیکو می گفت . این یک بیت ازوست :

توان سیر فلک از صافی دل در زمین کردن باین بی جوهران ز آئینه باید دلنشین کردن

اواخر عهد محمد شاهی بشاهجهان آباد رسیده فوت شد . (ص ۲۱٦ الف)

گل رعنا: صوفی نواب ابوالبرکات خان از اعیان کشمیر و ارکان خطهٔ جنت نظیر است . برادر کلانش نواب عبد المجید خان مخاطب بمجد الدوله در عهد محمد فرخ سیر بادشاه بدیوانی مجالات صرف خاص بادشاهی اعتبار خاص داشت . و در عصر فردوس آرامگاه محمد شاه بمنصب پنجهزاری و دیوانی تن و خالصه ممتاز بود . و در عهد احمد شاه بمنصب هفت هزاری و خطاب مجد الدوله و بخشی گری سیوم سرافراز شد و عنقریب در گذشت . نواب ابو البرکات خان در زمان فردوس آرامگاه محمد شاه اکثر بصاحب صوبگی کشمیر لوایٔ تفوق از اقران می افراشت . امیر مستجمع کمالات شاعر و منشی و خوشنویس بشان خط کفایت خان و درویش مزاج بود ، و دست سخاوت کشاده میداشت . آخر بجهان آباد آمده در سنه ستین و مائه و الف (۱۱٦۰ھ) فوت کرد . در شعر شاگرد ملا ساطع است . او حرف میزند :

نه از بدخوئی اغیار ، نی از یار میترسم مزاجی نازک دارم ، ز خود بسیار میترسم

خصم گر شد خاکسار از حیله اش غافل مباش

چون زمین گیرد ، پلنگ انداز جستن میکند (۳) (ص ۷۰۷)

صحف ابراهیم : صوفی تخلص ابوالبرکات خان . برادر حقیقی مجدالدوله عبدالمجید خان است ، که در عهد فردوس آرامگاه محمد شاه بادشاه ، دیوان خالصه شریفه بود . و صوفی مذکور نیز صوبه داری کشمیر داشت . و در هزار و صد و شصت (۱۱٦۰ھ) وفات یافت . (۲۱۰ ب)

مردم دیده : نواب ابوالبرکات خان صوفی تخلص ، برادر عبدالمجید خان مخاطب بمجد الدوله . اکثر بصاحب صوبگی کشمیر ممتاز بود . آخرها بجهان آباد آمد و فوت کرد .

۱- گل رعنا و مردم دیده و روز روشن دارد

۲- رک تاریخ اعظمی (۲۵۳ - ۲٦۰) .

۳- روز روشن دارد و در شعر دوم بیت اول این طور ثبت است :

خاکساری گر کند دشمن ، از و غافل مباش . . . الخ

گویند : بسیار سخی و اهل دل و درویش دوست بود . یک دو بار فقیر او را در صحبت نواب زکریا خان بهادر دیدم ، بلکه روز جنگ امیر بیگ نائب ناصر خان صوبه دار کابل ، در خیمه نواب ذکریا خان بهادر ، مشورت هم از نواب صوفی تخلص در باب کاری کردم ، مصلحت خوب داد که آخر ها نتیجه نیک ازان یافتم . رای متینی و فکر صائب داشت ، او سبحانه مغفرت کند . اشعار خوب دارد . ازوست : (اشعار همه گل رعنا دارد ۱۶۸)

روز روشن : برادر نواب مجدالدوله عبدالمجید خان صوبه دار کشمیر است و باستجماع فضائل در اماثل خود بینظیر . . . (دو شعر که گل رعنا دارد ۳۹۸)

۱۵۶ :: ملا محمد صوفی مازندرانی

ملا محمد صوفی مازندرانی از مازندران سخن ، چو او صاف طینتی برنخاسته . صفاتش در صفونکده بیان نگنجد . دو رباعی بخاطر بود ایراد یافت:

یا صوفی را ، ز لعل او کام دهید　　گر کام نمی دهید ، دشنام دهید
از خط و دو چشم او علاجش بکنید　　سودائی را ، بنفشه و بادام دهید

صوفی! سخن تازه و رنگین داریم　　سر مشق ز خط یار دیرین داریم
از طرز کلام ما شکر میریزد　　فرهاد! بیا که ، حرف شیرین داریم*

* عرفات العاشقین : همیشه اوقات خود را بانتخاب شعر و عشرت و فراغت و سیر و نرد و کمانداری و کتابت میگذراند . مدتی در ایران سیاحت کرد و الحال در گجرات سکون یافته . چند نوبت از آنجا بمکه رفته ، باز گشت . و مجدداً در احمد آباد بصحبت او میرسیدیم . همان بلباس فقر و روش اهل سلوک است . و الحق دیر آشنائی او از غرور و نخوت نیست ، بالذات چنین آمده است . 'ساقی نامه' او را شهرتی عظیم حاصل شده و جمیع اشعار او تخمیناً یک هزار و پانصد بیت باشد . قریب دو سال است که از خدمت ایشان جدا شده‌ایم . میان وی و ملا نظیری در احمد آباد مناظره و مباحثه میبود . از ملا نظیری در اواخر رنجیده بود (۱) چنانچه بعیادت او نیز نیامد ، اما بر جنازهٔ وی حاضر شد . در سنهٔ هزار

۱- گویا رنجش وی از نظیری ، این بیت کنایت آمیز نظیریست ، که ضمن غزلی دربارهٔ وی گفته است :

آرایش برون چه کنی پشم گوسفند　　گرگی که در درونست ترا ، گوسفند کن
(میخانه ۲۹۷) ☜

و بست و پنج (۱۰۲۵ هـ) در اجمیر باز او را دریافتم . (آقای گلچین معانی میخانه ص ۲۸۰)

میخانه : قطب مرکز سخندانی مولانا محمد صوفی مازندرانی . اکثر سخنان او شور انگیز و اغلب اشعار او دلآویز ست . طرز حرف زدن او بقدما مانند ست ، بلکه تمام بروش آن طائفه سخن مینماید . چون صوفی طبیعت و صافی طینت واقع شده ، بنا برآن بمولانا محمد صوفی اشتهار یافته . مولدش از آمل مازندرانست در بهار زندگانی هوای سیاحت در سر آن معدن فضیلت افتاد ، از وطن به شیراز آمد و مدتی مدید در آنجا توطن نمود ، تا از فیض آب و هوای آن سر زمین دانش فزا ، در مرتبه سخنوری نشو و نما یافت ، و از انجا بتقریبی ـ که تحریر آن مناسبتی بسیاق این تسوید ندارد ـ بر آمد و دیگر بار مسافر شد .

بر ضمیر منیر و خاطر بیضا تاثیر هنر مندان پوشیده نماند که ، این آرزو مند صحبت نکته سنجان وادی موزونیت را ، از مساعدت بخت سعادت ملازمت آن صاحب سعادت در اجمیر میسر گردید . هنگام ملاقات ، روشن ضمیری بنظر در آوردم لباس فخر فقر در آمده ، درویش نهادی مشاهده کردم ، حب جاه دنیوی را طلاق داده ، خردمندی بر مسند استغنای بی نیازی نشسته ، دانشمندی در طلب بر روی ارباب دولت بسته . با خود گفتم : منت خدای را عزوجل! که شرف مجالست این قسم مردی را در یافتم . بعد از زمانی ، با این ضعیف همزبانی آغاز نمود ، و از هرجا سخنان درمیان آورد تا بتقریبی سر رشته سخنش

☜ غزلی اینست و از اشعارش ظاهر میشود که همه در بارهٔ مولانا صوفی گفته شده است :

درمان ضعف دل ، بلب نوشخند کن — حرفی بگوی و مشک و گلابی بقند کن
لب پاک از ترشح آب حرام کرد — طرف ردا بگردن صوفی کمند کن
بوی عبوس عارف شهرم ، دماغ سوخت — خادم بیار مجمر و فکر سپند کن
زهرم به رگ ز حاسد بدگوی میرود — نیشم ز دل برار و علاج گزند کن
با ما بدست خصم که خود از چه خوب نیست — کو اشتلم بطینت نا ارجمند کن
آنکس که دین ندارد و گوید که عارفم — تکفیر او بملت هفتاد و اند کن
تاکی ، چو موج آب ، بهر سو شتافتن — در عین بحر پای بگرداب بند کن
نقدت همه ز روی ریا قلب مانده است — صراف خویش شو ، سخن چون و چند کن
دشمن اگر بسفرهٔ تو میهمان شود — سر بخش و نام خویش بهمت بلند کن
آرایش برون چه کنی ، پشم گو سپند — گر گی که در درونست ترا ، گو سپند کن
افغان که سوختی و بمرهم نمی خری — آن را که داغ می نهی ، اول پسند کن
عالی نموده عشق ، نظیری مقام تو — معنی بلند آور و دعوی بلند کن

(دیوان ص ۳۲۰)

باینجا رسید ، که : مدت پانزده سال در مکه معظمه زادها الله شرفا توطن نمودم ، و دران ایام هر سال یکبار بزیارت مدینه حضرت ختمی پناه میرفتم ، و بعد از سعادت زیارت آن سرور باز به بیت الله معاودت میکردم ، و کم جا از اطراف و اکناف عالم مانده باشد که من ندیده باشم ! و درین ایام گجرات را وطن خود قرار داده ام ، و گاهی از انجا بعزم گشت اطراف و اکناف آن شهرستان از شهر برمیآیم ، و این سفر اجمیر محض از برای زیارت حضرت قطب‌المحققین خواجه معین‌الدین (۱) اختیار نموده ام . الحق همین طور بود که میگفت ، چرا که دران ایام که آن عزیز ارجمند به اجمیر آمده بود ، خسرو سکندر شکوه دارالوا ، خدیو جهانگیر کشورکشا ، شاه نورالدین محمد جهانگیر پادشاه - که ایزد تعالی از جمیع آفاتش در پناه خود بدارد - با خیل و حشم چند روزی انجا را مقر سلطنت خود فرموده(۲) بود . مولانا محمد صوفی هیچیک از اعیان دولت را بطبیعت خود ندید ، مگر آنکه بزرگ اهل اورا از روی خواهش و آرزو مندی بخانهٔ خود میبرد . بعد ازانکه میرفت فی الحال پشیمان میشد ، و در خانه او چندانی شگفته نمیشد . کم میگفت و کم میشنید ، تا ازان منزل بکلبه درویشی خود میآمد . و چون خواهش بزرگان نسبت بخود بسیار دید ، بنا بر آن چندانی در اجمیر نماند . در آن سال که سنه اربع عشرین و الف (۱۰۲۴) بود باز بگجرات عود نمود (۳) .

۱- خواجه معین الدین حسن الحسینی السجزی چشتی خلیفه خواجه عثمان هارونی متوفی (۶۳۳ھ) (گلچین معانی)

۲- جهانگیر از پنجم شوال ۱۰۲۲ھ تا یکم ذیقعده ۱۰۲۵ھ در اجمیر مقیم بود .

۳- میرزا غازی ترخان مولانا صوفی را از گجرات به قندهار دعوت کرده بود ، و وی بعذر کبرسنی و دوریٔ راه از قبول دعوت خان ادب پرور ترخان سر باز زد و در جواب چنین نوشت : ــ آن عزیز را خدا یار و روزگار سازگار ! استماع اخلاق و اطوار و اوضاع ایشان تخم محبت در دل محمد کشته بود ، و رسیدن نامهٔ گرامی چون آفتاب بحمل و باران بمحل آنرا بکمال رسانید ، اکنون شوق دیدار غالبست ، ولیکن مسافت بعیدست ، و مرا پیری دریافته‌و ناتوانی فرو گرفته :

پیری سر راه ناصوابی دارد   گلنار رخم برنگ آبی دارد
بام و در چار رکن دیوار وجود   لرزان شده روی در خرابی دارد

دستم از گرانی مانده و پایم از روایی :

فرو مانده دستم ز می خواستن   گران گشته پایم ز برخاستن

از بار محنت ایام ، پشتم دوتا و رویٔ بر پشت پاست :

راکعم کرد روزگار حسود   و از پئی این رکوع داشت سجود

از عزیزی که با آن نادرهٔ جهان کمال یکجهتی داشت ، روزی بتقریبی شنیدم که از زبان او نقل میکرد که : مولانا فرموده که : هر کس میل دارد که شعر فهمی مرا امتحان نماید ، منتخب مرا ملاحظه نماید که چون انتخابی بر اشعار قدما زده و شصت هزار بیت علیحده نموده و آنرا بتخانه (۱) نام کرده ام . و هر کس را در خاطر خطور کند که رتبه شعر و شاعری من برو ظاهر شود ، ساقی نامه مرا مطالعه نماید که چون گفته ام ! الحق که همین طور است . آن 'بتخانه' بنظر این کمینه در آمده و 'ساقی نامه' اش خود درین 'میخانه' بر بیاض میرود . ر بنظر هر کس ـ که در سخنوری یگانهٔ روزگار ست ـ در آید؛ میداند که در دعوی خود صادقست. و دیوانی که از ایشان الحال درمیانست هزار بیت و کسری باشد ، و لیکن بقدر ازان سه هزار بیت دیگر متفرقه دارد که بر بیاض برده و داخل دیوان خود تا حال نکرده است .

گشت قامت دو تا و پا من گفت : . که همین زیر خاک باید خفت

از تطاول لیل و نهار ؛ آبم از روئی رفته و رنگ از موئی :

موی چون روی پنبه زار شده روی چون پشت سوسمار شده

مانده ام چون معانی باریک پر خطر تر ز خاطر تاریک

القصه :

شکسته شد آن مرغ را ، بال و پر که جولان زدی در جهان سال و ماه

روزی که مرکب عالی بدین حدود نزول نماید ، انشاء الله العزیز :

لنگ و لوک و چفت شکل و بی ادب سوئی او میفیژ و او را میطلب

تا مستوفی دفتر خانه ارادت ، از دیوان کن فیکون پروانه ماهیات مجرده بسیطه و اسناد تشخصات مادیه مرکبه را ، بسمصلان وجود داده ، نقد عشرت را بجنس محنت در دفاتر لیل و نهار از محاسبه ارباب تحاویل زمان ، بصیغه تبدیل بخرج باقی مجری دارد . همیشه ساحت دارالملک اخلاص بندهٔ کمترین جولانگاه ابلق شفقت و عنایت آنمخدوم ــ ، (منقول از بیاض شمارهٔ ۲۳۷ مجلس شورای ملی . ص ۲۰۳ تاریخ تحریر ۱۰۱۹ھ بخط محمد صالح برادر زادهٔ اسکندر بیگ منشی مؤلف تاریخ عالم آرای عباسی ــ آقای احمد گلچین در میخانه ص ۲۷۸) .

میرزا غازی تر خان بن میرزا جانی بیگ تر خان از سال ۱۰۱۷ تا ۱۰۲۱ھ در قندهار صوبیدار بود و در یاز دهم صفر ۱۰۲۱ھ در قندهار فوت شد و نعشش را از انجا آورده برکوهچه مکلی (تته) در پهلوی پدرش دفن کردند . رک ، میرزا غازی تالیف راقم حروف .

۱ـ در سال ۱۰۱۰ھ بتکمیل رسانید . در سال ۱۰۲۱ھ عبداللطیف بن عبدالله عباسی گجراتی شرح حال شعرا را بنام ــ خلاصه احوال شعرا ــ تالیف کرده بران افزود .

(استوری ص ۸۰۶)

ساقی نامه(۱)

الا ای دل مانده از کار و بار … بمستی و دیوانگی سر بر آر
ندیدیم خیری ز فرزانگی … ببینیم طرفی ز دیوانگی(۲)
شنیدم که : اندر خرابات ما … همان جای فخر و مباهات ما
یکی آتش آمد ، سحر در وجود … که ابلیس بنمود پیشش سجود
ازان آتش ، ای کودک میگسار … شراری بنزد من کافر آر
که در خانهٔ دین و مذهب زنم … پس آنگاه در روز و در شب زنم
بسوزانم این وادی خام را … بر اندازم این نا خوش ایام را
مرا ساقی ، از کفر و از دین ، به است … می تلخ ، از جان شیرین به است
بیا ساقی آن شیر انگور را … همان زادهٔ آتش طور را
بده ، تا بر آتش نهم ، عود خویش … بسوزانم ، این بود و نا بود ، خویش
برون آیم ، از کسوت وهم و شک … چو عیسی مجرد روم بر فلک
گـذارم ، بمیخانه افتاده است … در آنجا که ، ساقی چو مه ، ساده است
دگر باخودم ، آشنائی نمانـد … سر وصل و برگ جدائی نمانـد
دریغا ! که گم شد سراپای من … من از خویش گم گشته ام ، وای من
بسر افروز ساقی چراغی ز می … مگر ره بخود یابم از نور وی
بده می که بنماید آیات من … عوارض کند دور ، از ذات من
بده ساقی! آن جام ، بی جسم را … همان معنی حرف بی اسم را
فراق عزیزان ، بسی دیده ام … بسی نا موافق ، پسندیده ام
بیهر نا خوشی پارهٔ جان من … بسرفت از بسر همچو سندان من
بیا ساقی ! آن جان پالوده را … روان من محنت آلوده را
بمن ده ، که جانم کمی میکند … تنم با زمین همدمی میکنـد
بیا ساقی ! اکنون که باد بهار … شنیدم که میگفت در لاله زار :
کنون کز هوا آب شاید گرفت … همی داد از باده باید گرفت

۱ـ این ساقی نامه « از میخانه که دانشمند محترم آقای گلچین معانی چاپ کرده است » گرفته شده است .

۲ـ بعد ازین این دو بیت مرلانا شفیع از انیس العشاق سندیلوی افزوده است :

بیا تا سر خـویشتن بشکنیم … ز مغز خود این هردو بیرون کنیم
نگوئی که نتوانم این کار کرد … بمی شاید این کار دشوار کرد

کنون کاسمان و زمین خرمست   زمانه چو دیوانگان بی غمست
مرا سینه مانا که ماتم سراست   جهان پیش چشمم یکی اژدها ست
درین عرصهٔ تنگ امید و بیم   درین بیشهٔ جهل دیو رجیم
مرا بیشهٔ شیر نر متکا ست   نشیمنگه من دم اژدهاست
بیا ساقی! از بی بها میدهی   شرابی بهراه خدا میدهی
بمن ده که بس بی نوا مانده ام   ز دوران میخانه وا مانده ام
بمن جور دوران ، ز حد میرود   سپهر سراسیمه ، راه میرود
اگر همگنان جمله یکتا شویم   ز تحت الثری تاثریا شویم
گریبان گردون بدست آوریم   کشانش ز بالا به پست آوریم
ازان پیش ، کاین روزگار دو رنگ   کند حمله ، چون تیر خورده پلنگ
بده ساقی ! آن می که جوش آورد   زمین و زمان ، در خروش آورد
ازان می که ، در خم چو گیرد قرار   خم آتش بر آرد ز دل چون چنار
ازان می که ، دوزخ برد تاب ازو   بسود تیغ خورشید را آب ازو
ازان می ، که گر در زمین ره کند   زمین را فروزان تراز ، مه کند
دلارام را تاز من سرکشیست   خوشی بر دل من همه نا خوشیست
خروشیدن مرغ ، بر طرف باغ   مرا میزند نیش ، بر روی داغ
درخشیدن لاله در صحن دشت   مرا آتشین داغ در سینه گشت
ازین باغ افروخته چون چراغ   نصیب من و لاله شد درد و داغ
چو آبی ، بماندیم بی آبرو   چو سوسن ، بماندیم بی گفتگو
بده ساقی ! آن آبروی مرا   همان مایهٔ گفتگوی مرا
مرا ، گرچه ره نیست در ، بزم دوست   نخواهم رسیدن هم آنجا که ، اوست
شب و روز هرگز نباشد بهم   که باهم نبود است شادی و غم
چو باد صبا ، در بدر ، کوبکو   طلبگار اویم ، طلبگار او
بیا ساقی ! آن مرکب روح را   همان جام چون کشتی نوح را
بمن ده ، که راهم دراز است و دور   درین ره نشاید جز از می ستور
براق اندرین ره بیفگنده سم   شدست اندرو خضر و الیاس گم
زبان دان مور و ملخ ، انس و جان   سلیمان درین ره نفهمد زبان
در آتش روم گه ، بسان خلیل   چو موسی روم گه ، در قعر نیل
چو اندیشه ، در هر دلی ره کنم   گهی ، چون علی ، سر فراچه کنم
گهی جای در کوه گیرم ، چو لعل   گهی برسر ره بیفتم ، چو نعل

چو آب اندر آیم بهر نیک و بد　　گهی نیز بگریزم از پیش خود
چو بو . در روم گاه در هر مشام　　کنم چون هوا ، راه در هر مسام
چو مهره : کنم جای بر فرق مار　　روم ، همچو گل ، گاه بر نوک خار
گهی چون سخن ، جا کنم در کتاب　　بهر دیده ، منزل کنم همچو خواب
بگردم ، چو کوران عصای بدست　　گه افتان و خیزان روم همچو مست
چو دولاب ، گردان و پیچان شوم　　چو دریوزه گر ، پای کوبان شوم
مگر زو ، نشانی پدید آورم　　در درد خود را ، کلید آورم
وگر ره نیابم ، بدان بی بدیل　　کنم خون خود را ، درین ره سبیل
کنم بار دیگر . بمیخانه میل　　خروشان و جوشان چو از کوه ، سیل
مکن عیب از توبه کردم عدیم　　که واجب بود حفظ نفس ، ای حکیم
بده ساقی ! آن آب آتش گداز　　می کبریا سوز مسکین نواز
ازان می که ، خورشید گریان کند　　ز تف ، زهره بر چرخ ، بریان کند
ازان می : که خم را کند جانور　　نهد در جمادات ، طبع بشر
ازان می . که در مرد چون جا کند　　تبرای اورا ، تولا کند
گر آن می ، بر اندازد از رخ ، نقاب　　بسوزاند اندر دل سنگ ، آب
ور این باده ، در شیشه عریان شود　　فلک تابه و حوت بریان شود
نمی ماند این باده اصلا بآب　　تو گوی که حل کرده اند آفتاب(۱)
شبی غرق بودم درین بحر ژرف　　بهر باب میکردم اندیشه صرف
شنیدم ز ترس فلک ، این طنین:　　که بیهوده تا کی روی این چنین!
مکن فکر درکار این روزگار　　که این بحر بی بن ندارد کنار
مگو: کز چه شد این چنین و آن چنان　　یکی شد زمین و آن دگر آسمان
بگفتم شبی پیر میخانه را　　همان ، از خود و خلق بیگانه را :
که مارا بهشت برین آرزوست　　خدای زمان و زمین آرزوست
بر آشفت و گفت : ای نه در خورد من　　نخواهی رسیدن تو در گرد من
بهشت برین خاطر شاد ماست　　خدای غنی طبع آزاد ماست
بده باده ساقی ! که سر گفته شد　　همان در ناسفتنی سفته شد
مگر پرده بر روی کار آورم　　ز نا اهلش اندر حصار آورم

۱ـ مجمع الفصحا این بیت زائد دارد :
تو گر آهنی ! روزگار آتشست　　وگر آتشی ! آب ، آتش کشست

بده می، که جان در تن من، نماند / چوی عیش در خرمن من نماند
بده می، که رنج خمارم، بکشت / غم و غصهٔ روزگارم، بکشت
بیا ساقی! آن آفت جهل را / پدیدآور اهل و نا اهل را
بده، تا بدانم که، من کیستم؟ / کدامم، ز نیک و ز بد چیستم؟
بده، تا بدانم که، گردون دون / چرا میرود روز و شب سرنگون
ازان می، که گرجان بر آید ز تن / تواند همان جایِ آن داشتن (۱)
ازان می، که در تن چو منزل کند / سراپایِ تن جملگی، دل کند
بده، تا بگویم: که این روزگار! / چرا نیست با بخردان سازگار؟
نگشتم، درین خاکدان، دانهٔ / نبستم، چو باد صبا، خانهٔ
بگشتم درین دشت با دیو و دد / بسر بردم ایام با نیک و بد
من و سرو آزاد، همچون همیم / که آزاد از بار این عالمیم
نبردست از من، کسی کو نباخت / دل آزردن من کسی را نساخت
بگردانم از خود بد روزگار / بلاحول دیو و بافسون مار
جهان را بدرد آورد دود من / خدا گیر گردد هم آورد من
فلک، پیر زالیست جولاههٔ / برای و بهش طفل نه ماههٔ
ز تار مه و خور، بیافد بتن / یکی را قماط و یکی را کفن
کواکب، برین سقف، زنبور وار / نشسته همه لیک، با زهر مار
همه نیش بر جان دانا، زنند / همه بر تن ناتوانا، زنند
جهان نیست جز باغی از سیمیا / پس از چند روزی نماند بجا
منم، اندرین باغ پر رنگ و بو / درین بزم پر رنگ پر گفتگو
هراسنده از صحبت نیک و بد / فرو رفته چون غنچه دائم بخود
چو لاله، تنک‌رو، فروتن، چو آب / چوشب صاحب اسرار، وخامش چوخواب
فروزان دل و مهر جو، همچو روز / چو شمع، از تف اندرون، عمر سوز
چو صورت درین بزم پر انقلاب / فرو بسته چشم و لب از خورد و خواب
درین کارگه همچو آلات کار / پی دیگران بوده در کارزار (۲)

۱- سفینهٔ خطی آقایِ فرخ محمود و انیس العاشقین اضافه دارد:
ازان می، که در وی بسوزد خلیل / نیارد درو دم زدن جبرئیل
۲- در انیس العاشقین و سفینهٔ فرخ این اضافه دارد:
بگاه سوال و بگاه جواب / گران چون درنگ و سبک چون شتاب

مرا ، مادر دهر ، نامهربان   نیالوده یکره لبن بر لبان
غذا ، چون گل ، از خون دل ، کرده ام   چو شمع ، آب جوی جگر ، خورده ام
دمی بر نیاوردم ، اندر خوشی   نیاسودم ، از رنج محنت کشی
چنانم ، درین منزل پر خطر   که سنگست ، در کورهٔ شیشه گر
جهان ، آنچنانست در عهد ما   که تن بی سرو خانه بی کد خدا
نه بر جای خویش اندرو خیر و شر   که زیر پا کفش بالای سر
نمانده است ، گوئی ، در اشیا خواص   طبیعت دگر گشت بر عام و خاص
نمانده است رفعت بچرخ برین   امانت جدا شد ز روح الامین
نر و مادهٔ خلق ، از هم نفور   چه در آب ماهی چه در دشت گور
دگر گونه شد حال دنیا و دین   نه بر جا گمان و نه بر جا یقین
اگر حال دنیا ، چنین دانمی   یکی دفتر عمر ، بر خوانمی
چو کژدم بر آور دمی نیش را   بدرید می مادر خویش را (۱)
نه میخانه معمور و نی خانقاه   نه ذوق بطاعت نه حظ از گناه
نبینم کریمی درین روزگار   که مارا بجامی کند شرمسار
چنان ، رخت همت ، جهان برفشاند   که ، با رند میخواره ، همت نماند
چنان ، رسم بخشش برفت ، از جهان   که خور ، نور ندهد بمه ، رایگان
نه گل ، اندرین باغ بو میدهد   نه یک قطره دریا بجو میدهد
زمین ، بند بر دست و پا ، مینهد   زمان ، تیغ بر فرق ما ، مینهد
بخونریز ما ، میشتابد ، فلک   بباید از و در گزشتن بتک
گذر کرد باید ازین رزمگاه   چو از جوشن آسمان تیره آه
بده باده ساقی ! درین رستخیز   که ، هنگام شور است و وقت ستیز
ازان می ، که در غم بود غمگسار   سپر باشد ، اندر صف کارزار
ازان می ، که چون ، مرد ازو گشت مست   تواند سر آسمان را ، شکست
ازان می ، که چون سینه روشن کند   تواند ، همی پوست جوشن کند
بده می ، که حکمت بیاموزمت   بدانش چو اختر بر افروزمت

۱- سفینه حضرت فرخ اضافه دارد :

پدر ، کو مرا در وجود آورید   همان مادری ، کو مرا پرورید
زمن ، بر روان شان ، مباد آفرین   چو من باد ، شان حال ، زیر زمین

خرد همچو نورست ، مر شمع را — بسوزاند و خوش کند جمع را (۱)
فلک ، بی حفاظست و بی آبروست — نگیرد ، بجز امثال خود را ، بدوست
حیا نیست ، در دیدهٔ مهر و ماه — ازان سیرت کس ندارد نگاه
بمی شست باید خرد را ز دل — برون کرد ، آن یار بد را ز دل
ازان می ، که یاقوت را حل کند — حقیقت در اشیا مبدل کند
بسی گرد گیتی بگشتم بسی — جگر ، خون تر از خود ، ندیدم کسی
همه نام نیکو ، بتنگ آمدم — ازین زندگانی ، بتنگ آمدم
چنان خوار و زارم ، درین روزگار — که گوئی ، مرا نیست پروردگار (۲)
درین بزمگه با تن چون نیم — نفس میزنم ، لیک زنده نیم
چومن ، رخت بیرون برم ، زین جهان — خروشان بد انسان ، که تیر از کمان
بنالم ، چنان زار ، ازین دار غم — که بیرون نیاید کسی از عدم
دگر بس کن ای دل ! ازین گفتگوی — بمی ، طبع را زین کدورت ، بشوی
فراموش کن ! عالم خاک را — جفای ستمکاره افلاک را
زمان همچو آب روانست و بس — غم و شادمانی درو خار و خس
اگر چون صراحی بگریه ، دری — و گر در شکر خنده ، چون ساغری
بباید ، ازین دیر دیرینه ، رفت — بدنبال یاران پیشینه رفت
ازان پیش ، که ایام پر مکر و فن — کند پیرهن ، برتن ما ، کفن
وزان پیش ، کاین چرخ و این اختران — نشانند ، بر جای ما ، دیگران
بده ساقی ، آن بادهٔ ناب را — همان بادهٔ همچو مهتاب را
بیا ساقی ، امروز وامی بده — بساقیٔ کوثر که جامی بده
علی آنکه یزدان علیم ویست — دو عالم دو کف کریم ویست
ز میخانهٔ او ، فلک یک خم است — بر اندام او ، قطره ها انجم است
روانم ، بمهرش چنان شادمان — که عالم بخورشید و قالب بجان
ز هر بد ، پناهم بدرگاه اوست — شب عمر من ، روشن از ماه اوست (۳)

۱- سفینهٔ فرخ اضافه دارد :

خرد در سر آدمی آتشست — یکی گنج زرنست و آدم کشست

۲- غالب دهلوی گفته است :

گفتنی نیست که ، بر غالب ناکام ، چه رفت — میتوان گفت : که بیچاره ، خداوند نداشت

۳- سفینه حضرت فرخ بعد ازین ابیات ذیل را اضافه دارد :



بده باده ساقی ، که بگذشت شب مغنی ، چرا باز بستست لب
نه هنگام ، خاموشی و خفتن است که هنگام ، آشفتن و گفتن است
مغنی ! در گفتگو باز کن نی و چنگ را نغمه پرداز کن !
مغنی ! بگو کاین سپهر عجول نمیگردد از ، هر زه گشتن ، ملول
مغنی بگو ! کاین زمان شباب چو سیلاب : دارد برفتن شتاب
حریفان این بزم : افسرده اند تو گوئی ، کز افسردگی مرده اند
مغنی! چنان برکش از دل خروش! که در کاسه ، می را در آرد ، بجوش
بر آر آنچنان نالهٔ دردناک ! که چنگ ، از کف زهره ، افتد بخاک
ز من گوش کن ، راز این روزگار خوشی نیست در بندگی ، گوش دار!
کسی کو چو سایه است . قائم بغیر چو سایه است بی بهره ، از خط سیر
مغنی بگو ! بانی و چنگ و عود! که دف جمله گوشت بهر شنود
جهان ، جز یکی محنت آباد نیست و زو در کف برد ، جز باد نیست
مغنی بگو ! کاین فلک چون سراب بسی تشنه را ، کشت نا داده آب
مغنی ! نرنم نکو تر بود کسی را ، که منزش ز می تر بود
مرا ، قصد ازین شعر گفتن نبود که سامان این کار با من نبود
دلم را ، بیفشرد درد ، آنچنان که خون ، بر جبین گشت از وی ، روان
شنیدم که : آن شاه مردان علی همی راز ، با چاه گفتی جلی
چنین دان که ، این شعر چاه منست همی محرم اشک و آه منست
چو من روی در شعر گفتن کنم شب تار ز اندیشه روشن کنم
نه در لفظ ، معنی نیکو نهم که خورشید را در ترازو نهم
ازان ، زین جهان ، دست برداشتم که در خود جهانی دگر : داشتم
زمینم ، تن ناتوان منست روانم ، بلند آسمان منست
ترا دیده تنگست ، ازان من ، کمم و گرنه ، من افزون ازین عالمم
سخن یاب اگر نیستی ، تنگیاب ببار یدمی ریزه آفتاب
می و عشق را در هم ، آمیختند وجود محمد ازان ریختند

بیا ساقی ! آن دختر تاک را خراباتی و رند بی باک را
در آور ، که یاران هلاک ویند همه ، همچو گل ، سینه چاک ویند
نگهدار ساقی ! دل و دست را میازار یکدم ، من مست را
چنان گشتم اکنون ز سیر جهان که خود را نمیدانم از دیگران

محمد منم ، این خرد تاج من
فتوحات مکی است معراج من

نمانم بدین ناس نسناس فعل
بدست و زبان جملگی داس فعل

نفسشان ز سردی ، بود زهر دار
زبان و دهان شان ، چو سوراخ و مار

همه بینهده رو چو باد صبا
چو نی باد پیما ، چو می بیحیا

ز رنده نفسشان تراشنده تر
ز اره ، زبان شان ، خراشنده تر

درین کهنه ماتمسرا ، ای حکیم
درین بزمگاه تهی از ندیم

نشستیم ، در ماتم خود ، چو شب
گذشتیم ، چون جام می ، جان بلب

شنیدم که : از گردش آسمان
بفرساید این کوههای گران

ز بس باد و باران ، بر اجزای او
نماند درازی و پهنای او

ندانم درین مدت دیر باز
درین روزگار بدینسان دراز

چگونه ، توان بود در زیر خاک
چگونه ، بود حال این جان پاک

در این فکر و اندیشه ، جانم بسوخت
تن خستهٔ ناتوانم ، بسوخت

دریغا ! دریغا ! دریغا! دریغ !
دریغا ! که بستند راه گریغ

مگر پیر میخانه ، کاری کند
که بر تربت من گذاری کند

بفرماید آن سرو آزاد را
همان ساقی پاک بنیاد را

که : ریزد یکی جرعه ، بر خاک من
بر افروزد این گوهر پاک من

کند گور ، بر من بهشت برین
کنم ناز ، بر زمرهٔ حور عین

نسیمی ، ز میخانه برخاست باز
مرا چون بهاران ، بیاراست باز

گلستان طبعم شگفتن گرفت
هزاران در راز ، سفتن گرفت

چومن ، بلبل چند باشد ، خموش
چنین بحر ، تاکی نیاید ، بجوش

زبانم ، دگر خون فشان شد ، چو تیغ
در افشانی آغاز کردم ، چو میغ

پدید آورم زین دل پر ستیز
بصور سخن در جهان رستخیز

چومن ، طبع را معنی آرا کنم
قیامت ، بلفظ آشکارا کنم

ز یکسو ، بهشتی کنم آشکار
ز سوی دگر ، دوزخی تابدار

بسازم ، بحکمت جهان سخن
در آرم ، بقالب روان سخن

کنم ، در جهان سخن ، آسمان
کواکب درو ، ثابتان روان

نسیج سخن را ، کنم پرنیان
کنم تازه ، آئین پیشینیان

بیارم ، برین دعوی خود ، گواه
شوم تا سخن را کنم رو براه

کنم بار دیگر بمیخانه رو
که ، آخر بدریا رود ، آب جو

گرم بود چندی ز میخانه فصل　　کند عاقبت فرع ، رجعت باصل
بود ، نسبت من ، بکوی مغان　　همان نسبت ، پیل و هندوستان
شب آمد ، خیال مغان ، در دلم　　کنون بند و زنجیر می بگسلم
دل عاقلم ، باز دیوانه شد　　طلبگار زندان میخانه شد
نمی شایدش رو بره ، داشتن　　بشمشیرش اینجا نگه داشتن
ره میکده پر خطر ، گرچه هست　　ز انسداد بس پر ضرر ، گرچه هست
توسل بآواز نی میکنم　　توکل بانوار می میکنم
نباشد درین ره ز برنا و پیر　　بجز ساغر می مرا دستگیر
بده ساقی ، آن بادهٔ لعل فام　　که آتش زند در غم ننگ و نام
بر وید ، ز صحن دل ، ندیشه را　　کند چون کف دست خود ، شیشه را
بده ساقی ، آن آتش آبدار　　همان آب ، چون آتش تابدار
هم از معجز پیر دردی کشست　　که یک جزو ، هم آب و هم آتشست
بسی گفته شد گرچه در وصف می　　نشد گفته یک شمه از حال وی

از ینجا ببعد سفینه حضرت فرخ اضافهٔ پنجاه بیت بدین قرار دارد :

اگر می برا ید بدینسان ، که هست　　کند آسمان را ، زمین وار پست
نه کرسی بماند ، نه عرش برین　　بهم در نوردد زمان و زمین
بسه ارشاد ، پیر خراباتیان　　با علام ، آن موبد خرده دان
چنین گشت طی بر من ، این مرحله　　چنین کشف شد بر من ، این مسئله
که باده همان آتش آمد که او　　همی بود ، انی انا الله گو
مغنی ! دم ناله را تیز کن　　دو چشم مرا ، باز خونریز ، کن
ازین غصه ، ساقی ! بجان آمدم　　ازین غم ، چونی در فغان ، آمدم
نکر دست قد مرا ، سال پست　　که پشت مرا بار منت شکست
ز بس ساز گاری بدیدم ز دوست　　دلم کشتهٔ تیغ احسان اوست
ببینی که روزی ، من از شرم او　　روم در زمین ، همچو باران ، فرو
دو چیز ، از تن من برون برد پوست　　شماتت ز دشمن ، کرامت ز دوست
ز بس نا خوشی ، کز جهان دیده ام　　ز رنجی ، که از این و آن ، دیده ام
ببرگ خودم ، آنچنان شادمان　　که نبود کس از ، مردن دشمنان
چنانم درین عرصهٔ پـد بلا　　که بر آتش تیز ، برگ گیا
مرا درمیان زمین و آسمان　　میان دوسنگ آسیا ، دانه ، دان

همی بارم ، از دیدگان خون ، فرو   بدانسان که ، از ابر باران ، فرو
بده باده ساقی ! که جانم بسوخت   غم روزگار ، استخوانم بسوخت
بده می ، که آن شاهد بی حیا   نکردست با هیچ عاشق وفا
بده می ، که غم آتشی میکند   ز تن ، جان من ، سرکشی میکند
بده می ، که این آسمان ، بیگمان   بخونریز ما ، بسته زه بر کمان
جهان نیست جز ، شاهد شوخ و شنگ   بخون عزیزان کمر بسته تنگ
بده می ، که عالم خیالست و خواب   همه تشنگانیم و گیتی سراب
دو روزی که هستی ، درین مرحله   بدانسانکه ، در بادیه قافله
قدم بر سر بوده ، باید زدن   دمی چند آسوده باید زدن
بیا ! تا نشینیم بر طرف جوی   کنیم از غم یکدگر جستجوی
بمی ، عقل را لاابالی کنیم   مگر سینه از غصه خالی کنیم
مغنی ! یکی ناله برکش چنان   که بختم بر آید ز خواب گران
بده ساقی ، آن قوت جان مرا   مرنجان دل ناتوان مرا
که گر من ، دل و دیده ناخوش کنم   جهان را پر از آب و آتش کنم
چو من جان و دل را کنم آتشین   چو کوره زبان را کنم آتشین
درین بوم و بر ، آتش اندر زنم   زمین و زمان را بهم بر زنم
نپویم بهرزه ، ره عیش و نوش   بدوزم بسوزن ، در چشم و گوش
دو روزی که اینجا ، بسر میکنم   قناعت بخون جگر ، میکنم
چو عشق اندر آیم ، بهر درد ناک   چو ایمان کنم جا ، بدلهای پاک
مرا گر چه طبعی است گیتی فروز   در ایران زمین چون چراغم بروز
ندارم ، بهر بوم و بر ، نیتی   نیرزم بیک نان بی منتی
حقیرم ، بهر کوی و هر انجمن   چو فضل اندر ایران ، و در در عدن
ندارد بمن ، رغبتی هیچکس   در ایران ، چنانم که در دیده ، خس
ازین بوم و بر ، مهر برداشتم   همه ، بوده نا بوده ، انگاشتم
چنان میروم زین دیار خراب   که ماهی ز خشکی روه سوی آب
چو رفتم ازین منزل چون قفس   چو عمر شده ، باز نایم ز پس
بده ساقی امروز ، می بیحساب   نداریم برگ حساب و کتاب
مغنی ! دم اندر دم ساز کن   در و بند آتشکده باز کن
چه شد ، گر مرا کس طلبگار نیست   متاع مرا ، کس خریدار نیست
طلبگار گوهر ، کم آید بدست   طلبگار خرمهره ، بسیار هست

دلا! همچو دریا نگهدار ، در گهر را مکن همچو خر مهره پز
ازین گفت و گو به که دم در کشی عنان سمند قلم در کشی
درود فراخور بحال نبی زمن بر علی باد و آل نبی
که نظم این گوهر آبدار ز تاریخ هجرت شناسی هزار(۱)
(۲۷۶ تا ۲۹۲ میخانه چاپ گلچین معانی)

لطائف الخیال : . . . وی مرد صاف مشرب و عالی همتی بوده . بلندیٔ استغنای او از اوج دماغ متکبران زمان بچندین پایه گزشته . در اوائل بشیراز آمد فی الجملهٔ استفاده نمود. و به گازرون نیز رفته بصحبت شیخ المحققین ابو القاسم رحمه الله مشرف شد ، و مدتی در آنجا بسر برده . در مدح شیخ قصیدهٔ بردیف ـ سخنی ـ گفته ، بسیار پاکیزه و هموار . شیخ نیز قصیدهٔ ملا را در مدح ملا جواب گفته ، او را سرافراز ساخت . ملا محمد چون مرد خالی از حدت مزاجی نبود ، نتوانست در ایران بسر برد، در گجرات میبوده . الحق طرز خاصی دارد ـــ لطائف الخیال محمد عارف شیرازی ـ میخانه ص ۲۸۰) .

ریاض الشعرا : مولانا محمد صوفی مازندرانی . جامعیت فضل خوب داشته بهند آمده مدتها در کشمیر بسر برده . جهانگیر بادشاه او را از کشمیر طلبیده . در سهرند بجوار رحمت حق پیوست . این مصرع تاریخ نوت اوست :

مجردانه یکی شد بحق محمد صوفی (۲)

اشعار خوب دارد ازان جمله این ابیات است :

ازانم ، ملک درویشی ، خوش آمد که ملک بی نزاع و پائدار است
مرا بوقت جدائی چو شمع ، مردن به که زنده باشم و بیدوست بنگرم جا را (۳)
دانی از چیستم ، چنین مفلس ؟ خود فروشی ز من ، نمی آید (۴)

حاصل دنیا و دینـم در سر میخانـه رفت
در سرم اکنون خمار و در کفم اکنون هواست

۱ـ ازین بر می آید که ساقی نامه در سال ۱۰۰۰ھ گفته شده است و از ایرانه دل برداشته شده بود و ازین پس زود بهند وارد شد .

۲ـ این تاریخ محمد یوسف صوفی گفته است و سال (۱۰۳۵ھ) برمیآید . (این مصرع در ماثر رحیمی (۳: ۱۱۲۲) غلط ثبت شده است .)

۳ـ روز روشن دارد

۴ـ مجمع الفصحا دارد

نمیبینم در اقبال خود ، پرواز بستانی هم آخر بال مرغ ما در این ویرانه میریزد (۱)
فدای پای او سر میتوان کرد نه خاک پایش افسر میتوان کرد
سر او چون شود گرم ، از می لعل چراغ از روی او بر میتوان کرد
مرا کسی که بسوی تو راهبر باشد . مگر فغان شب و نالهٔ سحر باشد
ترا دیدم ، قرار از دست من رفت عنان اختیار ، از دست من رفت
تو ای آهی سحر گاهی ! دران دل بکن کاری ، که کار از دست من رفت (۲)
دوستم ، دشمن جان پندارد آنچه هستم نچنان پندارد
مرا ، در زیر این گردنده گردون چراغی دان ، نهفته زیر سر پوش
بتا در بند زلف دلبرستم ز دل عود و ز سینه مجمرستم
نه کار آخرت کردم ، نه دنیا یکی بی سایه نخل بی بر ستم
مرا چشمی است دور از چشم یاران همی آتش بجای آب باران
چنانم با رفیقان ، در ره عشق که مور لنگ ، با چابک سواران
بزاری در رهش ، افتاده بودم سحر گه آن قرار بیقراران
ز من بگذشت ، چون باد بهاری مرا بگذاشت ، چون ابر بهاران (۳)
مجلس عاشقان مفلس را شیشه هم مطرب است هم ساقی
از بس سر سران که فتاده است بر گزر خورشید پا برهنه رود در دیار ما
شب آمد ، زنخدان یارم ، بدست تو گفتی که : خورشید دارم بدست

رباعی :

سوزنده ، لبان اخگرم ، ساخته اند آیا ز کدام گوهرم ساخته اند
هرگز نرسم بهیچ مقصد ، گوی ! همطالع ، تیر بی پرم ، ساخته اند
ای شاه نه تخت و نه نگین میماند آخر بتو یکدو گز زمین میماند
صندوق خود و کاسه درویشان را خالی کن و پر کن که همین میماند
ابلیس که گشته در بدی افسانه بیچاره سگی است بر در جانانه (۴)
گر بیلد اهل آشنا ، مانع نیست مانع شود آن را که ، بود بیگانه (خطی)

۱ـ مجمع الفصحا دارد .
۲ـ روز روشن دارد .
۳ـ این سه شعر مجمع الفصحا دارد .
۴ـ مجمع الفصحا دارد .

آتشکده : صوفی ، اسمش محمد از اهل آندیار (مازندران) است ، و بعضی اورا خالوی ملا جامی دانسته اند . و الله اعلم . حالش از تخلصش معلومست . (چهار شعر دارد) ص ۱۸۵ .

مآثر الامرا : ملا محمد صوفی مازندرانی مشهور . در جوانی از ایران آمده اکثر ممالک هندوستان را بقدم سیر و سیاحت پیموده در احمدآباد رنگ سکونت ریخت و به میر (میر سیدجلال صدر متخلص رضائی از امرای ششهزاری شاهجهانی متوفی ۱۰۵۷ھ) تعلق خاطر بهم رسانیده تعلیم او مینمود . شعر ملا خالی از لطافت نیست . سیف خان صوبه دار گجرات اعتقادی با ملا داشت . حسب الطلب جنت مکانی لا علاج ملا را روانه نمود . در راه فوت کرد . و دران حالت این رباعی گفت :

ای شاه! نه تخت و نه نگین میماند   از بهر تو یک دو گز زمین میماند
صندوق خود و کاسهٔ درویشانرا   خالی کن و پر کن ، که همین میماند

پادشاه شنیده رقتها نمود . (مآثرالامرا ۳ : ۴۴۷ تا ۴۵۱)

صحف ابراهیم : مولانا محمد صوفی از مازندران است . در سنه هزار و سی و دو (۱۰۳۲ھ) در احمد آباد گجرات و بعد ازان مدتها در کشمیر ساکن بوده . و مجموعه مشتمل بر انتخاب دواوین قدما ترتیب داده موسوم به 'بتخانه' ساخته بود . و اعتقاد با شعر متقدمین خصوص شمس فخری(۱ بسیار داشت ، و بمشرب تصوف آشنا و مستغنی‌الحال و صاحب همت عالی بوده ، و جامعیت و فضیلت به کمال داشته . اگرچه تذکره نویسان اسمش را در فصل میم نوشته اند ، اما مشار الیه 'محمد' و 'صوفی' هر دو تخلص مینماید ، و بسیار بذوق حرف میزند ، فکرش بغایت متین و مستقیم است . جهانگیر بادشاه اورا از کشمیر طلب داشته بود ، اما در سرهند رسیده وفات یافت(۲) . این مصرع تاریخ ارتحال اوست :

مجردانه یکی شد بحق محمد صوفی

مجمع الفصحا : محمد صوفی مازندرانی . صاحب آتشکده را از حالش استحضاری کامل

۱ـ فخری شمس الدین هراتی که در عهد سلطان حسین بایقرا زندگانی میکرد . (تذکرة الشعرا عبدالغنی ص ۹۹) دنگر فخری شمس الدین از اصفهان بود (۱۰۰)

۲ـ در ماثر رحیمی (۳ : ۱۱۲۳ھ) هست که : در حسب حال میر مجیبی تهبندانی زبان حقیقت بیان عارف صمدانی مولانا محمد صوفی مازندرانی گفته :

دلا راه تو پر خار و خسک نی   گذارت بر سر چرخ فلک نی
گر از دستت براید پوست از تن   بیفگن تاکه ، بارت کمترک نی

حاصل نگشته . لقبش را تخلص دانسته و او را اصفهانی خوانده ، و خالوی ملا جامی (۱) شمرده . تحقیق اینست که باسم تخلص میکرده . مردی حکیم مجرد موحد و تذکرهٔ جمع نموده . در اصل مازندری بوده . با ابوحیان طبیب و ملا حسن علی یزدی بهندوستان رفته در کشمیر توطن گزیده . بخواهش جهانگیر بادشاه بدهلی رفته در سنه ۱۰۰۸ (۲) در سرهند وفات یافته . دو هزار بیت دیوانش دیده شد . وله :

شور در سر ، چه گونه ورزم عقل   خار در پا ، چسان روم رهوار
بحر بی بن بشورد از تشویر   کوه سنگین بنالد از آزار
حیرتم دوخت دیده باز صفت   محنتم سوخت سینه آتش وار
نه مرا مونسی بجز سایه   نه مرا محرمی بجز دیوار
نه گلی چیده ام ، ازان گلبن   نه بری خورده ام ، ازان گلزار
گه بموبم زدل ، چو موسیجه   گه بنالم ز جان ، چو موسیقار
اندرین بادگیر پر کرگس   اندرین خاکدان پر مردار
زندگانرا چو مردگان بینی   مردگانرا چو زندگان انگار
همه را کعبه آنچه درکیسه   همه را قبله آنکه در شلوار
بلرزم ، چون که یاد آرم ز یاران   چو کنجشکی ، که تر گردد ز باران
از کوچهٔ عشق ره بدر نیست   این وادی حیرتست و حرمان
در سینه نهان هزار دوزخ   در دیده عیان هزار عمان
من یونسم و زمانه ماهی   من یوسف و روزگار زندان .
روزیکه ، چو ما شوی ، بدانی   کاین عشق چرا نماند پنهان(۳)

ریاض العارفین : محمد مازندرانی قدس سره : اسمش ملا محمد ملقب بصوفی . از اهل مازندران بهشت نشان . جامع فضائل نیکو و حاوی خصایل دلجو بود . صاحب آتشکده نقبش را تخلص دانسته و اورا اصفهانی خوانده و خالوئی مولوی جامی شمرده . و چنین نسبت باسم

۱- رک : آتشکده چاپ تهران ص ۹۵۸ بخش سیوم . این صوفی که صاحب آتشکده آورده است ، غیر از صوفی مازندرانی است و روز روشن آنرا ملا محمد صوفی اردستانی نوشته و از خویشاوندان مولانا جامی شمرده است (ص ۳۹۸) صاحب تحفهٔ سامی نیز ازو صحبت کرده است و میگوید که خوش طبع و لوند و فقیر و دردمند بود (ص ۱۳۱)
صاحب روز روشن نام صوفی مازندرانی را اشتباهاً ملا محمد یوسف نوشته است . رک : مولانا یوسف صوفی تذکرهٔ حسینی ص ۱۸۷ .

۲- تاریخ ۱۰۳۵ه است رک : ریاض الشعرا و صحف ابراهیم .

۳- بعد از ین از ساقی نامه یازده بیت ثبت کرده است .

تخلص میکند و مازندرانی است ، و باتفاق ابوحیان طبیب و مولانا حسن علی یزدی در هندوستان بسر میبرده . مدتی هم درکشمیر بوده . بخواهش جهانگیر از کشمیر بدهلی رفته در سنه ۸۸۰ (؟) در سرهند وفات یافته . دیوانش بنظر رسید یک دو هزار بیت است . بعض اشعار در مذمت اهل هند دارد . بهر صورت از آنجناب است (۳۸ بیت دارد که درین اوراق ثبت است ص ۲۱۷)

روز روشن : صوفی : ملا محمد یوسف (۱) ، مازندرانی . از وطن بکشمیر رسیده اقامت گزید ، و بجرمی مغضوب جهانگیر بادشاه گردیده ، از کشمیر گریخته در شهر سهرند سکونت گزید :

بهرجا جوشد آبی ، از دل خاک مگر چشمه که چشمی گریه ناک ست
شگافی هر زمینی را که بینی گریبان پارهٔ یا سینه چاکی است
(۳۹۸)

صبح گلشن : محمد صوفی . زاد بومش مازندران بود. در هندوستان رسیده گلزمین کشمیر را خوش کرده توطن اختیار نمود . بسکه شهره فضل و کمال وی از زبان بعض اراکین بسامعه نور الدین محمد جهانگیر پادشاه رسید ، فرمان مطاع در طلب ؛ ملا محمد صوفی بنام حاکم شهر نافذ گردید . و ملا بقصد حضوریٔ حضور شاهی بر جناح استعجال تا سهرند رسیده بود که یرلیغ قضا تبلیغ از حضرت مالک الملک جل جلاله ما مضاء حکم ایوا در جوار رحمت خود ورود فرمود ، بر خط فرمان واجب الاذعان گردن نهاد و در سنه خمس و ثلثین و الف همان جا تن بقضا در داد .

مرا بوقت جدائی چو شمع مردن به که زنده باشم و بی دوست بنگرم جا را
شب آمد ، زنخدان یارم ، بدست تو گوئی که خورشید دارم بدست
ترا دیدم قرار از دست من رفت عنان اختیار از دست من رفت
چه سود ازین که ، عتاب تو خنده آلودست
که زهر کارگر است ارچه در شکر باشد (۳۸۷)

۱۵۷ - شیخ محمد مسلم صنعی

شیخ محمد مسلم صنعی عمویٔ میانه فقیر . صنعت شعرش بحدیکه ، نظر برآن، غنی ایهام بندی خود را، مبهم گذاشته چون زر گل ، از خجلت

۱- این اشتباه شده است : نیز رک : تذکرهٔ حسینی ص ۱۸۷

نارسائی سرخ گردیده ، در زمره تلامذه نشست . و مخلص ترصیع گوی خویش را موقوف داشته ، مانند جواهر الوان سرخ و زرد گشته ، در جرگه مخلصان در آید . نثرش از رشک تر و تازگی گلهای معانی خویش ، گلزار ابراهیم . ظهوری را پژمرده تر از اخگر های افسرده آتش خلیل کرده . دیوان ملا محمد طاهر غنی را هنگام ترتیب ، دیباچه[1] بنوعی نگاشته که چشم ارباب بصیرت از دیدنش چار گردیده . در هند با امرای عظام صحبت داشته . هنگامی که نهضت رایات عالیات حضرت اورنگ زیب عالمگیر باین صوب شده[2] ، بمنصب سرافرازی یافته . اواخر سلطنت بعین استغنا از دیدن شاهد دنیای بیوفا پوشیده : پس از چندی بفحوای ـ کل نفس ذائقة الموت ـ بمحبوب و مطلوب حقیقی پیوست :

کجاست جو شش یاران بهم ، که غیر از شمع
بما نکرده کسی گرمی زبانی را

مطلبم از بت پرستی غیر دیدار تو نیست آتش طوری و در هرسنگ میبینم ترا[3]

فیض میبخشد سحر صد رنگ از گلگون شفق
نالهٔ زار هزاران با گل رعنا خوش است
مکن از غمزه ، کمان ستم مژگان ، زه
هرچه در کشور حسن است ، بحکم ابروست

۱- رک : دیوان غنی مطبوعه نولکشور کانپور ۱۸۷۱ء

۲- عالمگیر یک بار بکشمیر رفت ۲۵ رمضان ۱۰۷۳ (۲۳ اوریل ۱۶۶۳ء) حرکت از لاهور ۱ ذیقعد ۱۰۷۳ (۲۸ مئی ۱۶۶۳ء) ورود در سرینگر ۲۲ محرم ۱۰۷۴ (۱۶ اگست ۱۶۶۳ء) حرکت از کشمیر ۲۹ ربیع الثانی ۱۰۷۴ (۲۰ نومبر بروز جمعه ۱۶۶۳ء) ورود در دهلی . تقریباً چهار ماه در سرینگر بسر برد .

۳- روز روشن داورد

همچو آن مصرع ، که از طبع سخنور سر زند
قامت موزون آن خوش جلوه ، سر تا پا خوشست
سر مکنون دهان او که ، پیدا نیست هیچ
از خط و خال لب لعلش عیان باشد که نیست
گویم گهی ز لعل لبت گه زخط لب   خود بادهان تنگ بگو مدعا کجاست
از لب میگون اوخط سر زد و مینا و جام   میسپارد دور را با فتنهٔ آن چشم مست
مژگان تو بر ناوک فولاد سبق برد   ابروی تو شمشیر توانست بمو زد
زان زلف و خال ، دور و تسلسل وجود یافت
این نکته بی دلیل مبرهن نمی شود
هلال عید وصل عاشقان است   تنی کو در فراق دوست کاهید
چه بوسها به پیام از پیش فرستادم   رسید از خط مشکین او رسید وصال
بیاد نرگس شهلای سر خوش ساقی   کشیده ایم بسر ساغری خموش شدیم
شب که، عکس و روی ساقی، در می و مینا نمرد
از شراب لعل گون رنگین ایاغی داشتیم
ساقی دور نشست، آئینهٔ جام بکف   صبح عید است، بود دیدن روی تو شگون*

* روز روشن: صنعی از شاعران کشمیر بود (یک شعر دارد ص ۳۹۵)

۱۵۸ - میرزا لطف الله بیگ صهبا

سخنور عالی ذکا میرزا لطف الله بیگ صهبا . دماغ طبعش ، از جام لبالب رحیق سخن . سخنی چنانکه رسا ست . که هر مصرعش سهی قامتی خرام صبا در دیده صاحب نظران جلوهٔ ظهور میکند :

ز ریز های مقیش بچشم اهل نظر   بطاق ابروی پیوسته اش طلا کاری است

بدست ساقی دوران ، بجای ساغر می کشم خمار ، اگرچه تخلصم صهبا ست

ز بیبرگی ، بغیر از جان سپاری، نیست سامانم
بخود پیچیده ، از شرم لبت ، چون بیرهٔ[1] پانم
بیاد سنبل زلف عروس گل ، درین گلشن
ز بیتابی بخود چون مارپیچم عشق پیچانم

۱۵۹ = میر صیدی صفاهانی

صیاد و حوش خوش معانی ، میر صیدی صفاهانی . ترک شکار دولت آهوان معانی را بکمند نازک خیالی اسیر فرموده ؛ و نخچیران الفاظ را بخدنگ مصرع صید . دیوانش ، صحرای است پر از گلهای ابلاق . ابیات رنگین، ساحتی است لبالب از سنبلهای دشتی . قصائد ، غرابت آئین .

گرموی ، آن میان نشدی ، باعث سخن
بیکار بود وقت نزاکت خیالها
از دوری تو ، دیدهٔ ما ، این قدر گریست
کز ، چشم خفتگان عدم ، شست خواب را

خطت زیاده کند سوزش دل صیدی که این غبار چو مشکست زخم دلهارا
ابروش دارد بایما آن اثر در گفتگو کز سخن جوهر دهد تیغ زبان لال را

خیال خام رویت را ازان رو در نظر دارم
که خالی میکند، دردل سویدا بهراو ، جا را
نقش شیرین را بضرب تیشه جا دادن بسنگ
مشق جان کندن بود در عاشقی فرهاد را

۱- بیره برگ پان که پیچیده باشد .

در بزم او مجال نشستن نیافتیم   چون نرگس ایستاده کشیدیم جام را ۱

برگ گل بهشت ، لب می پرست تست
مستی که هوشیار نشد ، چشم مست تست

از بس خیال زلف سیاه تو کرده ام
رگهای سینه ام ، همه چون شاخ سنبل است

از زلف پر خم تو ، دلی سر بدر نکرد
باآنکه شمع حسن درین کوچه روشن است

یکدل آنجا نفگندی ، که بیادت باشد   مگر آن چاه زنخ چاه فراموشان است
امشب زخنده برگ گلت عذرخواه کیست   مردم گیاه گلشن حسنت نگاه کیست۲
از باغ رفتی و دل بلبل ز ناله ریخت   گل را شراب رنگ تمام از پیاله ریخت۳
بیاد سرو قدی : باز مانده : آغوشم   که در برش نتواند کشیدن گستاخ

بت خود رای من، رسم خود آرائی نمی داند
چوگل، یک هفته میپوشد اگر صد پیرهن باشد

پس از عمری که با مهجور خود دمساز میگردد
بعاشق ، از غرور حسن لطفش باز میگردد

کشتهٔ ناز تو ، آرام نمی داند چیست
گر بخاکش کنی . آسوده گی از خاک رود ۴

۱- مجمع النفائس دارد.

۲- محمد حسین قتیل (متوفی ۱۲۳۳ھ) نیز درین زمین غزل دارد این شعر ازوست :
گیرم که ، وقت ذبح تپیدن گناه من   دانسته ، دشنه تیز نکردن ، گناه کیست

۳- کلمات الشعرا و نتائج الافکار دارد .

۴- کلمات الشعرا دارد .

دل ، ز رشک عرق روی تو ، برخود پیچد
شبنم گل ، گره خاطر بلبل باشد

دل ، از غبار خطش ، چشم آشنائی داشت
ز تیره بختیم ، آن هم حجاب دیگر شد

ازین رنگی که شیرین در محبت ریخت میدانم
که خون کوهکن آخر بجوی شیر میآید

نمی دانم ، کرا قاصد کنم از محرمان ، یارب !
بسویش ، شوق را گر میفرستم ، دیر میآید

سر عاشق نگهداری اگر داری محبت کن
که از یک مهربانی کار صد زنجیر میآید

بر افشانم روان ، گر خاطرت ایمن همین باشد
گرفتار ترا ، چون شمع ، جان در آستین باشد

ز خویش ، نقطهٔ موهوم در نظر دارد   دلی که خال ترا عینک سویدا کرد

مرا چون زندگانی بی غم عشق بتان باشد
که دیوار بدن برباد پشتیبان جان باشد

عکس ترا در آئنه ، هرکس که دید ، گفت :
از روزن بهشت ، بر آورد حور ، سر

که ترا گفت ؟ که تنها بچمن ، گل بنگر
رو ، در آئینه گل و نرگس و سنبل بنگر

تا ز خط آئینهٔ حسنش غبار آلوده شد   از نگه چشمم بخود هر لحظه میدزدد نفس

ز شوخی ، بسکه باهم پنجه میگیرند ، مژگانش
بتنگ است از جدا کردن نگه از چشم جادویش
دیدن بسیار عاشق ، نیست از ترک ادب
میکند بر حسن پاکت آفرین از چشم پاک
بهار عارضش ، تاب غبار خط ، کجا دارد
که من ، از سایهٔ مژگان ، بر آن رخسار میرستم
بخون اشکم بدل گشت و همین از هجر گریانم
بجای گوهر ، اکنون لعل بارد ابر نیسانم
ز طالعی نگر که من و یار چون دو چشم
همسایه ایسم و خانهٔ هم را ندیده ایم
شرح حال ما ، ز عنوان کتابت ، ظاهر است
پیش او ، ز نهار ای قاصد ، زبان دانی مکن
به بندم چشم اگر از بهر من رخسار میپوشی
نمی خواهم که باشد عقده از بند نقاب من
نشان سوختهٔ عشق او ، یکی اینست که زیر سایهٔ طوبی ست، آفتاب زده*

کلمات الشعرا: میر صیدی : در زمان شاه جهان بادشاه بهندوستان آمده . این مطلع که ذکر خواهد شد : در سخنوران پایه تخت غلغله انداخت . برسر دروازه سرای بیگم جا گرفت ، روزی بیگم (۲) بر سواری عماری فیل سوار ازان دروازه برای سیر باغ صاحب آباد ، گذشت ، از بالای بام ببانگ بلند بر خواند :

۱- ریاض الشعرا و کلمات الشعرا دارد .

۲- جهان آرا دختر شاهجهان پادشاه (۱۰۲۲—۱۰۹۲ھ) رسالهٔ مونس الارواح، (۱۰۴۹ھ) در شرح حال خواجهٔ معین الدین اجمیری تالیف کرد و تربیت از ستی النسا خانم دختر طالب آملی و همسر نصیرای کاشی برادر حکیم رکنا کاشی، یافت . بیگم شعر نیز میگفت :

برقع برخ نگنده ، برد ناز ، بباغش   تا نکهت گل ، بیخته آید ، بدماغش

بیگم شنیده خوش وقت شد ، پانصد روپیه صله عنایت فرمود .

دیوان رنگین و اشعار پر مضامین دارد(۱) . گویند: روزی بر لب جوی با یاران صاحب سخن نشسته تماشای ماهیان میکرد . این مطلع از طبعش سرزد :

ازین خود کام یاران رنگ الفت میبرد ما را   که بهر صید ماهی خشک میخواهند دریا را

قضا را ماهی بر جست و در دامنش افتاد ، آن را صله این شعر من جانب الله انگاشته ، بشگون نیک برداشت . روز دیگر طرح ضیافت این عطیه انداخت . فقیر نیز مطلعی و حسن مطلعی در جوابش رسانده :

ازین بیرحم صیادان رهای کی بود ما را   که آتش میزنند از بهر یک نخچیر صحرا را

بگلزاری که بیند ناز عرض لشکر حسنش   تماشا کن شکست فوج فوج رنگ گلهارا

مقبول طبائع گشت ـ مکرم خان خلف نواب‌شیخ میر سپه‌سالار شاه عالمگیر، بیک دست‌خلعت فاخره این منتظر فیض الهی را نیز سرفراز نمود . حسن مطلعش را نیز جواب با صواب گفتم :

آنجا که کمال کبریای تو بود   عالم نمی از بحر عطای تو بود

ما را چه حد حمد ثنای تو بود   هم حمد و ثنای تو سزای تو بود

ای بوصف بیان ما همه هیچ   همه آن تو . آن ما همه هیچ

هر چه بیند خیال ما همه هیچ   هر چه گوید زبان ما همه هیچ

ما بکنه حقیقتت نرسیم   ای یقین و گمان ما همه هیچ

این چند بیت از مرثیه است که بر مرگ پدر سروده بود :

ای آفتاب من که شدی غائب از نظر   آیا شب فراق ترا هم بود سحر

ای پادشاه عالم ، و ای قبله جهان   بکشای چشم رحمت و بر حال من نگر

نالم چنین ز غصه و یادم بود بدست   سوزم چو شمع در غم و دودم رود ز سر

مرزا احمد علی ماهر ، مثنوی در مدح جهان آرا سرود و بر شعر ذیل بشاهر پنج صد روپیه انعام داد :

بذات تو صفات کردگار است   که خود پنهان و فیضش آشکار است

بعد از مرگ ویرا در صحن خواجه نظام الدین اولیا در دهلی دفن کردند و بر لوح مزار این شعر کنده شده است .

بغیر سبزه نپوشد کسی مزار مرا   که قبر پوش غریبان همین گیاه بس است

(تلخیص بزم تیموریه ۲۴۲ — ۲۵۵)

۱ـ موزهٔ بریطانیه دارای دو نسخه دیوان است شمارهٔ OR. 293-A22, 7813 ۲۰ و ۵۲ اوراق دارد .

صیدی : براه انتظارش گر گزارد تن چه خواهد شد
ز اعضا چشمی و پای ز نرگس بس بود ما را

سرخوش : ز اسباب طرب چیزی دگر میکش نمی خواهد
همین دستی و جامی همچو نرگس بس بود ما را

سوای این یک بیت دیگر خوش ادا تر گفتم ، که همه صاحب سخنان خوش کردند :(۱)

به گلزاری که بیند ناز عرض لشکر حسنش تماشا کن شکست فوج فوج رنگ گلها را

منه :

بی تو بلبل میکشد دنباله آهنگ مرا
بوی گل تعلیم تمکین میدهد رنگ مرا

در غبار دل ، هوسها را نهان کردیم ، ما
در حیات خویش بردیم آرزو ها را بخاک (۲)

سرگشتگی بطالع من باب کرده اند
یک می بساغر من و گرداب کرده اند

عجب دارم از طالع ساغر خود
که در ساختن نیز گردیده باشد (۲)

سوخت رشک شعلهٔ شمعم، که در راه‌طلب
از نظرها کرده پنهان جادهٔ پیموده را

ز بسکه حسن تو هر ذره را برنگی سوخت
توان شناختن از هم غبار سوختگان

در جهان بود ازین بیش نشاطی ، واکنون
ما مکافات کش عشرت آن یارا نیم (۲)

ندیدم جز قفس جای دگر، تا دیده‌ام خود را
همین در ریختنها کرد پروازی پروبالم

مرا شرم محبت بسکه دور از بزم او دارد
سخن گر روبرو گوید بمن پیغام میگردد

بعد مرگ افتان و خیزان در هوای کوی او
استخوانم چون پر افتاده آید سوی او (۱)

(مدراس ۱۱۴-۱۱۶ لاهور ۶۵-۶۷)

ریاض الشعرا : میر صیدی طهرانی در زمان شاه جهان بادشاه بوده . در ملازمت جهان آرا بیگم ، صبیه آن بادشاه معدلت گستر ، بسر میکرده و اکثر مورد انعامات میگردید . چنانچه روزی جناب بیگم بسیر باغ متوجه بودند ، میر بتقریبی خود را بنزدیک فیل سواری بیگم رسانیده این مطلع برخواند :

برقع برخ افگنده برد ناز بباغت تا بوی گلت بیخته آید بدماغت

هزار اشرفی همه‌نوقت انعام شد . فرمودند : چون مرتکب سوء ادب شد و گستاخانه نزدیک سواری ما آمد ! لهذا هزار اشرفی در صله این بیت با و انعام کردیم ، و اگر بواسطه وسیله . گذارش می نمود دو لک روپیه می بخشیدم . خلاصه میر مرحوم شاعر خوش بختی بوده . دیوانش اگرچه کم است ، اما اشعار خوب دارد . این ابیات از وست که نوشته میشود :

۱- رک : مجمع النفائس . راجع به این شعر خان آرزو نوشته است .

۲- مجمع النفائس و ریاض العارفین دارد .

بیهوده مده پند ، خموشان محبت   آن را که ، زبان لال بود ، گوش گرانست
بد را بره ، سپار که مردان راه عشق   تیغ کشیده نام نهادند جاده را
چنان خوش است محبت ، که گر ضرور افتد   بعمر هم نتوانند زندگانی کرد (۱)
دلیل خواهش خوبان همین بس بینوایان را   که گل ، بکشاده ره ، از بهر بلبل باز میگردد
آبروئی ، که بصد خون دل ، اندوختهٔ   بامید کرم نسیه ، بدربان مفروش (۱)
آنکه حاجب را، پی منع گدایان ، میدهی   حق سائل را چرا ظالم ! بدربان میدهی
مرو بخشم ، چرا آتشی بر افروزی   که بایدش به عرقهای انفعال ، نشاند
آه از راه محبت که ، چه بی پایا نست   بادو منزل که یکی هجر و دگر وصل بود
چین در جبین ، در اول سودای عاشقی   از مصحف جمال تو آمد ، بفال ما
خود بی تکلفانه بیا ! شاد کن مرا   از منت هزار کس آزاد کن مرا
در عشق هر که هست ، مهیای جنگ ماست   برروی ما ، کسیکه نه استاد ، رنگ ماست (۲)
وصل روداده و آرام نمیدانم چیست   چارهٔ ، ای دل خود کام! نمیدانم چیست
دلم به عشق تو ، هم اضطراب صیادیست   که دام در گذر و مرغ در هوا دارد
درین فصل گل ، هر چه داری ، بمن ده   مبادا که دیگر بهاری نیاید
بحیرتم که چنان میخورم بدل تیرت   ترا که هیچ نظر نیست بر نشانهٔ خویش
روز وصل تو گم کنم خود را   که بدولت رسیده را مانم
یاد آن لطف نمایان که ، بکوری رقیب   مینمودی بسر انگشت ، مه عید ، به من
هر کس نظر کند بتو ، عاشق گمان کنی   بی آنکه یک رهش بخفا امتحان کنی
نگه ز بیم مکافات سوخت در چشمم   دران نفس که ز پیشم گذشت ناز کنان

مجمع النفائس : میر صیدی از طهران است . اواخر عهد شاهجهانی از ایران بهند آمده . شاعر خوش کلام رنگین بیان است . گویند : روزی نواب تقدس حجاب ، جهان آرا بیگم بنت شاهجهان بادشاه ، بسیر باغی ـ که در وسط شاهجهان آباد ساخته بود ـ می آمد، و میر در حجره از حجر های بیرون باغ ـ که مردم بکرایه می گرفتند ـ بسبب اهتمام سواری پنهان می شود ، و بیگم فیل سواره تشریف می آرد . هر گاه فیل سواری نزدیک می آید از غرفهٔ پشت بام حجره خود ، سر بر آورده این بیت خواند :

برقع برخ افگنده ، برد ناز ، بباغش   تا نگهت گل بیخته آید بدماغش

بیگم در ظاهر از راه بیدماغی میفرماید که : این کیست ؟ اورا کشان کشان بیارند !

۱- مجمع النفائس دارد .   ۲- سرو آزاد دارد .

خواجه سراها که در سواری بودند ، میر را بکشان میبراند و مکرر امر میشود که : چه میخواندی ؟ باز بخوان ! میر همین بیت را مکرر میخواند تا آنکه بیگم اندرون باغ تشریف میبرد و می فرماید که : پنجهزار روپیه این مغل را بدهند و از شهر بیرون کنند !

و نصر آبادی(۱) میگوید که : میر از سادات طهران است ، خوش طبیعت و غریب خیال بود . اگرچه کم شعرست اما معانی نجیب دارد . بمجرد توهمی از دوستان بعبث میرنجید . باعتقاد خود همیشه عاشق بود . از اصفهان متوجه هند شده کاری نساخت در آنجا فوت شد . ازوست :

ز آستان تو ، گاهی چو گرد برخیزم — که سجده تازه کنم شکر ناتوانی را
دلیل خواهش خوبان همین بس بینوایان را — که گل یکساله ره از بهر بلبل باز میگردد
کمتر از برگ نشاید بود در تسخیر دل — میکند از خود نهالی را که پیوندش کنند(۲)
. . . . (۳)

فقیر آرزو گوید که: مطلع سرخوش بمطلع میر صیدی نمیرسد، بلکه سخن در صحت مصرع دوم است ، چه آتش زدن صحرا در شکار قمرغه باشد و دران انواع شکار بود و یک نخچیر مناسب آن نیست . بهرحال ازوست :

درین بهار ، نشد فرصت آنقدر ، مارا — که ، هم ترانهٔ بلبل کنیم ، مینا را
ایکه شور محشر از بیباکیت هنگامه ایست — از خدا خطت برای ما سفارش نامه ایست
بچشم آنکه ز هجران دوست دلتنگست — شبی بروز رساندن هزار فرسنگست(۴)
سودای چشم او ، بدل پاره پاره ام — چون مست، در دکان کبابی ، نشسته است
با آنکه صرف شد همه عمرم ، در انتظار — آگه نیم هنوز که چشمم براه کیست(۵)
آه از راه محبت که چه بی پایانست — با دو منزل که یکی وصل و دگر هجرانست

از خون ، پس از هلاک ، رقم کن بسنگ من
کین ، خون گرفته است شهید خدنگ من
اگر ناخوانده می آیم ببزمت ، رو متاب از من
تو هم دانسته باشی‌کز ، کمال اضطراب است این

۱- رک : تذکرهٔ طاهر نصر آبادی مطبوعه تهران ۱۳۱۷ صفحه ۳۵۸ .

۲- سرو آزاد دارد .

۳- اینجا واقعه ماهی که کلمات الشعرا دارد آورده است .

۴- خان خانان و میرزا غالب و دیگر شعرا در همین زمینه دارند .

۵- رک : نتائج الافکار دارد .

جفای یار چنان برده اعتبار از من | که غیر آید و پرسد نشان ز یار از من
میمنایم خویش را وارسته از سودای او | تا فریب عشق من کم سازد استغنای او
میرم و بر زندگانم، رشک می آید، که تو | خو ، بآن بیدادها داری ، که بامن کردهٔ
فراق میکشدم این زمان ، و میگوید : | سزای آنکه ، کند تکیه ، بر شکیبائی
میل داری که ، بمیرند جهانی ، به هوس | از وفا نیست ، که بر تربت ما ، میگذری
افگنده ام ترا ، بزبانها و خوش دلم | کز شرم آن نگاه بمردم نمیکنی
همانا درمیان با غیر ذکر قتل من داری | که سویم گوشهٔ چشمی در اثنای سخن داری

(ورق ۱۱۱-۱۱۲)

سرو آزاد : میر صیدی صید بند وحشیان خیال است و دام نه فراوان غزال . فرع شجره سیادت است . صاحب انواع حیثیت .

از صفاهان به هند خرامید و پنجم ربیع الاول سنه خمس و ستین و الف (۱۰۶۵) به ملازمت صاحبقران ثانی شاهجهان مباهی گشت و قصیدهٔ — که بمدح شاهی پرداخته بود — بعرض رسانید ، هزار روپیه صلهٔ قصیده مرحمت شد . مطلعش این است :

زهی جهان خدا را سپهر عدل و کرم | بزیر سایهٔ قدر تو نیر اعظم
. . . . (۱)

دیوان صیدی بمطالعه درآمد ، قصائد در مدح صاحبقران شاه جهان دارد و مثنوی در تعریف کشمیر موزون ساخته . در صعوبت راه کشمیر گوید :

زبیم جان ، درو صد جا ، زیاده | شود ، از باد بوی گل ، پیاده

منه :

توان بهمت مردان دو صد سپاه شکست | بزور خود نتوان گوشهٔ کلاه شکست
ما که باشیم که در بزم تو داخل باشیم | دولت ماست که ، حسرت کش محفل ، باشیم
هر که خواهد ، نظر بد به جمال تو کند | آن قدر عمر نیابد که خیال تو کند
تنها نگشتهٔ بی تو زبانم بکام بند | چون رنگ گل ، شد است شرابم بجام بند
مارا به برگ سبز ، کجا یاد میکند | آن گل ، که منع بوی خود ، از باد میکند
صیاد ما ، بنای ستم تازه کرده است | مرغی که پر شکسته شد آزاد میکند (۲)
غم ز بیمهری او نیست ، که یکچند نهال | سایهٔ مرحمت خویش پریشان دارد
میان آشتی و جنگ ، هم مقام خوش است | تغافل نگه آمیز ، صد ادا دارد
خود را بچشم آنچه دیدی و سوختیم | با آنکه اضطراب مرا عذر خواه شد

۱- واقعه شعر گفتن در باغ آورده است که کلمات الشعرا دارد .
۲- نتائج الافکار دارد .

صورت دیوار هم در عالم خود زنده است — هر کسی را ، جامهٔ هستی برنگی ، داده اند
مرد بی برگ و نوا را ، سبک از جای ، مگیر — کوزه بی دسته چو بینی، بدو دستش، بردار
چو غنچهٔ ، که بگلشن شگفته باشد ، فرد — ز گلرخان ، بتو دارد نظر بهار امروز
نقص عشق است که ، از خار بنالد بلبل — نسبت هر چه ، بگلزار رسد ، گل باشد
چشمت هنوز از صف مژگان بقتل عام — سان در زمین آنچه بیند سپاه را
هر چه میگویم ، ازان نام تو مطلب باشد — که مرا تندی خوی تو ، معمای کرد
(۱۱۱ - ۱۱۲)

نتائج الافکار : میر صیدی طهرانی . که غزالان خیالات رنگین را بدام میکشید . در بدایت حال از اصفهان بهند رسید و شرف ملازمت شاهجهان در یافته در صلهٔ قصیدهٔ مدحیه بعطای هزار روپیه مفتخر و ممتاز گردید . . . . . (۱) میر صاحب دیوانی است و مثنوی رنگین در توصیف کشمیر تالیف نموده . آخرالامر اواخر مأته حادی عشر شکار نهنگ اجل گردید این چند بیت از کلام اوست :

رسیده ام بگلستان وصل ، و نومیدم — که گل بشاخ بلند است ، و باغبان نزدیک
(سه بیت دیگر دارد ۲۱۸)

۱۶۰ = محمد طاهر طاقت

محمد طاهر طاقت از ابنای اعزه کشمیر بود . آرزوئی ارادت جناب حضرت شاه صادقان منظور[۲] . در رشتهٔ جانش گره شده . و آخر بناخن کسب سعادت حضور آنحضرت ، عقدهٔ خویش را وا نمود ، و تا دم واپسین گوهر خود را درسلک خادمان ایشان کشیده ، آبی بر روی آب خود افزود، و یکی از واصلان درگاه شد . و بعد وفات مرقدش در جنب مبارک حضرت شاه شد:

جام در کف، ماندهٔ حیران، نمی نوشی، چرا ؟
گر ندیدی ، عکس چشم خویش، بیهوشی چرا *

* روز روشن : محمد طاهر طاقت از لطیفه سنجان کشمیر بود . (یک بیت که متن دارد آورده و بجای . بیهوش ـ مدهوش دارد ۲۰۵)

۱ـ واقعه باغ و شعر از خان آرزو آورده است — ۲ـ رک : شمارهٔ ۱۴۷

۱۶۱ = طبعی

طبعی . جوهری طبعش . جواهر سخنان صاحب جوهران ، در پله‌ٔ میزان قدر ، نظر بر لعل های شب تاب اشعار خود، کمتر از خذف ریزها سنجیده :

شگفته باش که از خون لبالب است دلش
چو غنچه ، هر که بخود کار تنگ میگیرد

۱۶۲ = میر طبیعی کشمیری

میر طبیعی کشمیری . در آداب سخن سنجی بمثابه‌ٔ ، که کمال در مکتب خانه‌ٔ کمالش ، خود را کمتر از طفلان فرومایه ، میگیرد :

نسیم را، بگلت رخصت وزیدن نیست   نگاه را، برخت تاب آرمیدن نیست
خموش باش، بروشندلان چو بنشینی   که شهر آئینه، جای‌ٔ نفس کشیدن نیست

۱۶۳ = ابو ظفر

ابو ظفر . طبعش در کارگاه سخن اسفند یاری، که فتح و ظفر بزیر سمند نصرت پسندش ، چون بندگان درم خریده میرود :

قلم سنبل شود ، گر حرف گیسوی تو بنویسم
خطم صورت کند پیدا ، گر از روی تو بنویسم

۱۶۴ = شاه عاجز

شاه عاجز . از ریاض سخنش بوی سنبل شکستگی بمشام جان فایز میگردد:

چو بوی گل ، نفسم گشته همنشین خیال   بغیر باد صبا نیست همچو دمسازم

۱۶۵ = شاه ابراهیم عبرت

شاه ابراهیم عبرت . به تیغ تیز جدت طبع ، چنان نسق در دهر نموده که

در نسق سخنش، رستم جگران شیر صولت ایران، شکسته طرازی را جای دخل ایراد نیست . با غیرت خان۱ و امرای صاحب کمال دیگر، صحبتها داشته . در کشمیر بطرز سیاحت وارد گردیده . روزی چند بهار آرای این گلشن بود، باز مراجعت بهند نمود :

نه تنها من، بآن برگشته مژگان، التجا دارم
خدنگ ناز او، خون از دل نخچیر میریزد
یقینم شد ز سیر دیدن خوبان او، عبرت
می عشرت، فلک، در ساغر کشمیر میریزد
مرا در صحبت آئینه رویان، یار بایستی
چو من رندی، بسخن فهمی، بخوبان یار بایستی *

* روز روشن : عبرت شد ابراهیم از مردم کشمیر است : مرا در صحبت . . . الخ (۴۲۸)

۱۶۶ = کرم الله خان عاشق

کرم الله خان عاشق. عاشق پیشگان عالم سخن سنجی را، با شوخان گلگون عارض الفاظ رنگین، بنگمهای معانی گرم گفتار بتدبیر کامل بود :

جریم گل موجش از نگاهم بخوش عتابی شتاب دارد
ز چشم، این سیل بی نمازی، همیشه پا در رکاب دارد
دلم، بداغی ازان تماشا ز خون خویش است باده پیما
چو لاله، جامم شکست اما، هنوز جوی شراب دارد

۱- خواجه کامگار، برادر زادهٔ عبدالله خان بهادر فیروز جنگ، از امرای شاهجهان بود. در آخر عمر صوبیدار ته شد و آنجا حیات را در سال ۱۰۵۰ھ بدرود گفت . (رک: ماثرالامرا ۲ : ۸۶۳ و مقاله راقم این سطور)

۱۶۷ = محمد همت عاشق تخلص

محمد همت عاشق تخلص . تمام عمرش مصروف بعشق بازی معشوقان معانی بکر گردیده . هر مصرعش شاهدیست سروقد ، بحلیٔ الفاظ رنگین آراسته :

مشق بیداد تو باشد قلم یاد مرا   که بود چین جبین سر خط ارشاد مرا

یار ، نو خط شد و من ، رخت سفر بر بستم
خط پشت لب او شد خط ارشاد مرا

بوی از زلف سیاهت بمن آورد نسیم   نکهت نافهٔ مشک ختن از یادم رفت

نمکی زان لب نو خط بچشیدم عاشق
مستی و شور شراب کهن ، از یادم رفت

خط سیاه ترا ، سر خط جدل ، گفتم   سواد خال ترا ، نقطهٔ خلل گفتم

بگفت : لائق من جا کجاست ؟ گفتم : چشم
بگفت : جایٔ دگر گویٔ ! در بغل ، گفتم

ز تیغ ابروی جانان ، شهادتم هوس است
بزخم کاریٔ شمشیر آبدار قسم

بوعده های بتان هرگز اعتبار مکن
اگر کنند بیک وعده صد هزار قسم

تا میروی ز بزم برون ، میشود بلند
در شیشه و پیاله ، صدای شکن شکن

۱۶۸ = شیخ عبدالرحیم عاصی

شیخ عبد الرحیم عاصی . عموزاده فقیر ، خلف بزرگ شیخ مومن بینا . شعر بطرز قدما صاف و بی تکلف میگفت . اکثر طبعش مائل به تصوف بود :

صد هزاران دل ، بصد نازش ، گرفتار آمده
نی همین سودای زلف او، مرا زنجیر پاست

اگر بدیده کشی، خاک پای محبوبان غبار را بنظر توتیا توانی کرد

شمع رخساری که در هر انجمن میجویمش
چون دل پروانه بهر سوختن میجویمش

چشمت از ناز در سیه مستی هر زمان در عتاب میبینم

۱۶۹ - نعمت خان عالی

گل سرسبد خوش‌خیالی، نعمت خان عالی. جناب عالیش خوش فطرتان دوران را معراج الکمال بوده . طبع بلندش فلاطونی است در خم درونش نشسته . طباع زانو شکستگان دبستان کمال خویش را ، بی درد سرتدریس ، چون اشراقیان ، بیک نگاه انوری آسا ، مطلع خورشید مضامین و معانی ساطع میفرمود . در نثر نویسی طغرا و نصیر طوسی را ، از مسوده نویسان و سواد پردازان خویش میگرفت . 'وقائع حیدرآباد' را با 'حسن و عشق' بنهجی نوشته که : ظهوری 'گلزار ابراهیم' خود' را از خجلت در نار خلیل سوزانیده . و بنمک هجاگوئی مائدهٔ سخن بیشتر چاشنی میداد :

نگه از چشم برآید بتماشا بیتاب خانه بر هر که بود خانه نشین زندان است

عالی از رشک سرانگشت حنابستهٔ یار لب حیرت چه گزد غنچه که بی‌دندان است

غربتم ، گرچه گرفتار پشیمانی کرد در خم حلقهٔ زلفت ، وطن از یادم رفت

در خیال رخ و زلفش ، شب و روزم، چه عجب
که گل و سنبل و سیر چمن از یادم رفت

چین آن طره شبرنگ سحرگه . عنق
نکهتی ، کرد پریشان ، ختن از یادم رفت
نگاهی ز تو ام تر نشود کام امید   این می از ساغر آغوش کشیدن دارد
رخ نمودن بی نقاب و منعم از دیدن چه بود
بر سر صلح آمدن خود ، باز رنجیدن چه بود
نامهٔ شوق مرا ، گر در دلش ، تاثیر نیست
هر نفس : وا کردن و ناخوانده پیچیدن ، چه بود
خواستم ، از غم دوری بکنم خانه دل
گفت : آهسته که ما ، در پس دیوار تو ایم
فریاد میکنم که : نمی ترسی از خدا   شاید که از برای خدا میشود کسی
منم آئینه دو عالم ، همه پیداست درو
حاش لله ، که منم قطره و دریاست درو
از دوش ما ، میفگن زاهد ! سبوی باده
کاریست این که مارا بر گردن اوفتاده *

---

* سرو آزاد : اسلاف او در شیراز بشیوهٔ طبابت مشهور بوده اند . پدرش حکیم فتح الدین عم حکیم محسن خان است ، که در هندوستان ، با شاه عالم در وقت شاهزادگی مصاحبتی بهم رسانید . و پسرش حکیم حاذق خان در سال آخر عالمگیری (۱۱۱۸ھ) بخطاب حکیم الملک امتیاز یافت و در عهد محمدشاه به منصب پنجهزاری وخطاب حکیم الملوک و بکمال تقرب محسود اقران گشت . حکیم فتح الدین نیز به هند آمد . گویند : میرزا محمد در هند متولد شد و در صغر سن ، همراه پدر بشیراز رفت و کسب کمال نموده برگشت . و در خدمت ملا شفیعای یزدی ، مخاطب به دانشمند خان ، نیز تلمذ نمود . و در سلک نوکران خلد مکان امتیاز یافت . و چون شهر حیدر آباد فتح شد تاریخ فتح از نظر شاهی گذرانید و بمرحمت خلعت سرافراز گردید . تاریخ اینست :

از نصرت پادشاه غازی   گردید دل جهانیان شاد
آمد بقلم حساب تاریخ   شد فتح ، بجنگ حیدرآباد ۱۰۹۷ھ

در سنه اربع و مأته و الف (۱۱۰۴ ھ) بخطاب نعمت خان و داروغگی باورچیخانه ، نعمت فراوان اندوخت . و شکر نعمت واجب ــ واجب ــ تاریخ یافت . و در اواخر عهد خلد مکان بخطاب مقرب خان و داروغگی جواهر خانه نگین دولت بدست آورد ۰۰۰۰۰ و بعد کشته شدن محمد اعظم شاه و ظفر یافتن شاه عالم ، میرزا محمد ، نعمت ملازمت شاه عالم دریافت . و بخطاب دانشمند خان سرمایه مباهات اندوخت و بتحریر 'شاه نامه' مامور گردید . لیکن اجل فرصت نداد که آن نسخه را باتمام رساند و قلم قضا پیشدستی نموده در سنه احدی و عشرین و الف و مأته (۱۱۲۱ ھ) نسخه حیاتش به اتمام رسانید . میرزا محمد در نظم و نثر قدرت عالی دارد . خصوص در وادیء نثر ، طلسم حیرت میبندد . دیوان محتوی بر قصائد و غزلیات و مثنوی مسمی به 'سخن عالی' و منشات او بنظر در آمده . (ص ۱۳۷) در دائرهٔ میر مومن واقع حیدر آباد مدفون شد . (گلزار آصفیه ۶۱۲ مطبوعه بمبئی ۱۳۱۶ ھ) از وست :

حرف بیجا ، زکس نشنیدم ز اهل هند غیر از کسی که گفت بمطرب: بجا! بجا!
(هژده بیت دارد . نیز رک : خزانه عامره ۳۳۳)

تاریخ محمدی : میرزا احمدالملقب بنعمت خان ثم بمقرب خان ثم بدانشمند خان بن حکیم داؤد شیرازی . عالم طبیب شاعر ، از خبایث عصر ، غرهٔ ربیع الثانی (۱۱۲۲ ھ) فوت شد در دهلی . دو هزار و پانصدی (ص ۲۸)

در حواشی آقایء عرشی رام پوری افزوده است که : پدرش در ۱۰۷۳ ھ و برادرش محمد علی خان در ۱۰۹۸ ھ گذشت . نزهة الخواطر وفات عالی را در سال ۱۱۲۱ ھ ثبت کرده است . (ص ۱۷۰)

خوشگو : ۰۰۰۰۰ اصلش از مشهد مقدس است . کسب معقولات و منقولات بدرجهٔ اتم کرده به فضائل و کمالات مستشنیٰ شد ۰۰۰۰۰ در مباحثهٔ علمی به وسعت آباد هندوستان هیچ کس را یارایء مقابله باو نبود ۰۰۰۰ در نثر ــ ظفر نامه بهادر شاهی ــ تا سال چهارم به فصاحت و بلاغت تمام نگاشته و آن مشهور است . نثرش از نثره تفوق جو و شعرش بسر زلف سخن گو است . قصهٔ 'حسن و عشق' بسیار بساز نوشته . . . . . در قحط لشکر هنگام تسخیر حیدراباد . . . . این رباعی گفته :

پیداست که شد غله این لشکر گم گشتند ز جان سیر تمامی مردم
افتاده زن و مرد چو خرمن برهم کیرست جو و خایه نخود کس گندم

. . . . عیب هجا گویء که مخمر طبعش بود، کمالات اورا خس پوش داشت . میرزا بیدل هرگاه نامش بر زبان میآورد ، بخطاب حاجی هجوی یاد میفرمودند . . . . وقتی بخانه یکی از امراء زادگان رفت، او اگرچه تواضعی بمیان آورد، لیکن در مجلس اندکی به طرف عالی پشت کرده

باکسی حرف زدن‌گرفت . نعمت خان بیدماغ شده از نفر خود قلمدان طلبیده و این رباعی نوشته بر گوشهٔ مسند گذاشت و گفت : من خانه میروم چیزی نوشته ام خواهید دید :

عالی ، زغمت اشک نریزد ، چه کند وز همچو تو شوخی ، نگریزد چه کند
پیر است و تو می کنی کفل جانب او انصاف بده که بر نخیزد چه کند

در سال هزار وصد و بست وسه (؟) بعهد بهادر شاه در لاهور (؟) رحلت نمود (۱) . دیوانش که سرمایهٔ شعر و شاعری باشد ، پنج هزار بیت مشهور است . فقیر از مطالعه آن فیوضات بسیار برداشته . (۵۹ - ۶۳)

استوری : تالیفات میرزا نور الدین محمد نعمت خان عالی بدین قرارست :

۱- روزنامه وقایع ایام محاصرهٔ دار الجهاد حیدرآباد . که مشهور است به وقایع نعمت خان عالی و وقایع گولکنده، راجع به جنگ حیدر آباد (۱۰۹۷ ھ) نوشته شد . چاپ هند۱۲۴۸-۱۲۶۵ھ لکهنو- ۱۲۶۰ ھ - ۱۲۶۳ ھ لکهنو- ۱۸۵۹ ء - ۱۲۶۱ ھ - ۱۲۷۰ ھ - کانپور ۱۸۶۹ ء ۱۸۷۰ ء - ۱۸۷۸ ء - ۱۸۸۳ - ۱۹۰۱ ء - کلکته ۱۹۱۵ ء .

۲- جنگ نامه : (احوال جنگ عالمگیر پادشاه با والیٔ اودیپور و احوال نفاق بین بهادر شاه و محمد اعظم شاه) چاپ لکهنو ۱۲۵۹ ھ - ۱۲۶۱ھ - ۱۸۹۹ ء کانپور ۱۲۷۹ھ - ۱۸۷۷ء - ۱۲۹۷ھ - ۱۸۸۳ء - ۱۸۹۶ء- دو ترجمه انگلیسی دارد ، چاپ آگره ۱۹۰۹ء لکهنو۱۹۲۸ء .

۳- دیوان چاپ لکهنو ۱۸۸۱ ء کانپور ۱۸۹۳ء

۴- مثنوی حسن و عشق به تتبع حسن و دل فتاحی . چاپ کانپور ۱۲۵۹ھ - شاهجهان‌آباد (دهلی) ۱۸۴۴ھ - بمبئی ۱۲۶۵ھ - لکهنو ۱۸۷۳ . ۱۸۹۹ء

۵- رقعات و مضحکات . چاپ لکهنو ۱۲۶۱ھ

۶- راحة القلوب در شرح حال معاصران طنزیه

۷- رساله هجو حکما . مطائبات بر حکماء عصر خود .

۸- بهادر شاه نامه یا تاریخ شاه عالم بهادر شاه . (احوال دو سال اول) (۵۸۹)

۱۷۰ = عزیز خان

عزیز خان . عزیزی طبعش . . . عزت را ازکمینه شاگردان خود میشمرد :

بی تو یکدم ، عاشقان را ، دین و دل درکار نیست
کشور جان را ، بغیر از گرمیٔ بازار نیست

۱- صاحب تاریخ محمدی وفاتش را در دهلی مینویسد و گلزار آصفیه مدفنش در دائره میر مومن حیدرآباد گفته است .

وصل خوبان را بسی با اضطـراب افتـاد کار
هر که شد محو تو ، او را حاجت دیدار نیست

۱٤۱ = عشرت

عشرت . شعرش عشرت آور بیدماغان سخن سنجی است و شاد فرمای پژمرده دلان محفل دقیقه یابی :

رفتم ازخویش چو آئینه ، بیا یک نفسی   چشمم از خواب مبادا نگران برخیزد
مبادا رنجه گردد خاطر نازک مزاجان را   بروی گل نگه از چشم بلبل میتوان کردن

بیا در دل ، اگر خواهی دو چشم خون فشان ، بینی
تماشای دوآبـم از سر پل میتـوان کـردن

۱٤۲ = عطا

عطا . براحوالش چندان وقوف نیافت، یک بیتش سامع افروز گردیده بود ؛ ایراد یافت :

نه دلم ، از محبتت خالی   نه میسر وصال تو ، چکنم !

۱٤۳ = شیخ عطاء الله عطا

شیخ عطاء الله عطا . طبع . . . . را سخن از عطایای واهب العطیاتست ، نیز از کسب و تدریس :

طپش در خاک زیر تیغ نه پسندد نیاز ما
تیمم کی روا در عالم آبست طاعت را

۱٤٤ = میر عطا الله عطا

میر عطا الله عطا . مرد فاضلی است ، بمقتضای دور گردون دوار صحبتش

با محتوی خان در ایام طوفانی سیلاب فساد و تراکم امواج دریای فتنه برار شده(؟) هنگامیکه نواب سیف الدوله عبدالصمد خان[۱] برای تنبیه اهل خطه آمده ازینجا بدر زد و اکنون در لشکر نصرت مظهر بسر میبرد :

سرمه خطش ، بشد مانع ز گفتارم هنوز همچنان در وصف لعل او گهر بارم هنوز

یاد خطش ، یک سر مو از دل من ، کم نشد
همچنان در دام گیسویش گرفتارم هنوز
گر کنارم میشود دامان گلچین دور نیست
اشک رنگین میچکد از چشم خونبارم هنوز

۱۷۵ - میر باقی علوی

میر باقی علوی . علو همت طبعش پست فطرتان را بپایهٔ اعلای سخنوری رسانده :

هم روت خوش ، هم نطق خوش ، هم شیوه ات خوش ، هم لقا
هم قهر تو خوش ، هم غضب ، هم لطف تو خوش ، هم رضا
ای خوان لطف انداخته ، ای با لئیمان ساخته
طوطی و کبک و فاخته ، گفته ترا مدح و ثنا

---

۱ - سیف الدوله عبد الصمد خان بهادر دلیرجنگ خواجه زاده احراری . . . در عهد فرخ سیر بمنصب پنج هزاری و خطاب دلیر جنگ یافت . . . . و به صوبیداری لاهور مفتخر شد . در ۱۱۲۷ه هفت هزاری و خطاب سیف الدوله یافت . و درسال ۱۱۵۰ه فوت شد (رک : ماثر الامرا ۲ : ۵۱۴)

در تاریخ محمدی است : خواجه عبدالرحیم مخاطب بسیف الدوله عبدالصمد خان بهادر دلیر جنگ ابن خواجه عبدالکریم احراری سمرقندی ، نزیل هند ، ازاعاظم امرای عصر و صاحب فتوحات و مغازی و صوبه دار ملتان ، دهم ربیع الثانی ۱۱۵۰ه در لاهور فوت شد ، عمرش در عشرهٔ ثامنه بود . (ص ۹۹)

۱۴۶ = میر طاهر علوی

خلف الصدق دوده مرتضوی ، میر طاهر علوی . مسیح طبعش ، از علو رتبه بر چهار بالش چرخ چارمین سخن سنجی ، مربع نشسته با ملائکه معانی موانست میورزد . هر بیتش طوبای است و رواقش الفاظ بوقلمون :

شمع خیال لعل لبی بر فروخت دل پروانه جلوه شد مگس انگبین ما

نگاهش داده تا سر مشق رم الفت پناهان را
نمی گردد کمند برق وحشت دستگا هان را
بجولان گاه او ، کی شکوه با لب آشنا گردد
نگاهش سرمهٔ آواز باشد داد خواهان را

از تیغ انتظار شدم بسمل و هنوز چشمم مثال دیدهٔ قربان براه اوست
لبش را خندهٔ اعجاز مبین است نگه در دیده اش سحرآفرین است[1]

خوبرویان می ز سر جوش بهارم داده اند
سر خط مشق جنون از خط یارم داده اند
ز خواب صبحدم کز نرگس مخمور برخیزد
چو آشوب قیامت از نگاهش شور برخیزد

در حسرت لعل لبت ای کان ملاحت لخت جگر از دیده نمک سود برآید

ز می مستم ولی از نشأ چشم تو مخمورم
اگر علوی نداند نرگس خمار میداند
لبش را گر کند منع سخن ، تمکین معشوقی
نگاهت میشود مست تکلم نازکی دارد

---

۱. ده بیت خوانده نه شد .

خیال وصل و هجرش باعث عیش و غم علوی
بچشم گریه بر لب تبسم تازگی دارد
بدست ترکتازش صبر و طاقت برد از علوی
تغافل میکند تمهید ، یغما تازگی دارد

در آرزوی خال فتادم بدام زلف علوی بذوق دانه مرا دام شد ازین

غنچه شد دل ، از خیال بوسه اش ، در بیخودی
همچو آن طفلی ، که گاهی میمکد در خواب . شیر

در راه انتظار تو شد دیده ام سفید رنگین بهارم از گل بادام بیشتر

خواب بختم شد گران زافسانهٔ زلف بتی
صبح پنداری نمی داند شب تارم هنوز
ناز در چشم تو از بسکه بخود چید دکان
گشت برهمزن هنگامهٔ بادام فروش
یاد ابروی که دل را طپش قبله نماست
اقتدا کن که نماز است بخود آمدنش
ساده لوحیهای دل ، آخر بکار آمد مرا
با تو چون آئینه گشتم همنشین از چشم پاک

طپش دل بخیال خم ابروی کسی دیده را قبله نمائیست که من می دانم
سرم فتاده به محراب تیغ گرم سجود بخون خویش وضو کرده در نماز توام
زند گر لاف همچشمی بداغم بخون لاله محضر مینویسم
شدم در یاد زلف و عارضش ، از چرخ ، مستغنی
به یمن عشق ، صبح دیگر و شام دگر دارم

فکر زلفی ، که رساتر بود از عمر مسیح
شب و روز سیه بخت مرا ، بست بهم

ز دل هر قطرهٔ خون ، اشک یاقوت است ، در چشمم
خیــال شوخ مــژگانی مگــر شــد نیش فصادم

درکفت‌آئینه،بگفت زحیرت بگداز دل سنگم همه خون شد بچکیدن رفتم

دقیقه سنج زبان نگاه معشوقم سزد بگوشــهٔ ابرو شود ادا سخنم

بوصف موی میانی ، ز بسکه پیچیده است
بدست کس نـدهــد نبض مدعا سخنم

غافل از سیر بناگوشم ز پیچ و تاب زلف
در شب بخت سیاه خود سحر گم کرده ام

در خیال عارضش شام سیاه هجر را از فروغ آه فرش ماهتاب انداختم

ز تاب رشک تو، از سنبلستان، دود بر خیزد
بیاد کاکلی ، دل را پریشان میتوان کردن

رخ و زلف است، منظور دل عاشق، در ین عالم
مدار عمر حیران را حساب صبح و شام است این

گفتم : از تنگ دهان گفت: خبر هیچ مگو
از میان جز سخن تاب کمر هیـچ مگو

دلیر در صف محشر بترکتاز آئی که نیست جان شهید تو داد خواه از تو

حرز آفتهای روحانی زدست و تیغ یار تا قیامت بس اگر زخمی حمائل خوردهٔ

ز بسکه لعل تو میداد درس نشا" می بدور خط تو شد صاحب رساله پیاله(؟)

لعلت ز ملاحت است پر شور خود هــم نمــکی چشیده بــاشی

شب دیجور را ز افسانهٔ زلفی سحر کردم
صبوحی ساغرم یاد بناگوش است پنداری
ز رشک نکهتش ، مشک ختن در نافه ، خون گردد
شکنج زلف دارد نسبتی با چین ابروی

۱۷۷ - محمد شفیع علیم

محمد شفیع علیم . جامع العلوم بدرجه که طبع عالمش را مجمع البحرین فضل و کمال میتوان خواند :

غزلها میسرایم از بیاض گردن خوبان
سوادم گشت روشن تا بخطش آشنا گشتم

۱۷۸ - میر علی عین

میر علی عین . چشم و چراغ دیده وران کتاب سخن است . اهل کمال هر نقطه شعرش را ، چون مرد مک در دیده ، جا میسازند . یک رباعی قلمی میگردد :

علمی ، که درو عمل نباشد ، عار است
هر سبحه ، که بی ذکر بود ، زنار است
هر کس که ، بعلم بی عمل میتازد
عالم نبود اعمی مشعل دار است
با من فلک ار بود سلوکش هموار
قصدی دارد بکویمت ، گوش بدار
آهسته ازان ، ز من میگذرد
تا بخت من ، از خواب نگردد هوشیار

۱٤۹ - نواب نواز شخان رونی غافل

ادا فهم کامل ، نواب نوازشخان رونی غافل . در آئین سخن هشیار ، مغزش ، بیداردلان شب زنده دار عالم سخن سنجی را ، دلیل راه معرفت. شناسای قیصر طبعش ، روم معنی طرازی را در قبضه اقتدار خود بتصرف در آورده ، دست تطاول ، دست درازان قطاع الطریق شعر دزدیرا ، کوتاه ساخته ، در ظل رافتش نگهداشت :

ز بس از جوش سودا ، کو فتم بر سینه ، سنگ امشب
نشد آه ! آشنا بیگانه خوی زود جنگ امشب
دلا رام مرا ، در بزم دشمن . مسکن است امشب
مخند ای شمع ! جای گریه برمن کردن است امشب
چه میدانی تو ای پروانه ! رسم جان فشانیها
تو فارغبال بنشین ، سوختن کار من است امشب
گه ز کاکل مصرعی گویم ، گهی بیتی ز زلف
طبعم از آشفتگی ، فکر پریشان میکند

ی احتیاط ، پا ننهی بر سرم ، هنوز
پر اخگر است تودهٔ خاکسترم هنوز
غم است ، بادل من هم نفس ، نفس بنفس
نشاط میبرد از تو هوس ، هوس بهوس
مرا سپرده غم او ، بدست عشوه و ناز
چو مجرمی ، که رساند عسس ، عسس بعسس
مدار چشم امیدی ز خوان کس هرگز
چه مایه تحفه برد زین مگس ، مگس بمگس

چون صبا ، بردم از آن زلفش بآن زلفش ، پناه
کرده شبگیری[1] ؛ و رفتم در دو شب ، یکماهه راه
فریاد رسی نیست بفریاد رسی　　فریاد رسی ! مگر بفریاد رسی*

* روز روشن : غافل، نواب نوازش خان رونی ، خوش سلیقه و نیکو بیان بود .
(سه بیت دارد ص ۲۹۰)

۱۸۰ = میرزا بیگ غافل

میرزا بیگ غافل . غفلتش آگاه دلان هشیار مغز را ، صد بار بیدار کرده . در اواخر عمر نکهت سنبل سودا بدماغ جانش فائز گردید :

دارم کبابی در جگر با صد نمکدان در بغل
صد سبحه ام ظاهر بکف صد شیشه پنهان در بغل*

* روز روشن : غافل ، میرزا بیگ کشمیری از سخنوران شیرین . زبان بود :
(یک شعر دارد ۲۹۰)

۱۸۱ = غروری سبزواری

تارک آرای سر سخن پردازی : غروری سبزواری . غرور سخن سنجیش بمرتبه که نظر بر استغنا خود ، آفتاب را کمتر از ذره میشمارد :

در دور جمال تو ، نگیرند ز گل آب
عکس تو، به هر آب که افتاد ، گلاب است *

* نصر آبادی : میر غروری کاشی . سید عزیزی بوده ، بهند رفته در آنجا فوت شد . شعرش اینست :

چو عکسی که در آب دارد نشست　　بهر جنبشی میخورم صد شکست
چو افروزد رخ از می بر نخیزد از گرانباری　　ز بس در دامنش بال و پر پروانه میریزد
بسایهٔ پر و بالش با ضطراب روم　　چو مرغ نامه بری ، رو بآن دیار کند
در عهد جمال تو نگیرند ز گل آب　　عکس تو بهر آب که افتاد گلابست (۲۹۱)

[1] ـ حرکت بعد از نیمهٔ شب و هنگام سحر از جائی بجائی دیگر
ز ایوان بشبگیر برخاستی　　از ان تند بالا مرا خواستی　　فردوسی

از این شعر آخری ظاهر است که این همین میر غروری سبزواری کاشانی باشد که در دور اکبری از کاشان وارد سند گردید ، و در عهد میرزا باقی ترخان (۹۷۲ - ۹۹۳ھ) در تته مقیم شد و بقول میر قانع : هم اینجا گذشت . (رک: مقالات ۲۶۵)

در شمع انجمن نیز این بیت تحت غروری کاشانی داده شده است . نوشته است : غروری کاشانی مربع نشین مسند سخندانیست . بهند عبور بنموده و ظاهراً همین جا از دار غرور بسرای سرور انتقال فرموده . شاعر خوش نواست . ازوست :

نازک نهال من ، که خوشم با خیال او — قامت کشیدن ست گران ، بر نهال او

(در عهد . . . . الخ ۳۲۹)

۱۸۲ - میرزا فیض الحق غنا

خلاصه دوران حسن ادا ، میرزا فیض‌الحق غنا . صاحب قدرتی، که در جنب گنج‌گوهر دیوان خود ــ که از لعلهای بدخشانی ابیات رنگین ، گنجینه خسروی است ــ پنج گنج نظامی را ، کمتر از توده های خذف گرفته :

چنان کز بهر مهمانی کسی منزل کند خالی — برای ناوکش از دل تهی سازیم پهلو را

چو ترک ناز تو میدید زور بازو را — شکسته بود ببازی کمان ابرو را

ازان رنگین ، نویسد نامهای گاه گاهی را — که‌آن کاهل‌قلم خونین‌جگر دارد سیاهی‌را

سرکن ، ره گریه ، تا بمقصود رسی — نزدیک بود بکعبه راه دریا

هلال قامتی ما ، ز ضعف پیری، نیست — که فکر موی میان، ساخت ناتوان مارا

ز شبنم ترک گل دارد بکف آئینهٔ او را

به پیش جلوهٔ او ، میزند هر غنچه ، زانو را

ندهد سود ، لب ما ز مکیدن ، در خواب

مست ، کس را ندهد باده کشیدن ، در خواب

ناز افتادهٔ روی تو ز کاکل موی است

مصحف ماست که در زیر سر هندوی است

جنونم ، بر سر آرد اختلاط شانه با زلفت
نهد از رشک داغی بر دلم گل از گریبانت

تلخی هجر یار اگر این است میتوان گفت زهر شیرین است

تا شانهٔ ز دست بزلفت کشیده است صد نشترم ز رشک بخاطر خلیده است

رشکم ، هلال ساخت ، که آئینه صبحدم
روی که دیده بود ، که روی تو دیده است

بر لب غنچه گره گشته تبسم امروز بلبل تازه مگر در قفسی افتاده است

گر سرمه ، جا بدیدهٔ مردم کند ، رواست
از خاک ، بر گرفتهٔ چشم سیاه ، اوست

از موشگافی مژهٔ نکته دان او معلوم کرده ایم که استاد دیده است

چون در آغوش خیالم ، کف پا میآید گریه رنگین ترم ، از برگ حنا میآید

به تیره بختی آئینه ، کس مباد که ، او رخت کشید در آغوش و آفتاب نشد

جفای اره ، گر بر سر کشد شمشاد ، جا دارد
که از وی یادگاری بهر زلفت ، شانه میماند

باین مردم فریبی ، چون تو از منزل برون آئی
همین تصویر دیواریست گر در خانه میماند

خبر برند بخسرو حدیث شیرین است که خون کوهکن از جوی شیر میآید

از سر هوس زلف تو ، بیرون نتوان کرد
این مار از این خانه بافسون نتوان کرد

بزیر داغ غم او نهفته ام خود را چو بلبلی که نهان درمیان گل گردد

دلم ، درحلقه گیسوی مشکین تو ، میماند بآن بلبل ، که جا درخانهٔ صیاد ، میسازد

ز تیغ خود ، بپرس احوال ما ، از ما چه می پرسی
زبان او ، بیان سرگذشت ما ، نکو داند [1]

ز بس محو خیال آن دهان و چشم گردیدم
بدستم هر چه آید پسته و بادام میگردد

ز باغ حسن از نازک نهالان دل بروبستم
که بلبل آشیان بر گلبن نوخیز میسازد

رعونت سرو ، بالای ترا ، مدنظر دارد
نزاکت در کنار جلوهٔ آن تاب گر دارد

نمی سازد هوای باغ طبع نازک او را
که شور موج خیز لاله و گل درد سر دارد

چه خونها میخورد از گریهای بی اثر چشمم
صدف از گوهر بی آب دندان بر جگر دارد

در زیر داغ هست رگ ناتوان من   مانند رشتهٔ که بود درمیان گل

درون بزم ، از روی محبت ، رونما کردم
مصور ، گر کشد بیرون دیوار تو ، تصویرم

عکس رویش ، از بیاض دیده آوردم ، بدل
نسخه دیوان حسن او ، مکرر ساختم

بیا که ، غنچهٔ روی شگفتنی دارم   نگفتنی سخنی ، با تو گفتنی دارم

بیاد چشم و لب یار دانهٔ تسبیح   ز سنگ سرمه گه و گاه از نمک سازم

ز چشم خون فشان زخم نمایان کسی دارم
درون سینه از دل طرح پیکان کسی دارم

۱- روز روشن دارد .

در زمینی که سراسیمهٔ زلفت آسود ٬ سنبل از تربتش آشفته برآید بیرون

گفتمش : تا یکی از جور و جفا ، میگوئی
گفت : تا آنکه تو از مهر و وفا ، میگوئی
گفتمش : رائحه سنبل و آهو بشنو
گفت : درد دل خود را بادا ، میگوی*

---

* روز روشن : غنائی، میرزا فیض الحق . از مردم کشمیر بود و دلش بکثرت مضامین غنائی داشت :

ز تیغ خود بپرس احوال ما ، از ماچه میپرسی ؟
زبان او ، بیان سرگذشت ما ، نکو داند (۲۹۳)

۱۸۳ - آقا عبد الله غواص

آقا عبد الله غواص . چون طبعش،در بحر ژرف سخن غواصی نموده ، کسی گوهر یکتای سخنوری بکف نیاورد :

مشک ختن ، چو سنبل گیسوش ، بو نداشت
یاقوت همچو لعل لبش گفتگو نداشت

فقیر هم بر جوابش بیتی فکر کرده :

عاشق اگر دهان ترا هیچ گفته است
ای من فدای رنجشت ! این گفتگو نداشت

۱۸۴ - خواجه غیاث

خواجه غیاث . چو او تاجری ، از بندر سخن برنخاسته. طبعش جواهر الفاظ رنگین و شکر معانی شیرین و نافه نقطهای عنبرین . ابیات دربار نازکی خرمن خرمن است :

هزار دل ز پریشانیت ، پریشان است گرفت صبح ترا شام، نوبت آنست
خواهیم کرد با یار ، سودای بی زبانی یار است و نیم نازی مائیم و نیم جانی

۱۸۵ - ملا محمد علی غیرت

ملا محمد علی غیرت . غیرتش ، در معرکهٔ مرد آزمائی سخن ، چنان که خالی از بیم سطوتش ، چون روباه در مغاک گمنامی مستور میماند :

گوشهٔ دستار زاهد ، گوشهٔ نرگس ، شده است
بسکه حلقش بسته بیرحمانه چشم خویش را
در سرم ، سودای گیسوی کسی ، پیچیده است
میکنم وصفش ، اگر فکر رسا باشد مرا

میدرد ز نار ، جوهر برتن از آشفتگی کافر چشمت سلیمان میکند آئینه را
سبزهٔ کشمیر ، مخمل کرده پا انداز تو چشم در راه تو دارد از گل بادامها
شبی، بیاد لب لعل یار ، تب کردم حباب باده چو تبخاله، جوشد از لبها

خدا هرگز روا میدارد آئینی ، که خوش کردی
بروی غیر خندیدن بسوی من ندیدنها [1]
ز خلوتخانهٔ چشمم ، نگه بیرون نمی آید
ز بیم ، دور باش غمزهٔ حاضر جواب ، این جا

بر فراز برگ گل شبنم تصور میکند هر که بیند بر لب نوشین تو تبخاله را
سبزهٔ خط بر رخ آئینه سانت سرکشید حیرتی دارم که پیدا کرد زنگار آفتاب

شب ز سوزشهای عشقت ، آنقدر تب کرده ام
کز حرارتهای خونم ، بیشتر گردید آب

۱- روز روشن دارد .

خط آن رخسار آتشناک ، هوشم میبرد همچو افیونی، که میریزند بالای٫ شراب
کرده ام شانه صفت موی شگافی بسیار غیر من در خم زلف تو گرفتاری نیست
بر سر صفهای٫ مژگان ، غمزه ات ، لشکر کشید
نیزه٫ مد نگه ، صاحب لوا گردیده است
بر بنا گوش صاف او، گوهر در نظر چون ستاره٫ سحریست
سراپا حیرتم ، از سخت جانیهای آئینه
که چون از ساده لوحی! روی بر روی تو میآید ۱
میکند گاه لطف و گاه عتاب یار ما جنگ زرگری دارد
گر مصور صورت آن چشم شهلا میکشد از رم آهو نگاه شوخ انشا میکشد
بپای دل منه ، از زلف خم در خم ، سلاسل را
که بوی٫ زلف ، آن دیوانه را زنجیر خواهد شد
رشته آمال زلف او، بدست غیر داد
من عبث، از رشک بر خود پیچ خوردم ، باز دار
شده است آتش خس پوش چهره ات، از خط
دلم چو اخگر سوزان بود کباب هنوز
نشان کشتهٔ ، آن سرمه سا چشمت ، همین باشد
که در محشر کمند ناله میگردد گلو گیرس
دلم به پیچ و خم زلف عنبری شده گم ز موج نکهت سنبل توان گرفت سراغ
سی پاره دل ، بدور نگاه تو، خوار شد
مصحف ، نداشت این همه تحقیر، در فرنگ

۱- تذکره بینظیر دارد

لعل تو بمهمانی آشوب قیامت   سازد ز تبسم نمک خوان تغافل

حیا پرورده شوخی در کمال دلبری دیدم
من از دیوانگی کی باز میآیم ، پری دیدم

کباب آتش رشکم چرا در خون نمی غلطم
که از پان و مسی میگون لب نیلوفری دیدم

نی همین آشفته . چون زلف سیه پوش ، تو ام
کاکل آسا گرد سر گرد بر و دوش تو ام

ز مو ، باریکتر گردید . جسم ناتوان من
که من، پیوسته در دل، فکر آن لاغر میان، دارم

میخواستم که دل ندهم چشم مست را   زلف تو گشت سلسله جنبان چه میکنم

غبار خاطر احبابم ، از بخت سیه ، اما   بچشم کم مبین ، آخر بکار سرمه میآیم

بغیر از بیوفائیها بهاری نیست دنیا را
ز رشک این حنا برهم کف افسوس میمالم

ز سودای سر زلفی ز بس آشفتگی دارم
نمی باشد بجز شیون چمن افروز گلزارم

ز نور مهر رخساری بود لبریز آغوشم
هلال آسا بدل نزدیک او یم . دور اگر اشم

بشبگیر سواد خط زدم از زلف شبرنگش
بهارستان ز دارالملک چین عزم سفر دارم

در خنده تو . در گریه من ، همچشم شمع محفلیم
چون شعله از جا جسته تو ، از گرمیت لرزیده من

ز رنگ پان و جام باده، لب را لعل گون کردن
بدخشان را چه لازم بود خونها در جگر کردن

تا بچشم آن ز خود بیگانه گردد آشنا کاغذ مکتوب را از پردهٔ بادام کن

ز زنگی زاده خال طرف رخسارش ، عجب دارم
سواد عالم نور است در زیر نگین او

دل تنگم که خیال رخ حمرا ست درو شیشهٔ ما است، که کیفیت صهبا ست درو

نه تنها غمزهٔ آن چشم آهو میشگافد مو
که نشتر کاوی مژگان جادو میشگافد مو
چنین جادوگری در عالم امکان نمی باشد
که از تار نگاه خویش، میسازد رسن چشمی
ز رنگ سرمهٔ نیلوفری گلهای رخسارت
چنین سرمست با چشم قدح نوشی که بودستی
چرا از غیرت زلف سیاه او نمی پیچم
چسان بینم که ، باشد همنشین یار ، هندوی
نبایستی دل خون گشته ، در گیسوی تو ، بستن
غلط کردم ؛ تغافل پیشه بودی ، بیوفا بودی!*

---

* روز روشن: ملا محمد علی کشمیری از ماهران فن نکته سنجی ست :
(یک بیت دارد ۲۹۷)
بی نظیر : از شعرای کشمیر فردوس نظیر است . او میگوید : قیامت . . . الخ (۱۰۰)

۱۸۶ - میرزا ابو الفتح فاتح شیرازی

شمع بزم سخن پردازی ، میرزا ابو الفتح فاتح شیرازی . بر روی طبعش

از غیب ، فتح ابواب سخنی شده . ابیاتش مقالید قفلهای گنج معانی است ، و الفاظش همیان زرهای سرخ رنگین بیانی :

از جوئبار دیده شود، سبز مدعا   کشت امید را ، نم از چشم تر بس است
بیقرارانی که، تاب زلف اورا دیده‌اند   معنی پیچیدهٔ آه مرا فهمیده اند
درجهان بی نیازی بی سرو پایان عشق   خلعت شاهی ز دنیای، نظر پوشیده اند

۱۸۷ = فاخر

در فنون سخنوری ماهر ، فاخر . دلبران مضامین نازک را ، از عبارات رنگین ، لباس فاخره پوشانیده ، در چشم مجنونان دشت سخن ، بلیلای، جلوه‌گر گردانیده :

تا بچین زلفش، ای دل ! مشق سودا کردهٔ
جز پریشانی ، نمی دانم چه پیدا کردهٔ[۱] *

* روز روشن : فاخر : ملا محمد ماهر کشمیری . در فن شاعری بخوبی ماهر بود :
جنون نشه ام ، در کاسهٔ سر   بپا زنجیر از موج هوا بست
خزان از گرد رنگ چهره گل   بپای نالهٔ بلبل حنا بست
بکوی، او بدنبالم، جنون مستانه ، می آید   منادی میکند: کای‌عاشقان دیوانه می آید
(۲۹۹)

۱۸۸ = میر بدر الدین فارغ

میر بدر الدین فارغ . از شاگردان والد مرحوم بود ، شعرش پسندیدهٔ ارباب کمال بود . بیتی که در وصف ایشان گفته ، ایراد میابد :

بخود بالید طبع من ، بطبع اسلم سالم
که در طرز خیالات سخن گردید استادم

۱- روز روشن دارد .

۱۸۹ـ محمد بیگ فارغ بدخشانی

لعل شب تاب گنجینه سخندانی، محمد بیگ فارغ بدخشانی. از اشک سخن را داور ذوالاقتدار است، خواجه زرین طبعش، شهیدان نیم جان کربلای فرومایگی را، بشربت عناب چاشنی ابیات رنگین، کام جان شاداب گردانید. اواخر سلطنت حضرت عالمگیر از قید هستی فارغ شد. والد مرحوم ـ بحق پیوستش [1] ـ تاریخ فرمودند:

بالب لعلش همی خواهم شراب ناب را
تیغ را مانم که بی آتش ننوشد آب را

سجده محراب ابروی ترا میدید فرض   چشم اگر میبود طاق ابروی محراب را

عاقبت آن سیمبر گردید هم آغوش من
چشم را غم دید روی مرهم کافور را

شیرین کنم، از وصف لب یار، دهان را
یعنی بشکر آب دهم تیغ زبان را[2]

چشمان تو کرد از نگه گرم کبابم   میلی بکباب است بلی باده کشان را[2]

در خانهٔ که شمع بود، دزد کی رود؟
ره نیست از خیال تو در دیده خواب را

حیرت بود، ز روی عرقناک او، مرا   شبنم برخ که دید گل آفتاب را

۱ـ از: بحق پیوستش ۸۸۸ بر میآید ظاهر است که تاریخ کمی القاظ دارد

۲ـ روز روشن دارد. پنج شعر که اینجا تحت محمد بیگ فارغ ثبت شده، روز روشن تحت محمود بیگ فارغ برادر زاده ملا شاه بدخشی دارد. اینجا شرح حال محمود بیگ فارغ جدا نوشته شده است (شماره ۱۹۰) روز روشن فقط یک بیت آورده است که آن در متن حاضر تحت محمود بیگ فارغ آمده است.

عمریست که اندیشه زلف و رخ شوخی فارغ بهم آمیخته شام وسحرم را

کند جا در بر آئینه باز آید در آغوشم
چو شوخ می که اول جای گیرد در بر مینا
هوای لعل او ، مغز مرا چون سوخت ، حیرانم
ندارد پنبه باکی ، ز آتش می برسر مینا
ترا با خاکساران گوشهٔ چشمی نمی بینم
بگردون بردهٔ از ناز ابروی هلالی را
زلف و کاکل برسر دوش تو : میپیچد عجب
همچو افسونگر ، که دام خویش سازد مار را
از نگاهی عاشقان چشمت چرا رم میکند
جان من ! باکی نباشد از کمند ، آهوت را

شد خیره چشم ما و جلا یافت روی تو گردید صرف حسن تو نور نگاه ما

نه بینم هیچگه با سرمه میلی نرگس او را
بلی هرگز نمی خواهد دل بیمار دارو را
هلاک نرگس او گشته ام از تاب رخسارش
که بخشد گرمی آتش دگر تاثیر جادو را

بسته اند ، از رشتهٔ نظاره ، روی دامها چشم او ماند بلی آهوی آهوگیر را
فارغ ! هوای زلف بتان میبرد چنان گویا که میکشند بنفس اژدها مرا
اشک ما میجوشد از سودای زلف روسیاه میزند پیوسته موج عنبرین دریای ما
عشق تا دید رنگ زرد مرا بندهٔ زر خرید کرد مرا
می ، گر چنین ز عکس لبت ، آتشین بود سوزد ، برنگ لاله ، جگرهای جامها

طبع بلند من ، ز جهان ، قامتش گزید یعنی ازین کتاب الف کرد انتخاب

در دل ، خیال روی تو ، چون جلوه‌گر شود
گردد روان ، ز چشم ترم ، جوی آفتاب
هر گرفتاری ز خود میداند آن عیار را
هر کسی بیند بسوی خویش روی آفتاب ۱

هرگز بآفتاب رخ او نمی رسد گر از خط شعاع برآرد پر آفتاب ۱
غیر، چون دست، بزلف تو برد میگزد مار مرا، حیرانی است

زار نالم ، چو برد دست بزلف تو ، رقیب
میگزد مار مرا ، گرچه بدست دگر است
ای کز فسون چشم تو ، جادو در آتش است
تار نگه ، بروی تو چون مو ، در آتش است

بود رنگین ، کف او ، از لطافت حنا بستن بدست گل ، چه حاجت
صفحهٔ رخ ، با خط آشفته اش نسخه حال پریشان من است
یک نظر چشم ترا نیست قرار بیقراری صفت بیمار است
مکن نرمی ، شکستی چون دلم را که مینارا چه سود از مومیائی است ۱
ندارد اشک گلگونم رواجی بود بیقدر گوهر چون حنائی است
ندهی گر دل مرا ، چه کنم گر تو منکر شوی ، گواه کجاست!
گردد بگرد عارض او ، دور خط ، مگر شمع رخش ز روزن پروانه روشن است
چون خسته که چیزی بجز آب ننوشد خون میخورد آن نرگس بیمار دگر هیچ
جانا ! خیال تیغ تو ، در سینه‌های صاف روشن بود بدیده فارغ ، چو ماه صبح

۱- روز روشن دارد .

گشته گمراه ، دلم در خم ، زلف سیهش
همچو آن کس ، که رهش گم ، بشب تار شود

بسان سنبل سیراب میچکد آتش دمی که زلف سیاهش به پیچ و تاب بود
بگاه عشوه و ناز از میان او ترسم که مو گسسته بهنگام پیچ و تاب شود

خیال طرهٔ جانان ، بفریاد آورد ، دل را
چو مرغی ، کز نگاه مار ، در شور و فغان گردد

جانان نظر گرم تو ؛ زان نرگس جادو جان سوز تر از شعلهٔ رخسار تو خیزد

گر بقتل عام چون خورشید تیغ آرد برون
بر طواف تیغ او چون ذره سرها میرود

حسن ترا فروغ ز افتادگان بود از خاک آفتاب به نشو و نما رسید
میبرد رنگ ، بسان مه نو ، از رویش گر به ابروی تو شمشیر طرف میگردد

دمی ، کان دلبر محجوب گردد ، ساقی مجلس
عرق در حلقهٔ زلفش چو میٔ در جام میگردد

شاید که شود سوز تو ، از سینهٔ او ، کم خود راه غمت در سفر انداخته خورشید
پیر شد ماه ز اندیشهٔ آن رویٔ سفید میدهد خط شعاعی خبر از مویٔ سفید
هر که سودا زدهٔ زلف سیاه تو بود چه عجب گر ندمد بر سر او موی سفید
شد از خطوط شعاعی بچشم من روشن که آفتاب ز تاب تو آب میگردد
ز چشمه سار بدامان کوه دانستم که سنگ ز آتش شوق تو آب میگردد

نیست جز شمشیر ، کس پهلو نشین ، آن شوخ را
آنکه دستی درمیان او زند ، خنجر بود [1]

۱- روز روشن دارد .

کسی از مصرعهٔ برجستهٔ من ، نکته میسنجد
که طبع نازکش ، دستی در آن موی کمر دارد
جواب صد سوال عاشقان ، یک حرف میگوید
دهان تنگ یار ما ، کلام مختصر ، دارد

خال دنباله چشمش ، بنظر میآید همچوآهو برهٔ، کز پئی مادر باشد
هرگه نظارهٔ ، لب و دندان او کنم تار نگاه رشتهٔ لعل و گهر کنم
فرقی میان ملک وجود و عدم کجاست اندیشهٔ دهان تو چون راهبر شود

خط ، کجا راه بران عارض ، چون ماه برد
مور بـر خرمن خورشیـد چسـان راه برد

روی او را چه نسبت است بخط شمع خورشید را نباشد دود
گاه نظـاره عکس لعل لـبش همچو لخت جگر بدیده نمود
چین بـابـروی خویش چند زنی گاه گاهی زه از کمان بردار
دلیل دختر رز در حیا بس است ببین که نیست محرم او چشم آفتاب امروز
دمی که یاد تو آید بدل ، نفس نکشم خلد بپای خیالت مباد خار نفس

فزاید آب و تاب از آتش لعل درخشانش
تو پنداری که یاقوت است گوهر های دندانش
بود از پختگی، هر میوه شیرین، لیک حیرانم
کـه تا خامست ، دارد لذتی سیب زنخدانش[1]

تا گشت خرامان بچمن سرو روانش گلها همه گشتند ببالا نگرانش
کجا گـردد از دست مژگان تو مرا همچو چشم گریبان طلاش

۱- روز روشن دارد .

هر چند میخورم بجگرنیش مار زلف　　زان بیش میشود بدلم خار خار زلف
از هر یکی جدا بخدا نیش میخورد　　مار است از برای دلم تار تار زلف
ز اشک و آه چه غم، جلوهٔ رخ او را　　چراغ لاله ، نگردد ز باد دامان ، گل

از گل رویش نگاه خویش رنگین میکنم
پنجهٔ نظاره را چون دست گلچین میکنم
زود اگر چسپد بهم لبهای زخمم ، دور نیست
چون دهانش ، از نی تیر تو ، شیرین میکنم
چون رسد غم ، مینهم بر سخت جانیها ، مدار
سیل میآید ، بنای خانه ، سنگین میکنم

۱۹۰ = محمود بیگ فارغ بدخشانی

محمود بیگ فارغ بدخشانی[1] . برادر زاده عرفان دستگاه حضرت ملا شاه . فارغ التحصیل کمالات بوده . هر لفظ و معانی رنگینش سرخابی در گلشن دیوانش، فارغ البال از قید فکر آب و دانه، که از نقاط مشکین ابیات و بین السطور تسنیم کردار مهیا داشتند، بر سروهای آزاد مصرعها نشسته . در تاریخ یابی عدیلش در دیدهٔ ارباب بصیرت نیامده، چنانچه تاریخ قدوم اسلام خان[2]

۱- رک شماره ۱۸۹

۲- میر ضیاء الدین حسین بدخشانی وقتیکه بر جسونت سنگ فتح یافت عالمگیر او را اسلام خان خطاب داد . در سال چهارم عالمگیری صوبه دار کشمیر شد . در سال ۱۰۷۴ه فوت شد و ملا غنی کشمیری تاریخش گفت ــ مرد اسلام خان والا جاه ـ اسلام خان در سرینگر عیدگاه ساخت . همت خان میر بخشی پسرش بود . اسلام آباد که ، در دورهٔ گلاب سنگهه اننت ناگ نام یافت ، آباد کردهٔ اسلام خان است . وقتیکه عالمگیر در کشمیر رسید اسلام آباد نامش کرد . این شهر ۳۲ میل از سرینگر راه دارد . این شعر ازوست :

بیتو شامم تا بروز ما شبیخون میزند　　مردم چشمم ز گریه غوطه در خون میزند
وسعتی پیدا کن ای صحرا، که ام شب در غمش　　لشکر آه از دل من ، خیمه بیرون میزند

بکشمیر و عروسی نواب عنایت الله خان مرحوم[1] به ادای گفته :

دردا که ، ز لعل تو حدیثی نشنیدم   زین آتش خاموش ، کباب است دل ما

گوهر گوش از فروغ عارض آن ، آب شد
در چکیدن کرد اندازی و در انداز ماند

چون ز گلشن آن بت بیباک میآید برون
گل ز دنبالش گریبان چاک میآید برون

در آئینه گر زلف خود دیده باشی   تو هم بیخود ای شوخ! پیچیده باشی!

یک باغ و جامع بنا کردهٔ اسلام خان تا کنون بجاست و خانقاه بابا حیدر که اهل‌هنود اورا هردی رشی نامند مرجع خلائق هست (کشمیر ۲ : ۵۷۰)

نیز رک : تاریخ اعظمی درآن است که ۱۰۷۴ﻫ بصوبیداری کشمیر آمد . دو سال ماند و بصوبیداری اکبر آباد رفت و آنجا مرد ص ۱۶۴)

۱- میر عنایت‌الله خان کشمیری،از اولاد قاضی محمد صالح بن قاضی موسیٰ شهید . (در دورهٔ یعقوب شاه چک‌کشته شد) محمد شاه بادشاه دهلی او را خطاب میر و خان‌داده به صوبیداری‌کشمیر فائز کرد . مادرش حافظه مریم ، زیب النسا دختر عالمگیر و دیگر اهل حرم را درس میداد و مادرش جان بیگم بنت ملا شریف میر عدل ، در دورهٔ شاهجهان معلمهٔ حرم شاهی بود .

عالمگیر ، عنایت‌الله خان را وزیر اعظم ملک هند نیز کرد ، وقتیکه نواب عمدة الملک مدار المهام جعفر خان بیمار شد . کتاب ــ احکام عالمگیری و کلمات طیبات ــ که مشتمل برفرامین عالمگیریست ، تالیف کردهٔ اوست .

عنایت الله خان سه باره صوبه دار کشمیر شد کرت سوم در سال ۱۱۳۷ﻫ تقرر یافت و بعد از دو سه ماه در دهلی فوت شد . (کشمیر ۱ : ۲۹۰)

تاریخ محمدی دارد : عنایت الله خان ، احد الامراء الکبار فی دولة الخاقان الاعظم عالمگیر پادشاه و اولاده . و کان کثیر البر ، عمیم الاحسان ، عالماً عابداً صالحاً ورعاً ، عفیفا عن الرشوة و ما شاکلها ، جامعاً لمکارم الاخلاق و محاسن الشیم ، حیث لم ار اجمع لخصال الخیر منه فی غیر الامراء فضلا عنهم ، بل کان من رجال الدهر عقلا و ذکاء و فطنة

مراد من اینست کاندر حق من سخنهای* اغیار نشنیده باشی

تاریخ آمد اسلام خان بکشمیر . منه :

برسم دعا گفت تاریخ فارغ بکشمیر اسلام بادا همیشه (۱۰۷۲ھ)

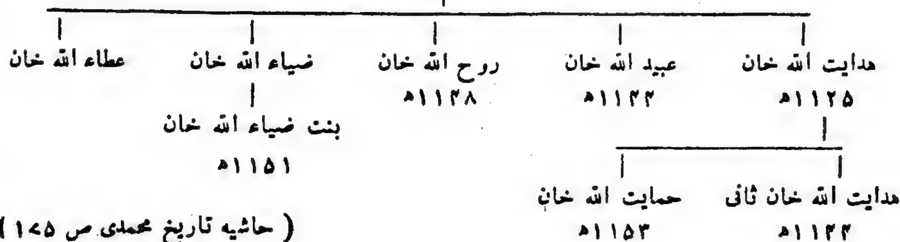
تاریخ عروسی نواب عنایت الله خان مرحوم منه :

من قامت نازکت خیالی گفتم برگ گل سوری رخ آبی گفتم

تاریخ عروسی تو ، ای سروسهی! پیچیده بشاخ گل نهالی گفتم (۱۰۸۳ھ)*

* روز روشن : فارغ ، محمود بیگ بدخشانی . برادر زادهٔ ملا شاه بدخشانی بود . و در کشمیر زندگانی مینمود (هشت شعر داده است که در متن پنج تحت محمد بیگ فارغ و دو تحت محمود بیگ فارغ آمده . تاریخ اسلام خان نیز دارد ۵۰۰)

☜ ایضاً . و قد سعد باداء فریضة الحج و زیارة النبی صلی الله علیه وسلم ایضاً فی سنة ۱۱۲۷ھ ثم رجع الی الهند ، فلم یزل مدة عمره معززا مکرماً متماً بالخواص ، محظوظا بکثرة الاولاد و الاموال ، الی ان مات بشاهجهان آباد یوم الثلاثا سابع ربیع الاول (۱۱۳۸ھ) وله خمس و سبعون سنة بتقدیم السین علی البا . و کان من اهل کشمیر . خرج منها قبل البلوغ ، فنشاء بالهند . و کان ابوه یسمی شکر الله . و کانت ولادة الخان المذکور فی سنة ۱۰۶۳ھ . سمعت ذلک منه مراراً . و قد عین بعضهم عنه الیوم سابع عشر ربیع الاول . هفتهزاری هفتهزار سوار (ص ۶۱) رک : ماثر الامرا ۲ : ۸۲۸ (در ۱۱۳۹ھ) تاریخ مظفری (در سنه ۷ محمد شاهی) مراة آفتاب نما (در سنه ۵ محمد شاهی)



(حاشیه تاریخ محمدی ص ۱۷۵)

۱۹۱ = فامی

فامی . هر بیت نازکش، شاهدیست گلفام که با پری چهرگان کشمیر ، چهره میشود . یک رباعی که در تعریف کشمیر گفته ، ایراد میگردد :

کشمیر که او ، رشک پری خانهٔ چین است
القصه ، بهشتی است که بر روی زمین است
کشمیر که خال رخ زیبای جهانست
انگشتری زیب جهان را ، چو نگین است ۱

۱۹۲ = عبد الشکور فائق

عبد الشکور فائق . طبع فائق داشت ، دیوانی تدوین نموده :

من و ظالم جفا جوی ، که گر چشم از رخش، پوشم
ز شوخی مینماید تهمت دزدیده دیدنها

مرا بر آتش هجران نشانیدی ، و خود رفتی
سپند آسا اگر غوغا، نمی کردم، چه میکردم
بتوصیف قد جانان سخن برجسته تر گفتم
نظر بر عالم بالا ، نمی کردم ، چه میکردم *

* روز روشن : فائق ، عبد الشکور کشمیری . در سخن سنجی بر معاصران خود فوقیت داشت : (یک شعر دارد . من و ظالم . . . ۵۰۵)

۱۹۳ = میر فائق لاهوری

میر فائق لاهوری . فوقیتش بر جمله صاحب کمالان اقران ، در روشن روانی و روشن دانی . دستورالعمل سخن مسلم :

۱- حافظ، شیراز را خال رخ هفت کشورگفته است .

نه امروز است ، از عشق تو ام ، این بیقراریها
جو موسیقار میکردم فغان درنی۱ سواریها *

* نتائج الافکار : کاشف دقایق میر احمد فایق . که برادر اعیانی میر جلال الدین سیادت لاهوری است . صاحب طبع بلند و تلاش ارجمند بود و در زمره منصب داران عالمگیری امتیاز داشت . دیوان از افکار خود یادگار گذاشت و اواخر مائهٔ حادی عشر ، در گذشت . ازوست :

بزندگانیٔ خود ، دایم از نفس لرزم — که این چراغ ، براه نسیم ، میسوزد
مرا آسوده دارد نیستیها ، از پریشانی — غباری نیست بر جا آنقدر، کز باد بر خیزد
بآنکه تیغ خویش کشد بر فسان چرخ — با ابرویت هلال برابر نمیشود
چون بلبلان ، طفیلِ گل نیست ، شور من — صد نو بهار رفت و جنونم خزان نکرد
هر کرا عشق بدل جوش و خروش اندازد — خانه بر دوش شود بار ز دوش اندازد (۵۴۳)

نگارستان سخن : فایق ، نامش میر احمد است و در خوش گفتاری فایق بر معاصران خود :

بدرگه کرم ، آخر امید آوردم — سری بسجده ز پیری، چو بید آوردم
دل سوختهٔ آتش حرمان ایاغم — جز پنبهٔ مینا مگذارید بداغم
هر روز میزند، چو شفق جوش، خون ما — موقوف ، بر بهار نباشد، جنون ما

روز روشن : فائق سید احمد برادر عینی میر جلال الدین سیادت لاهوری ست . نسبش بملا جلال الدین محدث میپیوند و از منصب داران عالمگیر و مستعدان روزگار بود . و اواخر مائهٔ حادی عشر ، ازین سرایٔ سپنج رحلت نمود .

آستین بسیار مالیدم ، بشوق دامنش — داد عشق ، آخر بدست من ، گریبان مرا
نیندازد نقاب از پنبه بر رخسار داغ ما — برون از پردهٔ فانوس میسوزد چراغ ما
هزار سیل گذشت و ز راه خویش برفت — نشسته پل بره انتظار گریهٔ ما
کشیده است ز گرداب آستین بر چشم — ز بس که بحر بود شرمسار گریهٔ ما
چو آن طفل، که باشد بسته تعویزی، ببازویش — ز لخت دل، جدائی‌نیست این اشک جگرگون را
سرمه در چشم سیاهت، چو بلا در دل شب — شانه دز زلف تو، چون دست دعا، در دل شب
عمر رفت و نالهٔ درد آشنایٔ بر نخاست — کاروان بگذشت و آوازی درآیٔ برنخاست
کرد تا ساقی نگاهی سرمه سا ، در کار من — مستی از حد رفت و شور می پرستان برنخاست
نیست بیم انقلابی حانت تصویر را — چشم حیران و لب خاموش و گوش کر خوش است
ساغر می ، بر سر بازار میباید ، کشید — محتسب ، در خانهٔ خمار ، مست افتاده است

۱- کنایه از طفلی و این شعر روز روشن دارد

بهر هوای نفس ، مکن دروغ اختیار نتوان چو نان برای شکم ، در تنور رفت
وقت پیری ، از توکل توشه باید گرفت چون کمان گردید قامت ، گوشه باید گرفت
پیری رو مگردان، از سر کوی مغان ، فایق که بار دیگر آب رفته ، در جوی تو میاید
ز عکس روی تو ، چشم ترم ، گلستان شد نگاه رشته بازار گلفروشان شد
صد رنگ هوس ، در دل زار است ، ببینید اینجای ، پر از نقش و نگار است ، ببینید
حسن در پرده ، ز بی جرأتی ما ، مانده است دست گستاخ بداماں نقابی نزدیم

رباعی :

چشم تر من ، که گریه اش کار افتاد او را دل افکار مددگار افتاد
شد محو ز اشک مردم دیده من این طفل ببین چه مردم آزار افتاد (۵۰۲)

۱۹۴ - فخری

فخری . شعرش فخر به ارباب کمال است :

ماه من چهره بر افروز! که خورشید فلک
بتماشای رخت ، بر لب بام است اینجا

۱۹۵ - شاه عبدالقادر فدائی

شاه عبدالقادر فدائی . چنان خود را فدایء شعله خوئی سخن کرده ، که پیکرش در بزم وجود، شمع آسا همگی بر رشته وابسته مانده . در فقر ، شاه قلندرانش میتوان خواند :

نهد از کینه پردازی کسوف غم بدل ما را
چو خور پیوسته گرچه مهر ورزیدیم دنیا را
باغیر دل نواز است با من بخشم و ناز است
رعنا صفت دو رنگ است بسیار شوخ و شنگ است
در قیامت گاه ناز ، از دور باش حسن تو
میرسد در گوش عجزم ، نفخ صور ، از راه دور

مگر قانون الفت ، کوک، گردیده است با غیرت
که ساز مهرت امشب کپنه آهنگ است ، مینالم

میتوان، از تاب زلفش آن کمر، معلوم کرد   سیر این راه عدم اکثر بشبها میکنم

بتار کاکلت ، سودا نمی کردم ، چه میکردم
ز موی فتنه را سر وا نمی کردم ، چه میکردم

بیاد عارض و فکر در بناگوشی   چراغ محفل دل، از مه و ستاره کنم
از رخت ، بزم میشود روشن   که سرا پای ماه سیمائی !

۱۹۶ = ملا فرح الله

ملا فرح الله . کمالات دستگاه طبع فرحناکش بشگفتگی گلهای چمن را گرو برده . هر بیتش از رنگینی گل سوری است ، در خیابان دیوانش :

در دفتری ، که قصهٔ مجنون رقم کنند   پهلوی نام او بنویسند نام ما
هر گاه نام او بنویسی ؛ باو فرح   بنویس در کنار کتابت، سلام ما

آتش از گردون طلب کن ، آب اگر خواهد دلت
خواستم میخانهٔ ، دادند محرابی مرا [۱]

حرف من در پرده میگویند محبوب مرا   پیش او یک ره نمی خوانند مکتوب مرا

اگر برگی جدا شد از گلی ، پژمرده میگردد
بیاران ، از جدائی ، قیمت یا ران شود پیدا

سخت برهم خورده میبینم ، حریفان! بزم را
ساقی آن ساقی ، و این پیمانه؛ آن پیمانه نیست [۱]

نسیم، بیتو بصید رسیده میماند   چمن، بعاشق هجران کشیده میماند

۱- روز روشن دارد .

که جلوه کرد : ندانم درین چمن ، کامروز
هوای باغ ، برنگ پریده میماند
بدنبال جنون تا بودم ، ایمن بودم ، از رهزن
خرد را ، کاروان سالار خودکردم، غلط کردم
مخور فریب ، زر وسیم و ریو ورنگ جهان
چرا که نقره برص دارد و طلا یرقان *

---

* روز روشن : فرح : فرح الله کشمیری شاعر شیرین مقال بود : (دو شعر دارد ۵۱۸)

۱۹۷ = محمد بیگ فرصت

توتیای دیدهٔ فصاحت، محمد بیگ فرصت . صاحب قدرتی، که از هجوم احرار مضامین رنگین ، فرصت تحریر غزلهای نزاکت آگین ، نمی داشت :

حسن سبزش ، اثر مرهم زنگار دهد هست ببهبودی ما ، آنخرخ جانانهٔ ما
از بوی دوست ، روغن بادام می چکد فصل بهار دل بدماغ جنون ما
شد ببوی غنچه نشاء درد ایاغ ما باشد فتیله از رگ گل، در چراغ ما
برسر دار ، زدم هوش ، و از سر رفتم جرأت دعوی منصور بلند افتاده است

شانه زد بر زلف ، سنبل های مشک آسا شگفت
لاله زار داغ سودایم ز سر تا پا شگفت

جنون نشاء ام در کاسهٔ سر بپا زنجیر از موج هوا بست
خزان ، از گرد رنگ چهرهٔ گل بپای نالهٔ بلبل حنا بست
چون غنچه تا ببوی تو پیچیده خویش را دل در غبار رنگ محبت نشسته است
جلوهٔ دوست ، بهر دشت که پیدا گردد لاله، ناقوس صنم خانهٔ صحرا، گردد

بکوی او ، ز دنبالم جنون ، مستانه میآید
منادی میکند ، کای عاشقان ! دیوانه میآید

بیاد داد طپیدن غبار هستی ما   چنان نکرد که بر خاطری گران آید

دلم در آتش ، و آتش بشیشه مینالد

نگاه گرم که سرگرم خوش ادائی بود

تاراج هوش ، خال بنا گوش میکند
جان ، در تن خیالت خاموش میکند

ز بسکه، در چمن، عیش سنگ میارد   بسان لاله، شکست از پیاله میروید

مانع ز اختلاط ، دو زلف تو ، روی تست
تا روز هست شب نتواند بشب رسید

فرصت ، چکیدهٔ جگر داغ داغ ماست
گلهای آتش از مژهٔ خار و خس ، مریز

صنم گویان ، بگرد کعبهٔ دیدار ، میگشتم
ز تار نالهٔ خونریز دل زنار میبستم

همچون گل آتش ، برخ شمع ، شگفتم
چون شعله ، ز بال و پر پروانه ، دمیدم

چراغی اگر داشتی آشنائی   نمی کردم، از ناله ، آتش گدائی*

---

* طاهر نصرآبادی : محمد بیگ داخل توپچیان بود و احوالش کمال پریشانی داشت . بعلت جرات و مردانگی — که در قندهار نموده تصرفات مرغوب در بستن توپ کرد — مکرراً بانعامات سرافراز گردید . قبل از حالت تحریر (۱۰۸۳هـ) بچهار سال (۱۰۸۰هـ) فوت شد . طبعش خالی از تدرتی نبود . فرصت تخلص داشت . شعرش اینست :

صبح شد صبح که تا کام تمنا بخشند | می بما، خنده بگل ،گریه به مینا بخشند(۱)
یک رمیدن ، برد از هر دو جهانم ،بیرون | وحشتی کاش باندازهٔ صحرا بخشند
جلوهٔ دوست ، بهر دشت ، که پیدا گردد | لاله ناقوس ، مهم خانهٔ صحرا گردد
چو قاصدم ز پیام تو بیقرار کند | طپیدن دلم افتاده را سوار کند(۱)
چو مجنون ، بستر آسودگی کردیم صحرا را | پئی پائی غزالان بوریا شد خانهٔ مارا

(ص ۲۸)

شمع انجمن : فرصت از توپچیان شاه سلیمان صفوی است . اسمش محمد بیگ . این دو شعر ازوست : (ص ۳۷۵)

۱۹۸ = ملا فروغ کشمیری

ملا فروغ کشمیری . فروغ ماه سخنش ، زمین شعر را چون سواد مصر خاور ، رشک فرمای صفحهٔ بیضا گردانید :

چه میپرسی ، ز حال مردمان ؛ در انتظار خود
که چشم از سرمه خالی گشت ، در راه تو ، آهو را
ادائی حرف آن خاموش گویا را ، که دریابد
زبان فهمی ، بجز دل نیست، آن چشم سخنگو را

بقصد قتل عاشق، چون گره در جبه، افگندی | خیال جوهر تیغ تو ؛ کردم چین ابرو را
نه هوای چمن و نه هوس گل دارم | من کجا، طاقت هم چشمی بلبل دارم
بگلستان چه روم، منت رضوان چه کشم | من که صد داغ بیالیدگی گل دارم*

* صبح گلشن : فروغ از خوش فکران خطهٔ کشمیر و موزون طبعان شیرین تقریر ست . در سنه ستین و الف بوظیفه دوازده روپیه یومیه در ملا زمان شاهجهانی فروغ یافت و بعهد عالمگیری سنه سبعین و الف (۱۰۷۰ھ) بعالم جادوراقی شتافت :

۱- شمع انجمن دارد (این محمد بیگ فرصت بهته یا بکشمیر نیامده است . بتخلص فرصت دیگر شاعر در سدهٔ دوازدهم هست که بکشمیر تعلق داشت و لی از نامش آگاهی نشد . رک : فرصت در تذکرهٔ شعرای کشمیر تالیف راقم حروف .

گر دلت آرزو کند ، آن گہر یگانه را | رقص کنان بآب ده همچو حباب خانه را
کی زبیم خنجرت خواهد دلم یکسو گرفت | همچو ابرو می توانی تیغ تر بر رو گرفت
ای که در رفتن ، شتاب تیر دارد، عمر تو | چون کمان، بهر که میسازی، منقش خانه را

(۳۱۵)

۱۹۹ - میرزا فرهاد

میرزا فرهاد . در عشق شیرین سخن ، تا دم واپسین ، بیستون دقیقه سنجی گزیده . پس از مردن از دستهٔ تیشهٔ طبعش ، نخل انار دیوان ، پر از بارهای ابیات رنگین رسته :

باین لبهای شیرین، گر تکلم سر کنی ، جانا!
هزاران نیشکر ، از تربت فرهاد برخیزد
طلسم چشم مخمور تو ، از دل ، کی خبر دارد
منم عاشق، بآن مهوش که کاکل ، کا کمر دارد
شود کم درد سر گر کس بمالد سوده صندل را
سر شوریده ام از صندل تر درد سر دارد
مرا از تیغ ناز ، آن مرغ بسمل کرده، میداند
نمی داند که ، فرهادش ز داغ دل ، سپر دارد
فرنگی جلوهٔ شوخی درین کاشانه میرقصد
بکف مینا ، بلب ساغر ، عجب مستانه میرقصد
بعارض گل، بمو سنبل، زبان در نطق چون بلبل
بدوشش خوشنما کاکل، ببین ! رندانه میرقصد*

---

* روز روشن : فرهاد : میرزا فرهاد از مردم کشمیر و کلامش دلپذیر است :

(یک شعر دارد ۵۲۲)

۲۰۰ = میرزا فصیح

میرزا فصیح . استاد ، نواب صمصام الدوله خان دوران بهادر منصور جنگ[۱] . طبع فصاحت دستگاهش فصیحان عرب و عجم را ، کج مج زبان تر از طفلان رضیع فرومایه میداند . هر بیتش که یک مطول فصاحت درو مجتمع است ، شیخ سعد الدین را سر مشق علم فصاحت :

ز فیض ناله ، دل گرد کدورت ، بر نمی گیرد
در اخگر شعلهٔ ما هست ، خاکستر نمی گیرد
بخون دل توان در عشق جانان را خبر کردن
نسوزد تا نفس آتش بچوب تر نمی گیرد

۲۰۱ = بابا فغانی

گل گلبن سخندانی . بابا فغانی . غزلخوانی بلبل طبعش ، در گلزار سخن ، هزاران را ، چون بلبل شیراز و عندلیب آمل ، بدام مرغوله کاری صورت ، گرفتار ساخته :

دل از نظارهٔ آن گلعذارم روشن است امشب
چراغ از روغن بادام چشمی روشن است امشب
وقت گلم ، تمام بآه و فغان گذشت
چون بگذرد خزان ، که بهارم چنان گذشت

اکنون روم ز دست ، که ازغایت وفا دستم بدوش کرده حمایل نشست یار

۱- خواجه محمد عاصم مخاطب باشرف خان، ثم بصمصام‌الدوله امیرالامرا خاندوران بهادر منصور جنگ بن خواجه قاسم نقشبندی از اعاظم امرای عصر . ۱۵ ذی‌القعده (۱۱۵۱ه) در جنگ نادر شاه زخمی شده ، ۱۹ ماه بهمان زخمها در گذشت . عمرش شصت و هشت سال . (تاریخ محمدی ۱۰۶)

هلاک، جانم ازان خط دلکش است، هنوز
اگرچه سبزهٔ سیراب شد خوش است هنوز
آلودهٔ می ، لعل ترا چون ، نگرد کس
طاقت نبود ، چون لب میگون ، نگرد کس
چه ترکیب است یارب بر ته پیراهن اندامش
که هوشم میبرد، هر جا که آید بر زبان ، نامش*

---

* نصر آبادی : فنائی . کشمیریست . خوش طبیعت و سخن شناست . غنی کشمیری تعلیم ازو دارد ، و از کشمیر بهندوستان رفته گویا مراجعت کرده در انجاست . شعرش این است:
فتاده ایم ، و تو فارغ ز دستگیری ما — ببین جوانی خود رحم کن بپیری ما
در راه انتظار ، فنائی گریست ، خون — چندانکه یار آمد و از خون ما گذشت (۱)
(۴۲۸)
مجمع النفائس : فنای یا فنائی . نصر آبادی گوید : از کشمیر است . خوش طبیعت و سخن شناس بود . غنی کشمیری ازو تعلیم دارد . فقیر آرزو گوید که: استاد غنی، شیخ محسن فانی است ، که از اشعارش بر می آید ، و این فنای غیر از اوست لهذا فقیر اشعار فنای کشمیری در هند جای ندیده و نشنیده . ازاوست :
(یک شعر دارد ۲۷۶ الف)
صبح گلشن : فنای کشمیری . کلامش را کمال دلپذیری ست . (دو شعر دارد که در ... نصر آبادی ثبت شده است . ۳۲۱)

۲۰۲ - فوقی

فوقی ، تمام دیوانش پر از هجا گوی است . یک بیت برای تفرج رقم نموده شد :

صبح نوروز و موسم طرب است
اولاً طبع ــ کاف و سین ــ طلب است

۱- این دو شعر مجمع النفائس و صبح گلشن هم دارد .

۲۰۳ - بابا فولاد

بابا فولاد ، سوهان طبعش ، کج نهادان و سخت جانان منکر سخن را ، هموار فرموده :

تا بر گل روی تو مرا دل نگران شد
زنجیـــر سر زلف توام رشته‌ٔ جان شد

۲۰۴ - ابوالقاسم

ابوالقاسم جوان صاحب طبع معنی یابی است ، درلشکر ظفر اثر رفته ، بخدمت افتای صوبه‌کشمیر سرفراز است :

در یمن دارد عقیق ، از یاد او ، خون در جگر
پیش لعلش غنچه‌ٔ گل رنگ هم . . . شست

نه تنها نعل در آتش، دل بیطاقتم ، دارد کتاب آتش حسنت بتان آذری دیدم

۲۰۵ - میرزا قاسم کاشی

میرزا قاسم کاشی قمریان الفاظ ، بر سروهای نوخیز مصارع برجسته ، در گلشن دیوانش سرگرم رنگین‌جلوه‌گی :

ز سیلاب سرشکم ، غرق خون تا دامن ، ای قمری!
ببین ! طوق تو رنگین است ، یا طوق من ، ای قمری !

۲۰۶ - قانع

قانع شاگرد شیخ محمد مومن بینا[۱] . تمام عمر بر خشک و تر خوان نعیمان سخن قانع بود . هر معنیش از شیرینی شان عسل شکسته و هر لفظش از رنگینی گل را برگ خجلت بسته :

۱- رک شمارهٔ : (۳۰)

از دل تنگم کجا سودای یار آخر شود غنچهٔ تصویر را، کی نوبهار آخر شود
آن ترک آل ۱ پوش سوار سمند شد یاران حذر کنید که آتش بلند شد*

* روز روشن: قانع : [شاگرد] شیخ محمد مومن کشمیری . کلامش را رتبه دلپذیریست :
(یک شعر دارد ص ۵۵۰)

۲۰۷ = عبدالغنی بیگ قبول

کارفرمای کشور حسن قبول. میرزا عبدالغنی بیگ قبول. شاهنشه طبعش گنج سخن را ببذل زر سرخ ابیات رنگین ، در قبضه تصرف خود در آورده. و مردم گلپوش و شاهدان شیرین جلوه ، آنجا که الفاظ رنگین و معانی باشد، از دست تطاول رهزنان سخنور مصؤن داشته ، چنان معمور نمودکه با خراسان دم سویت میزند :

تا گلستان کرد از رویت دل غمدیده را
برسر خود ، میدهم جا همچو نرگس ، دیده را
سر بصحرا دادهٔ سودای آن زلفم ، قبول
فتنهٔ خوابیدهٔ دانم سبزهٔ خوابیده را

مشاطه ، رحم یکسرمو ، بردلم نکرد گفتم هزار بار باو ، داد شانه را
زاهد! مرا فسون تو از ره نمی برد والله اگر زنار کنی، تازیانه را

دور خط او سر آمد ، لیک از خاطر نرفت
یکسر مو ، خار خار عاشق دلریش را

شور لبهای تو ، از رخسار آتشگون فزود میکند از پهلوی آتش ، نمک فریاد ها
درشب هجران او ، چون کاغذ آتش زده از شمار داغ ، باشد سبحه گردانی مرا

۱- سرخ ، سرخ کم رنگ .

سلسلهٔ شاگردان جویا و قبول

متعلق صفحهٔ ۲۹۲

ساطع کشمیری — سامری

داراب بیگ جویا

- گویا، برادر جویا
- مرزا عبدالغنی بیگ قبول، م ۱۱۳۹ھ
- ملا ساطع کشمیری، م ۱۱۵۰ھ

شاگردان مرزا عبدالغنی بیگ قبول:

- مرزا گرامی[1]، خلف مبین قبول، م ۱۱۵۶ھ
- کشن چند اخلاص[2]، بن اچل داس کهتری
- عزت لوراللہ بیگ کشمیری، ۱۱۲۰ھ کشته شد
- نا مجو، بن قبول
- ارجمند مرزا، بن قبول، آزاد و مجنون تخلص میکرد
- مرزا محرم بن قبول
- رحمت اللہ تمکین کشمیری
- احسن اللہ فصاحت خان راضی کشمیری
- صلابت خان سید، م ۱۱۴۶ھ
- نعمت اللہ خان نعمت، بن نواب روح اللہ خان، نعمت الالهی، م ۱۱۲۲ھ
- خواجه معصوم جامع، کشمیری
- مرزا علی بیگ کشمیری
- محمد علی حشمت
- علی قلی ولی

شاگردان مرزا گرامی:

- سلام اللہ تسلیم، بن شاه کلیم اللہ جهان آبادی
- حافظ حلیم
- علیم اللہ خان علیم
- مرزا نسیم
- محمد اصل خان واصل کشمیری، م ۱۲۱۶ھ

[1] استاد پانصد کس بود خوشگو ۲۲۳

[2] روز روشن دارد که خود اچل داس کهتری شاگردش بود صفحه ۲۹

فواره صفت ، دز کف مد حتگر تیغش   یک نیزه ، ز سر میگزرد آب قلم را[1]

نی همین خستهٔ لعل لبت باشد مسیح   میکند بیمار چشمت،صدچوچالینوس را

چه خواهد کرد ، بادیوانگان یارب ! پری روی

که از زلف سیه ، زنجیر در پا افگند خود را

صبح اقبال تو، وقت است، شود عالمگیر   هست خورشید شدن پیش نظر ماه ترا

دمی که قد کشد از سر و قامت ما   هماندم است که بر پا شود قیامت ما

شبی که ، انجمن افروز بود ، یاد رخت   فتیله از رگ گل، داشت شمع صحبت ما

برد از دستم ، عنان هوش، خال کنج لب   از می گلگون جدای نیست افیون ترا

ترا دیدن بکام دل به بیداری نمی باشد   مگر آید بخواب این دولت بیدار عاشق را

آن سیب زنخدان ،که بکام دگران است

چاک از غم او ، همچو انار است ، دل ما

میشود کاغذ اشعار ، حنائی در دست   سرکند چون قلمم ، وصف کف پای ترا

نشود قصهٔ آن زلف گره گیر ادا   نتوان کرد ره دور بزنجیر ادا

چسان پنهان کنم ، از چشم مردم ، آن نکورو را

که چون خورشید ، پوشیدن نیامد ، روی نیکو را

ز بس در غنچهٔ دل ، یاد آن گیسو بود مارا

لبالب جیب و دامن ، از گل شبو ، بود مارا

در سایهٔ قدش ، که بلند است بخت ما   بر آسمان رسید چو کاؤس ، تخت ما

کم نشد ، حسنش از دمیدن خط   کرم الله وجهه ابدا ! [2]

فزود ، از عرق شرم ، رنگ رخسارت

که همچو لاله ، بر افروزد این چراغ ، از آب

۱ـ خوشگو دارد .   ۲ـ مجمع النفائس دارد .

این فتنهٔ خوابیدهٔ هنگامهٔ محشر دریک نگه از نرگس فتان ، که جسته است
افروخت از شراب و دلم را کباب کرد امشب بشمع صحبت پروانه در گرفت
دوش ، وصف چشم شهلای تو ، میکردم رقم
یک قلم مانند نرگس ، خامه بوی گل ، گرفت
امروز، ندیدیم بجز، غنچهٔ سوسن یکدل ، که درین باغ ، موافق بزبانست
بیدرد سخنهای تو بیمار مرا کرد هر چند کلامت عرق گاو زبان است
کعبه را ، گر پیش مردم ، احترام دیگر است
نزدما ، میخانه هم ، بیت الحرام دیگر است[1]
امروز میان مو شگافان حرف کمر تو درمیان است
در کشتن دیگری ، کمر بست بیچارهٔ دل من ، از میان رفت[2]
حرفی که ، بگذرد بمیان زان کمر ، نکوست
هیچ از دهن مگو، که در او جای گفتگو است
آئینه را ، من از ته دل ، صاف نیستم زان دم که رو بروی تو آهی کشیده است
ازخط ، عساکر زلف ، هرچند در شکست است
چشمش ، بقتل مردم زان روکمان بدست ، است
هر که آن چشم سیه را ، دیده است همچو مژگان گرد رو ، گردیده است
حالت چوگان زلف ، از دل بپرس خوش مسلسل گوی این دیوانه است
جدا زان سیمتن با رنگ زردم اگر دعوی کند ، حق با طلا ، نیست
دل تنگ ، ازان روی قبولیم . که عمریست آن تنگ دهن یاد نکرده است زما هیچ
با آفتاب روی تو ، گر رو برو شود آئینه ، گردد آب زخجلت ، مثال یخ

---

۱ ریاض الشعرا سفینهٔ هندی و تذکرهٔ بی نظیر دارد . ۲- ریاض الشعرا دارد.

چنان در دل ، خیال عارض او ، پرتو افگن شد
که خال پشت چشمش ، مرد مک از دیدهٔ من شد

بیاض صبح دندان ، کرده تحریر از مسی ، گوی
زشبهای سیاهم ، روز های عید ، سر برزد

زپیکانت ، نخواهم برد جان را ، دلنشینم شد
که از بسیاری تیر تو ، ترکش آستینم شد

رنگ رویش را ، شکست از لشکر خط ، دست داد
عاقبت ، ملک سلیمان پائمال مور شد

بی تکلف میشمارم خویش را مالک رقاب
چون شبی ، در گردنش دستم حمائل میشود

اگر بعشق ، دلم سر نه پیچد ، از شمشیر
چو خال گوشه ابروی یار جا دارد

دمید ، از حیرت [illegible] سیاهش ، سنبل از خاکم
هنوزش ، باور از حال پریشانم ، نمی آید

به تیغ ابـروی خورشیـد رخساری ، نظر دارم
چو مـاه نو ، بهـم زخم نمـایا نـم نمی آید

اینچنین ، منما گل عارض ، که چون مردم گیا[1]
هر خسی ، از دولت حسن تو ، آدم میشود

۱- مردم گیا : مردم گیاه : استرنگ : گیاهی است دارای گلهای سفید . برگهایش شبیه برگ انجیر ، ثمر آن سرخ رنگ و به اندازهٔ زیتون ، بیخ و ریشهٔ آن شبیه پیکر انسان (عمید)

آن شکر لب را ، بگویند از زبان ما : قبول
گر دهانش را ببوسم هیچ ازو کم میشود

خیال آن لب جان بخش، هر کس را بخواب آید
فشانی گر برویش آب حیوان ، بر نمی خیزد

همین نه تنها ، دل پر آتش ، ز دیدهٔ من سحاب دارد
که برق آهم ، نه آسمان را برین زیاده ، کباب دارد

یک ره برنگ بسته کشایش ز کس ندید از خود دل دونیم مرا فتحیاب شد

ساقی ، می دو آتشهٔ داد شب ، کزو گردید ساغر آب و بط می کباب شد

گر چنین ، از حسرت لعل تو ، خون افشان شود
شاخ مرجانی ، بچشمم هــر ســر مژگان ، شود

در تمام عمر میداریم پاس آن چو تیغ از کسی مارا، دم آبی که قسمت میشود

غمزه ، شاگرد چشم فتانش لیک شاگرد، بهتر از استاد

میان ماه رویان ، چشم من ، گرد سرت گردم!
کشیدن تیغ بر خورشید ، ز ابروی تو میآیــد

دلفگاران را ، ز بویش لعل شکر بار ، خویش
نو خطان ، یاقوتی از درج زمرد ، گفته اند

گر نصیب ، از دم تیغ تو ، شهادت باشد باز ، بالفرض شدن زنده ، قیامت باشد

تا بآئینهٔ رخسار تو ، حیران شده ایم طوطی، خامهٔ ما ، ساده بیانی دارد

گفتمش : میکنی بمن نگهــی ! از سر ناز گفت : باید دید ! ۱

رنگ لعل لب و آب گهر دندانها بهم آمیخته درج دهنی ساخته اند

۱- همیشه بهار و سفینهٔ خوشگو دارد .

چو دید ابروان ترا ، گفت مانی　　کشیدن کمان تو صورت ندارد
دهان تو ، هیچ است ، از من نرنجی!　　اگر گویمش : هیچ قیمت ، ندارد
بخونم ، خطت کرد محضر ، و لیکن　　ز خال تو * مهر شهادت ندارد[1]
ز چشم تو ، حرفی که ، گویند مردم　　حدیث ضعیفی است ، صحت ندارد[2]

ی [illegible] نگر که ، ز ابنای روزگار
بر [illegible] هر که سوخت دلم ، گفت : دود شد[3]

از خط ، ز حسن خال تو ، یک موی کم نشد
یعنی ، بدور روی تو ، نیک اخترم هنوز

ای سروقدان! ما ز ادب ، هیچ نگفتیم　　خود راست بگوئید شمارا چه کند کس[1]
شود سوار چو آن ترک شوخ میماند　　به تیغ ریز رکابی نگاه پنهانش

روی آسائش ، ز اشک گرم ، تا بیند دلی
ساخت چشم بی رخت خسخانه از مژگان خویش

گر ، چو مژگان بدیده ، بنشیند　　نیست باتیر او مرا پرخاش

شب که ؛ وصف لعل رنگین تو کلکم مینگاشت
آب میشد از خجالت خامهٔ شنگرف شمع

بهر جا ، مینشیند آن صنم ، چون شمع در محفل
ز روی آتشین باشد علم چون شمع در محفل

ساز میکردم چو نی ، از دیده لب ، بهر فغان
در نظر چشم سخن سازی اگر میداشتم

۱- مجمع النفائس دارد .

۲- سفینه خوشگو و مجمع النفائس و گل رعنا دارد .

نامـــه‌بر خود میشدم سویش ، ز راه اشتیـــاق
چون کبوتـر بال پـــروازی ، اگـــر میداشتم

دوش ، از شب تا سحر ، ما و دل سودا زده
قصهٔ زلف تـرا ، خواندیم سر تا پا ، بهم[1]

بود بغیر تو گـــر ، آرزوی مردم چشم
برنگ سرمـــه ، سیه باد روی ، مردم چشم[2]

ز ضبط گریه چشم من ، توقع بیش ازین داری
که خون شد دل ز رخسار تو و بر رو نمی آرم

چراغ بخت من ، از شام غربت ، میشود روشن
که چون شمع ، از زبان چرب خود ، برگ سفر دارم

سرموی نکنم شکوه ، ز تیغ تو ، رقم   بند از بند، جدا سازد اگر، چون قلمم

تا دم ، از کیفیت آن لعل جان پرور ، زدم
غوطه ، تا گردن چو مینا ، در می احمر زدم

ز ضعف دل ، زدم تا دست بر سیب زنخدانش
ثمـر شـد در حلاوت همچـو خـرمای تـرا نگشتم

محو رنگینی جولان تو ، گل از شبنم   همه تن دیدهٔ حیران تو ، گل از شبنم

سودا زدگان ، جانب زلف تو ، نمودند   نسبت ، چو باین سلسله رفتم ، برسانم

روان بخش است ، اگرچه سرو قدت   خرامت آب حیوان مینـویسم

کنم جا ، تا بچشمش از صفاهان ، همچو سوداگر
ببند زلف او ، در زیر بار سرمه ، میآیم

۱- سفینهٔ خوشگو.

۲- مجمع النفائس (دیگر ابیات ازین غزل نیز دارد).

سحاب ، از گریه ام طوفان بدامن کرد ، و گل شبنم
سپهر از دیده ام سیاره خرمن کرد و گل شبنم
نه از سودائیانت بر زمین تنها پری دیدم
که بر افلاک هم از مهر و ماهت مشتری دیدم
تا من ، از اهل جنون روی بصحرا کردم
سخت هنگامهٔ این سلسله ، برپا کردم
چون هاله ، ز ماه خویش ، دورم گیرم او را ببر گرفتم
گفتی که : متاب سر ز تیغم فرمان ترا بسر گرفتم
ز شرم حسن، عرق کردهٔ و من از دور
ز ابروی تو مه نو در آب می بینم
داشت با خورشید رویت لاف اندک نسبتی
ماه را از بهر عبرت شهر گردان ساختم
جنون ، خود سر بمحفل بود ، شب جای که من بودم
گریبان چاک با دل بود ، شب جای که من بودم [1]

۱- درین زمینه غزل است منسوب به امیر خسرو دهلوی :

نمیدانم ، چه منزل بود ، شب جائیکه من بودم
بهر سو رقص بسمل بود ، شب جائیکه من بودم
پری پیکر نگاری ، سروقدی ، لاله رخساری
سراپا آفت جان بود ، شب جائیکه من بودم
رقیبان گوش بر آواز ، او در ناز ، و من ترسان
سخن گفتن ، چه مشکل بود ، شب جائیکه من بودم
مرا از آتش عشق تو ، دامن سوخت ای خسرو !
محمد شمع محفل بود ، شب جائیکه من بودم

چنان گم میکنم خود را ، چو آئی در سرای من
کـــه یابی جای من خالی و بنشینی بجای من [۱]

هـر چـه شب کـردم بحکم عشقبازیها سحر
جـز عرق بـر رو نیاورد از حنای خویشتن

یاد ستارهای شب تار ، میدهد در حلقه های ، زلف سیه ، ماه روی تو [۲]

میشود برمن قیامت قائم : آن ساعت ، که من
دیگری در حشر بینم ، داد خواه ، از دست تو [۱]

میشناسم روی خوبان ، خوب از بس در جهان
رو شناسم چشم حیـران کـرد مثل آئینه

نهان کـرد است صیاد من از روی فسـون سازی
چـو تخم عشق پیچان دامها در دانـهٔ خالی [۳]

تـرک من تا علم افـراخت بشمشیر زنی
زخم بـر تن چـو انارم نبود به شدنی

مکن اندیشه ز بیداد ، که در محشر ، هم
از کسی شکـوهٔ تیغت نبـود سرزدنی

سرمـه ، تا جای دران چشم سخن گو ، کرده
همچـو باروت بـود در نظـرم سـوختنی

ندارد یکسر مو ، آن نگار خوش کمر ، رحمی
بدور خط ، کند بر حال درویشان ، مگر رحمی

۱ـ ریاض الشعرا دارد ۲ـ مجمع النفائس

۳ـ مجمع النفائس و شمع انجمن و سرو آزاد و تذکره بی نظیر و گل رعنا دارد

ز شب تا صبح ، اختر میشمارم ، بی مه رویت
بروز تیره‌ام ، ای آفت دور قمر ! رحمی
چرا هر دم بخونم ، تیغ کین بندی ، سوت گردم !
اگر من واجب القتلم ، بر آن موی کمر رحمی [۱]
کنون سبزواری شد از پهلوی ، خط لبت ، بود زین پیش اگر قندهاری
تواضع کنند آب حمام مردم که اینست در پیش ما نیز جاری
گـر بآن هندی صنم ، دزدیده میبینم ، قبول !
گوید : از دست مغـل ، فریاد هی ! بیداد هی !
اگـر چون اهل معنی از زبان تیغی علم کردی
بحرفت هر که ، انگشتی نهاد ، او را قلم کردی
چو آن قاصد ، بر آرد از بغل ، بیرون کتابت را
کشد از سینه مکتوبت ، چو آرد نامه ، آهی سر
هلال عید اگـر پیوسته بـودی ماه من دیگـر
بابـروی تو نسبت دادمی او را سر موی *

همیشه بهار : سر زمرهٔ معنی بندان فحول مرزا عبدالغنی بیگ قبول : شاگرد رشید مرزا داراب بیگ جویاست . بدرویشی که در حقیقت شاهی است ساخته . مهمان دوست است و پیوسته بطبخ حضور مشغول . الحال هندوستان ، از یمن قدوم آن سخن آفرین ، حکم صفاهان دارد . زمین سخن سبز کردهٔ اوست ، و بحر شعر آب دادهٔ او ، و گلهای معانی از طبع شگفته اش شگفته ، و غبار سخن سینه طالبان سخن را ، بآبیاری نم قلم اعجاز رقم شسته :

یدالله ، چون بتخمیرش فرو شد نم فیض ، آنچه بد ، درکار او شد

وقتی که افاغنه بر صفاهان غالب آمدند زبان مبارک ایشان بدین شعر مترنم شد :

سرمه میگیرد فغان را دست آخر ، باک نیست شور ، از افغان اگر در اصفهان ، افتاده است

همان سالی که ایشان فرمودند ، ظالمان بجزای اعمال خود رسیدند . اشعار جواهر عیار قبول :

۱ـ همیشه بهار ، سفینه خوشگو ، تذکره بی نظیر دارد .

آش من ، پخت چو ترک چشمش معنی ، طبخ نظر ، فهمیدم (۱)
حامی دین محمد حیدر خیبر کشاست قلعهٔ شرع متین را شیر حاجی مرتضی است
اغیار ، راه آمدن ما ، گرفته اند تا همچو سگ ، دران سرکو ، پا گرفته اند
مانند تیغ زیر رکاب به بین دمی پیوسته در کمین نشسته ، برادر ست
نانه ام ، چون دید در طفل ، پدر گفت : این بابا نغانی میشود (۲)
نیست در سر ، فکر روزی ، صاحب شمشیر را
باشد از ناخن ، کلید رزق در کف ، شیر را (۳)
نه لازم است شجاعت ، نه شرط احسان است بکام هر که فلک گشت خان دوران است (۴)
هر که مانند مه نو لب نانی دارد منتظر جانب خود چشم جهانی دارد (۵)
توان از خاکساری کرد جا ، در دیدهٔ مردم
قبول ! این معنی نازک مرا ، از سرمه روشن شد
قبول ، بسکه کنی خویش را ز وصلش ، گم ترا نشسته به پهلوی یار نتوان دید
بپایش جبه سودم ، گه وگه ، ترک ادب کردم !
ز روی او ، خجالت دارم از کاری که ، شب کردم
دو انگشت ، از دم خر بود افزون ، در دراز یها
مکرر ، شملهٔ دستار واعظ را ، وجب کردم (۶)
بسکه در سر ، هست زاهد را نهان ، ذوق جماع
می نماید ، گنبد چل دختران (۷) ، عمامه اش
دقت طبعم ، دربالا گشت ، گردیدم چو پیر قامت خم گشته ، آخر مصرع پیچیده شد
از ضلعم ، شبی که میسر شراب ، شد تا ریختم ، ز شیشه بجام ، آفتاب شد (۸)

۱- سفینهٔ خوشگو و تذکره بی نظیر دارد .
۲- مجمع النفائس و سفینه هندی و مراة آفتاب نما دارد .
۳- ریاض الشعراء مجمع النفائس و تذکره بی نظیر و سفینه خوشگو و سفینه هندی دارد .
۴- شمع انجمن دارد .
۵- تذکره بی نظیر دارد
۶- مجمع النفائس دارد .
۷- چهل دختران - کنایه از مقبرهٔ چهل دختران - سفینه خوشگو و مجمع النفائس و گل رعنا دارد .
۸- سفینه خوشگو و ریاض الشعراء و سفینه هندی .

تا بسوی جامهٔ زرتار خود ، بیند دلی
میکند فی‌الفور خود را گم ، چو کرم شب چراغ

غم روزی مخور ، که مردان را سپر و تیغ ، آب و نان ، باشد
زاهد چو یافت سبحه،زمی گشت، بی نصیب یک جا نداد، چرخ بکس ، آب و دانه را (۱)
من از گزیدن رخسار یار ، دانستم که زنده میشود از گوشت ، نفس حیوانی

قصیده در مدح خان دوران صمصام‌الدوله (۲) گفته . دران قصیده دو بیت در تعریف اسپ می فرماید :

این سبک رو ، گر ز دریا بگذرد ، نعل زرش
ترنمی گردد ، ز آب بحر ، چون عکس هلال (۳)

در نفس ، از شرق آید گر بمغرب ، دور نیست
آن پری پیکر ، که از دامان زین آورده یال (۳) (خطی)

سفینه خوشگو : مروج‌الایهام رفیع‌المقام غنی نام قبول . تمام استاد و استادان رهنمای دانا و نادان جامع‌الفروع و الاصول ، مرزا عبدالغنی بیگ قبول تخلص . ایهامش چون صبح روم رنگ بر چهره عالم بسته ، و براق معانیش چون مهر منیر شان بآتش انجم شکسته . اصل آن جناب جنت نظیر کشمیر است . و در تمام اقسام سخن بینظیر شاعر غرا و شاگرد مرزا داراب جویاست . شگفته پیشانی ، بزرگ منش ، فراخ حوصله ، بلند همت وارسته ، خوش خیال ، نازک تلاش ، ایهام بند و صاحب کمال بود . طبعش به طرز ایهام لفظی توجه تمام فرموده بود ، بلکه این طرز را درین جزو زمان بخصوصیت رواج داده . چنانچه در دعوی این معنی شعری گفته و دران شعر ، هم رعایت طرز خاص خود ، از دست نداده :

با گوز شتر بود مقابل ، شعری که نباشدش دو محمل

در لباس نقر به قلعه کهنه دهلی ـ که فیروز شاه احداث نمود ـ فروکش بود و به مهمان نوازی همت مصروف داشت . با خلاق حمیده و اشفاق پسندیده موصوف بود . با غربا

۱ـ مجمع‌النفائس و تذکرهٔ بی نظیر و گل رعنا دارد .

۲ـ خواجه محمد عاصم مخاطب به اشرف خان ثم بصمصام‌الدوله امیرالامرا خان دوران بهادر منصور جنگ بن خواجه قاسم نقشبندی . . . . . ۱۵ ذیقعده (۱۱۵۱هـ) در جنگ نادر شاه . . . . . زخمی شده در ۱۹ ماه بهمان زخمها در گذشت . عمرش شصت و هشت سال (تاریخ محمدی ص ۱۰۶)

۳ـ سفینه خوشگو و گلستان مسرت دارد .

و شعرا بزرگانه میجوشید . و قصائد غرا در مدح امرای زمانه گفته . او را قصیده ایست در مدح نواب نظام‌الملک وزیر اعظم (۱) و بخشی‌الممالک صمصام‌الدوله ـ که مرتبه هر دو را برابر می دارد ــ روزی که وزیر بخانه بخشی آمده گزرانید مستحسن هر دو ممدوح افتاد . و مدحهای میر جمله تر خان (۲) گذرانیده صله های گرانمند یافته . وقتی فقیر خوش گوــ که اکثر از خدمتش فیض برمیداشت ــ غزل میخواند ، این مصرع را انتخاب نموده فرمود که : این مصرع را مصرعهٔ ثانی رسانیده مطلع ساز ! فقیر بدیهه رسانیدم، قبول فرمود :

بجز شکست ، نبود است کاروبار ، فلک   هزار شیشهٔ دل ، گشت سنگسار فلک

این قطعه در تعریف اسپ صمصام‌الدوله در قصیده بسیار بتازگی گفته . . . . . .

در هزارو صد و سی وهشت (۱۱۳۸ه) (۳) دعوت حق را لبیک اجابت گفت . دیوانی بسیار به خوبی و تازگی گذاشته . و گرامی قدر مرزا گرامی (۴) خلف الصدق آن شاعر نامی ، الیوم در دارالخلافه کوس رستمی می نواخت . چنانچه احوالش بجای خود نوشته خواهد شد . از واردات طبع مرزا قبول اینست .

مستان ، چو در پیاله می آتشین ، کنند   بهمت بدست دختر تاک رزین کنند
مگر قاصد ، بلب پیغام از کوی تو ، می آید   که از خندیدنش ، مانند گل بوی تو ، می آید

۱- میر قمرالدین مخاطب به قمرالدین خان بهادر ، ثم بحسین قلیچ خان بهادر ، ثم بخاندوران بهادر ، ثم بغازی الدین خان بهادر فتح جنگ ، ثم بنظام الملک بهادر فتح جنگ ، سپه سالار آصف جاه بن میر شهاب‌الدین مخاطب بغازی الدین خان بهادر فیروز جنگ سپه سالار بن میر عابد مخاطب بقلیچ خان قرشی تمیمی صدیقی سهر وردی ، ثم سمرقندی . . . . ، اوائل جمادی‌الاخر (۱۱۶۱ه) در سواد برهانپور دکن فوت شد . عمرش ۷۷ سال و کسری . . . . پدرش در سنه (۱۱۲۲ه) و جدش در سنه (۱۰۹۸ه) و جد مادرش سعدالله خان (وزیر شاه جهان) در سنه (۱۰۶۶ه) گذشت (تاریخ محمدی ص ۱۲۳)

۲- میر عبیدالله مخاطب به شریعت‌الله خان ثم به عبیدالله خان بهادر مظفر جنگ ثم به معتمدالملک میر جمله معظم خان ، خانخانان بهادر مظفر جنگ ترخانی سلطانی بن میر محمد وفا سمرقندی . . . . . . ۵ رجب (۱۱۴۴ه) قریب به شام در شاهجهان آباد فوت شد ، عمرش ۶۳ سال و چند ماه ، و او به فرط جود معروف بود ، و باوجود کمال قساوت قلب در جبن شهرت عظیم داشت (تاریخ محمدی ص ۹۷)

۳- سال درست نیست . رک : سرو آزاد و تاریخ محمدی

۴- رک : تحت گرامی (شماره ۲۱۹)

از جهان، مجنون پرید و روی در ویرانه ، کرد
کم کند عاقل ، چنین کاری که ، این دیوانه کرد (۱)

ترا امروز ، بر خود مهربان از شب ، نمی دانم
سبب ، تقصیر ، باعث ، مدعا ، مطلب ، نمی دانم
دلم میسوخت ، از شب تا سحر ، چون شمع از غیرت
کرا آتش بجان زد ، آن پری دیشب ، نمی دانم

چنان در پیش او شب ، گریهای بی اثر ، کردم
که چشمش ، عاقبت از خندهٔ بسیار ، تر کردم
ببزم امشب چو آمد یار ، دست افشان و پا کوبان
نثار از اهل مجلس خواست ، اول بنده ، سر کردم (۱)

اگر ، شعر خالی ، ز لطف و ادا ست   مبر ، نام آن را که ، بیت‌الخلاست

ز وصل ماهر و یان ، تا تهی گردید ، آغوشم
پلنگ آسا بود ، پشتارهٔ از داغ ، بر دوشم (۱)

برای چرب و شیرین ، شکوهٔ بر لب ، نیا وردم
بسان کرم دندان عمر در سختی بسر بردم

پیش ابنای زمان ، بسکه بود عیب ، هنر   هست مبروص ، بدست آنکه ، بیاضی دارد
بخود هموار کردم تا جفای سرو رعنای   گریبان سورم همچو قمری طوق گردن شد

بادهٔ گلفام پنهان خور ، که خون در زیر پوست
تابود پاکست ، و نا پاکست ، چون بیرون فتاد (۱)

ز شرم اینکه خالش شد نهان زیر غبار خط   .... عاشقا ننوشت هر گز خط خالی را
هر که ، مانند مه نو ، لب نانی دارد   منتظر ، جانب خود ، چشم جهانی دارد
ز قحط منعمان ، در کشور هند   بما ، نان مسی هم ، کیمیا شد (۱)
مانند نگینی ، که دعای ست برو ، نقش   در خانهٔ ما ، نیست بجز نام خدا ، هیچ (۱)
چو آن کسی ، که ز آئینه خانهٔ ، گذرد   ز سادگی ، بکشد هر بتی ، بجانب خویش
گر به بیند ، رخ زیبای ترا   گل ، فرستد بمحمد صلوات (۱)

ز جنگ نفس ، بود جان ، همیشه در فریاد
فغان که ! این سگ خاموش ، میهمان گیر است

۱- مجمع النفائس و گل رعنا دارد

در فقر علوم ، خرقه پوشی تحصیل کن از درخت فاضل

از هوای قامتت ، تا پر شده است سینهٔ صد چاک ، بالا خانه است

برنگی میکشم ، هر دم جفا زین چرخ زنگاری

که در هر موی خود ، چون کلک مانی ، صد هنر دارد

بوسهٔ ، زان ذقنم ، یومیه کرد بعد ازین روز ، به است ، احوالم

گفتمش : کیست قبول ؟ از سر شوخی فرمود :

پیر ما ! مرشد ما ! بندهٔ ما ! چاکر ما ! (۱۵۱ — ۱۵۵)

ریاض الشعرا : عبدالغنی بیگ قبول . اصلش از بدخشان و تولدش در کشمیر واقع شده . با ملا شاه بدخشی رحمه‌الله قرابت داشته و درفن شعر از میرزا داراب جویا تربیت یافته بود . در زمان محمد فرخ سیر (۱) بدارالخلافت دهلی سکونت گزیده . معرفت امراء عظیم باو شد ' در اوائل جلوس بادشاه عالم پناه درگذشت . اورا ست :

بشگفاند ساغر می ، طبع محبوب مرا یک گلابی میکند گلزار محجوب مرا

هیچگه ، آن مه نپرسید است ، احوالم قبول !

میکنم ، زین شهر نا پرسان سفر ، بی اختیار (۲)

میروم از جفای او ، ای کاش ! در مقام ستیزه گوید : باش ! (۲)

نخواهم رفت از کویت ، غلام حلقه در گوشم

چرا میبندی ، از زنجیر این تهمت ، بپای من

سرو ، با قامت موزون تو ، لافد بچمن زانکه ، با قد دراز است ، حماقت عادی

اگر نبا شدم ، از دیده سیل خون ، راهی که میدهد ، ز دل پاره پاره ، آگاهی (۲)

(خطی)

مجمع‌النفائس : عبدالغنی بیگ قبول ، از اعیان کشمیر بود . اوائل شاگرد قاسم خان مخلص تخلص کشمیری (۳) بود ، بعد ازان در خدمت داراب جویا اکتساب فیض نمود . خیلی صاحب قدرت است ، اگر چه شعرکم گفته اما خوب گفته . مدتی با هدایت‌الله خان (۴) ـ که در

۱ـ ۱۱۲۴ — ۱۱۳۱ھ

۲ـ مجمع النفائس دارد .

۳ـ رک تحت مخلص (شماره ۲۲۲)

۴ـ هدایت‌الله خان مخاطب بوزارت خان ثم سعدالله خان معتقد بن عنایت‌الله خان کشمیری ، از کبار امرای شاه عالمی و جهاندار شاهی ، شب ۲ ربیع‌الاول (۱۱۲۵ھ) بفرمان بادشاه ، بخفه کشته شد در دهلی (تاریخ محمدی ص ۳۱)

عهد بهادر شاه (۱) بخطاب سعدالله خانی امتیاز یافته نیابت وزارت داشت - میبود ، و بعد از کشته شدن خان مسطور در عهد بادشاه شهید مرحوم محمد فرخ سیر (۲) باسید صلابت خان (۳) - که خیلی بشعر و شاعری ربط میداشت - میبود ، ازین جهت حکیم‌الممالک شیخ حسین شهرت (۴) قبول مذکور را ، بشعر پرداز نواب ، یاد میکرد . بهر کیف خیلی گرم جوشی بود وهنگامه سخن گرم میداشت . از روزی که ازین جهان رحلت نمود ، شعر به سردی بازاریخ بسته . مدتها او و فقیر همطرح بودیم ، بسا کسی از دامن او برخاسته بودند ، خیلی شاگردان درین فن داشت تا حدی که بعضی پس از وفات او نا موزون شدند . اشعارش مضبوط و متین است ، در بند الفاظ تازه بود ، اکثر تتبع ادا بندان مثل سلیم (۵) وغیره مینمود ، بلکه بالا تر ازان رفته ، بطریق کمال خجندی و سلمان ساوجی راه میرفت . وسعت مشرب بمرتبه داشت که باهفتاد و دو ملت بوجه اتحاد میجوشید ، چنانکه خود گفته :

شیعه و سنی و ملحد نیستم　　کم کسی داند که ، این هم مسلکی است

چند پسر داشت همه موزون ، علی‌الخصوص گرامی که بعد از پدر هنگامه سخن بر پا داشت ، و مردم بسیار معتقد او بودند . این اشعار منتخب دیوان اوست :

کرده ام ، بر خویشتن هموار ، نیک و بد ، قبول
رو نخواهم ساخت ، چون آئینه از رودادها (۶)

بذوقی ، پای از سر کرده ، طی کن این بیابان را
که چون مژگان ، دهی بر دیده جا ، خار مغیلان را (۶)

بخود نسپردن زاهد مرا آگاه گرداند
که بر خود هم نباشد اعتماد این نا مسلمان را

مجو از پست فطرت همت عالی ، که چون کرگس
ببوی جیفهٔ دنیا ، ز بالا افگند خود را (۶)

بشکر دولت بیدار گردد تر زبان عاشق
شب وصل ، که او در خواب ، عمداً افگند خود را (۶)

۱- شاه عالم بهادر شاه بن عالمگیر (۱۱۱۹ — ۱۱۲۴ھ)

۲- فرخ سیر بن عظیم الشان بن شاه عالم (۱۱۲۴ — ۱۱۳۱ھ)

۳- رک تحت سید (شمارهٔ ۱۲۶)

۴- رک : تحت شهرت (شمارهٔ ۱۴۲)

۵- محمد قلی سلیم . رک : تذکرهٔ شعرای کشمیر مرتبه راقم حروف

۶- گل رعنا دارد .

بجز گرمی ، علاجی نیست ، سختی‌های دشمن را
که بی آتش بچیزی نرم نتوان کرد آهن را (۱)

کسی از گلشن تسلیم ، گل بر سر تو اندزد که سازد جادهٔ راه فنا چون شمع گردن را (۱)

ز درد باده ، خاک ما سیه بختان ، مخمر شد
درین بزم ، از حریفان نیست میل برتری ، مارا (۱)

بی اصل ، هر که دید بنای زمانه ، را آئینه وار ساخت ، ز یک خشت ، خانه را (۱)
آمد بجان ، کسی که جدا شد ، ز درگهت ما دیده‌ایم ، جذبهٔ این آستانه را (۱)
نزدی خنده ، بمن غیر نمیداشت ، اگر ترک صید افگن من ، دوست سگ خندان را
رسید وقت ، که مارا ز خاک ، بر گیرند برنگ طائر بسمل دمی است خواری ما (۱)
بگلشنی که ، گلش در حساب ، پنجاهی است قبول کم نبود منصب هزاری ما
بود ، چون صدف ، هر که پاکیزه گوهر بتاج شهان ، ریزد آب دهان را (۱)
چو بسته شد ، ز قناعت لب سوال ، مرا زبان بود بدهن ، لقمهٔ حلال ، مرا
تا بود کشتی می ، بر لب جوی مارا غم نداریم ، اگر آب برد ، دنیا را (۲)
از که پرسم ، نگار هندوی من بکجا رفته بود شب ، آیا !
بود عیب دگر از منعمان با وصف خستها توقع داشتن از همنشینان شکر نعمتها

ز پس ، هندی پسرها تنگ میگیرند ، بر مردم
زنان اینجا ، ازان ره ، خصم میمانند شوهر را

گوش بر نالهٔ من افگن و مینوش ، مدام کاتحاد می و نی ، هست عیان ، از مینا
بوسه تا داد ، من انداز دگر دانستم در تبسم شد و فرمود : برو پس فردا !
در زمان ما ، که راه دستگیری ، بسته است از عصابر چوب دستم ضعف پیری‌بسته است
هرزه کاریست ، نهادن بزمین ، سر بسجود دختر رز ، اگر افتد شب آدینه ، بدست
دور پیری ، می بساغر کردن از مینا ، قبول در چراغ زندگی ، از آب ، روغن‌کردن است (۱)
تعظیم بزرگ‌تر بود واجب عینی کز پهلوی زر بوذر ابنای زمانست (۱)
مه ، نو گر چه رفت ، بر گردون زیر طاق کمان ابروی تست
میکنند ، از نالهٔ جانسوز ، دلها را فگار بلبلان را در چمن منقارگویا ناخن است
تیغ هندی کشیده ، می آید وای بر عاشقی ، که بی جگر است

۱- گل رعنا دارد .

۲- گل رعنا و سفینهٔ هندی دارد .

نیست از رهزن، درین راهم‌غمی ، کز فیض عشق
در بر ، از زخمم ، قبای راه راهب ، بیش نیست
میرسد ، از غیب روزی ، غم چه بیجا میخوری !
کور مادر زاد هم ، در وقت خوردن ، کور نیست

هر قطرهٔ خونی که ز حلاج چکیده است   میگوید : اناالحق ! بزبانی که ندارد
کوکب بختم ، ز چشم آسمان ، افتاده است   چون شهابم بیتو ، تا آتش بجان ، افتاده است

سرمه میگیرد، فغان را دست آخر ، باک نیست
شور ، از افغان اگر در اصفهان ، افتاده است

فقیر آرزو گوید : این بیت عجب فال نیکو بود در حق اصفهان و اهل اصفهان ، آخر حق سبحانه آنچه شاعر اراده کرده بود، همان بظهور آورد(۱). و لیکن خروج نادرشاه، که از اهل ایران بود و بر طرف شدن افغان ، هیچ فائده ایران و اهل ایران نکرد، بلکه بد تر ازان شد :

بسم الله ، آنکه منکر شعری ، بگو جواب   موزون چراست ؟ آنچه بقرآن مقدمست
در شیشهٔ بلور می جانفزا ، قبول!   هرکس که دید ، گفت که : روح مجسمست !
هر که ، دیده است مصحف رویت   دیگر ، از منکران رویت ، نیست
کنون که، موسم هولی(۲) رسید ، باید دید   میان ما و بتان ، نقش تا چه رنگ ، افتد
جدا ازان دهن تنگ ، سینهٔ ریشم   چو خانه ایست که در وی ز غیب ، سنگ افتد
خورشید ، روز ابر نهانست : کا سمان   بر هر که ، آب کرد عطا : روی نان ندید
برنگ آسیا ، پیوسته از فکر دقیق خود   بگرد خویش گردیدن : کمند وحدتم باشد(۳)
قبول ، بسکه کنی خویش را بوصلش گم   ترا نشسته بپهلوی یار نتوان دید.(۴)
قبول ، گرم طلب اینچنین ، اگر باشی   چراغ راه چو شمعت عصا تواند شد
در پی ، ترتیب دیوانی چرا باشی، قبول!   میتوان، چون آفتاب از مطلعی، مشهور شد ۳
چند ، محرم بتو غیر ، ای ستم آئین، باشد   ما نباشیم ، که میماند ، اگر این باشد
گر فلک اینست و سیر اختر این   هر چه میخواهی فلانی میشود

می ، ز خم آمد به این خوبی برون ، بعد از دو سال
شیخ بد باطن ، نهان در غار چندین سال ماند

۱- رک : تحت همیشه بهار .
۲- یک جشن مذهبی اهل هنود .
۳- گل رعنا دارد .
۴- شمع انجمن و گل رعنا دارد .

کس ، چسان جان برد ، ز پیچ و خمش — مار زلف تو ، هفت سر دارد
با مردم زر دار بود زال جهان را — آن نسبت خاصی که بزن قابله دارد
آن طفل ، پس از مردن من‌خواست،گریزد — گفتم که : مرو بیم دیت عاقله دارد
چشم بیمار تو ، بر عاشق نمی افتد، مگر — شد عصای آبنوسش سرمهٔ دنباله دار
شراب صبح ، گواراست لاله رویان ، را — ازان ، بلاله و گل میدهند ، آب سحر
نیست از ما، همچو عنقا، غیر نامی،یادگار — بی نشان تا کشته ای‌خضر از دیار ما مپرس
پیش ابنای زمان ما ، که از قحط شعور — وزن‌شعر است از شعیری،کم عیار ما مپرس
زینــان که ، ترا برسر ما کرد ، مسلط — ای کافر بی رحم ! خدا را ! چکند کس
زدست فقر ، شکایت ندارد ؛ این درویش — که کم، بمعنی بیش است، و زهر باشد نیش
چسان خورم : می گلرنگ ، بی لب لعلت — که گریه، گشت گرد، در گوی مردم چشم
تا شدم پیر ، مگو ! توبه ز عصیان کردم — که گنه ، با قد خم گشته دو چندان کردم(۱)
خامهٔ معجز رقم را ، تا غزلخوان ساختم — پوست کندم مدعی را جلد دیوان ساختم
پست فطرت ز کجا و می اندیشهٔ من — هست ، بر طاق بلندی چو فلک ، شیشهٔ من

دست میگیرد ترا ، آنرا که میگیری تو ، دست
دستگیری کن ، اگر خواهی نیفتی ، بر زمین

حصار دین نبی‌را ، غم از مخالف ، نیست — که باشد از اسد الله شیر حاجی آن
نگذرد از یک رکابی هیچکس ، در عهد ما — یاد ایامی که،رستم‌میگذشت، از هفتخوان(۱)
چون گمان، هر لحظه میرفتم بقربانش، قبول — گوشهٔ چشمی ، اگر میدیدم از ابروی او
بوسه ام ، پان خورده داد ، از لعل لب — برگ پیوند است شفتالوی او
کرده است، آن آهنین‌دل را مسخر، ازچه رو — نیست گر، در اصل مقناطیس،سنگ آنه
درین کشور ندارم ، همزبانی محرم رازی — بگوش من،گهی ازگوش خودمی‌آید،آوازی(۱)
بجای خار بدشتی که نیزه می روید — مرا ز آبله هم نیست، چشم همراهی(۱)

خرابیم ، از تغافل همای بیجایش ، بمقداری
که ، نتوان ساخت بهرمن ، ازان نا مهربان ، حرف

بیمار را مباحست : در هر چه نفع، باشد — زاهد ! بنوش صهبا ، گر هست درد دینی(۱)
مژه در چشم ، اگر می شکنند ، می گریم — وای بر آنکه ! کمر بست پی دلشکنی
هلال عید، اگر پیوسته بودی ماه من، دیگر — بابروی تو ، نسبت دادمی او را ، سرموی
روی نیکوی ترا ، میخواهم — این بود ، معنی نیکو خواهی(۱)

۱ـ گل رعنا دارد .

رباعیات :

ای خواجه! بما نظر نکردن ، بیجاست / امروز که ، در دست تو چرک دنیاست
چون حمام ، آنچه در خزانه است ، ترا / وقف سر و پا برهنگان تا فرداست
در دیدهٔ آن کسی که ، فرزانه بود / معمورهٔ عالم همه ، ویرانه بود
بود و نا بود خلق ، که پرسی راست / چون بود و نبود سر افسانه بود
ای سفله! که با خواجه در اکل و شربی / وز ، صدر نشینان بساط قربی
رانی ، دگران را و نشینی ، فارغ / بس هاضم غیر منهضم چون تربی

(۲۹۱ الف - ۲۹۲ ب)

سرو آزاد : قبول میرزا عبدالغنی کشمیری . فاضل ممتاز بود و سخن سنج معنی نواز . شاگرد رشید میرزا داراب جویای کشمیری است . در شاهجهان آباد بسر می برد ، و در سنه تسع و ثلثین و مائة و الف (۱۱۳۹ﻫ) پیمانه هستی او لبریز گردید . مورخی تاریخ وفاتش ازین مصراع بر آورد که :

گنج معنی بود ، کرد افلاک در زیر زمین(۱)

۱۱۳۹ﻫ

شعلهٔ آوازش چنین می بالد :

بهر حالت که می‌بینم ز عیب سرکشی پاکم / چولای باده گر در عالم آبم همان خاکم (۲)

(یک بیت دارد ۱۹۷)

تذکرهٔ بی نظیر : قبول موسوم به میرزا عبدالغنی . مولدش کشمیر است . از فاضلان با امتیاز و خوش فکران معنی پرداز بود ، و نسبت شاگردی به میرزا داراب جویا کشمیری داشت . در شاهجهان آباد می بود ، و قبول همانجا در سنه تسع و ثلثین و مائه و الف (۱۱۳۹ﻫ) رقبه به ربقه حکم قضا کشید . اشعار او آنچه بدست آمد به قلم می آید :

(هشت بیت دارد ۱۰۳ - ۱۰۲)

گل رعنا : قبول میرزا عبدالغنی کشمیری . از اعیان کشمیر بهشت نظیر است و از سخن طرازان بلند تلاش خوش تقریر . تخت مشق شعر از نظر قاسم خان (۳) مخلص تخلص کشمیری میگزراند ، بعد ازان دست بدامن تربیت مرزا داراب جویا کشمیری زد و قدم برسلم ترقی گزاشته

۱- در تاریخ محمدی است : غنی بیگ کشمیری متخلص به قبول از شعرای عصر ، آواخر سال ۱۱۳۹ﻫ در دهلی فوت شد (ص ٦۲)

۲- تذکرهٔ بینظیر و شمع انجمن دارد .

۳- رک : کتاب حاضر تحت مخلص شمارهٔ (۲۳۲)

بمعراج استادی بر آمد . موزونان بسیار از حاشیهٔ محفل او برخاستند و تلامذهٔ فراوان درین فن بهمرساند که بفرقه 'مقبولیه' نامزد شدند . در دهلی مدتی با هدایت الله خان کشمیری ـ که در عهد شاه عالم بهادر شاه بخطاب سعد الله خان مخاطب گشت و بنیابت وزارت سربر افراخت ـ رفیق بود. بعد کشته شدن او ، در عصر محمد فرخ سیر ، با سید صلابت خان متخلص به سید ـ که در حرف السین گزشت ـ بسر میبرد . وسعت مشرب بمرتبه داشت که باهفتاد و دو ملت میجوشید. پسران داشت همه موزون ، لاسیما (۱) گرامی که بعد فوت پدر هنگامه سخن برپا میداشت . قبول در سنه تسع و ثلثین و مائه و الف (۱۱۳۹ھ) پیغام مرگ قبول کرد . مورخی تاریخ نوتش این مصراع یافت :

گنج معنی بود ، کرد افلاک در زیر زمین (۲)
۱۱۳۹ھ

از اوست : (نوزده بیت دارد . خطی ۹۴۲)

این مضمون از شفیعا متخلص باثر شیرازی است ، میگوید :

دارند خلق بسکه بصاحب زر اعتقاد هرکس که مالک دو درم گشت بوزر است

خان آرزو در تذکرهٔ خود برین بیت مینویسد : موافق مشرب من ، مصراع دوم این بیت ، چنین بهتر است :

هر کس که گشت مالک دنیار بوزر است

حضرت آزاد مد ظله در خزانه عامره میفرمایند : مدار مضمون این بیت بزر است و زر این بیت قلب واقع شده زیرا که ابوذر بذال است نه بزا ، وله : (شانزده بیت دارد ۹۴۲ ـ ۹۴۲ خطی)

مراة آفتاب نما : قبول موسوم به عبدالغنی بیگ اصلش از بدخشان و مولدش کشمیر . مشق سخن از داراب بیگ جویا نموده . گرم و خوش اخلاط . در زمان بهادر شاه همراه هدایت الله خان نائب وزیر بود ، در عهد فرخ سیر در رفاقت سید صلابت خان میر آتش مانده ، و در اوائل عهد فردوس آرام گاه وفات یافت ازوست : (یک شعر دارد ۱۹۳ ب خطی)

صحف ابراهیم : قبول اسمش مرزا عبدالغنی بیگ و اصلش از بدخشان و تولدش خطهٔ کشمیر است . در بدو حال با سعدالله خان ــ که در ایام سلطنت بهادر شاه نائب وزیر

۱ـ لا سیما : کلمهٔ ست که مورد ترجیح دارد اسم ما بعد و بما قبل ، استعمال میشود ، یعنی علی الخصوص ، بالخصوص ،

۲ـ این تاریخ در مفتاح التواریخ نیز ثبت است (ص ۲۱۲)

بود ــ تقرب داشته ، بعد ازان که خان مذکور کشته شد ، با سید صلابت خان ــ که یکی از امرای بلند قدر عهد بادشاه فرخ سیر بوده و بشعر و سخن آشنائی تمام داشت ـ مصاحبت بهم رسانیده ، روزگاری بعزت بسر میبرد و تلامذه بسیاری فراهم آورده، هنگامه آرای شعر و شاعری بود . الحق که درین فن خیلی صاحب قدرت است و اشعارش مضبوط و متین واقع شده و تازگی الفاظ بیشتر منظور دارد . و در ابتدای حال شاگرد قاسم خان مخلص تخلص کشمیری بوده . و آخر از میرزا داراب بیگ جویا استفاده نمود . از فرزندانش که همه صاحب طبع موزون بودند ، مسمی مرزا گرامی ، خیلی هنگامه سخن گرم میداشت و جمعی کثیر شاگرد او بودند احوالش انشاءالله در صحیفه کاف مذکور خواهد شد . [وفات] عبدالغنی بیگ در اوائل جلوس محمد شاه واقع است . (۲۸۵ ب)

سفینه هندی : قبول مرزا عبدالغنی بیگ قبول کشمیری . اصلش از بدخشان و از اقربای ملا شاه (۱) علیه الرحمه بود ، تولدش در کشمیر رو نموده . اوائل شاگرد قاسم خان قاسم (۲) تخلص بوده ، بعده از خدمت میرزا داراب بیگ جویا ، جویای اصلاح شد . و از انجا بدهلی وارد شده مدتی با هدایت الله خان بود ، بعد ازان با صلابت خان فرخ سیری برفاقت حاضر می بود . و بسیاری را شاگرد خود کرده . اعزهٔ دهلی حرمت و توقیرش بسیار می کردند . عزیز خوش اختلاط بود ، با هفتاد و دو ملت میساخت و در حقیقت شیعی مذهب بود . اوائل جلوس محمد شاه بادشاه رحلت کرد . او راست : (پنج بیت دارد ۱۶۹ - ۱۷۰)

شمع انجمن : قبول . میرزا عبد الغنی کشمیری . فاضل ممتاز بود و سخن سنج معنی نواز . ترک منصب شاهی نموده در شاهجهان آباد بلباس درویشانه بسر می برد . در (سنه ۱۱۳۹ هـ) پیمانه هستی او لبریز گردید . شاگرد میرزا داراب جویا ست و با ملا شاه بدخشی قرابت داشت . شعله آوازش چنان می بالد (چهار بیت دارد . ۳۹۳)

گلستان مسرت :

چو در وصف دهانش لب کشودم بروی من دری او غیب وا شد ص ۹۹

قلم برداشت بنویسد حدیثی از سرا پایت بحرف قامتی او چون رسید، آهی کشید آنجا ص ۱۹۸

۲۰۸ ـ قلعه دار خان

قلعه دار خان . حصار حصین سخن را ، چو او قلعه دار ناظم ناسقی ؛

۱- ملا شاه بدخشی عارف معروف که پیر دارا شکوه بود .

۲- دیگر تذکره نویسان مخلص تخلص نوشته اند .

بر روی ابداع ، جلوهٔ ظهور نکرده. رباعی او بخاطر بود ایراد یافت :

از خون جگر ، فکر بهاری کردیم   در دامن خویش ، لاله زاری کردیم
پیش علم تیغ تو ، بستیم دو دست   دریاب ، که دست بسته ، کاری کردیم
دل بیتو دمی می تمنا کرده است   اشکم بکنار کار دریا کرده است
آن مغبچهٔ ، غنچه دلم را ، امروز   افسوس که ، بادست ستم ، واکرده است*

* روز روشن : قلمدار خان ناظم خوش سلیقه بود : (رباعی اول که در متن ثبت است دارد ــ ص ۵۶۰ د)

۲۰۹ - شاه عارف قلندر

ادا فهم فصاحت پرور ، شاه عارف بیخود تخلص قلندر . سرو آزاد بوستان سخن سازی ، گل نخستین گلبن معنی طرازی ، که هر لفظش خنده بر عارض رنگین زلیخا نژادان زند ، و هر نقطه اش خال رخسار شیرین ادایان ، چون قطرهٔ اشک سیه بختان ، از چشم می افگند . یکچند بعنوان سیاحت در کشمیر بهشت نشان آمده ، هفت سال بکمال عیش و آرام گزرانده ، مراجعت بسمت وطن مالوف نموده در منزل شادیمرگ شادی مرگ شد . این چند بیت آئینه فکرهای بلند اوست :

بدریا گرفتند عکس رخت ، ای روح پیکر ها
چو یاقوت ، آتش بیدود گردد ، آب گوهر ها

از شوخی نگاه تو ، در وادی جنون   گیرد غزال ، سرمه ز داغ پلنگها
گویا ز سنگ سرمه فسان داشت تیغ ناز   ای صید ! نالهٔ نکشیدی ، چه شد ترا !
از گرمی نگاه تو ، آتش عنان من   ریزد چو شعله شمع ز دامان آه ما
کردی بنگاهی ، دو جهان بیخبر از خود   کیفیت می ، از گل بادام تو پیدا

باد زلفش ، ناله ام را بلبل تصویر کرد　سرمهٔ آواز شد تاریکی شبها مرا

آئینه، گر شکسته شود ، مدعا بجاست　پید است عکس حسن تو، در فرد فرد ما

تا تمنای نگاهت ، در دل دریا ، گذشت

مینماید حلقهٔ گرداب ، چشم تر در آب

نهان چو جوهر آئینه ، موج آب گهر

چو زد ز رشک خطت ، پیچ و تاب در ته آب

آمد بگوش ، شیون زنجیر ناله ام　اقلیم دل ، قلمرو زلف سیاه کیست[1]

صبح محشر گشت ، و آن آهو نسب ، رامم نشد

رم نگاهیهای شوخ وحشت استادم بجاست

تجلی جلوه، وحشت آفرین ، شوخی که من دارم

نگاه نیم بازش ، با رم آهو سخن دارد

ناوک بیداد را حسن جبین پر میشود

میکند کار کمان ، ابرو چو شد پیوسته تر

شوق ، یک ره برد شیرین را ، بسیر بیستون

لاله می روید ، ز نقش پای گلگونش ، هنوز

نگه وحشی ، قیامت جلوه، بدمستی، که من دارم

رمد از سایهٔ مژگان دو عالم چشم آهویش

گل نسب شوخی ز نیرنگ نگاهش دور نیست

گر شود چون شمع آهو لاله در صحرا دو رنگ

نخل شمعم ، سوختن باشد ، بهار عشرتم

شعله میروید ، بجای سبزه ، در مینای دل

۱- رک : تخت قلندر ص ۳۱۷ همین شعر دارد

گدازد ، همچو برق از اضطراب دل ، طپیدنها
بگاه شور عشقم بشنود گر سیر فریادم

ای غنچه نشگفته' گلزار نزاکت ! باز آ ! که ز هجر تو فگار است دل من!
کرده' فکر زلف خوبان' تا پریشان خاطرم گردن دل را ، کمند حلقه' زنار ده
ساقی' شوخ نگاهی : ز خدا میخواهم باده و گردش چشمی و بهار چمنی

۲۱۰ - میرزا قلندر

فصاحت پرور بلاغت کشمر ، میرزا قلندر . طبعش بهار گلشن بلاغ سخن سنجی بود ، چنانچه رباعی ملا محمد طاهر غنی — که در وصفش گفته — شاهد است :

از اهل سخن : کس بقلندر نرسد در شعر ، باو' عرفی و سنجر نرسد
هر مصرعهٔ او ، بسکه بلند افتاده است ترسم که بآن ، مصرعهٔ دیگر نرسد

هر بیتش ناشباتی است که از حلاوت و شیرینی ، لبهای خواننده‌اش بهم میچسپد . منه :

جام می نشا' سرشار خماری دارد من و یاد لب لعل تو مدام است مرا
از لب لعل تو ، در تاب و تبم میچکد ، خون دل از ، تبخال ما
قبله گاه نگاه ما ، شدهٔ کرده محراب طاق ابرو را
از پرتو خیال تو ، آئینه خانه است گاهی ، بسیر دیدهٔ حیران من ، بیا
گر کند چشم پری دام فریب از نگهی سر خط ناز' کند شوخی' نیرنگ ترا

نام خدا ، ببین که دل ، از نگهت چه میکشد
سرمه ، چه میکشی دگر ، نرگس نیم مست را

رفتم از خود ، تا شنیدم ، آمـدنهای ترا
گـریـه ، خالی میکند در دیده ام ، جای تـرا ۱

خون رگ دل ، جوهر آئینه ، آمد در طپش گر ببیند شوخی چشمک زدنهای ترا

بر کوه ، اگر گویـم حرف لب میگونش
چون لعل ، فرو ریزد ، خون از جگر کانها

عمریست ، ناز چشم سیاه تو ، میکشم باما ، پیالهٔ نکشیدی ، چه شد ترا
کشیدی باده و افروختن آموختی ، گل را سپند چشم ، بد کردی دل بیتاب بلبل را

ز استغنا ، رسیدی کم بدادم ، کم نگاه من
نـدانم از کجـا آموختی طـرز تـغـافـل را

در واقعه ، جز دولت بیدار ، ندیدم هر جا بتمنای تو خوابیده ام امشب
رخ تو ، کشور حسن ، از خط غبار ، گرفت فضای گلشن کشمیر را بهار گرفت۱
که غیر شانه بزلف خط غبار ، گرفت فسونگر است قلندر کسی که مار گرفت
کافر نگاهیت ، حرم دل ، خراب کرد از گرد کعبه ، رنگ دیار فرنگ ، ریخت

سیل اشکم ، بتماشا گهت ، از اشک دوید
آنقدر ، گرد تو گردید که ، گرداب نشست

مرغوله زیر طرهٔ آه است ، نـاله ام اقلیم دل ، قلمرو زلف سیاه کیست
چون شانه ، دست پرور شمشاد ، نیستم سرو قدی ز عالم بالایم آرزوست
خال هندوی تو ، نقد دل مارا ، سره کرد حرب ، بر قلب زدن ، لازمهٔ سودای است
شیوهٔ دلبری ، از چشم سیاهش پیداست شوخی ناز ، ز انداز نگاهش ، پیداست
گرفته است ، سراپا مرا ، پریشانی خیال کاکل او ، کم ز عشق پیچان ، نیست

۱- روز روشن دارد .

بیاد لعل تو ، در سینه ، کوه غم دارم فضای، تنگدلیها ، کم از بدخشان نیست

با هزاران دیده ، گلشن انتظارت : میکشد
چشم ، در راه تو ، از هر رخنهٔ دیوار ، داشت

کند ، بر دل طپیدنها ، تبسم لب یک حرف او حاضر جواب است
مگر بیماری چشم تو ، ساریست ز مژگان ، نبض دل در اضطراب ، است

شیرازه بند ، مصحف گل ، خط سحر است
سنبل : بکفر زلف که زنار ، بسته است

چین ابرو ، تاب گیسو ، دین و دل ، از ما ربود
راست میگوئیم ، آخر باخت با ما یار ، کنج

ز حیرت محو رخسارش نفس در سینه میدزدد
بآئینی که ، جوهر در بغل آئینه میدزدد

بدل داغ تو پنهان داشتن ، شرطست عاشق را
که خازن نقد را از دزد در گنجینه میدزدد

یافتم از دهان او ، معنی صورت عدم
شرح کلام مختصر ، کرد ، که کرد ؟ یار کرد!

از رگ گل ، شد عیان بر پیکرش ، نقش حصیر
شب که ، آن نازک بدن بر بستر گل ، خواب کرد

دل بسان زلف گرهگیر کشید کار دیوانه بزنجیر کشید
شب روانت روش راه بسر غلطیدن ز سر زلف شکن در شکن آموخته اند

بزم می ما ، جلوهٔ مهتاب دگر ، داشت
امشب که رخت ، نام خدا ! رشک قمر بود

نقش تصویر تو ، از قلندر ، میچکد　　جای آن دارد اگر، مانی تخلص میکند

بدور حسن تو ، عالم ملاحت آباد ، است
حکایتی است کـــه، هندوستان ، نمک دارد

بدام گیسوی با کفر همزادی ، گرفتارم
که مو ، بر پیکر من رشتهٔ زنار ، میگردد

خدا ، چشم ترا از آفت مژگان ، نگهدارد
که صفهای پری ، گرد سر بیمار ، میگردد

صورتگری ، که پیکر آن ماه ، میکشد
چون ، میرسد بکاکل او ، آه میکشد ۱

حسن ، کی در پرده پنهان ماند ، از تیغ رقیب
بوی گل را ، باغبان زنجیـــر نتوانست کرد۱

دلم ، از زلف تو مستانه بخود، میپیچد　　هر سر مو ، به تنم سلسلهٔ سودا ، بود

چشم ساقی ، بیشتر از می ، ز هوشم برده است
محتسب! از مست لا یعقل چه میپرسی ؟ مپرس !

جوهر تیغ تغافل نگه پنهـــانش　　دم نیرنگ پری سایهٔ هر مژگانش

گه، سر زلف عصا ، گاه کند مار سیاه　　دارد از ساعد سیمین، ید بیضا معشوق

افتاده ام ، ز گردش چشمی ، بدام تنگ
چون رند تنگ حوصله ، مستم ز جام تنگ

تغافل مشرب من ، مست استغناست ، میدانم
نمی داند مروت ، شوخ و بی پرواست ، میدانم

دل زندگیم ز خندهٔ تست　　در بندگیت نمک حلالم

۱- روز روشن دارد .

صفحهٔ آئینه ، دارم در بغل ، جایٔ کتاب   طفل ابجد خوان ، مکتب‌خانهٔ حیرانیم
از حیرت دیدار تو ، مدهوش نگاهم   چون جوهر آئینـــه فراموش نگاهم[1]

گردیده ام ، از گردش چشم تو ، قلندر
عمریست که ، چون سرمه ، سیه پوش نگاهم[1]
از نگه ، دامی بگرد سرمه ، پنهان کرده است
شوخیٔ نیرنگ آن چشم شکاری را ، به بین

نظارهٔ ، بهر شکن زلف یار ، کن   سیر ، ستاره کاریٔ شبهایٔ تار ، کن
در گوشهٔ ابرویٔ تو ، آن خال سیاهی   با مردمک چشم،غزال ختن است،این
خط ، پشت لب تو ، جان نگاه!   سرمـــهٔ چشـــم ، دودمان نـــگاه
سرمه ، چشم ترا سخنگـــو کرد   مژه ، حـــرفی است از زبان نـــگاه

یاد مژگان تو ، زد مضراب ، بر چنگ دلم
گر خروشم در فغان از هر رگ سنگ است کوه
قبایٔ ناز پوشیدی ، کمر بستی بخون من
کشیدی تیغ کین ، تاراج کردی ، تاختی ، رفتی
نزاکت بسکه در آغوش دارد تنگش از شوخی
شکستن بر نتابـــد ماهتاب رنگش از شوخی[1]
خدا ، برگ گلش را از غبار خط ، نگهدارد
که میگردد بتحریک نگاهی رنگش از شوخی[1]

شب گزشته ، کجا بودهٔ؟ نمی دانم   که از حجاب ، ز رنگی برنگ میآئی[2]

۱- روز روشن دارد .

۲- خسرو دهلوی گفته است .

تو شبانه مینمایٔ! بیرکه بودی امشب؟   که هنوز چشم مستت اثر خمار دارد

تو می نالی ز سرو و من ز قد یار مینالـم
غم عشق توافزون است ، یا عشق من ، ای قمری
سرمه ، در چشم سیه مست ، کشیدی صد بار
چشم بـد دور کـه ! تسخیـر صفاهـان کـردی۱
هلاک شوخ چشمی های ، آن ترک کمان دارم
کـه صیـد صد ختن آهو کند از چیـن ابـروی* *

* روز روشن : میرزا قلندر کشمیری بذله سنج و لطیفه گو بود (نه شعر دارد ۵٦۰)

۲۱۱ - قیصرای هراتی

قیصرای هراتی . طبعش روم سخن را داور است . یک رباعی او بما رسیده ایراد میابد :

قیصرا! تو اگر ستیزه رو ، میبودی پیش همه‌کس، بآبرو ، میبودی
مردم ، جایت بچشم خود، میداند چون عینک اگر کج و دور میبودی*

* نصرآبادی: قیصراز اهل شاملو است، اما چون بسیار بخدمت حسین خان(۲) بود، بهروی

۱- روز روشن دارد .

۲- در هرسه تذکره حسین خان ثبت است ، در اصل این حسن خان پسر حسین خان است که شرح حالش نصر آبادی ، آذر ، هدایت ، نورالحسن ، صبا وغیره دارند ، و در هرات ایالت داشت . و بقول نصر آبادی: در هرات مجلس او ، از ارباب کمال خالی نبوده . اوقات خود را صرف مجالست فضلا و شعرا و ارباب استعداد نموده . چنانچه مرزا ملک مشرقی و میرزا فصیحی و میرزا اوجی پیوسته و انیس او بودند . دیوانش سه هزار بیت داشت . پسرش عباس قلی خان نیز شاعر بود و بعد از فوت پدرش حسب الحکم پادشاه والا جاه شاه صفی (۱۰۳۸ - ۱۰۵۲ﻫ) حاکم باستقلال هرات و بگلر بیگی خراسان شد (ص ۲۰ تا ۲۲) علی قلی خان پسر ارشدش بود ، شعر هم میگفت (ص ۲۲) مرتضی قلیخان (برادر حسن خان) نیز شاعر بود (ص ۲۷)

مشهور است . با ملا شکوهی (۱) معارضه داشته . شعرش اینست :

ز فیض یکجهتی ، کامران کونینم — مراد هر که میسر شود ، مراد منست

(یک رباعی دارد ۳۰۲)

مجمع النفائس : قیصر از اهل شاملو ست و بخدمت حسین خان شاملو بسیار بوده ، لهذا بهروی شهرت گرفته . ازوست : (یک رباعی دارد ۲۹۰ — الف)

روز روشن : قیصر شاملو هروی از رفقای حسین خان هروی و با ملا شکوهی جادهٔ مناظره و مطارحه می پیمود . (یک رباعی دارد ۵۶۵)

۲۱۲ = میرزا سیف الله کافی

میرزا سیف الله کافی . سیف قاطع حدت طبعش ، برای ضبط و ربط ممالک سخن کافی است . مثنویش شمشیری است آبدار ، هر بیتش جوهریست همسر زلف خوبان چین :

تا سبز گشت گلشن حسن ، از بهار ناز
بالا گرفته است ، ز روی تو ، کار ناز
تا قیامت ، کشتگانش سرخ رو باشند ، ازان
سبزهٔ ، خاک شهیدان لبت ، پان ست ۲ و بس

۱ـ ملا شکوهی همدانی از شاگردان میرزا ابراهیم همدانی . . . . . مسموع شد که روزی باتفاق میر آگهی در قهوه خانه عرب ، که پسران زلف دار در آنجا میبودند ، نشسته بود که شاه عباس ماضی (۹۸۵ — ۱۰۳۸هـ) بقهوه خانه می‌آید و از ملا میپرسید که: چکارهٔ ؟ میگوید : شاعرم! ازو طلبید این بیت را خواند :

ما بیدلان بباغ جهان ، همچو برگ گل — پهلوی یکدگر ، همه در خون نشسته ایم

در باب شیخ فیضی و ملا عرفی محاکمه کرده و این رباعی را گفته :

فیضی آمد ، جام سخن را کامل زد — عرفی از می ، شعله در این محفل زد
آن آب سخن فزود ، و این داد نمک — آن ناخن تیز کرد ، و این بر دل زد

(نصر آبادی ۲۳۹)

۲ـ پان برگیست سبزکه در آن چیز هائی دیگر مثلاً کته ، چهالیه ، چونا ، تمباکو ، پیچیده میخورند . حزین در ذم او گفته است :

٢١٣ - مرزا بیگ کامل

مرزا بیگ کامل. طبع کاملش، کامل عیاران نقد سخن را محک کمال، اما جنونش با دماغ همچنان آمیخته که با گل رنگ:

تو با این حسن، اگر روز قیامت جلوه فرمای
خدایا! اضطراب از جای خویش آزاد برخیزد[1]

١- رک: تحت اکمل شماره (٢١) تذکرهٔ شعرای کشمیر از راقم حروف.

حزین در محفل خود ره مده هندی جوانان را — که از پان است حیضی دائمی این کس دهانان را

شعراء هند در وصف پان اشعاری دارند، مثلاً:

١- امیر خسرو (متوفی ٧٢٥ه)

در حالت تبسم، از برگ پان زبانش — برگ گلی است گویا، درغنچه دهانش

٢- ظهوری (متوفی ١٠٢٥ه)

اثر گشته ظاهر ز پان، آن چنان — که گردیده رنگین سخن، در زبان
بناز و بعشرت که عیش و ناز — گر از پان، نباشد درآن برگ و ساز
نه پان مشک و بان نفس پروران — سهیل عقیق لب دلبران
ازو گرم خوبان نسرین جبین — زبانها چو برگ گل آتشین
برنگ زمرد ولی در اثر — دهنها ازو، حقهٔ لعل تر
ازو شرح متن دهنهای تنگ — هوس را بامدادش از بوسه رنگ
وصال و فراقش بگوی سبب — مهیا کن عید و عاشور لب
ادیم زبانهاست در رنگ ازو — چو رنگ است دلهای بیرنگ ازو
گهی مایهٔ سود و صحت شود — گهی توشهٔ زاد رخصت شود
چو او، کس بتحصیل نقد حیات — نیاورد بر لعل خوبان، برات
ازو جفت طاق اند در اتفــاق — که در رنگ جفت است در شکل طاق
شود چهرهٔ زرد خورشید آل — دهندش اگر ماه رویان اوگال
بود زیب هند این حنای عجب — که بر کف نهی رنگ روید ز لب
چو پیرایهٔ در دندان شود — زبرجد پر از لعل مرجان شود
نه پیچند برگی ازان دلبران — که صد بوسه پیچیده نبود دران
بایثار نفع از پی دفع غم — شبیه کف دست اهل کرم
چنان خوشنما چون شود نقطه دار — که پروین به تشبیه گردد نثار

۲۱۴ = مرزا کلامی

در ممالک سخن نامی ، مرزا کلامی . کلامش کلیم را از خجلت چون لکنت سخن در زیر زبان گره نموده :

سر بپای او نهادم ، سر گران از من گذشت
چون گرفتم دامنش، دامن کشان از من گذشت

زبس چرب و نرمی و افسون و فن بتان را دواند زبان در دهن
معماست لبهای اهل حیا که دید است چون او معما کشا

۳- منیر لاهوری (متوفی ۱۰۵۲ه)

از آتش خویشتن ترا آئین است خوش باش که سرمایهٔ خوبی این است
لبهای ترا گونهٔ پان ، میزیبد از پان دو لبت دو مصرع رنگین است

۴- غنی کشمیری (متوفی ۱۰۸۹ه)

هست میل خوردن پان ، گلرخان هند را عاشقان، گوی که از خون خودش، دادند آب

۵- میرزا صائب (متوفی ۱۰۸۰ه)

می دو آتشه را نشأ دگر باشد خوش آن زمان که لب یار گردد از پان سرخ
این سبزه که نام بیرهٔ پان دارد روحیست که برگ برگ او جان دارد
از چار مزاج مختلف بسته بهم بکشا و ببین که بوی انسان دارد

۶- نعمت خان عالی (متوفی ۱۱۲۱ه)

بجان میکشت پانش عاشقان را تو گوی پان رخصت بود جان را
چون‌مصحفی، که یاقوت مدش کشد بشنجرف بر لعل نو خط او، سبزی ز رنگ پان است
لبی چون مصحف یا قوت خوش حرف شده از رنگ پانش مد شنجرف

عبدالقادر بیدل دهلوی (متوفی ۱۱۳۳ه)

چو لفظی است، این برگ آتش زبان که دارد قفس ؛ از دهان بتان
بیک پیر زن میکند بی غبار قفس را چو گل آشیان بهار
نویسم اگر ، رنگ او فی‌المثل سیاهی ، بشنجرف گردد بدل
بتان را ، رسانندهٔ قوت لب فزایندهٔ آب یا قوت لب
زبانهاست از برگ او برگ گل لب از رنگ او نسخهٔ جام مل

گفتم که : نیست پیش رخش شمع را رواج
گفتا : که روشن است ، بگفتن چه احتیاج !

نه از مستی است مایل هر طرف ، قد چو شمشادش
گرانی میکند از باز دلها سرو آزادش

زهر برگ لوح زمرد نگین / خط موج یا قوت نقش جبین
نهان در دل بیره اش لاله زار / قرانش هم آغوش رنگ بهار
ز بس میچکد ضعف از پیکرش / شکست است چون رنگ بال و پرش
لب گلرخان بال پرواز اوست / چو بو برگ گل پردهٔ ساز اوست
بدرج دهان بیان ، جا کند / رگ خود ، به پیش گهر ، وا کند
ازو ، لعل لب یافت ، حسن دگر / حنا بست از خون طوطی شکر
دل آفتاب از غمش در تب است / کبه هر کس مربی لعل لب است
توان گفت : هر برگ او فی‌المثل / سپهریست خورشید اندر بغل
ز بس شعله خونی است سرمایه اش / ز چین داغها دارد از سایه اش
عجب دارم از بـرگ چون خنجرش / کـه خون میچکد از رگ جوهرش
نه شب خامش این شمع گردد نه روز / چـو شمع تمنا است عشرت فروز
به بزمی کـه کیفیت آراست پان / کند جلـوهٔ جام می پیکدان (۱)
در اندیشـهٔ عطر بوی اگال (۲) / بخـود پیچد از رشک ناف غزال
ز رنگش زبانها عقیق یمن / ز بویش نفسها نسیم ختن
دل جمع از بیره‌اش حاصل است / کزین بیضه تا سر کشد بسمل است
ز آئینه روی‌ء چو یابد ، نشان / شود بیـره اش ، طوطی ده زبان
مگو بیره مضمون سر بستـهٔ / طلسمی بخون جگر بستـهٔ
سپاری در اوراق پان کرده جا / تدرویست با طوطیان آشنا
کند پان ، ازو رنگ حسن آشکار / بود سبز و شاداب ، ابر بهار
لباس سویداست چون دل ببر / غبار یتیمی است زیب گهر
در آغوش از حسن رنگ طرب / نمودار شمعی بفانوس شب
بود جلوهٔ چونه در بیره ها / چو در باطن خضر رنگ صفا

۱- ظرفی که درو بعد از خوردن پان لعاب دهن میریزند .
۲- آگال : لعاب دهن

راهم ندهند ، پیش خود آن ماه ، چه سازم
پیش که روم ، وه چه کنم ، آه ! چه سازم
بخون ، ترسم شود آلوده ، ای گل ! دامنت، ورنه
چو مرغ نیم بسمل ، دست و پای ، میتوانم زد

مگو چونه آن شبنم برگ پان   صفا جلوه صبحی تجلی نشان
گهر ، هستی خود گزارد ؛ نخست   که با او کند ، رنگ نسبت درست
ازان بیره ها راست با چونه میل   که دارد نمی آب و رنگ سهیل
نه این گلرخان ؛ برگ پان میخورند   دل پارهٔ عاشقان ، میخورند
بدست پری طلعتان ، بیره نیست   ز لخت جگر های ما ، نسخه ایست
کند دائم از سرمه ، چشم بتان   نظر ، بر سیه بختیٔ بیدلان
ز لخت سپاری برگهایٔ جان   همه کرده نیش تمنا نهان
ز یک غنچه در جلوه آمد بهار   ز یک مرغ شد چار مرغ آشکار
همه نغمه منقار توصیف خویش   همه بلبل باغ تعریف خویش
منم ، برگ عیش گلستان لب !   چو خط ، طوطیٔ شکرستان لب !
بآئینهٔ بسرگ نی آشنا ست   کزو طوطی حسن رنگین نواست
بکنج دهانش چو مسکن کنم   چراغ عدم خانه روشن کنم
ز دندان گرم آره راند بسر   شود گرمیٔ خون من بیشتر
بدندان ، اگر ریزدم خون ، بجاست   رگ من بآن نیشتر آشناست
منم ، موج سر چشمهٔ لعل یار   خط پشت لب تشنهٔ هر کنار
منم محرم چشمهٔ آن زلال   که خضر خط آنجا ندارد مجال
خماریست خفته از می بیغشم   برون جسته این دود ، از آتشم
تکلم ، ز من باده نوشی کند   تبسم ، ز من گل فروشی کند
چه شد گر خزانی بود پیکرم   بهاریست در دام بال و پرم
کند جلوه در چشم اهل زمن   مسیحا ز پیراهن خضر من
تبسم ، ز من یافت حسن کمال   رگ برگ گل ، گشت تیغ هلال
سرشت من و لعل ، خوبان یکی است   درین دعویسم رنگ تغئیر نیست
که خونم ، ز گلهایٔ این گلستان   نمی جوشد ، الا بلعل بتان

۲۱۵ - حیدر کلوخ

حیدر کلوخ . هر نقطه ابیات رنگینش ، کلوخیست تخمیرش از خاک خیابان باغ ارم و گلاب گل گلبن روضه خلد :

مگر ، طینت من ز دل کرده اند — که خونم ، بخوبان بهل کرده اند
بود شاهد من ، بعشق بتان — رخ کاهی و باطن خون فشان
درین بزم ، هر قطرهٔ خون من — شهیدیست ، کز برگ دارد کفن
ز برگ من ، این معنی آمد پدید — که بی سبزه ، نبود مزار شهید
بهردم بگردانم اوراق رنگ — که در پرده، با خون خویشم: بجنگ
بیک حرف رنگم گل دیگر است — زبان تا نجنبد مرا خنجر است
مرا صانع آب و گل تا سرشت — رگ خون چکان شد خط سر نوشت
بجوشد ز بس خون سودای من — نهد ، ریشه زنجیر ، بر پای من
که ، در غنچهٔ بیره ، رنگ من است — بهار نشاطش ، بچنگ من است
کند پان ، ز من کسب حسن کمال — چو ، رخسار سبزان هندی ، ز خال
جلا میدهد پان ز من رنگ خویش — که افیون کند نشاء باده بیش
رگ پان ، نه از خود طراوت فزاست — ز تخمم بدین ریشه نشوونما ست
دل بیره ، آرام دارد ز من — بود تکمه ، شیرازهٔ پیرهن
بود برگ پان ، پردهٔ چشم تر — درو چونه باشد بیاض نظر
فروغ طرب ، در سواد من است — دل شب ، ز خورشید آبستن است
سپاری ، ز دردانه شد جلوه گر — بپرواز توصیف زد بال و پر
که بی من ، ندارد لب گلرخان — قبولی ز کیفیت رنگ پان
ز من بهر پان زیب و پیرایه است — کف بیره را نقد من مایه است
چو شمشاد نخلم دل آرد ببار — همه عقدهٔ مشکل آرد ببار
ز بس عقدهٔ من کشایش ندید — شکست است قفل دلم را کلید
سراپا دلم ، بسکه هر لخت من — ز جوهر ، چو آئینه دارد سخن
نه جوهر بود دام آئینه ام — نفس خشک گردیده در سینه ام
بطبعم یبوست اگر دست داد — ز پان میکنم دفع جوش فساد
ز خشکی بباغ طرب بی سخن — زند موج نمکین رگ ابر من

فغان ای دوستان ! کان لعل شیرین از هوس، مارا
بکشت و هیچکس بر سر نیاید جز مگس مارا
خدایا! بد مگردان با من آن ، شوخ جفا جو را
که میخواهند . بد سازند بدگویان ، بمن او را

دلی دارم ، از حسرت لعل یار — که یک لخت او نیست ، بی خار خار
بحیرت ، چنان محو گردیده است — که مو ، برتنم جمله خوابیده است
نمودم بروی ورقهای دل — خط مسطر صانع آب و گل
مگر خاکم ، از عرصهٔ کربلا ست — که لخت دلم ، کربلای نما ست
ز خشکی بود خاک من سبز پوش — که خون شهیدان نیاید بجوش
بصد رنگ شد بال من آشکار — چو طاوس در خویش دارم بهار
سپاری ، چو از گفتگو ، شد خموش — دل چونه ، چون شعله ، آمد بجوش
که : ای خشک مغز و سراپا خطا! — بخشکی نزیباست لاف خطا
نزاکت گر لعل خوبان ، منم — گل اختر طالع پان منم
ز من، رنگ پان گشت، خورشید تاب — که صبح است روشنگر آفتاب
بود هیبت جنگ شهباز من — که طوطی ز سرخاب دارد سخن
بیاضم بود صبح گلزار پان — شگوفه دهد رونق گلستان
بخلوتگه بیره ام محرمی است — بمینای می پنبه را همدمی است
چو شمعم ز بس سوز دل در سر است — ز مغز استخوانم ملائم تر است
گر از شمع من بر ندارد علم — بود بیره کنج شبستان غم
چراغی که زد شعله اش برق خون — ازین پنبه و روغن آمد برون
بر آرم گل از جیب برگ خزان — دهم سبزه را منصب ارغوان
بزنگار پان تا شدم آشنا — سپید آب من گشت شنگرف سا
اگر مس ، ز اکسیر زر ، میشود — زمرد ، ز من لعل تر ، میشود
ز تأثیر اصلاح تدبیر من — تب پان شکست از تباشیر من
ز بس آتش غیرتم در بر است — سرا پای من مشت خاکستر است
خمیرم ، گداز دل گوهر است — حدیث من ، از آب روشن تر است
بعالم طلسمی عیان کرده اند — که در پنبه آتش نهان کرده اند

سروی ، که بود لطف قد دلبرم ، او را   از دیده دهم آب ، و بجان پرورم او را
چنان طوطی صفت حیران آن آئینهٔ رویم
سخن میگویم و اما ، نمی دانم چه میگویم

بخاکسترم آب پاشی اگر   زند قطره اش جوش برق و شرر
بدم سردیٔ کس ، نیفتم بجوش   ز آب ، آتش من نگردد خموش
ز وصل لب یار دارم نوید   که دام امید است چشم سپید (۱)
باز از پان‌گشت لعل نو خط دلدار سرخ   غنچه اش آمد برون از پردهٔ زنگار سرخ
از خوردن پان ، یار بمن داد ، اوگالش   این بوسه به پیغام چه رنگین مزه دارد

۸- ارجمند بیگ جنون (متوفی ۱۱۳۲هـ)

نگار من ! چه لازم میل کردن بیرهٔ پان را !
کنی تا چند بر خون عزیزان ، سرخ دندان را !
عکس رنگ پان نمایان است ، از پشت لبت
این بدخشی از کجا در سبزوار افتاده است

۹- عبد الجلیل بلگرامی (متوفی ۱۱۳۸هـ)

بوصف پان قلم ، چون سرکند حرف   مرکب می سزد آنرا ، ز شنگرف
قلم گر وصف پان را صاف بیزد   زبانش ریزهٔ یاقوت ریزد
بملک هند ، پان عیش آفرین است   نگار سبز گلگون ، بس همین است
بهشت عیش دنیا هند زیبا ست   که پان او نشان برگ طوبا است
بپان رنگی که در گلزار هند است   می ته شیشهٔ بازار هند است
ز برگ پان عیان شد قلب اعیان   زمرد را کند یاقوت سیلان
ببزم عیش بهر نقل احباب   گهی چون پسته باشد گاه عناب
نسازد تا نهال عیش تیره   بخون غم کمر بسته است بیره
بغیر از بیرهٔ پان هیچ کس دید   که طوطی رفته و سرخاب گردید
نه بیرهٔ در مشبک پاندانهاست   تو گوئی در قفس طوطی زیبا ست
ببین ، در بیرهٔ رنگین ، نگاری   تدروی و بطی در سبزه زاری

۱- از گلستان مسرت گرفته شده است ، ولی راقم حروف اشتباه دارد ، زیرا که این رنگ بیدل نیست .

۲۱۶ - حکیم کوچک

حکیم کوچک. یکی از کوچک ابدالان عسجدی میتواند بود. در رنگین گوی عدیم البدل است:

نوگوی[1] در دهن چون برگ پان شد | خضر در چشمهٔ حیوان نهان شد
فلک بس سعی بهر بزم شه کرد | که از پان برگ سبزی تحفه آورد
بحکم طب هندی، بیرهٔ پان | مفرح گشته مرجان را چو مرجان
به بحر عیش چون مرجان بود پان | نهال پان بود چون شاخ مرجان
طرب را پان زرد، از بس مربی است | برنگ زر ورق دل را مقوی است
حقوق پان ثابت بر زبان شد | زبان هم سرخ رو از وصف پان شد
کهرولی های[1] خوش رنگ معنبر | که مغز عیش زانها شد معطر
بهین سرمایهٔ تفریح جان اند | ببزم شادکامی نقل پان اند
کهرولی بسکه باشد روح پرور | بپان لازم بود چون برگ را بر
کهرولی نقطهٔ پرکار عیش است | بهارین غنچهٔ گلزار عیش است
بصورت گوهری از انبساط است | بمعنی حبه القلب نشاط است
نشاط و قوت دل، آورد بار | از آنرو برده گو از حب جدوار

۹- یکتا - محمد اشرف کشمیری (؟)

تلاش گرمروی در ره بیان دارد | لب تو نعل در آتش ز رنگ پان، دارد

۱۰- راضی فصاحت خان (متوفی ۱۱۵۰ﻫ)

دهنش را ز رنگ پان و مسی | غنچهٔ لاله میتوان گفتن

۱۱- شمس الدین فقیر دهلوی (متوفی ۱۱۸۳ﻫ)

لبش دانم، چوگل از رنگ پان، سرخ | غلط گفتم، زخون عاشقان، سرخ

۱۲- واقف لاهوری (متوفی ۱۱۹۰ﻫ)

دندان چون گهر را از پان نکرده رنگین | مرجان ز عکس لعلش یاقوت آبدار است

۱۳- سراج الدین علی خان آرزو دهلوی (متوفی ۱۲۶۹ﻫ)

اگر میدید، سرخ از رنگ پان، دندان جانان را | گسستی شیخ، همچون اشک ما، تسبیح مرجان را

۱۴- موزون (؟)

چو برگ پان، شهید لعل او، شد | برنگ سبزه بختان سرخرو شد
سرخی پان را، مگر بر لعل او چون بسته‌اند | این تعجب بر مسیحا تهمت خون بسته اند

۱- از مثنوی خطی ملک آقای[1] مسلم ضیای[1]

تیــر میخوردم کـه شـور عشق کرد آوا ره ام
کی بود ، از داد من . . . جنبش گهواره ام (؟)

۲۱۷ = حکیم رحمت الله کوچک

حکیم رحمت الله کوچک. از کوچک دلی ، فواره وار زلال راز دل بر لبش جاری بود ، هرگز سیه درونی را کار فرما نگشته :

تیــر جور تــواش نــرفت از دل
عمر کوچک ، بـدین وتیـره گزشت *

* روز روشن : کوچک : حکیم رحمت الله کشمیری . از فن نظم بخوبی آگاه بود : (یک بیت دارد . ۵۸۲)

۲۱۸ = شاه شمس الدین گدا

شاه شمس الدین گدا . گدائیش شاهان خورشید افسر را ریزه چین خوان جود گرفته . اگرچه بنام گداست لیکن باستغنا شاه است . بقول استاد :

گدا بادشاه است و نامش گداست !

سخن توحید آمیزش ، کلام توحید را تقویم پارین کرده :

ما طیب و طاهریم ، ای شیخ !
بر ما ، مفگن نظر ، با کراه

۲۱۹ = میرزا گرامی

جام سخن را جامی، میرزا گرامی . خلف نخستین میرزا عبدالغنی بیگ

۱۵- لچهی رام (؟)

لب لعل تو از پان ، جان من! رنگ دگر دارد سخن بر غنچهٔ گل، خنده برگلبرگ تر دارد

۱۶- بیدار بساون‌لال دهلوی (؟)

چشم من روشن کند پان خوردن جانانه ام همچو خاتم، آتش لعلست شمع خانه ام

۱۷- جلیل (؟) .

نه در لبهایٔ صاف آن، رنگ پان است که عکس دیده هایٔ خون فشان است

قبول . طبع گرامیش گرامی گوهر های معانی آبدار ، در هر بیت . مرصع ترکیب خویش ، گنجینه گنجینه تو بر تو فراهم آورده ، برای دیده کشای نادیدگان عالم فرومایگی ، در جلوه ظهور می آرد :

نریخت خون دلم چشم یار ، ودانستم   که ترک آب گرفتن دلیل بیماریست
سبزهٔ خط ، چو عارض او ، دید   آیهٔ ان یکاد خواند و دمید[1]

خون عشاق ، بر آن گردن سیمین ، باشد
چون بیاضی ، که پر از معنی رنگین ، باشد[2]

صورت خوش خطش ، اگر بیند   خط ز صورت کشی کشد ، نقاش

خون گردیده جگر بیتو همینم چو نگین
ننگ بی لعل تو ، بر روی زمینم چو نگین

سجده ها ، بر یاد زلفت ، دوش از بس کرده ام
شانه آسا ، چاک شد امروز ، سر تا سر جبین

مصحف روی ترا ، سر لوحهٔ زر ، گشته است
چشم من کردی طلا تا صندل تر بر جبین *

---

* همیشه بهار : سخنور نامی میرزا گرامی همدانی . خلف و شاگرد میرزا عبدالغنی بیگ قبول . گرامی تخلص و پیر و مرشد سخن سنجانست . مردیست قلندر مزاج از دنیا و مافیها رسته . آن قدر خرق عادات از ایشان بظهور آمده که بنوشتن نیاید . تلاش معانیهای غریب دارد و شعر بطرزی میخواند که سامع صورت معنی را برای العین مشاهده مینماید و جلوه ابکار افکار بچشم سیه مهمانه کند . من اشعاره :

۱- یکاد البرق یخطف ابصارهم — بقر ۲۰
۲- همیشه بهار و ریاض الشعراء و مجمع النفائس و سرو آزاد و سفینه هندی و شمع انجمن و گل رعنا دارد .

پوستین پوش هر که شد ، داند دارم اشعار کاتبی (۱) از بر
گران بها ترش از در ، همین نه دندان است دو سرخ لعل لب او، فزون زمرجان است (۲)
ازین ظلمت سرای داغ جانی بر نمی آید چو شب مهمان روباید چراغی برد همراهش (۲)
نی همین تنها شه بحر و بر است شاه مردان شیر حوض کوثر است
نیم در هند غمگین یا علی ابن ابی طالب که شد ویرانهٔ دل از ولایت حیدرآبادم (۴)
نیست ممکن، که من از دست دهم ، داغ ترا
کاین چراغست انیس شب هجران توام (۵)
ندیدم یک نظر آسائشی از نیش مژگانش
مگر در خواب ، چون مخمل به پشم روی بالینی (۶)
چو خزان شیب آید ، می لاله گون ، طلب کن
که ، شراب در زمستان ، عرق بهار باشد (۷)
اگر نار ، گلزار شد بر خلیل محمد گل خطمی باغ اوست (۰)
اگر در خواب هم بینم ، گل رخسار ، یار خود
درودش میفرستم از دو چشم اشکبار خود (۸)
همچو آن شمعی که ، روشن میکند صد شمع را
سوختم ، تا در غم او عالمی را ، سوختم (۹) (خطی)

مرقع دهلی : گرامی از شعرای کشمیر جنت نظیر است و با وصت مولویت از مایده سخنوری چاشنی گیر . سفینهٔ اشعار خود همه وقت در بغل نگاه داشته بحضور سخن فهمان بشد ومد تمام ، باهنگ طرب پیشه گان کشمیر، میخواند. و باعتقاد خودش همه دیوان خودرا منتخب میداند

---

۱. غالباً کاتبی نیشاپوری . محمد ابن عبد الله متوفی ۸۳۹ﻫ ، مثنوی مجمع البحرین در قصه ناخدا و منظور ازوست .

۲- خوشگو و گل رعنا دارد .

۳- خوشگو و تذکره بی نظیر و گل رعنا دارد .

۴- خوشگو دارد .

۵- بی نظیر دارد .

۶- گل رعنا و شمع انجمن دارد .

۷- بینظیر و گل رعنا دارد .

۸- خوشگو و گل رعنا دارد .

۹- خوشگو و سرو آزاد و گل رعنا و نتائج الافکار و شمع انجمن دارد .

و بدعوای تازه گوئیها قسمی رگ گردن بلند که ، مشاعره را بسرحد مناظره میرساند . نظر با برکات او اکثری از موزونان ، بفضای امن آباد سکوت ، میخرامند . و تحسین تکلف تضمین خود را میدانند . مطلعی که خوش آیند فقیر بود ، درین بیاض ثبت شد . بیت :

در چمن تا نهادهٔ پارا رنگ بر رو نماند گلهارا (۱)

سفینه خوشگو : مرزا گرامی خلف ارشد و شاگرد رشید مرزا عبد الغنی بیگ قبول است . جوانی بود خلیق شفیق متواضع قلندر وضع طبعی بس بلند و ذهنی رسا داشته . بسیار مضامین تازه یافته طرز ایهام لفظی — که پدر بزرگوارش زنده ساخته — او باقصی الغایت رسانیده . در دارالخلافه استاد پانصد کس شاگرد بود . هر جا که در مشاعره ها تشریف میفرمود، اقل مرتبه پنجاه کس از تلامذه برکاب سعادتش میبودند . اشعار استادان سلف زیاده از همه معاصران بیاد داشت . و شعر بطرز غریب میخواند که گوش سامعه باز میشد ، بلکه مردمانی که مناسبت باین فن نداشتند ، نیز دل از دست میدادند . چنانچه در باغ میر مشرف روز عرس مجمع عظیمی بود قریب هفصد کس طوائف هنگامهٔ رقص و سرود گرم داشتند ، در یکی از ایوا نهای باغ ، میرزا گرامی با شاگردان خود مجلس افروز سخن شد ، تماشائیان شهر چشم از آنها پوشیده متوجه بزم سخن گشتند و این معنی مشهور شده بود . او در قید هیچ مذهبی و ملتی نبود ، بسیار بی تکلفانه زیست میکرد . از مغتنمات وقت بود . در سال هزار و صد و پنجاه و شش (۱۱۵۶ﻫ) به هوشیاری تمام برحمت حق پیوست . و از مرگ او ناظوره سخن به سوگواری نشست و هنگامهٔ مجلس بر شکست . فقیر به تفاوت یکسال این مصرع ماده تاریخ وفاتش یافته :

افسوس گرامی از جهان رفت (۲) ؟

بر فقیر، خیلی مهربان بود به ویرانه دو مرتبه در مشاعره قدم رنجه‌ساخته، این دو بیت به خط خود در سفینه فقیر مرقوم فرمود :

گران بها ترش از در ، همین نه دندانست دو سرخ لعل لب او ، فزون ز مرجانست

(این بیت بیرتبه تمام است که : مرتبه مرجان از لعل افزون نیست . پس تفضیل لعلش بر مرجان ازین قبیل است که گویند که فلان بهتر از خر است) (۳)

۱- مولف کتاب در ۱۱۵۱ﻫ در دهلی بود و خاطرات را در کتاب نوشته است .

۲- رک : تحت صحف ابراهیم .

۳- این عبارت بر حاشیه نوشته شده است ، مرتب نسخهٔ چاپتی سفینه خوشگو ، گمان دارد که این اضافه ، از آزاد بلگرامی است . (رک: ص ۲۳۵) نیز تحت گل رعنا .

هیچ کس ، بی داغ از دست بتان هند ، نیست
آتشی در هر طرف ، زین دودمان افتاده است (۱)
روشنم شد ، کی برایت سر دهد ، چون آفتاب
تا سپر ، پر زر نسازی ، صاحب شمشیر را
لعل جان بخش بتان ، آندم که می آید بحرف
میکند روح نباتی قالب تقریر را (۱)
نباشد تیره روز آن را بجز فرزند سر کوبی
که هندو را پس از مردن پسر بر سر زند چوبی (۱)

مردان ، بسان ترکش پر تیر ، در نبرد بیرون ، هزار دست ز یک آستین ، کنند (۱)

فقیر درین مطلع رباعی مرزای گرامی قدر ، تامل دارد :

می ، جان به لب رسیده ماند ، بی تو بط صید ، بخون طپیده ماند ، بی تو
آید در بزم بوی خون ، از مینا ساغر ، بسر بریده ماند ، بی تو

یعنی حرف با در هر دو مصرع بیت اول میباید ، چنانکه در مصرع چهارم خود آورده .
(ص ۲۲۴ — ۲۲۵)

ریاض الشعرا : میرزا گرامی خلف عبد الغنی بیگ قبول است ، که در روضه القاف مذکور شد . مشار الیه بعنوان درویشی بسر میبرده و جمعی کثیر از اهالی دار الخلافت دهلی معتقد او بودند ، اما در عقائد میل بالحاد داشت . چند سال قبل از حال تحریر فوت شده . او راست :

راستی ، کی ز کف دهد ، درویش زین ستونش قلندری بر پاست
بدست ، آئینه داد ، آن ماه مارا ز حال خویش ، کرد آگاه ما را
نگند این چشم زار از ناتوانی چو تار سبحه در افواه ما را
گوش پر حرف کسی ، نیست ترا سبزهٔ خط چه بگوش تو دمید (۲)
هنگام خط ، متاب رخ از ، بوس عاشقان خیری بود ضرور چو وقت کسوف شد (خطی)

مجمع النفائس : میرزا گرامی ، پسر عبدالغنی بیگ قبول . خیلی در تلاش است ، بسیار در بند الفاظ نه بسته و معانی تازه بود ، که از زبان غیر باشد مثل هندی و فرنگی . مدتی مدید در سایهٔ پدر خود بسر برده و بعد از پدر هم رشادتی بهمرسانیده . هیچ مشرب و مذهب نداشت ، با سنی سنی و با شیعی شیعی و با جوگی جوگی و با نصرانی نصرانی و با یهودی یهودی و با هندو هندو .

۱- گل رعنا دارد
۲- مجمع النفائس دارد

اکثر در خدمت ارباب دول میبود و در طریقهٔ فقرا میزیست و چون خالی از بذل و وسعت مشرب نبود ، اکثر نوجوانان خود را ، مرید او میگرفتند . بسا اوقات لنگ سرخ مثل جوگیان بر کمر می بست ، و ریش و بروت را خیربادی بلند میگفت . بهر حال هنگامه آرای شعر و شاعری میبود . از ثقات مسموع است که : اوائل که شیخ محمد علی حزین بشاهجهان آباد آمد ، و آوازهٔ شعر او بگوش رسید ، مرزا گرامی با ده بیست کس از شاگردان و مخلصان — جای که شیخ بود — رفت و بلهجه که مرسوم 'فرقه قبولیه'(۱) است، هریو در گنبد افلاک نواخت. شیخ بیچاره بیک آواز کله اش پرید و ذرگوشهٔ خاموش نشست . بعد از تکلیف سخن شاید شیخ هم چند بیت خود بآواز حزین خواند . چون صحبتها برآر نشد دیگر اتفاق ملاقات نیفتاد . بلی!

وضع زمانه قابل دیدن دوباره نیست (۲)

مکرر از شاگردان او ، شنیده شد که . سخن شیخ پایه ندارد . اما این قدر هم بی انصافیست و در واقع مخالف ... و طور فرقه قبولیه است . تقریبا از خود هم این جا حکایت خود یاد آمده که : هفت سال پیش ازین، باستماع کمالات شیخ علی حزین شوق وافر بهمرسید که مجهولی معلوم نماید . چون دران وقت شیخ بسیار احوال پریشان داشت ، خود تنها اندرون خانه او رفته و نوکران را بیرون گذاشته ، او را دریافت . مرد بحال خودی دید ، اما از راه بر خود چیدگی خویشتن داری و اعزازی برکمال طینه خودش بود — که بگفتن نیاید — دیده ، بعد از ساعتی برخاست . اینجا قول مرحومی صفدر محمد خان یاد می آید که : مکرر در حق شیخ حزین میگفت که : او گدای متکبر منتظر الایالة است . بهرحال اشعار گرامی اینست :

سجده گاه ما نه تنها کعبه و بتخانه است شش جهت، در سجده باشد گوهر غلطان ما
جز سخن از کس نمیماند پس مردن نشان خط بود، بر پشت زان‌رو، صفحه‌تصویر را
گر مزاج طفل دارد پیر، چندان دور نیست تا بطفل، هست یک شب درمیان ره، پیر را
بگوش بی زبانان شعر رنگین آشنا باشد که پرسازند از شنجرف، مردم گوش ماهی را
ز فیض آه شود عقده وا دل ما را کلید نیست بجز باد قفل دریا را
میخورد گربه زاهد ار یابد وقت افطار موش خرما را

شیرهٔ انگور ، در خم رفت و از خم ، شیشه یافت
میکند ایجاد قالب جان شیرین بی حساب (کذا)

چون نمکدان از نمک‌گر دیده ها را پرکند مرد مانرا این زمان پاس نمک منظور نیست
از هوس ، دائم دل شوریدگان ، خالی بود ره مگسها را ازان در خانهٔ زنبور نیست

۱- فرقه قبولیه یعنی گروهی معتقدان و تلامذه که تعلق با پدرش میرزا قبول داشتند .

۲- صائب گفته :

مرا ز روز قیامت غمی که هست اینست که ، روی مردم عالم ، دوباره باید دید

پوشیده چون سیاه ز خط مهر عارضش هر کس که دید گفت : که ماه محرم است
گوارا خواجه را ، حرف گدا نیست که پیشش تلخ همچون نان خواه است
بی بهره اند ، مردم دنیا ز مال خویش با کس مگو که، حرف گرامی امانت است
خواجه بی فرزند اگر باشد، غلامش وارثست هر چه دارد حق تعالی ، از برای بنده است

لیکن کلیه، مصرع اول مورد نظر است ، چه غلام وارث نیست ، معهذا سوای فرزند وارثان بسیار اند . و نیز معنی آن ، نزدیک بمضمون رباعی استاد است که در منقبت گفته شده :

بی فرزندی که خانه زادی دارد شک نیست که باشدش بجای فرزند

وله :

نگاری، کزشمار افزون، نظر برد شمناند ارد نمیدانم، حساب‌دوستان در دل، چسان‌دارد
همین نه ، طالع من کرده است ، کوتاهی بطاق ابروی او ، دست هیچکس نرسد(۴)
چو خواستم که زنم بوسه ساعد او را بخشم جانب من دید و آستین مالید
بغیر از منقبت حرفی بگوشم آشنا نبود که از در نجف دارم ز طفل گوشوار خود(۲)
با قد خم گشته ، چون رفتم بقربان سرش صبح پیری وصل او را روز استقبال بود
درخانه طرف هیچ‌کس از حسن تو نه بست این گل نمود ، بر سو بازار میکند
گذشتن ممکنت‌کی، از شرو شور جهان‌گردد بل زنجیر این دریا مگر زلف بتان گردد
ما نخواندیم گر نماز رواست خانهٔ دهر هست پر تصویر
دم قتلم ، چو خامهٔ نقاش غرقه در خون بود پر تیرش

مخفی نماند که، مصرع اول ناموزون است، چه بحر مصرع دوم فعولن است چهار بار و آن غالباً سهو است . لیکن سهو مذکور در بحر بعضی از اساتذه را نیز واقع است .

جویند بکعبه اش خلائق مهمان شده او بخانهٔ دل
ز طوف‌کعبه و بتخانه، معشوق است منظورم بهر سنگی که کردم سجده، از بهرخدا کردم(۳)

ز حرف کن ، نه تنها ساخت ایزد، عرش و کرسی را
جهانی گشت روشن ، تا، گرامی! دیده وا کردم

و بگمان فقیر آرزو بجای روشن لفظ پیدا مناسب است فتامل :

چو شمع شکوه، گرامی! ز غیر نیست مرا هر آنچه دیده ام از چشم خویشتن دیدم
نخواهد کسی برد جانی از کمالش بطفل ز ابروش پی برده بودم

۱- بینظیر دارد .

۲- سفینه هندی دارد .

۳- مراة آفتاب نما دارد .

همچو گل ، بوی یار می آید — از گریبان پاره پارهٔ من
اگر از خاک بر دارد، تراگردون، مشو غافل — چو شاخ پر ثمر، باید باصل خود، نظر کردن
بهر رنگی که باشی، روزی از دنبال، می آید — شگوفه وار تا ایزد عطا فرمود دندانی

رباعیات :

تا چند ، نشسته دور ازو ، خواهم بود — از اشک فراق ، جیب و دامن آلود
چون شمع ، اگر راه بیزمش یابم — چشم تر خود ، بپای خود خواهم سود

من متفرقات اشعاره :

وقت خط ، بوسهٔ لعل تو ، گوارایم نیست — برگ عناب برد لذت شیرینی را
هر کس که ، سیر حسن تو ، ای گلعذار! کرد — چون عندلیب ، گرم کشی اختیار کرد
پر بخون ، هر دانهٔ اشک من ، از غم میشود — سرخ این تسبیح در ماه محرم میشود
صحبت پاکان ز پاکانت گرامی میکند — میشود تعویذ از در نجف انگشتری

(۴۰۰ الف -- ۳۰۱ الف)

سرو آزاد : میرزا گرامی کشمیری خلف و شاگرد میرزا عبدالغنی قبول کشمیری . رعنا طرز خوش مقالان است ، و کلاه گوشه شکن نازک خیالان . در شاهجهان آباد قلندرانه می گزرانید ، و به کهنه شراب تازه گوئی دماغها را می رسانید .

وفاتش در سنه ست و خمسین و مآته و الف (۱۱۵۶) واقع شد . تاریخ گوی' سال وفاتش درین مصراع ضبط میکند :

رندی عجیبی ازین جهان رفت (؟) (۱)

طوطی ناطقه را چنین در گویائی' می آورد : (دو شعر دارد ص ۱۹۸)

تذکره بینظیر: گرامی تخلص . خلف و شاگرد میرزا عبدالغنی کشمیری است . در شاهجهان آباد رندانه بسر میبرد . شاعر شوخ طبع نازک مقال و تازه گوی' خوش خیال بود . در سنه ست و خمسین و مآته و الف (۱۱۵۷ھ) (؟) جهان فانی را بدرود نمود . او زلف سخن را چنین شانه می کند : (چهار بیت دارد ص ۱۰۲)

تاریخ محمدی : گرامی شاعر بن غنی بیگ متخلص بقبول . شاعر کشمیری ، در ماه رجب (۱۱۵۵ھ) در شاهجهان آباد فوت شد . (ص ۱۱۹)

گل رعنا : گرامی خلف رشید میرزا غنی بیگ قبول کشمیری . که در حرف القاف گذشت .

۱- تاریخ محمدی سال ۱۱۵۵ھ دارد رک : تحت تاریخ محمدی

گرامی گوهری است در سلک شعرا و پیش آهنگی است در قافله فصحا. ادا بند ممتاز بود و معنی تلاش بی انباز . در جهان آباد قلندرانه بی قیدانه میزیست و شعر را بطرزی میخواند که سامع صورت معنی برای 'العین معاینه میکرد، بلکه در دل مردمانی ـ که مناسبت باین فن نه داشتند ـ نیز تاثیر مینمود . وفاتش در سنه ست و خمسین و مائه و الف (۱۱۵۶ه) واقع شد . تاریخ گوئی ـ نظر برین که او را قید مذهبی و ملتی نبود ـ این مصراع تاریخ یافت :

رندی عجبی ازین جهان رفت (؟)

عندلیب ناطقه او چنین بترنم می آید : (۱)

گرانبها ترش از در ، همین نه دندان است دو سرخ لعل لب او ، فزون ز مرجان است

مولف گوید: شاعر بقصد ایهام از لفظ سرخ دو معنی اراده کرده ، یکی احمر دویم چشم خروس ، و آن دانه ایست سرخ خالدار شبیه بچشم خروس و در عربی آن را عین الدیک خوانند ، و در وزن جواهر و طلا و نقره بکار می آید . در معنی اول لفظ سرخ صفت لعل لب مقدم بر موصوف است ، و در معنی ثانی برای بیان مقدار وزن است . و برین بیت اعتراض وارد میشود که تفضیل لب لعل بر مرجان، وقتی لطف پیدا میکرد که ، قیمت مرجان از لعل افزون میشد . چنانچه در مصراع اول قیمت در از دندان زیاده است بلکه دندان قیمتی ندارد و شاعر دعوی عکس کرده . (خطی ۹۵۴)

مراة آفتاب نما: گرامی، پسر عبدالغنی بیگ قبول است . تلاش معانی و الفاظ بسیار مینمود و در شاهجهان آباد درویش مقلدانه و خوشامد پیشه بود ، حتی که مرید روشن رای (۲) ، دیوان قمرالدین خان، گردیده بسجع نگین کندانیده :

شد گرامی مرید روشن رای

روزی بامریدان در خانه شیخ علی حزین بملاقات رفته، شیخ از صحبت آن بید ماغ شد، بعالی دماغی آهسته فرمود که . میشنیدم هندوستان درکه (کذا) میریزد شاید همین خواهد بود . ازوست :

(یک بیت دارد ـ ۱۹۵ الف ـ خطی)

صحف ابراهیم : گرامی : میرزا گرامی، خلف ارشد و شاگرد رشید عبدالغنی بیگ قبول است . وارسته مزاج و لا مذهب و متواضع بود . و در رعایت ایهام تتبع پدر خود مینمود . و تلامذه بسیاری در دار الخلافه دهلی داشت . و اشعار بشد و مد بسیار میخواند که هر که میشنید گوش بلهجهٔ خاصش میگذاشت . در سال هزار و صد و پنجاه (؟) برحمت حق پیوست :

۱ـ بعد ازین دوازده بیت دارد .

۲ـ راجه روشن رای کنبو از امرای عصر در محرم یا صفر (۱۱۵۹ه) بشاهجهان آباد فوت شد (تاریخ محمدی ص ۱۲۳)

افسوس گرامی از جهان رفت(۱)   تاریخ اوست .   (۲۹۰ب)

سفینه هندی : میرزا گرامی ، گرامی‌تخلص خلف مهین میرزا عبدالغنی بیگ قبول مسطور است ، تولدش در دهلی رو نموده ، مدتی در سایهٔ پدر بآسانش پرورش یافته، بعد فوت پدر وسعت مشرب اختیار کرده ، بظاهر در لباس صوفیه و مشائخ می بود ، اما اوقات بعنوان قلندران هند بسر می برد . ریش و بروت را خیر باد گفته ، با مردم هر مذهب گرم می جوشید . از خوش اختلاطی و کریم النفسیٔ او ، بسیاری ، از موزونان شاگرد او شدند(۲) ، بلکه معتقدفیه اناس گردید . معتقدانش با بنده نقل کرامتش کرده اند، مگر زبانی اکثری از دهلویان شنیده ام که: بحسن تدبیر و خوش اخلاقی مردم را بدام خود می کشید . بهرحال فکر شعر میکرد و هنگامه شاعری گرم ساخته بود . و تسلیم و حلیم هر دو— که ذکر آنها بالا گذشت — شاگرد اویند . اوراست :

گشت تسخیر من ، فلک از آه   نالهٔ ام قلعه ستاره(۳) گرفت

کسیکه، جوش خط یار دید، گریان است   چو مور پیش برآمد ، دلیل باران است

(دو بیت دیگر دارد ۱۰۴ — ۱۰۵)

نتائج الافکار : شاعر نامی میرزا گرامی ، که اصلش از کشمیر است ، بخدمت پدر بزرگوار خود میرزا عبدالغنی قبول بتلمذ پرداخته و بطبع موزون لیاقت شایسته حاصل ساخت . از شعرای نازک خیال است و فصحای شیرین مقال . در شاهجهان آباد بکمال استغنا قلندرانه گذر اوقات مینمود و بادابندی خیالات تازه و مضامین رنگین گوی سبقت می ربود . و آخر در ست و خمسین و مائه و الف (۱۱۵۶ه) بسفر آخرت پرداخت . از طبع گرامی اوست :

(یک شعر دارد ص ۶۰۷)

شمع انجمن : گرامی خلف و شاگرد میرزا عبدالغنی کشمیری ست. رعنا طرز خوش مقالان و کلاه گوشه شکن نازک خیالان بود . در شاهجهان آباد قلندرانه می گذرانید و بکهنه شراب تازه گوی دماغها را می رسانید . وفاتش در ۱۱۵۶ واقع شد :

رندی عجبی ازین جهان رفت ؟ (۴)

تاریخ است . طوطی ناطقه را در گویائی می آرد :   (دو بیت دارد ص ۴۰۶)

۱- رک : سفینه خوشگو . این تاریخ از خوشگو است .

۲- رک : قول صاحب سفینه خوشگو .

۳- اشاره است به قلعه ستاره که در آستان بمبئی (هند) است .

۴- رک : سرو آزاد .

۲۲۰ - شاه گلشن

شاه گلشن . طبعش گلشنی است ، که باغ خلد را، یکی از صحن چمنش میتوان خواند :

میوشان روی خوب از من ، ملاحت دستگاه من
چو عمر رفته ، بر گشتن نمی داند ، نگاه من*۱

• کلمات الشعرا : شیخ سعدالله گلشن . طبعی درست دارد ، چند سال پیش فقیر مشق کرد :

بدل شوخی ، نفس دز دیده ، طغیان می کند ، نازش
پری در شیشه پنهان گشت و بیرون ماند پروازش

در عالم گریه بینوایم ، چون شمع   در سعی گداختن رسایم ، چون شمع (۲)
حیرت بهار گلشن نظارهٔ خودیم   آئنه خانهٔ دل صد پارهٔ خودیم
ز شوق مهر رخساری که چشم گریه پیدا شد   چوگوهر هر سرشکم درگره دارد سحرگاهی

روزی مصرعه گفته آورد :

بیک پیمانه ، چون یاقوت دارم آب و آتش را

فقیر پیش مصرعی رساند :

ز بس با نرم خوئی ، رام کردم طبع سرکش را

سفینه خوشگو: شاه گلشن

گلشن معنی ، جناب شیخ سعدالله ما   قبلهٔ ما! پیر ما! استاد ما! و شاه ما! (ص ۱۵۷)

درویش شاه منش و شاه درویش وش ، اعلیٰ مقام فرخنده سر انجام بود . از شیخ زادگان صحیح‌النسب برهان پور . بحقائق و معارف معروف به فضائل و کمالات مشهور بود . بزرگی را از نسب ذاتش تا عرش برخود بالیدن ، و معنی را باضافت طبعش تا کرسی بر خویش نازیدن ، آزادگی از طرز آفرینش چون سرو بموزونی ، علم و شکست رنگ از جبینش چون گل به پر افشانی توام فرشته بود . بآب و گل رحمت سرشته سراپا چون تخلص مبارک خود گلشن اخلاق و یکدست مانند همت والای خویش صدر نشین این هفت طاق . دست ارادت بدامن شیخ الشیوخ شیخ

۱- روز روشن دارد .
۲- نتائج الافکار و سفینهٔ خوشگو دارد

عبدالاحد عرف گل محمد وحدت تخلص ــ که ذکر ایشان گذشت ــ (۱) زده، بسرحد معنی رسید و به همین نسبت از تخلص خود بسیار خوش بود . و از سلسله علیه نقشبندیه ، نقشبند فیوضات الهی گزیده . چهل سال پیش گزشته بود که به پاس امر نفس اماره مطبخ گرم نکرده ، مگر برای خاطر میهمان و باحتیاج امور ضروری بر در دنیا داری نرفته الاجهت اجرای کار محتاجان . در خدمت پدر بزرگوار خود پیاده بزیارت حرمین رفت، و باز معاودت نمود . بست و دو سال در احمد آباد گجرات و اورنگ آباد و دیگر بلاد دکن بسر برد . تا بست سال شاه جهان آباد از قدوم

۱ـ وحدت : حضرت شاه عبدالاحد وحدت تخلص مشهور به میان گل . نبیره و خلیفه بر حق شیخ الشیوخ شیخ احمد سرهندی مشهور به مجدد الف ثانی نقشبند ، فیوضات سلسله نقشبندیه بود . خیلی مقام بلند داشته ، درویشی بود بزرگ همت عالی نهاد صاحب کمال والارشاد . بر کمال ذاتش همین قدر شاهد عادل بس که ، همچون شیخ سعد الله گلشن که گلیست آبیار تربیتش رنگ و بو یافته و از دامن پر گلهای فیضش برخاسته . اگرچه از اشغال باطن فرصت نمی یافت ، که به فکر سخن پردازد ، اما درین کار نیز استاد بود ، و بسیار معانی تازه و مضامین رنگین ازو گل میکرد . در کوتله فیروز آباد واقع دهلی کهنه اقامت داشت . همانجا در عهد بادشاه شهید محمد فرخ سیر به سال هزار و صد و بست و شش (۱۱۲۶هـ) وصال کرد ــ رحمته الله علیه ــ دیوان مختصری از انجناب یادگار است . چند شعر تیمنا تبرکاً بقید قلم می آید :

نشاهٔ فقر رسا تر ، ز فنا یافته ایم — دو قدم بیش بود ، ره ز کفن تا کفنی
دل وحدت منش از خلق(۲) مکدر نشود — گر کتاب تو بود ، یک ورق ابتر نه شود
جلوه‌گاه شمع رویش، دوش این کاشانه بود — پرده های دیده، فانوس و نگه پروانه بود
گوهر مقصود را ، از سنگ طفلان ، یافتم — عقل آنجا سنگسار از مشرب دیوانه بود
بروز واقعه ، تابوتم از چنار کنید — که برده ایم ز باغ جهان تهیدستی
هر که چون فواره در یاد قد جانان فتاد — پای تا سر گریه گشت و آبرو برباد داد
تا چشم تو ، با فتنه گری ساخته است — قد تو ، بشوخی علم افراشته است
با گرمی بازار تو ، ای آفت جان ! — خورشید قیامت سپر انداخته است
آن تیغ که زندگی از و در خلل است — آتش فگن خرمن طول امل است
هم تشنهٔ خون خلق و هم موج بلاست — همدست قضا و هم زبان اجل است

(سفینه ص ۶۹)

۲ـ گل رعنا : سنگ

بهار لزومش غیرت کشمیر بود . در مسجد زینت المساجد (۱) که بادشاه زاده زینت النسا بیگم بنت عالگیر بادشاه بر کنار آب جمنا احداث کرده ، سکونت داشت . وجه معاش از کچهری مقرر کرده که برای مسجدیان معین بود می نمود . بروز شنبه اکثر صاحب سخنان جمع شده مشاعره میکردند . چنانچه فقیر درین معنی گفته بود :

اگر آب و هوای گل زمین شعر خواهی ، بین
فضای مسجد بیگم کنار آب جمنا را

آن قدر رمیدگی داشت که ، اگر در وقت مشغولی سخن، کسی باوصف آشنای قدیم بخدمتش می آمد ، بار نشستن نمی یافت ، و همان رجع‌القهقری می ورزید . فقیر راقم که در جنابش وی بندگی خاص و شاگردی داشت، تا یک پاس بلکه زیاده انتظار کشید و باریاب نه شده . در اثنای آمدن از لاهور ، وقتی از اوقات که جاده‌های راه از نا ایمنی یک دشت خار در پای رهروان شکسته بود ، در اواسط منزل خار خار فکر سخن بخاطرش پیدا شد . سایهٔ درختی دیده از قافله جدا گردید ، و زمینی تازه اختیار نمود و در فکر غزل رفت . فقیر سر و پا برهنه از طرفی در رسید و به اضطراب تمام گفته : ای درویش ! در چنین راه بیم ناک ، که جگر شیر مردان آب می شود ! چه جای توقف است! بر خیز و بر سر راه شو و الا دست از جان خواهی شست! در جواب گفت : به یمن نا توانی آن قدر از خود برفته ایم که ، خطره باز آمدن به خاطر خطور

۱- در آثارالصنادید هست‌که : این مسجد در حدود سال ۱۱۲۲ه بنا کرده شد . زینت النسا بیگم مدفن خویش نیز در پهلوی مسجد درست کرد و بعد از فوت انجا مدفون شد . مسجد از سنگ سرخ است ، و هر سه برج از سنگ مرمر دارد . دو مینارها بلند دارد . هفت در دارد و در صحن حوضی ست . سنگ مزار زینت النسا بیگم کتبهٔ ذیل دارد :

۱- قل یا عبادی الذین اسرفوا علی
۲- انفسهم لا تقنطوا من رحمة‌الله
۳- ان الله یغفرالذنوب جمیعاً
۴- انه هو الغفور الرحیم
۵- مونس مادر لحد ، فضل خدا ، تنها بس است
۶- سایهٔ از ابر رحمت ، قبر پوش ما بس است
۷- امیدوار حسن خاتمه ، فاطمه زینت‌النسا بیگم
۸- بنت محی الدین عالمگیر بادشاه غازی
۹- انار الله برهانه
۱۰- ۱۱۳۳ ه

کند ، همین دوات و قلم و کاغذ و خرقه کهنه ، که یعنی ء سرمایهٔ ماست ! اگر قطاع الطریق خوش نمایند مبارک است! ازین چند بیت تازه دست برداشتیم ! اما عجب از تو می آید باوجودیکه هیچ نداری آن قدر غم داری ، که دست و پا گم کردهٔ ! تا غزل تمام نه کرد از آنجا بر نخاست . میان ناصرعلی او را در بغل گرفت و سینه بسینه مالیده گفت : دور دور شماست ! ما خود ضعیف شدیم و بسیچ سفر واپسین داریم!. و آن حضرت اکثر به زبان می راند: در زمانی که میرزا بیدل صاحب سی هزار بیت شده ، در فکر سخن ترقی کرد ، میان ناصرعلی از ترقی باز آمده به هر قدر که نصیب گردید در ساخت : من تازه بفکر آمده بودم . این هر سه دور یکی بود . مرزا بیدل ، تخلص من گلشن و تخلص سخن بمیر عبدالصمد یکروز عنایت کرده !. طالب علم منقح بود و دردرویشی بپایهٔ اولیای رسیده و نثر شاعرانه مسجع و رنگین مینوشت . کلیات اشعارش صد و بست هزار بیت است ، و آن را هفت دیوان کرده . در فن موسیقی نیز نفس گرم بر می آورد ، تصنیفات استادانه بسته ، اهل این فن را بسیار به نظر قبول می دید . و اکثر خوانندگان کامل فن میگفتند که : شاه گلشن در شعر و سرود ، امیر خسرو زمان ماست ! .

بر فقیره توجهات در نهایات داشت . اکثر به ویرانه ام قدم رنجه میفرمود و فرمائش اطعمه هندوانه می نمود. فقیر زیاده از دو هزار بار گلهای فیض از صحبت آن گلشن فیض چیده . وقتی بنده بر رقاصه زنی عاشق شدم و بحالت سخت گرفتار گردیدم ، روزی بخدمت ایشان نشسته بودم . بی اختیار گریه در گرفت . پرسیدند : سبب چیست! بیان نمودم و گفتم که : از حضرت بشارت می خواهم که آیا از وصل او کامیابی در نصیب من هست ! فرمودند : در عالم رویا استخاره خواهم کرد! آخر چون احوال ایشان معلوم شد گفتند که : در نصیب تو نیست ! و آن کس را نیز — که مستحق اوست— در واقعه دیده ام ، به شکل کنوران و سردار طرفی هست! مایوس شدم ، عاقبت هم چنان شد . بعد ماهی چند وکیل زمیندار بیکانیر آن جمیله را بدو هزار و پانصد روپیه خرید کرده بوطن خود برد . ازین قسم خرق عادات ازان جناب بسیار بظهور آمده .

از لطیفه هایش این است که : وقتی بخانه یکی از اغنیا که ذوق به کتب لغات بسیار داشت برای اجرای کار حاجتمندی رفت . چون به مجلس او رسید کفش از پا برآورده و در رومالی پیچیده به بغل کرد، و بر مسندش رفته نشست، و آن بسته از بغل بر آورده نزد تکیه گذاشت . آن عزیز از بسکه دلداده کتابهای لغت بود ، پرسید که : حضرت این کشف اللغات است؟ فرمود کفش اللغات است! و سرش وا کرده بنمود. تمام مجلس حیران بی تکلفی و حسن کلام ایشان ماندند . غرض که خیلی وارسته مزاج بی تکلف بود . بالجمله بعمر شصت و پنج سال در حویلی محمد ناصر — که در بازار صدر واقع است - بست و یک روز به مرض اسهال صاحب فراش بوده ، بتاریخ یکشنبه بست و یکم جمادی الاولی سال هزار و صد و چهل (۱۱۴۰) آخر روز به هوشیاری تمام

بدستور اولیا برحمت حق پیوست . و در احدی پوره متصل شاه گنج ــ در زمینی که از مملوکات خواجه محمد ناصر است ــ مدفون شد . میان نعمت خان بین نواز ، که درین فن استاد بی نظیر و از دوستان ایشان بود، هر سال بر قبر مبارکش شب زنده می دارد . و مجمع عظیم و مجلس‌عرس ایشان، در غایت خوبی منعقد میکرد . و فقیر خوش‌گو تاریخ رحلت ایشان، ازین مصرع برآورد:

جای گلشن ببهشت ابدی

۱۱۴۰ه

این اشعار ایشان پسند خان صاحب (خان آرزو) است :

زخم دندان خورد تالبهای شیرین جنگ او | پستهٔ حلوای سوهان شد ، دهن تنگ او
[illegible] از غنچهٔ من، ای نسیم صبح! پیغامش | که گر تاراج دلها میکنی! من هم دلی دارم
خوشا ! احوال گلچینان این باغ | که من ، زین باغ جز دامن ، نچیدم
حیرت بهار گلشن نظارهٔ خودم | آئینه خانهٔ دل صد پارهٔ خودم
ز بس با نرم خوئی رام کردم طبع‌سرکش را | بیک پیمانه چون یاقوت دارم آب و آتش را
ز شوق دوست ، بر اوراق دفتر گلها | بهار نامه نوشتم ز اشک بلبل ها

رباعی :

هر یک که روی را نداند از پشت
گردید ز جان سیر بنا خوردن مشت
بیتاب دلان عالم دیگر دارند
سیماب بود کشتنی و نتوان کشت

در عالم گریه ، بی نوایم ، چون شمع
در سعی گداختن رسایم ، چون شمع
تا از دل من داغ تمنا گل کرد
در سوختن انگشت نمایم چون شمع(۱)

وقتی، شاه گلشن دو صفحه از مطلعهای خود ، به فقیر خوشگو دادند ، که بخدمت مرحوم میان سرخوش بردم، ایشان بعد مطالعه نوشتند : همه خوب و یکدست هیچ مطلع بی لطفی‌نیست . ع :

چو شعر حافظ شیراز انتخاب ندارد

این چند مطلع از انجمله است :

عیان شد فتح اقلیم معانی از بیان ما | که با شد مد بسم الله، دم تیغ زبان ما
روشن سر شک گرم کند چشم داغ را | از روغن است خون برگ جان چراغ را
فنا چون شعلهٔ برجسته شد،حاجت روای ما | که دست از زندگی برداشتن باشد دعای ما
نازنینان منتی دارم ز احسان شما | گرچه جام ما نشد پر ، می بدوران شما(۲)
دادند طپش از ازل ، آشفته دلان را | آرام ندید است کسی ، آب روان را

۱- نتائج الافکار دارد . ۲- حافظ دارد :

عمر تان ، بادا مدام ، ای ساقیان بزم جم ! | گرچه جام ما نشد پر ، می بدوران شما !

بیادت ، گر کنم در جانب صحرا ، نگاهی را
شناسم سبزهٔ خط تو ، هر برگ گیاهی را

نیست خود بینی، شعار طبع صافی سینه ها — روی خود هرگز به عمر خود ندید آئینه ها
خالی ز روانی نبود شعر تر ما — خاصیت بحر است در آب گهر ما
طبع نازک فطرتان، همواره برحال خوداست — آمد و رفتی ، نمی باشد دم شمشیر را
ز شوق‌مهر رخسار که چشم‌گریه پیرا شد — چو گوهر در گره، هراشک من دارد سخن‌گاهی
خامشان را نکند زخم زبان زیر و زبر — الف سینهٔ گندم به تهجی نرود
فیض از مرد خدا ، کی می ستاند مالدار — زن چو گردد حامله، نا کامیاب از شوهر است

(۱۶۵.- ۱۷۰)

تذکره حسینی : شاعر رنگین شیخ سعد الله گلشن ، از سخن سنجان کامل بوده ، و معاصر میرزا بیدل این مطلع ویراست :

گشتم شهید تیغ تغافل کشیدنت — جانم ز دست برد غزالانه دیدنت(۱)
بدقت میتوان فهمید معنی های ناز او — که شرح‌حکمت العین است، مژگان دراز او(۲)

(۲۸۴)

سرو آزاد : گلشن : شیخ سعدالله - دهلوی قدس سره - از فقراء شعر است . منشاء خیالات رنگین و مصدر اشارات دلنشین . از وحشت کدهٔ دنیا رم و در تجرد و توکل ثبات قدم داشت ، و مرید شاه گل متخلص به وحدت بن شیخ محمد سعید بن شیخ احمد مجدد سهرندی بود — قدس الله اسرارهم — باین مناسبت گلشن تخلص میکرد .

نسبش به زبیر بن العوام صحابی — رضی الله تعالی عنه — می پیوندد . و اسلام خان — که بوزارت بعض سلاطین گجرات احمد اباد رسیده — از اجداد اوست .

بعد انقراض سلاطین گجرات و استیلای اکبر بادشاه (۳) یکی از اسلاف او ، از گجرات به دار السرور برهانپور ،نقل کرد . شیخ سعد الله از برهانپور برآمده رحل اقامت به دار الخلافه شاه جهان آباد افگند. و به ارادهٔ سیاحت هم برخاست و وطن اجداد یعنی احمد اباد و دیگر

۱- سرو آزاد دارد .

۲- نتائج الافکار و سفینه خوشگو دارد .

۳- گجرات را میرزا عبد الرحیم خان خانان فتح کرد و ضمیمه سلطنت تیموریان هند کرد . فیضی بر فتح گجرات قصیده سروده است که مطلع دارد :

مژده کز گجرات شاهنشاه دوران میرسد — ابر گوهر بار از دریای عمان میرسد

بلاد را (۱) سیر کرده به شاه جهان آباد برگشت . و در همین عصر بیست و یکم جمادی الاولی سنه احدی و اربعین و مائه الف (سنه ۱۱۴۱هـ) ؟ متوجه روضه رضوان شد .

دیوان سیر ضخامت دارد و شاهد سخن را باین رعنائی بر کرسی می نشاند:

بچشم خویش نگر ، سحر سامری اینست   نظر به آئینه کن شیشه و پری اینست (۲)
(۱۹۸ — ۱۹۹)

گل رعنا : گلشن، شیخ سعدالله برهانپوری . مرید شاه گل متخلص به وحدت است ، که در حرف الواو می آید (۳) و شاگرد میرزا عبد القادر بیدل بود . ازو منقول است که می گفت : میرزا بیدل، تخلص گلشن بمن داد. چون نسبت گل و گلشن ملاحظ کردم اختیار نمودم و شاید دو سه جا تغییر و تبدیل در اشعار من کرده باشد . انتهی . شاه گلشن مرد بزرگ و قدسی نژاد بود . پیاده بزیارت حرمین شریفین شتافت و بعد حصول زیارت بیست و دو سال (۲۲) در گجرات احمد اباد و اورنگ آباد و دیگر بلاد دکن گذرانید . و قریب بیست سال(۲۰) در شاهجهان اباد بسر میبرد . و طلب علم درست داشت و نثر رنگین مینوشت و در موسیقی هندی بحدی ماهر بود ، که او را امیر خسرو زمان می دانستند . خوشگو می نویسد که : خیلی وارستگی مزاج و بی تکلفی داشت . وقتی بخانهٔ یکی از اغنیاء —که او را ذوق با کتب لغات بسیار بود— برای اجرای کار حاجت مندی رفت . چون مجلس او رسید ، کفش از پا بر آورده و در رومال پیچیده به بغل کرد و بر مسندش رفته نشست ، و آن بستهٔ از بغل بر آورده نزد تکیه گذاشت . آن عزیز از بسکه دلدادهٔ کتابهای لغت بوده ، پرسید که : حضرت این کشف اللغات است ؟ فرمود : کفش اللغات ! و سرش وا کرده بنمود . تمام مجلس حیران به بی تکلفی و حسن کلام ایشان ماند . انتهی .

اشعار شاه گلشن از غزل و قصیده و مثنوی و رباعی قریب یک صد و بیست هزار بیت است . چون تحمل باوقات الهی نمی توانست ، اکثر اوقات خود را بشعر مشغول میداشت . پر گفتن

۱- شاید درین زمانه بکشمیر رفته باشد .

۲- نتائج الافکار دارد

۳- وحدت شیخ عبدالاحد مشهور به شاه گل بن شیخ محمد سعید بن مجدد الف ثانی شیخ احمد سهرندی . بر جادهٔ درویشی و قناعت مستقیم بود و در کوتله فیروز شاه واقع دهلی کهنه می گذرانید و هرگاه از اشغال باطن فرصتی دست میداد، گاهی بنا بر تفنن طبع، متوجه شعر می شد . در سنه ستة و عشرین و مائه و الف (۱۱۲۶ هـ) از انجمن کثرت بنهانخانهٔ وحدت آرمید . از اشعار آبدار اوست :

(ده بیت دارد که تحت گل رعنا آمده ص ۱۰۸۶)

شعر را همین سبب است . لهذا در بعض اشعار ایشان مساهله هم واقع شده . شاه گلشن شصت و پنج سال (٦٥) عمر یافت ، آخر بمرض الاسهال بیست و یک روز بیمار ماند ، روز یکشنبه بیست و یکم جمادی الاول سنه ار بعین و ماته الف (۱۱۲۰ ه) متوجه ریاض جنت شد . خوشگو تاریخ می گوید :

جای گلشن ببهشت ابدی !

۱۱۲۰ه

این چند گل از گلشن دسته بسته می شود :

آباد از خرابی ما ، ملک بی غمیست
قفل شکستهٔ ، در میخانه ایم ما

جز بلا نیست حصاری ، دل نورانی را
هاله جز چاه نباشد مه کنعانی را

دارد زمانه ، صاف دلان را به کشمکش
چون پنجهٔ سی شک که وقف گسستن است

آخر طواف کعبهٔ دل میشود نصیب
زین چشم بستن تو که احرام بستن است

زندگانی نتوان بیتو بآرام نمود
آمد و رفت نفس روح مرا سوهان است

چشم بستن ز جهان عقده کشای دگر است
دست برداشتن از خویش دعای دگر است

انیقدر رو چه دهی آئینه را ، دلبر من !
با تو حیرانی من هم سروکاری دارد

فرض شد تعظیم اهل درد، بر روشن دلان
شمع استاده است ، تا پروانه رقصی میکند

مرا آورد از قید خودی ، رنج سفر بیرون
که بر زنجیر پایم راه تا هموار سوهان شد

خوش فرو افگنده سر در فکر سامان خودم
من که چون گرداب در چاه از گریبان خودم (۱)

(۹۰۱)

نتائج الافکار : گلشن نضارت بخش چمنستان سخن ، شیخ سعد الله متخلص بگلشن ، که اصلش از احمد اباد گجرات است و نسب شریفش به زبیر بن العوام صحابی — رضی الله عنه — میرسد، و اسلام خان که بوزارت بعض سلاطین گجرات اختصاص یافته، از نیا گان او است . و بعد استیلای اکبر بادشاه بر گجرات ، یکی از اجدادش بدارالسرور برهانپور توطن گزید . شیخ از انجا برآمده رنگ سکونت به دار الخلافت شاه جهان اباد ریخت و بحلقه ارادت شاه گل — نوادهٔ شیخ احمد مجددی سهرندی — در آمده فیضها ربود، و برجادهٔ توکل و استغنا ثابت قدم بود . طبع رنگینش بخوش کلامی هم آهنگ است و اشعار آبدارش با نزاکت همرنگ . آخر همانجا در (۲) احدی و اربعین و ماته و الف (۱۱۴۱ ه) بریاض رضوان شتافت . جوئبار اشعار آبدارش در روانی است :

(پنج بیت دارد که ثبت شده ٦٠٦ — ٦٠٧)

۱- نتائج الافکار دارد

۲- خوشگو و گل رعنا سنه ۱۱۴۰ه دارد که صحیح است .

روز روشن : شیخ سعد الله گلشن ، شیخ سعد الله از اولاد زبیربن العوام — رضی الله عنه — بود و اسلام خان وزیر سلاطین گجرات از اجداد اوست . نیا گانش از ملک عرب بگجرات رسیده طرح توطن انداختند . و جد شیخ، از انجا برخاسته در برهانپور اقامت گزید . و شیخ همانجا متولد گردید ، و بعد سن تمیز بتحصیل علوم پرداخت و در شهر دهلی رسیده تکمیل تحصیل از حاجی اکرام دهلی نمود. و در موسیقی بنهایتی رسید که بخسرو ثانی مشتهر گردید. و دست ارادت بشیخ عبد الاحد معروف به شاه گل متخلص به وحدت ابن شیخ محمد سعید خلف مجدد الف ثانی شیخ احمد سهرندی داد و در شاهجهان اباد اقامت گزید و بریاضت و مجاهده معروف گردید . امراء آنجا با او بعقیدت و ارادت پیش می آمدند . و خواجه ناصر والد خواجه میر درد مرید و خلیفهٔ اوست . و تخلص گلشن از میرزا بیدل یافته . و اشعارش از انواع نظم زائد بر یک لک بیت بشمار آمده . و شصت و پنج سال زندگانی نموده ، بروز یکشنبه بست و یکم جمادی اولالی سنه احدی و اربعین و ماته و الف (۱۱۴۱ ه)(۱) عزیمت گلشن بهشت نمود .

الهی ! نشهٔ درد دل دیوانهٔ ما را چو زخم، از خون ما لبریز کن، پیمانهٔما را
بهدرش رفته سجدها کردیم منت پای ماست بر سر ما

کلک من صورت کش صد معنی رنگین اوست
گر کند گلشن تخلص بلبل طبعم بجا ست
من و ابرو کمان شوخی ، که عالم گشته نخچیرش
چو میل سرمه ، جا در چشم دلها ، میکند تیرش

۲۲۱ - مرزا شریف گمنام

سر آمد شعرای ایام ، مرزا شریف گمنام . نام نامورش نظر بر شهرت اشعار ، که چون هلال هر مصرعش در شهرتی مشتهر است، بمقتضای آنکه :

برعکس نهند نام زنگی کافور !

فلک از رشک گمنامش نهاده :

بسودای وصال او ، کجا زر بود ، در دستم
پی دریوزه عمری ، کاسهٔ سر بود ، در دستم .

۱- درست ۱۱۴۰ ه

گهی تحریر مکتوبم بشوق آن پری پیکر
در انداز پریدن چون کبوتر بود ، در دستم
پی تسکین دل ، روزی نهادم دست ، بر سینه
ز سوز عشق ، پنداری سمندر بود ، در دستم
خیال زلف مشکینش ، شبی ، پیچیده در خوابم
سحر گه ، چون شدم بیدار عنبر بود ، در دستم
طبیب از روی دلسوزی ، بیار شعله خو ، میگفت:
ر نبض عاشق گمنام اخگر بود ، در دستم *

* صبح گلشن : گمنام ، مرزا شریف . سخن سرائیست لطیف و ظریف (همین پنج شعر دارد ص ۲۵۰)

۲۲۲ ـ محمد حسین لایح

محمد حسین لایح . جوان سخنگوی است طبعی موزون دارد :

سینهٔ عاشق ، بود همچون صدف مصرعش ، گردید جوهر را ، جواب
تا سرم ، شایستهٔ خاک در ساقی ، شود شسته ام ، صدبار از سر چشمهٔ گوهر ، جبین
از هر دو چشم مستش ، جان فگار عاشق گردید سرمه نیمی ، گشته کباب نیمی

۲۲۳ = لباس

لباس عروسان معانی را ، که حجله آرای عصمتکدهٔ دیوانش بودند ، بلباس رنگین الفاظ ، زیبی شایسته و زینتی بایسة بخشید :

اگر داغ دلم . در بحر اندازد سیاهی را بچشم داغ ، میل سرمه سازد داغ ماهی را
توان بچشم و رخت دید جوهر مو را بآب آئنه گویا که شستهٔ او را
شنیده ایم ، ز بس حرفهای پهلو دار تهی ، ز بند قبا کرده ایم ، پهلو را

تیر تو گر نیفگند ، سایه بر استخوان من
پنبهٔ داغ دل کنم مغز سر همای‌ٔ را

شب چون پسند می جهد از جا یگاه ما
از بسکه روز واقف اسرار دیده است

شمع روشن میتوان کرد از فروغ عارضش
هر که یکشب همنشین می پرستان میشود

دارم گلی که ، جامه اگر پوشد از نسیم   صد پیرهن عرق ، بته پیرهن کنند
از بسکه ، در خیال تو فرسوده شد ، تنم   پیداست همچو شعلهٔ فانرس آه ازو

۲۲۴ = حکیم لطف الله

حکیم لطف الله . سخنش لطفی ما لا کلام دارد . یک رباعی او ، که تخمیرش را بآب لطافت سرشته اند ، ایراد میگردد :

چه بهشت است که ، با یار هم آغوش ، شویم
پیش رویش ، بنشینیم و قدح نوش ، شویم
آن قدر ، محو تماشای‌ٔ جمالش ، گردیم
کـه خود از خاطر خود نیز فراموش ، شویم

* صبح گلشن : لطف الله حکیم ست و در علم طب حاذق و بدقایق شعریه دراک و ضهیم .
(همین دو شعر دارد — ص ۳۵۲)

۲۲۵ = میرزا لطفی اصفهانی

خیابان بند چمنستان سخندانی ، میرزا لطفی اصفهانی . لطف سخنش بمرتبه ، که لطیفه گویان دوران در پیش طبع لطافت پسندش ، زانو میشکستند :

بکش خنجر ، که جان بهر تو ای نازک میان! دارم
تو خنجر درمیان داری و من جان درمیان دارم *

* صبح گلشن : لطفی اصفهانی . طبعش قدرتی داشت بر سلاست الفاظ و لطافت معانی .
(همین یک شعر دارد ص ۳۵۲)

۲۲۶ - ملا لکنت

ملا لکنت برادر ملا ناطق . لکنتش زبان آوران گلشن سخندانی را ، بدست قدرت سخن - چون نافرمان بجرم همزبانی زبان - از قفا بر آورده ، در جرگهٔ فرمان بران در آورد :

همچو برگ لاله ، پای نازکت ، تا در حنا ست
کبک را، از سرخی پا ، آتشی در زیر پا ست

چرا بگرد بناگوش تو نمی گردم اگر زپای گهر رشته بر نیامده است

محبت را پس از قطع محبت لذتی باشد
که شاخ نخل پیوندی به از اول ثمر گیرد[۱]
قامتت نیزه و رخسار تو ، ای عشوه پسند!
آفتابی است ، که گشته است بیک نیزه ، بلند
ما بین دو زلفت ، رخ نیکو ، عجب افتاد
این طرفه که ؛ یک ماه میان دوشب افتاد[۲]
منوش باده ؛ چو موی سرت سفید شده است
به پنبه زار میانداز آتش مستی *

* صبح گلشن : لکنتی . نامش ملا حیدر برادر ملا ناطق از سکنهٔ لاهور بود . ابتداء

۱- این بیت به رضا نیز منسوب است .
۲- صبح گلشن دارد

روانی تخلص نمود آخر کار بلکنتی که داشت از روانی در گذشته لکنتی اختیار فرمود :

ترک چشم او ، ز مستی هر چه بامن ، راز گفت   غمزهٔ غماز ، با آن شوخ ، یک یک بازگفت

آنانکه وصف حسن تو ، تقریر میکنند   خواب ندیده را همه تعبیر میکنند

در صورت بهار ارم جلوه میدهد   تا مصحف جمال تو تفسیر میکنند

(ص ۳۵۰)

۲۲۵ ـ محمد علی خان متین

خیابان جنت الفردوس سخن را گلچین ، محمد علی خان متین . طبع متینش ، کوه وقاران مسند نشین چار بالش سخن را ، به پرکاه در میزان قدر نسنجیده . از متانت سخن ، دیوانش الوندیست که در دشت صفحاتش لاله و گل اشعار رنگین ، دسته دسته شگفته و صحن بین السطورش چون سطح آئینه رفته :

لشکر خط بر رخ خوبت شبیخون میزند   در پناه خود نگهدارد خدا ، حسن ترا

آبی ، از چاه زنخدان تو ، دل میخواهـد

ای پسر خوش ذقنی ا¹ هی بخدا ، زود بیا !

ندارد حاجت اصلاح مردم ، شعر رنگینم

چو تصویری که ضایع میشود از دست کاریها

ای اسیر سر زلف تو پریشان موها   گردش چشم تو ، بیهوش کن آهوها

بلبلم در بیضهٔ شوق تو ، گل روی تو داشت

میتوانـم گفت خود را ، آشنـای عنـدلیب

بیت ابرویش، بماه نو زند ناخن بدل   سرو از مصراع قد او ز پا افتاده است

لب لعلت ، شفا بخش دل صد نا توان باشد

نمی دانم ! چه باشد باعث بیماری چشمت!

۱ـ صبح گشن دارد.

هرگز شود که مرده دلان منکرش شوند   لعلت مسیح وقت باعجاز بوسه است

با چشم سخن ساز درآمد چو بگلشن   نرگس زخجالت سرخود را بته انداخت

وارستگی و رندی و مستی نصیبب ما   صوم و صلوة وسبحه و مسجد از آن شیخ

صبح ، از روی سراپا عرقت : گل میچید
شام ؛ از کاکل مشکین تو ، سنبل میچید

بهر قید دل عاشق ، چه دهی تاب ، بزلف
دزد از خانهٔ زنجیر بجای نرود

بی‌پرده شد ، میان من و یار ، گفتگو   ورد زبان غیر ، دعای حجاب بود

نه خط است اینکه ، از لعل لب او ، میشود ظاهر
که زنگی ، بهر تسخیر عدم آباد ؛ میآید

از غم لیلی نگاهی ، سر بصحرا داده ایم   نام ما پهلوی مجنون ثبت در دفتر کنید

مانی بیچاره . . . . . از تصویر او   آخر از فکر دهان تنگ دلبر ، غنچه شد

تا دمد خط گرد رویش ، دیده گریان میشود
ماه را ، هر گاه گیرد هاله ؛ باران میشود

از نظر گر بشکنی ، ای شوخ چشم ! آئینه را
خط جوهر بر رخش زخم نمایان میشود

بهیچ وجه جدا زان دهان تنگ ، متین !   دلم چو غنچهٔ تصویر وا نمی گردد

پریروی ، که عمری سایه سان ، دنبال او بودم
نشد رام من دیوانه ، وحشت هم خبر دارد

بمحشر ، افگنم در کشتگان آن کمر ، خود را
باین تقریب ، شاید نام من هم درمیان باشد

در گلستان ، سرو و گل مشتاق دیـــدار تواند
ای سرت گردم بیا ! بخرام ! یک رفتار وار
نیست در چشمم ، کسی روشن کن چشم سخن
ظاهراً این سرمه ، از خاک صفاهان است و بس
فرنگی زاده شوخی ، برد از دستم عنان دل
که غارت کردن دین است ، کار کافر رنگش
بسکه تنگ است ، نکتـــهٔ دهنت دیـر فهمیـده ایم ، مضمونش
میکند خون در جگر ، لعل لب عنابیش میزند پهلو ، بنور مه ، قبایٔ آبیش
کس بغیر از موشگافان ، در نیابد ، معنیش
پیچش مصراع زلف یار ، ما دانیم و دل
باده ، در صحبت ما نشاء دیگر ، دارد
تا بیاد نگـــه مست تو ، ساغر زده ایم
بـسکه سودایٔ سر زلفش ، مرا دیوانه ساخت
صحبت دیوانگان ، بسیار میخواهـــد دلم
چسان خواهد سپردن دل ، بدستم اختیار خود
ز سودایٔ سر زلف کسی ، از بس پریشانم
بسان تیغ ، از من سر کشی قطعاً نمی آید
براه خاکساری همچو نقش پا زمین گیرم
سبز گشتم از خط ، اما ! دل بزلفش بسته ام
من ز کشمیـرم و لی هنـدوستان میسازدم[1]

۱- صبح گلشن دارد.

دلبر شوخ خوشم میآید   شاعرم حسن ادا میخواهم[1]

درد دلم شنو! که برآورد همچو شمع   سوز شب فراق تو دود از دماغ من[1]

بنشین دمی بمجلس : که بچشم باده نوشان
چو کباب ، سوخته آید بطلب شراب بیتو !

خلد خارش بدل ، گر پا نهد بر سوزنی[2] گاهی
که باشد فرش ، دایم بوی گل ، در خوابگاه او

طاق ابروی تو زیبد سجده گاه مهر و مه   از میان دلبران : نام خدا ، سرکردهٔ

بهر که مینگری میشود ز دین محروم   مگر تو کافر من از فرنگ میآی

کتاب جان فشانی : باید از پروانه آموزی
بمکتب خانهٔ عشق بتان ، استاد اگر باشی*

* بی نظیر : متین ، محمد علی خان . با آغر خان ترک — جنگ دیده — تخلص ، بسر میبرد . و این آغر خان ، در آستان فردوس آرام گاه محمد شاه والی دهلی ، به منصب پنج هزاری چهرهٔ اعتبار می افروخت ، و به داروغگی گرز برداران لوای امتیاز می افراخت (۳) . متین بنام

۱- صبح گلشن دارد .   ۲- پارچهٔ ابریشم دوزی شد .

۳- در مردم دیده است : — مغل ، دیده تخلص : مخاطب به آغر خان بهادر ترک جنگ ، پسر کوچک آغر خان بزرگ است ، از قوم ترکمان . پدرش از امرای شاهجهانی بود . در عهد عالمگیر پادشاه بمنصب چهار هزاری امتیاز داشت و بشجاعت و سخاوت مشهور بود . بعد فوت پدر ، جای پدر گرفت . در سلطنت محمد شاه بمنصب پنج هزاری و داروغگی گرز برداران ممتاز شد . و بعد آن بصوبه داری کشمیر سرفراز گردید . سابق ازین چندی برفاقت نواب دلیر جنگ بلاهور هم گزرانیده . عبدالرحمان خان مرحوم برادر بزرگ این کهتر ، نسبتی بنواب مذکور دارد . یعنی صبیهٔ تنگری بردی خان — که ابن عم حقیقی و برادر عروس نواب موصوف است — در عقد عبدالرحمان خان بود . و این امیر عالیجاه صاحب دیوان ضخیمی است ، و نزد بعض کم تتبعان ، دیوانش خیلی اعتبار دارد ؛ لیکن بر صاحب مذاق معلوم است . بهرحال این

او تذکرة الشعرای مسمی به ــ حیات الشعراء ــ تالیف کرده و صاحب طبمان عهد خلد منزل بهادر شاه را تا عصر فردوس آرام گاه محمد شاه به قید تحریر در آورده (۱) همین قدر احوالش از تالیف او مستفاد شد . در ترجمهٔ آفرین لاهوری می نویسد : وقتیکه یک بیت مولف رساله شنید، محظوظ و مسرور گردید و تا مدتی ورد خود کرده بود . آن اینست :

آلوده دامنی نیست ، در مشربی که ، مائیم ساغر به کف چو تصویر رندیم و پارسائیم

متین ــ رحمة الله ــ در تذکرهٔ خود میر عبدالجلیل بلگرامی را به تعظیم یادکرده، لیکن می گوید که : میر قصیدهٔ در تعزیت غلام خود ــ که در سفر دکن رخت اقامت بربست ــ گفته بودند ، یک بیت او نگاشته می شود :

روان شد روح او ، با قاصد آه به سر گنبدهٔ آمنت بالله !

این قصیده نیست بلکه مثنوی است و مطلعش اینست :

بیا ! ای خامهٔ ماتم روایت پریشان ساز گیسوی حکایت

و نیز می گوید که : نوبتی در لشکر اعظم شاه ایشان غزلی تصنیف کردند ، یک مصرع این بود :

ریختم شمع به اندازهٔ کاشانهٔ خویش

شاهزاده ایراد گرفت ، میر مذکور از لشکر بر آمده باز نرفتند . این نقل بی اصل محض ، و مصراع مذکور از میر نیست . میر اصلا در لشکر اعظم شاه نرفتند و دو مرتبه در لشکر عالمگیر از بلگرام به دکن رفتند . اول در سنه اربع و ماته و الف (۱۱۰۴هـ) و ثانی در سنه احدی عشر و ماته الف (۱۱۱۱هـ) و این مرتبه عن قریب به منصبی و وقائع نگاری گجرات شاه دولا مامور شده ، بگجرات شتافتند ، و بعد عزل وقایع نگاری گجرات ، بادشاه قدر شناس غائبانه به خدمت بخشیگری و وقائع نگاری سرکار بهکر و سرکار سیوستان برنواخت . و قول متین که : در لشکر اعظم شاه ایشان غزلی تصنیف کردند! برهانی بربطلان آن قوی ست که میر عبدالجلیل مرحوم هر قسم شعر از قصیده و مثنوی و رباعی و غیرها به نظم آورده اند ، اما توجه به غزل نداشته اند ، و

☜ شعرش ــ که چون مصرعه خدنگ بحر کمان فکرش برجسته و بدلها نشسته ــ اشتهار تمام دارد و نظر بر این که ظهوری بگفته است :

بیک بیت شاعر مسلم بود اگر مصرعش مصرعی هم بود

با آنکه خان (آرزو) و نواب واله (صاحب تذکرهٔ ریاض الشعرا) ذکر این مرد بزرگ و میان محمد شاه قابلی ــ باوجود ، موجود بودن بشاهجهان آباد ــ در تذکرهٔ خود نیاورده ، این فقیر ثبت نمودن احوال این هر دو عزیز لازم دانست . شعر مذکور که مشهور است ، اینست :

☜ ابروی تو زه کرد کمانی بکمینی یک صید نیا سود ، زمانی بزمینی ☜

۱- حیات الشعرا پیشتر از سال ۱۱۷۲هـ تالیف شده است . زیرا که ، مؤلف تذکرهٔ بینظیر ازو استفاده کرده است .

در تمام عمر ، یک غزل به تقریبی در سلک نظم کشیده اند . مطلعش اینست :

چون یار رنجه کرد به گل گشت باغ پا
گل پیش کرد سر ، که بنه بر دماغ پا

بیان تقریب این که: در سنه اربع و ثلثین و ما ته و الف (۱۱۳۴ه) در شاه جهان آباد در مجلس نواب امین الدوله سنبلی (متوفی ۱۱۵۴) میر توزک ، وقائع خوان حضور فردوس آرام گاه محمد شاه ، شخصی مصراعی از بیت میرزا بیدل خواند که :

روز سوار شب کند اسپ چراغ پا

و گفت : کسی می تواند پیش مصراع بهم رساند ! میر مرحوم فی‌البدیهه انشاء فرمود :

غره مشو که ابلق ایام رام تست روز سوار شب کند اسپ چراغ پا

از حضار مجلس بی اختیار آفرین سرزد و گفتند : حق اینست که مصراع شریف به از پیش مصراع میرزا واقع شده ! مصراع میرزا اینست :

با طبع سرکش این همه ، رنج وفا مبر (۱۱۳-۱۱۵)

در سنه هزار و صد و پنجاه و سه (۱۱۵۳ه) در جهان آباد بتقریب قرابت برادر مرحوم روزی بخانه اش رفتم ، صحبت شعر درمیان آورد . این بیت خود میخواند و خود تحسین میکرد و میگفت : میرزا ذکی ندیم تخلص از ندمای معتبر نادر شاه ، این بیت مرا شنید و گریست و گفت ! سبحان الله! در هند هم این قسم عزیزان هستند ! بیت اینست :

دیده غیری ترا نمی بیند یک قسم ، صد قسم ، هزار قسم

من ساکت ماندم، آغر شعر ترکی شروع کرد و بفقیر گفت : شما زبان ترکی میدانید ؟ گفتم! یوغ : گفت : خیر ترکی تمام شد ! در جوابش گفتم : بلی ترکی تمام شد ! و برخاستم و من بعد نرفتم . تقدیرش خوب بود و دیگر بس . خدایش بیامرزد . (۱۶۳-۱۶۴)

تاریخ محمدی دارد : دیده مغل مخاطب به آغر خان بهادر ترک جنگ بن امام قلی آغر مخاطب بآغر خان ، از امرای عصر در رمضان (۱۱۶۰ه) به شاهجهان آباد فوت شد . عمرش قریب هفتاد سال و پدرش در سنه ۱۱۰۲ه گذشت (ص ۱۳۷)

در سفینهٔ خوشگو است که : از امرای تورانی بوده . . . تذکرهٔ الشعراء نوشته در احوال معاصرین ، اما بفقیر نه رسید (ص ۲۵۵)

آغر : رود خانهٔ خشک و خشک رود . مسیل که پس از گذشتن سیلاب در بعض جائهای آن اندک آبی مانده باشد . مثال از عمعق بخاری :

فرازش پر از خون چو کوه تبر خون نصیبش ز اشکم چو ارغاب و آغر (فرهنگ عمید)

رک : تحت — دیده — در تذکرهٔ شعرای کشمیر تالیف راقم حروف

صبح گلشن : محمد علی خان متین کشمیری شاعر پست ذهین ، نکرش سنجیده و کلامش متین . (چهار بیت دارد ص ۳۶۱)

۲۲۸ ـ شاه مجنون

شاه مجنون . مرد درویش آزاده مشربی است . خود را از سادات میگیرد :

ساغر سرشار میخواهم بدست نوگلی کز چراغ عکس رویش بزم ما روشن شود*

* صبح گلشن : مجنون شاه کشمیری . ممتاز عصر بخوش تقریری است . (همین یک بیت دارد ص ۳۶۶)

۲۲۹ ـ شیخ عبدالله مجرم

شیخ عبدالله مجرم . نبیره شیخ محمد مسلم صنعی و خسر فقیر . طبع پاکیزه گوهرش در جنب اشعار آبدار خود ، که هر مصرعش ، سرو جوئبار است ، اگر دیوان سعادت را تقویم پارین میشمرد . حق برطرف اوست :

اگر سوی چمن آئی ، ز قمری داد برخیزد
پیٔ تعظیم بالایٔ تو ، سرو آزاد برخیزد[۱]
موج آب گوهر جودم ، کم از سیلاب نیست
رشحهٔ از ابر من بردند ، و جیحون ساختند
زلف را گفتم پریشان! از غضب پیچید و گفت:
بازگو! گفتم که: از سودا پریشان گفته ام*

* صبح گلشن: مجرم : شیخ عبد الله ، نبیرهٔ شیخ مسلم صنعی(۲) کشمیری بود . بخوش فکری و شیرین بیانی گویٔ سبقت از معاصرین میربود . (یک بیت دارد ص ۳۶۲)

۱ـ صبح گلشن دارد .

۲ـ رک : تحت صنعی شماره (۱۵۷)

۲۳۰ ـ خواجه محسن خان

خواجه محسن خان . مردیست محسن و عیاش و آرمیده، بجمیع صفات موصوف . هر شعرش ناخن بدل ماه رویان نخشب میزند :

قد بالا ، بلاست ! میگویند   هر چه گویند ، راست میگویند
کشتن عاشقان بتیــر نگاه   جان من ! خوشنماست میگویند

۲۳۱ ـ میر محمود

میر محمود . کلامش در دیدهٔ ارباب انصاف محمود است و سخنش مسعود :

گر بر سر آنی ، که زما ، چهره بپوشی
گیسو برخ افگن، که نقابی، به ازین نیست
یاد آن ، گریهٔ مستانه که ، ابر از مژه ام
آب میبـرد و خیـال ازکف دریـا میکـرد

۲۳۲ ـ قاسم خان مخلص کشمیری

رقم زن صفحه بی نظیری ، قـاسم خان مخلص کشمیری . داور طبع اخلاص منش را ، مخلص نوازی و فرومایه پروری مطمح نظر . کلامش از خالص[1] ، خراج فیض بخشی و کمال آموزی، میگیرد . سخن نازک و رخشانش مو کمران سیستان را ، تاب و توان میدهد . در اواخر سلطنت ، شهنشاه بحر و بر محمد فرخ سیر : داعی اجل را اجابت نمود. میرزا عبدالغنی بیگ قبول تاریخ فوتش گفته[2] :

۱ـ غالباً اشاره به خالص صفاهانی است .

۲ـ رک : در حاشیه تحت همیشه بهار .

ای گرفتار کمند نگهت آهو ها دوختن نافه گره در خم آن گیسوها
بسکه در فکر سر زلف تو مخلص پیچد جوهر آئنه شد آئنه زانوها

چه رنگین جلوه شوخیهاست حسن بی حجابش را
که در پرواز چون بال پری آرد نقابش را
خدنگش شوخی مژگان آهوی خطا دارد
بابروی غزال چین دهم نسبت کمانش را
چنان آن آتشین خو ، بهر صیدم گرم میآید
که کس از شعلهٔ جواله نشناسد عنانش را

طلسم شعلهٔ بی دود گفتم و داغم ز ساده لوحی خود لالهٔ فرنگ ترا
مستانه حرف می زنی و مس نمی‌کنی مخلص، اگر لبی نمکیدی چه شد ترا
از اثر ، خالی نباشد نالهای عندلیب میزند گل را بدل ناخن ، نوای عندلیب
از بس ، ببوی نافهٔ زلفی ، گریستم مانند عنبر است خطا و ختن درآب

طفل اشکم ، صد زبان گردیده از مژگان ، و گفت
شد ببوی غنچــه لعلی بر لبم خوناب شیر
تا مگر زان غبغب سیمین برون آرد ثمر
میرود در خود فرو هر لحظه : چون گرداب شیر

بسکه شبها از صفای عارضت گردید پر گر فشاری میچکد از دامن مهتاب شیر
گوهر گوش صبیحش را نمی باشد عجب گر تقاطر می کند لا ینقطع از آب شیر
مرده را ، زنده میکنـد ، بنگـه طرفـه العین چشم بیمـارت
کبک آبش گذشتـه از سر کوه بسکه تر شد ز شرم رفتارت

دمی که زلف ، چلیپا شکست و بست ، کشاد
بچین زلف، چه دلها ، شکست و بست ، کشاد

نشاء صهبای' گفتار تو رام مدهوش کرد
آنچه با مستان کند پیمانه ، بامن گوش کرد ١

گوی' بیاد زلف‌تو ، شبهای ماهتاب   مارم گزیده است و بشیرم نشانده اند

گر عقیقی میشود هر قطره خون ، در پیکرم
همچنان لب تشنه' آن لعل خندانم هنوز

نه خال است این ، نهاده روی' بر رو ، کم رسد چشمش
خطش کو برده از مژگان آهو کم رسد چشمش

بسطح مسند آئینه ، عکس روی محجوبش
نشسته با حیا ، زانو بزانو کم رسد چشمش

بطوق قمریان چشمک زند هر نقش پای او
قدش خالی کند از سرو پهلو کم رسد چشمش

بشوق نسبت قد که سروش کرده گم خود را
که قمری میزند در باغ کوکو کم رسد چشمش

لب نوشین و ابروی ترش را لذتی خاصی است
که نبود با نبات و آب لیمو کم رسد چشمش

نیستم ، از خم چوگان کسی ، فارغ بال   کبکم و در گرو چنگل شهباز خودم

ز بس شکسته دلم لب بخنده وا نکنم   نمونهٔ جرس بیدلم ، صدا نکنم

تو ای باد صبا ! تنها درین گلشن چه میجوئی
رفاقت میکنی ، من هم بپا گم کردهٔ دارم

شوخ مغروری ، قیامت ناز ، استغنا بلا
کافرم ، کافر ! گر امید تغافل داشتم

١- همیشه بهار ، صبح گلشن دارد . و بجای' مدهوش بیهوش آورده .

سبزه ها در جوش وگل مدهوش و بلبل در خروش
باغ عاقل خان بهشت آنجا تماشا کرده ایم
از لبش خون شد برنگ پان دل صد پاره ام
گر چه جائی سخت . مانند سپاری¹ داشتم
سری با میکشی دارم مصور گر کشی نقشم
بکش نقش سبوی باده هم بر دوش تصویرم
طلسم عشرت دل بود، شب جای که من بودم
گلم را مل حمایل بود ، شب جای که من بودم

از مخلص خویشتن ، حیا چیست ؟ بردار ز رخ نقاب ، بنشین !
ز نرگست گل بادام میتوان چیدن ز غنچه ات ثمر کام میتوان چیدن

چسان گردد باین وحشت ، نمی دانم شکار من
اگر خاک رهش گردم ، کند رم از غبار من
رخ او ، ز خط مشکین ، بنظر کتاب حسنت
که ، خودش نوشته شارح ، بتامل این حواشی
قدش سرو سهی ، لب غنچه ، گل رخسار ، سنبل خط
سراپایش ، بهار شهر کشمیر است ، پنداری

سر راهی که ندانسته دو چارم گردید زیر مژگان نگهی کرد و بایما نگهی
سر تا قدمت ، قابل و شایستهٔ تعریف قد، رشک الف، زلف سیه، غیرت شامی
سیب ذقن تست، به از سیب صفاهان مگذار شود قیمت کشمیری خامی*

* همیشه بهار : قاسم خان مخلص: آبا و اجداد از ولایت آمده در خطهٔ بی نظیر کشمیر

۱- سپاری ثمریست سخت مثل سنگ که آنرا پاره پاره کرده بپان میخورند

توطن گرفتند . سخنوران او را استاد این فن میدانند . تاریخ وفاتش سر زمرهٔ سخنوران فحول میرزا عبدالغنی بیگ قبول (۱) مدظله چنین فرموده :

گبی بود مخلص زگلزار فضل   دریغا که رفت از جهان زود او
قناعت همه عمر بودش شعار   بخوان طمع لب نیالود او
نیامد اگر چه زما خدمتش   الهی زما باد خوشنود او
ز لطف خداوند آمرزگار   به فردوس اعلیٰ چو آسود او
قبول ، از پئی سال تاریخ گفت :   بملک سخن بادشه بود او (خطی)
۱۱۳۳ھ

صبح گلشن : مخلص قاسم خان ایرانی اصل و کشمیری مولدست . از نازک خیالان مستند و مخزن فکرش مالا مال از جواهر نکات لاتحصی و لاتعد :

ببوسم و بسر و چشم خویش بگذارم   شبی که پای' ترا دست من حنا بندد (۳۹۴)

۲۳۳ - مخلصای کاشی

مطلع خورشید معنی تلاشی ، مخلصای کاشی شاه عباسی است . در کاشانهٔ سخن ، که بارگاهش دیوان باشد ، دران امرای ابیات از ذو مصرع رنگین ؛ الفاظ دو تهی لعل گون پوشیده گرم رنگین جلوه گی . و صحنش که عبارت از صفحات باشد ، بآب پاشی سازنده‌گان و رفت و روب مهره کشان ، چون سطح آئنه ، روشن فرمای دیدهٔ بالغ نظران :

قدت ، بیجا نشد مشهور ، در عالم ، بر عنائی
تخلص ، بیشتر شهرت کند ، از نام موزون را ۲
هست هر دم با سر زلف بتی سودا مرا
گرد سرگردان پریشان اختلاطیها مرا ۳

۱- رک : تحت قبول شمارهٔ (۲۰۷)
۲- سرو آزاد و روز روشن دارد .
۳- ریاض‌الشعرا و مجمع‌النفائس دارد .

صد مراتب نذر ذکر سبحهٔ اهل ریا ست
دانه کردن از برای میکشان انگور را

زلف مشکین را ، کمند گردن عشاق کن میبری تاکی بسر تنها شب دیجور را [۱]

بدست غیر دادی ساعدی ، چون نقرهٔ خامت
بقربان سرت گردم ، مکن این خام دستیها [۲]

مکن از سرمه سبز من ! سیه آن چشم جادو را
لباس تیره ، چندانی مناسب نیست هندو را [۳]

نگردد شمع گر خاموش امشب ، کشته خواهد شد
که با چندین فسون کردم بخواب آن طفل بدخو را

چو شانه ، نیست کنون ربط من ، بکا کل و زلف
ز بندگان قدیمم من این دو سلسله را

بندد کمر ، بخــون من آن شوخ دلربا
هر چند کس نه بسته بموی میان حنا [۳]

بیتاب نشد ، مه اگر از تاب جمالت
پس بهر چه ، باریک شد ، از شهر بدر رفت

با مشک خطا ، کاتب صنع از خط یاقوت
خوش ، بر لب لعل تو نوشته است ، که یاقوت

راه گر داند ز هرجا بندم مخلص ز دور
اختلاط من چنین ، با او بره افتاده است [۴]

۱- ریاض الشعرا و مجمع النفائس دارد .

۲- سرو آزاد و مجمع النفائس و روز روشن دارد .

۳- مجمع النفائس دارد

۴- ریاض الشعرا دارد

نیستم در زیر بار قرض و احسان کسی
گر مرا دینی بگردن هست حق قائل است
آرزو دارم ، که تیرش را دهم ، در دیده جا
کاش از دستش برآید ، آنچه مخلص ، در دل است

مرا مهر و مه آن ابرو هلال است　　بدین معنی ، قد خم گشته دال است
گمان دل ؛ بچین زلف بردم　　خطا کردم که ، دزدش خال هندوست

دست پیچی نیست زین بهتر برای اعتبار
یار مکتوبم بدست خویشتن پیچیده است
دگر بهرچه کنم نسبتش ، زیاده بود
دهان او که بتنگی چو نقطهٔ دهن است

اگر آئینه آهن دل نمی شد　　ز آئینه عذاران رو نمی تافت

نا توانی ، سبب شوخی چشم یار است
آمد و رفت نگاهش ، نفس بیمار است
خامه ، بیجا حرف آن موی میان ، سر میکند
این چنین قول ضعیفی را که باور میکند
کنی چو جلوه سرشکم روان ز چشم تر افتد
چو آفتاب بر آید ستاره از نظر افتد
از بس بدور حسن تو ، بیکار مانده است
میگردد آفتاب ، که روزی بشب کند

نظر بامن ، آن ماه طلعت ، ندارد　　گر آئینه گردم که صورت ندارد
نیم ایمن از داد چشمش امانم　　که بخشش ز بیمار صحت ندارد

همچو آن بادام تلخی ، کز نمک شیرین کنند
عاشقان را ، دل خوشی ، از خندهٔ او داده اند

وه چه موزون کمر آن شوخ ربا میبندد   سخت این معنی نازک ، بادا میبندد

ز تقویم خطش، آگه ، نیم ، لیک این قدر دانم
که در این ماه ، مشک ارزان و شکر تنگ خواهد شد ۱

به تیغ تیز تو ، جان داده ام به غیر مکش
روا مدار که ، حق من از میان برود ۱

هر جا که ، غمزهٔ تو کند، دعوی ستم   اول مرا ، برای شهادت، طلب کنند

حسن و عشق از یک نگاه گرم ، یار هم شوند
چون دو هم شهری که ، در غربت دو چار هم شوند ۲

لبش ، در دور خط ، ایمن ز ارباب هوس باشد
که چون شب شد، شکر آسوده از جوش مگس، باشد ۲

بتان ، با تیغ اگر سازند ، قسمت عضو عضوم را
شوم مجنون ، که شاید زان میان چشمم بیار افتد ۳

فشرد دستم ازان پنجه حنای یار
که دیده است بدین سان طلای دست افشار

اگر ز قد تو زد لاف سرو ، نیست عجب   دلیل کوتهی دانش است ، قد دراز

ما ترک می ، بگفتهٔ واعظ نمی کنیم   مینا بگو : برآورد این پنبه را ز گوش

۱- ریاض الشعرا دارد .

۲- ریاض الشعرا و مجمع النفائس دارد .

۳- بزرگان کاشان دارد .

قرینـــه فلک ، اطلسم جهـــان سخن را   برتبه از همه با لا ترم ستاره ندارم[1]
رهایٔ نخواهـــم ز زنجیـــر زلفت   چرا ، این شب قدر ، برپا ندارم
این خواریٔ که ، برسر کوی تو ، میکشم   هرگز نشد که نقل بجایٔ دگر کنم [1]

بهم ربط من و او ، سایهٔ خورشید را ماند
بهم پیوسته ، اما ! از زمین تا آسمان دورم [2]

نه کنون ، ربط بآن زلف چلیپا ، دارم
من باین سلسلهٔ ، عمریست که ، سودا دارم

نگاهم چون گذشت از زلف ؛ شد محو بنا گوشش
چو آن رهرو ، که گردد مانده از شب تا سحر رفتن

شنیدم گفتهٔ : کز جان ما مخلص! چه میخواهی؟
بقربانت شوم ! این حرف باید از تو پرسیدن [2]

برای یک لب نان ، با قد دوتا ، چو هلال
چـــه لازم است ، ترا شهر شهر گردیدن

روز و شب ، ریزند خونـــم را برغم یکدگر
چون دو همچشم اند ، مژگان من و مژگان او [3]

نمودم نسبتش با ابروی او   مبارکباد میخواهد مـــه نو [3]

گردیده است دیده ، سراپایٔ من ، ز داغ
مخلص! که دیده است ، چو من ، داغ دیدهٔ

نوازشها ببزمت از مغنی دیده جا دارد
صدایٔ دف ؛ اگر در پوست از شادی نگنجیده

۱ـ ریاض الشعرا و مجمع النفائس و سرو آزاد و روز روشن دارد
۲ـ نظیری : میانهٔ من و او ؛ ربط دیدهٔ و نظر است   که در نهایت دوری، همیشه با اویم
۳ـ مجمع النفائس دارد

مپوش از من ، آن نرگس نا توان را   که شرط است ، بیمار را خود نمائی
ازمشق خط ، سیه شد آن صفهٔ بنا گوش   شد باغ یاسمینش ، آخر بنفشه زاری
اینکه هردم ازشکست دل، تقاضا میکنی   یارب آید پیش زلفت آ نچه با ما میکنی*

---

* ریاض الشعرا : مخلص کاشی . در زمان خاقان مالک رقاب از کاشان باصفهان آمد ، نشو و نما یافته و با موزونان اینجا همطرح شده ، کار سخن او بقدر رونق دارد . اشعارش خالی از داد و کیفیتی نیست . دیوانش بدوهزار بیت میرسد . اوراست :

حالتم ، با دانهٔ تسبیح ، در ذکرش ، یکی است
هر که نامش بر زبان آورد ، بردارد مرا (۱)

کرد بیجا ، دلم از طرهٔ جانانه ، جدا   دست مشاطه ، الهی! شود از شانه جدا (۲)
برق ، در جان هوا داریٔ فانوس ، فتد   تابکی ، شمع جدا سوزد و پروانه جدا (۳)
کازم، از عشق رسیده است بجای ، مخلص!   که بمن، خویش جدا گریه و بیگانه جدا (۴)
گرکشد خنجر بقتلم از عزامت باک نیست   زانکه برخود میزند ، بامن چو بیند یار را
حشمت و جاه جهان ، نقش حرابست مرا   بنظر ، تاج و کمر ، موج حبابست مرا

ز وصلش ، گر غم صد ساله رفت از دل ، عجب نبود
که دولت میکند زینکار باهم آشنایان را (۴)

بعهد ما ، تحمل پیشه ، خوار است   بود حمال ، هر کس بردبار است

هرگز نشدم منتفع ، از گرمیٔ بازار
چون شمع ، مرا سوخته هرکس که ، خرید است (۴)

اگر حواس پریشان خویش ، جمع کنی   ترا نماز فرادیٰ ، کم از جماعت نیست
کی کند پا در طریق عشق، هرکس غافلست   این ره خونخوار را، فتراک یکسر منزلست
کی تواند ، کسی از چوب تراشد ، مضمون   نسبت سرو ، بقد تو نمی آید ، راست

۱- مجمع النفائس و سرو آزاد دارد . مجمع النفائس دارد :

حالتم، با دانهٔ تسبیح در گردش، یکیست   هر که ، نامش بر زبان آرد ، برد از جا مرا

۲- مجمع النفائس تذکرة المعاصرین و نتائج الافکار دارد .

۳- تذکرة المعاصرین و مجمع النفائس و مردان بزرگ کاشان دارد .

۴- مجمع النفائس دارد .

دل ، نمیدانم کدامین عنبرین مو، برده است
این قدر دانم که، زخم سینه ام، نو برده است

دلم فشردهٔ ، آن پنجهٔ نگارین است
مخمسی که بدل ناخنی زند، این است (١)

تا دلبری نباشد ک دلنشین شود بزم
پروانه بر کنار است تا شمع درمیان است

بر قامت جوانان ، تقطیع خوشتر آید
ورنه، بهار گلشن، رنگین تر از خزان نیست

بی تملل، ساقیا ! می ده که، از رنج خمار
حالتی دارم که گویا، جان من در شیشه هست

گر بمهدما، عزیزی در شمار آید ، رواست
گر یتیمی را کسی امروز پوشد گوهر است (١)

خوشم ازینکه، بدستار نیست ، دست رسم
که هیچ ، منتم از روزگار ، بر سر نیست

رفت تا آن بیوفا از نامهٔ شادم نکرد
من بسی چون عمر یادش کردم او یادم نکرد

ای که، بی تقریر از حال دلم، آگاه بود
از زبان افتادم و گوشی بفریادم نکرد

ز رخ ، چو آن مه نامهربان ، نقاب کشود
شدم ز هوش ، ندانم دگر چه روی نمود

عاشقان را ، دل بی رحم تو ، دشمن دارد
ورنه خورشید سر ذره بدامن دارد

نرگس مخمور او ، با سرمه الفت کم کند
آهوی وحشی، سیاهی را چو بیند، رم کند

نامه، بیجا حرف آن موی میان، سر میکند
این چنین قول ضعیفی را ، که باور میکند

مرا چه قدر ، ز پیشم چو دلستان برود
که تن بخاک برابر شود ، چو جان برود

بپا ، چگونه ره بندگی ، توان پیمود
مگر بسر برد این راه را ، کسی بسجود

تماشا دارد، ای مه! با تو سیرگلستان کردن
که از سیر رخت، هر گل بچندی آب خواهد شد

بکیش اهل عشرت عشق نتوان باخت با یاری
که شبها یاد او در خاطر اغیار می آید

میتوان تا بردن دل برد از اهل نیاز
ورنه دارد چشم سوزن نیز مژگان دراز

از نا رسیدگی است ، که صوفی کند خروش
سیلاب ، چون ببحر رسد ، میشود خموش

داغ دلسوز ، بود بهر پرستاری دل
اشک باشد عرق صحت بیماری دل

از خاکیان ، بغیر سر افکندگی ، خطاست
باید باصل خویش چو نرگس ، نظر کنم

چگویم که ، خط ستمگر ، چه کرده
بمصحف نه بینند ، کافر چه کرده

گل را چسان بروی تو ، نسبت دهد کسی
تو شعله آفتابی و او شعلهٔ خسی

گفتی که: از من آنچه شنیدی، بکس مگو!
حرفی نگفتهٔ ، که توان گفت با کسی (١)

من و دل ، هر دو را در خاک و خون، انداختی رفتی
باین نا سازگاری ، کار ما را ، ساختی رفتی
ندانم ، از تغافل یا حیا بود ، این قدر دانم
که چون خود را نمودم سر به پیش انداختی رفتی (١)

١- مجمع النفائس دارد .

سخن کوته ! دل و صبر و قرار و جان مخلص را
شکستی ، سوختی ، بردی ، ربودی ، تاختی ، رفتی (۱) (خطی)

تذکره حسینی : واقف آئین خوش تلاشی ، شاعر صاحب دیوان مخلص کاشی . سخن نادره گوست . (سه بیت دارد ص ۳۲۱)

مجمع‌النفائس : مخلص کاشی . او گویا از شعرای عهد سلطان حسین میرزای صفوی(۲) است ، که در معنی خاتم سلسله صفویه بود . لهذا نصرآبادی احوال او را در تذکره خود ننوشته . اکثر اشعارش بطرز سلمان و شیخ کمال خجندی و امیر حسن دهلوی است . دیوانش از ایران چهل سال است (۳) که بهندوستان رسیده . آنچه دیده شده ، در بند الفاظ تازه است ، حتی در بعضی جاها بنای شعر را بر لهجه گزاشته ، چنانکه بیاید ــ انشاءالله تعالی ــ ابیاتش قریب چهار هزار خواهد بود . در پنولا انتخاب آن نوشته میشود :

کی بجا آرم ز غفلت ، گفته های خویش را نشنوم از بس ز خود دورم صدای خویش را
در خیال انکه در کوی تو نقش او نشست میکشم در دیدهٔ خود خاک پای خویش را

سبقت رهرو ز همراهان ، خلاف پختگی است
میوه های پیش رس را ، خام میدانیم ما

وحشتی دارم ز مجمعها که مجنون میشوم دوستان با خصم بگزارند گر تنها مرا
تایکی لب تشنه بر گردم ز آب زندگی ای طمع ! رحمی که خواهد گشت استغنا مرا
بودکم پروانه‌ام در ظلمت آباد عدم شمعها افروخت حسنش کرد تا پیدا مرا
مگو عیب شراب و ساغر پر آب و تابش را که میرنجم ، کسی گر موج میگوید ، حبابش را
مهم طفلست ومن پیر ، ای خدایا مهلت عمری ! که دریابم مگر کیفیت عهد شبابش را
نگاه گاه گاهی میکنی هر دم بسوی من ندانم ، از سر لطف است یا ، از بدگمانیها

در بیت گذشته ، لفظ گاه گاهی و هر دم باهم چندان مناسبت ندارند :

حلقهٔ در ، بنظر گردش چشمست مرا تا تو مستانه گزشتی بدر خانه ما

گر چه ، صد دشت فتادیم ز مجنون ، در پیش
هیچ طفلی ، ندوید از پی دیوانهٔ ما

تا گرفتی ، در کنار عرقه ، جا عالمی شد عاشقی سر در هوا

۱- مجمع النفائس دارد .
۲- ۱۱۰۵ تا ۱۱۳۵هـ
۳- گویا در حدود سال ۱۱۲۳هـ رسیده باشد .

تا گرفتی در صف آخر مقام
گشت صفها ، چون صف مژگان تو

جز آنکه ، غیر میان من و تو ، حائل شد
ز فوت مال ، ندارند عاشقان پروا

عیب را هم گر بکاوی نیست خالی از هنر
امتیاز رهنما ، بر راه پیما ، ظاهر است

ملزم دانا شدن ، مخلص ندارد ، خفتی
از طمع ، زاهد بمردم میدهد ، آب وضو

آنکه ایمان مرا ، مخلص! بغارت برده است
بنا هموار گیتی صبر نبود کار سالک را

کجاست ؟ راحت تخفیفهٔ سبک روحی
مرا ز کشته شدن ، نیست این قدر پروا

گر گل ، بچمن بشنود از کس ، سخنش را
لب باز کند غنچه ، که بوسد دهنش را

در ادای فرض ، ای شیرین ادا
از پی نظاره ات ، رو برقفا

کسی دگر نگرفته است جانب مارا
عزیز مرده ، دعایٔ بود زلیخارا

باز میدارد تکبر از ریا مغرور را
نیست نسبت با عصای شل ، عصای کور را

خفت آن باشد ، که نادانی کند ، تحسین ترا
آبروی خود ، بنوعی میفروشد ، هر گدا

کافرش از دور اگر بیند برد نام خدا
ازان سیلاب هر دم میکند فریاد ازین صحرا

علاقه نیست بدستار اعتبار مرا
که پیش یار کند ، غیر التماس مرا

مشو غافل ، ازان حینی که شد پا در رکاب او خط
که در وقت سفر لازم بود دیدن ، عزیزان را

یارت چو یار غیر شد پاسش چه لازم از رقیب
بگذار تا شیطان برد ایمان شرک آمیز را

این کشایشها که من ، از دولت می یافتم
بآسانی نکردم قطع راه زندگی مخلص

بمن ، می حلال است ، چون شیر مادر
جهان ، سایهٔ بهر رحمت ، ندارد

در وقت میم ، گفتن باید مکید لب را
نگزاشت سرشک ازا گنهم ، نام و نشان را

نیست از آتش سوزان گله ، چون خار مرا
ساقی! بهر دو دست ، نگهدار جام را

نباشد چون کمان دیوار و در کاشانهٔ مارا
گریزد دزد ، گر بیند متاع خانهٔ مارا

میتوان کردن کلید قفل چوب تاک را
بسی افتادم و برخاستم از خواب و بیداری

که تا کعبه ، بر دوش بردم سبو را
چو خورشید گردیده ام ، بحر و بر را

از بسکه هست لذت حرف دهان او را
یک قطره که دیده است برد کوه گران را

سوخت آنکس که ، بر آورد ز گلزار مرا
واجب شمار حرمت ماه حرام را

هلال گوشه ابروی تیغ مهر شگاف است بیک اشاره کند چشم را جدا ز هیولی

فقیر آرزو گوید : که جسم را مقابله هیولی نیست . مقابل آن صورت است و صورت چندین نوع است . صورت جسمی و صورت نوعی و صورت شخصی ، پس بهتر چنین است :

بیک اشاره نماید جدا صور ز هیولی

نظرکی از طمع هرگز بدست کس بود مارا
چو نرگس ، یک جو از ملک قناعت ، بس بود مارا

تلاش خلق نکوکن ، ز جبهه ، چین بکشا در بهشت بروی خود ، از جبین بکشا
ماند از گفتار تا صاحب سخن شد بی نوا بر نخیزد از زبان کاری چو بنشیند صدا
بی گزک تا چند می نوشد کسی شد دلم از بهر چشم او کباب
قیمت در نجف داند رسول ز آنکه این گوهر دران شهر است باب
رد احسان میکند صاحب کرم را منفعل میتوان گفتن که : دریا شد ز شرم ابر آب
بسکه از دل، لذت پیغام جانان، برده تاب نامه را ، از قاصد نا رفته میخواهم ، جواب
به از سخن ، اثری نیست در جهان خراب که هست بوت نظامی و هفت منظر نیست
زمانه حالت بیماری اجل دارد کدام روز که بدتر ز روز اول نیست
زین مرحله ، از بسکه مرا شوق سفر بود رفتم که نهم پای بره ، عمر بسر بود

ملک دنیا را که هر کس پنجروزی صاحب است
بادشاهان عاریت دارند ملک غائب است

باعث دوری ز حق ، غیر از قبول خلق نیست تا خریداری ندارد بنده پیش صاحب است

میشود دور ز نقاش ، چو شد نقش تمام
هر قدر کار تو ، صورت نه پذیرد ، خوب است (۱)

چون کسی ، کوکم کند در خانه تاریک ، راه
طفل اشک من بچشمم تا سحر گردیده است

پا براه سیل ، تنها بند کردن ، مشکلست در هجوم گریه ، مژگانم بهم چسپیده است
در خور خود میطلبد صاحبی دولت ازان در بدر افتاده است
کند چو شیخ ز حیوانی این قدر پرهیز بحیرتم که چرا در لباس پشمین است
دران زلف سیه دیدم میان را گمان بردم کمر موی سفید است
از شست غمت، ناوک بیداد ، چنان جست کز سینه ما بیشتر از پشت کمان جست

۱- سرو آزاد دارد

چون عشق ، با نواع بلا ، عرض سپه داد　　مخلص بمهان آمد و منکر ز میان جست
زمن ، غافل آن سرو قامت ، گزشت　　دریغا که ، عمرم بغفلت گذشت
نظر کرده بودم بروی ، که باز　　که آنماه بر من بکلفت گذشت
چون مرا از پا فکندی ، ماتمم بر پای دار　　تا سحر ، در ماتم پروانه شمع ، استاده است
گر می فروش خواهد جان ، در بهای باده　　باید سبک گرفتن رطل گران گران نیست
رسم وفا ، چه داند معشوق نو رسیده　　بسیار اعتمادی بر دولت جوان نیست

خطا ست ، گرد تو نا کشته رفتن ، از کویت
که بی طواف ، کس از کعبه ، بر نیامده است

ز پاس خاطر روشندلان ، مشو غافل　　نفس ز عکس در آئینه بر نیامده است
نمانده کس ، ز ستم پائدار دل خوش دار　　کدام خار که از پای در نیامده است
برای قتل ؛ کجا خوانده اسیران را　　که مخلص ، از همه‌کس پیشتر ، نیامده است

نیست بیجا ، نامه را گر کاغذ آبی ، کنم
یعنی ، از بس بی توکردم گریه ، آب از سرگذشت

پی رخش تو ، گرد آلوده ابرو است　　غبار مرکبت ، آشفته گیسو است
ز شوخی ، خال او چشم غزالیست　　عجب چشمی که در دنبال آهو ست
همین ز مدرسه بس امتیاز میکده را　　که هیچ باب دران راه شیخ و ملا نیست
ذره راهم صبحدم ، خورشید پیدا میکند　　عاشقی بی طالعی در دهر همچون من کجاست

اخگری ، در تودهٔ خاکستر افلاک ، نیست
آخر این دردی ، که می آید بچشمم ، ازکجا ست

بسکه ، دائم در تلاش معنی بیگانه ، ام　　آشنائیهای من ، با دوستان بیوفا ست
مخلص ! بهر که مینگرم در قمار عشق　　بازنده است لیک ندانم بزنده کیست
آن قدر شوق دهار بیخودی دارم ، که برق　　آتشی از کاروان رفتن هوش من است (کذا)
برعکس غنی هیچ کس مرگ نخواهد　　آن را که ز اسباب جهان گور وکفن نیست
گر فزاید قدر چون من ناتوانی دور نیست　　بر فلک سوزن با مداد مسیحا رفته است
شنیده ام شفقی کشته آفتاب جمالت　　ز تب دو آتشه گردیده است چهره آلت

فقیر آرزو گوید که لفظ آلت که آخر بیت گزشته واقعست ، خالی از کراهیت نیست و ظاهرا اهل ولایت در تلفظ این لفظ مضایقه ندارند ، لهذا ملا ناظم هروی هم در همین ، مخاطبه زلیخا با یوسف علیه السلام ، این لفظ را بکار برده . و این نمک تمام دارد و ظاهرا ازین جهت است که در ولایت عضو مخصوص را آلت تناسل گویند نه تنها آلت .

دل زمن ، غافل اگر آن عنبرین مو ، برده است
کی نهان ماند ، که زخم سینه ام ، بو برده است

رخش هلالی ، ازان زلف عنبرین پیدا ست گذشته است ، ازین مه شبی ، چنین پیدا ست
بیگانه وار میگذری از سواد چشم ای نور دیده حب وطن در دل تو نیست(۱)
می آیٔ همچو دولت و چون عمر میروی آگه کسی ز آمدن و رفتن تو نیست

فقیر آرزو گوید که : در مصرع اول بیت گذشته،وصل ها مثل الف نموده ، و آن محل تردد است پس مناسب چنین است :

آئی بسان دولت و چون عمر میرسی

خوی شرم ، بهتر ز آب بقا ست حیاتی که پایان ندارد ، حیا ست
از درد دلم جامه رو ، رنگ گرفته است یا سوختهٔ در بغلش تنگ گرفته است

جز ریا : منظور زاهد نیست ، از طول سجود
در کدویٔ ، سر بمهرش بادهٔ اخلاص نیست

کند زیرش مکدر خاطر روشن ضمیران را چو باشی خانهٔ آئینه را آب صفا افتد
پاس وظائف بشکندگر شیشه، در راه طلب هر روز صد سجاده در میخانهٔ مرهون میشود
میتوانم لذت شهد شهادت یافتن منکه شادی مرگ میکردم چو قاتل میرسد
مرا همیشه شود روبرو ز حسن تو مانع ز غیر شکوه ندارم نقاب کاش بر افتد
بتمکینی ، پی قتل من آن مغرور ، می آید که پنداری ، طبیبی بر سر رنجور ، می آید

دل از جا میبرد صاحب سخن را ، مصرعهٔ رنگین
چو بیند بلبلی شاخ گلی ، در شور می آید

عجب نیست کان چشم بیمار باشد که دید است ظالم کم آزار باشد
مه من بود متصل با رقیبان که یاری چو دنبال اغیار باشد
تو بر چشم مخلص اگر پا گزاری چرا اوهم از دیده منت ندارد
نازم بآن حجاب که در باغ حسن تو شبنم برویٔ گل نظر از دور میکند
هر کس بیک دو جرعه می سازدم خراب گویا هزار میکده معمور میکند
باینکه، نقش تو مخلص! نشست، غره مباش چه اعتماد کسی را که خوش نشین باشد
باغبان بیجا نمیریزد بپایٔ تاک آب دختری دارد که عقل و هوش از سر میبرد
پی نظارهٔ حسنش ز پیش بینی ها مسیح رفت ببام فلک که جا گیرد
بحیرتم که چسان خفته ماند بخت سیاهم بدور گردش چشمت که فتنه خواب ندارد

۱- سرو آزاد و روز روشن دارد .

عجب که صید نسازی کبوتران حرم را — که باز حرص تو اندیشه عقاب ندارد

نقش نکو ، کند بجهان نام را ، بلند — چون سیم ، سکه گشت ، مسمی بزر شود

کار هرگز تنگ از عزلت بخود مجنون نکرد — کرد تدبیری درین وادی که أفلاطون نکرد

شمع را ، در رهگزار باد ، مردن راحت است
زندگی ، مشکل چو باشد ، راه آسان میشود

فقیر آرزو گوید که : این معنی از میرزا صائب است ، با اینهمه میرزا بدقت بسته . بیت مرزا این است :

چون زندگی بکام بود ، مرگ مشکل است
پسروای باد نیست چراغ مزار را

ز پا افتادن تن ، نیست قیدی جان آگه را — شود آزاد زندانی ، چو زندانش فرود آید

اگر از دیدن گل باغبان منعم کند ، مخلص — چنان گریم که دیوار گلستانش فرود آید

بلا تشبیه رخسار عرقناک ترا ماند — ز روی ، مهر عالمتاب گر اختر ، برون آید

کسی بعشق تواند دم از تحمل زد — که گشت بسمل ، آن تیغ غمزه و نطپید

هلال گر ، بلب نان خویشتن ، میساخت — ز حرص ، شهر بشهر این قدر ، نمیگردید

وسیلهٔ دگر ، از بهر اختلاطم ، نیست — ستم شعار من ای کاش ! شعر میفهمید

گردون ، هزار جامه بتن ، تار تار کرد — این نیلگون قبا چه قدر ها مدار کرد

فلک از بهر تعمیرم گلی در آب میگیرد — پئی ویرانی دل ، وعده از سیلاب میگیرد

این صدا خیزد که : مخلص کشتهٔ بیداد اوست
بعد مرگ ، انگشت کس گر برلب گورم ، زند

اگر ، بپرسشم ، آن بی وفا ، نمی آید — ترحمش ز چه ، بر حال ما نمی آید

بکیش اهل غیرت عشق نتوان باخت با یاری — که شبها یاد او در خاطر احباب میگزرد

مارا ، دگر بباطن خم اعتقاد نیست — گر منکر شراب بآدینه میرسد

مجو تزئین اشعار کلیم (۱) از گفتهٔ ، مخلص
عروس تنگ دستان بیش ازین جوهر نمیدارد

روم ز کوی تو پیرانه سر ، ز جور رقیب — بحسرتی که ، ز دنیا کسی جوان برود

هر جا که غمزهٔ تو کند ، دعوی ستم — اول مرا برای شهادت طلب کنند

۱- کلیم کاشانی

وقت رندی خوش ، که در دوران برنگ لاله کرد
صاف و درد دهر را یک کاسهٔ در سر کشید

نه عقلست ، از نفس جستن کناره
گریزی چو از پیش ، سگ شیر گردد

کی از جمع زر ، کم شود حرص ممسک
کسی از نخوردن کجا سیر گردد

از زبان تیغ ، آن پر خشم ، میگوید سخن
هر چه میپرسی ، جوابش را با برو ، میدهد

بر حسن تو لرزم ، چو شبی ، دیر تر آیٔ
زان رو که ، چو مه کاسته شد ، دیر بر آید

ز بس هر دم بلطف یار شوقم بیشتر گردد
نشینم منتظر ، تا قاصد ما رفته ، بر گردد

پنجه اش رنگ حنا نگرفته ، خون خلق ریخت
آه از ان دم ،کین دو خونی دستیار هم شوند

تمام عمر ، نتوان صرف عشق مهوشان ، کردن
ترا گر عاشقی مطلب بود ، یک ماه بس باشد

بقصد دختر رز ، نیست سبحه در کارم
که کار خیر نیازی باستخاره ندارد

فقیر آرزو گوید که : وزن این هر دو مصرع یکی نیست چنانکه بر موزون طبع ظاهر است .

ای شمع ! سر شعلهٔ خویٔ تو ، سلامت
پروانه ، اگر سوخته شد ! سوخته باشد

ز رخ ، چو آن مه نا مهربان ، نقاب کشید
شدم ز هوش ، ندانم دگر چه رویٔ نمود

ز مجمعها ، بسی مخلص ! به تنگم
بگو احباب دست از من بدارند

که ، ممنون میشوم از دوستداران
اگر ، با دشمنم تنها گزارند:

گفتم : مگر مراد دلم خط بر آورد
آن هم ، به بخت تیرهٔ من ، شانه گیر شد

در رفتن آن پسر ، که فتد از پدر به پیش
خوبست از جهان ز پدر پیشتر رود

نیفزاید جوی ، بر حسن معنی ، صورت ظاهر
که از رخسار گندم گون کسی آدم نمیگردد

عمر ابد بوصلت ، کوتاه مینماید
همره اگر تو باشی کی راه مینماید

نیست جزیک جام در گردش ، ببزم روزگار
که هلال عید و گه ماه محرم میشود

آرام مجو ، ز ربع مسکون
این خشت ، ز زیر سر ، بر آور

نفس سگ سیرت ، ز حرص جامهٔ گوهر نگار
بر تو ، از هر سو فرو برد است ، دندان دگر

مباش یک نفس ، از پاس خویشتن ، غافل
بهوش باش که ، شیطان سگی است غافل گیر !

ندارد در جهان فکر اقامت ، صاحب همت
چو آن رهرو ، که پیش از خود ، بمنزل رفته اسبابش

تصدیع در تدارک ، هر ماحضر ، مکش
داری چو سرکه و نمکی ، درد سر مکش

بما خواری کشان ، کی سر فرود آرد ، سهی سروی
که بر گل ناز دارد خار از بالایٔ دیوارش

خط رسته از عذارت ، ای نازنین شمائل ! یا در مه مبارک قرآن شده است نازل
برفع پستیٔ اقبال خویش ، چاره ندارم برتبه کم نیم از آسمان ستاره ندارم
هزار پاره دل داشتم ز جور تو خون شد کنون بغیر گریبانْ پاره پاره ندارم
نخواهم که چیزی بجا ماند از من که دیگر رجوعی بدنیا ندارم
ز دلتنگیم منفعل ، در غم او که مهمان عزیز است ، من جا ندارم
مسرېدم به پیر خسراباث ، مخلص ! چو طفل اعتقادی بملا ندارم
ما چون قلم ، سخن بزبان دگر کنیم چون کار ما بحرف رسد ، گریه سر کنیم

با چنین ضعفی ، کـه ممکن نیست از خود رفتنم
حیرتی دارم که ، چون از یاد قاتل ، میروم
بسود دوزخ بهشت جاودان ، نسبت بجرم من
گرم ، در آتش اندازی ، ز خجلت آب میگسردم

بحق کس که بگردد زبانش اندر کام بروز ترک تکلم ثواب ختم کلام
ز آمیزش خلق ، وحشت گرفتم بـه تنهایٔ اقلیم عزلت گرفتم

وداع دوستان ناکردن و رفتن ؛ چه وصف است این
نه میخانه است بزم ما که ، بـاید بیخبر رفتن
بسر تا میتوان چون گل ، برون زین بوستان رفتن
چـرا چون خار ، میباید بپای رهـروان ، رفتن
سبک کن ، پارهٔ عمامـه را بهر خـدا ، حافظ !
چـرا بایـد بمسجد این قدر ها سر گـران رفتن

چون پریشانی ، که بیند قرضخواه لطف او ، ننمود هرگز رو بمن
مروت نیست فارغبال کنج آشیان بودن که چندین دام دارد چشم، در راه شکار من
معنی رنگین تراود جای لفظ از خامه ام میتوان بی پرده دیدن موج می از تاک من

و بگمان فقیر آرزو مصرع اول بیت گذشته چنین مناسب است :

معنی رنگین تراود جای لفظم از قلم

چه لفظ قلـم مناسب تاک است و نیز در روزه می آید کـه : فلانی بلفظ قلم حرف میزند ! اگرچه این جا آن معنی نیست فتامل :

زد بخون خویش، هر کس غوطه در میدان او خط پاک دارد از آلودگی دامان او
از برای اشتهایٔ زخم خوردن بر دلم کار معجون کمونی میکند پیکان او

فقیر آرزو گوید که : بنیاد لطف این شعر بر لفظ کمونی است و کمون بعربی زیره را

گویند ، و بلهجه بعضی از اهل عراق — علی الخصوص کاشیان — کمان را کمون گویند ، لیکن گمان دارم که این قسم درست نباشد :

چها نشنید مخلص ، از برایت   تو هم گاهی ، از و یک حرف بشنو

ز بس باز است هر سو ، بر رخت چشم تماشای
صف مژگان بود ، خار سر دیوار باغ تو
باین طفلی ، ز عشق لاله رویان ، داغ میسوزی
پدر باری نمی بیند ، ای سراپا ناز داغ تو

در عهد ما بدل شد ؛ بس مهر ها ، بکینه   ربط پدر بفرزند ، سنگست و آبگینه
مخلص ! ملامت عقل با عشق جسم فرسا   چون، ماجرای موسی است با خضر ، در سفینه

چو زر مشکل پسندان میشمارد خویش را مخلص
چه از خود دیده یارب ! کاین قدر ، خود را پسندیده

چون پدری ، که طفل را پیش معلم آورد   غمزهٔ شوخ چشم را ، دست بدست ناز ده
وعدهٔ وصل تا بکی ؛ ناز ندارد این قدر   چارهٔ جان خسته کن ، بادل برده باز ده
لبش را ببین در تبسم ، چه پرسی   که شیرین چه گفته است ؟ شکر چه کرده ؟

چراغان نیست ، کز شوق رخت ، ای نور هر دیده !
در و دیوار از حسرت سراپا چشم گردیده

فقیر آرزو گوید که ، عبارت از حسرت در مصرع دویم حشو محض است :

همین است پیغام خضر و مسیحا   که : با خلق ، مشکل بود زندگانی
بکش تا توان ، جور از دست دشمن   مکش منت از دوست تا میتوانی
ترحم ز سنگین دلی چشم دارم   که خون ریختن باشدش خیر جاری

شبم را روز و روزم شب نمود ، از گردش چشمی
چه نازی کردی با من ، گردش افلاک را دیدی !

باز از کفم عنان رفت از طفل نی سواری   تسخیر ملک دل کرد با سکه شهر یاری
غمزه ات، چون بادل مجروح من، جوید نزاع   گر نخواهی خون شود ، بهر چه ناخن میزنی
جذبهٔ شیرین یار من ، میبرد پرویز را   من ز عشقت ، ای فرنگی زاده ! گشتم ارمنی
غربت افتاده چو دلخواه ، وطن میگردد   باده را ، شیشهٔ شیراز کند ، شیرازی
خود چرا طائر دلها کشد از شید (۱) بدام   خلق را آنکه زند طعن کبوتر بازی

۱- مکر و ریا

صداقت پیشه ، با هر کس نشیند ، خوی او گیرد
که هست اول الف در اول و ثانی است در ثانی

چو ماه عید ، دل برد است از من ، طفل کم گوی
که عالم را بشور آورده ، از ایمای ابروی (۳۳۲-۳۳۵)

تذکرة المعاصرین : مخلصای کاشی میرزا محمد نام داشت . مرد هموار نیکو خصال بود . طبعی سخن آشنا و رغبت و میلی مفرط بشعرا داشت . اشعار خوب دارد . سلیقه اش را در شعر قصوری نبود ، لیکن چون از سرمایهٔ دانشوری عاریست و صنعت ایهام را بحد گرفته ، بلکه اکثر سخنش باوجود تناسب الفاظ سبک و خام می افتد ، و اگر اورا تربیت افاضل فیض گستر و سلوک دانشور فرا رسیدی و نفس او را کیفیتی حاصل آمدی ، از فارسان و سایفان مضمار سخن گستر می گشتی . بوسیله بعضی قصائدش، اعتمادالدوله محمد مومن خان شاملو ،اورا از کاشان به اصفهان طلب فرموده رعایت نمود . مدتی دران شهر بود و با راقم حروف آشنا و انیس شد . تا آنکه در مراحل ستین وداع جهان بی بقا نموده در مقبرهٔ جامع عتیق اصفهان مدفون گشت . این چند بیت از دیوان اوست :

امانت دار نتوان گفت ، جای عالم دورن را
که یک جا خورد ، این صاحب دیانت ، مال قارون را (۱)

نظر ، بنامهٔ این خاکسار ، نیست ترا دماغ خواندن خط غبار نیست ترا (۲)
اگر وفای تو نسپرده ام ، مرنج از من ازینکه عمر منی اعتبار نیست ترا (۱)

عشر ششم از عمر سبک دست بدر رفت
بی صید ، چنین ناوک از شست ، بدر رفت (۱)

بدلسوزی، منه ای همنشین مرهم، بداغ من که باشد روزها پیمانه و شبها چراغ من (۱)

کجا آرام گیرد خاطر وحشت قرین من
نشد ، زین خاکدان جز گرد کلفت دلنشین من (۱)

بتان سازند اگر با تیغ قسمت عضو عضوم را
شوم ممنون که شاید زان میان چشمم بیار افتد (۳) (ص ۷۸)

سرو آزاد : میرزا محمد مخلص کاشانی . از عالی تلاشان خطهٔ کاشان است . قیاس

۱- مردان بزرگ کاشان دارد .

۲- سرو آزاد و نتائج الافکار و روز روشن دارد .

۳- صبح گلشن دارد .

صحیحش منتج مضامین تازه و کلام ملیحش مفید حلاوت بی انداز. دیوان غزلش بنظر رسید. سیر تمامش از تنگی فرصت اتفاق نیفتاد. چند بیت عجالة الوقت فرا گرفته شد:

چه لازم ، در مقام بحث با دشمن ، میان بستن
نمی باشد ، سلاحی ، بهتر از تیغ زبان بستن (۱)

چگونه خواجه باسم سخا علم گردد   که چون سوال کنی حاتم اصم گردد (۲)
ما چون قلم ، سخن بزبان دگر کنیم   چون کار ما بحرف رسد ، گریه سر کنیم (۱)

زعصیان ، لب گزیدن در جوانیها ، نمک دارد
ازین نعمت ، چه لذت میبری ، چون ریخت دندانها (۳)

چون گرفتی بیت شاعر ، در عطا سستی مکن   تا کسی مضطر نباشد کی فروشد خانه را (۱)
هست ، تا محشر بپای بیگناهی ، یک قدم   امن بودن ، میکند نزدیک راه دور را (۱)
حد هر ابله ، بدستوریست در قانون عقل   چوب از مضراب میباید خر طنبور را
نمود نام نکوی تو ، عالمی تسخیر   اگرچه غیر نگین نیست یک سوار ترا

(۱۲۵ - ۱۲۶)

نتائج الافکار : طراوت بخش خیابان معانی مخلص کاشانی . که از عالی طبعان آندیار و از فصحای بلاغت شعار بوده . طبع متینش بتلاش مضامین تازه آشنا و کلام رنگینش بلطافت بی اندازه همنوا . این چند بیت از کلام دلپزیرش بملاحظه درآمد . (چهار بیت دارد ۶۵۱)

شمع انجمن : مخلص میرزا محمد. از عالی تلاشان خطهٔ کاشان ست . قیاس صحیحش منتج مضامین تازه و کلام ملیحش مفید حلاوت بی اندازه . مرد هموار نیکو خصال بود . طبعی بسخن آشنا و میلی مفرط بشعر داشت .

حزین گوید : اشعار خوب دارد و سلیقه اش در شعر قصوری ندارد ، لیکن چو از سرمایهٔ دانشمندان عاریست ، اگر اورا تربیت افاضل فیض گستر فرا رسیدی و نفس اورا کیفیتی حاصل آمدی ، از فارسان مضمار سخن گستری گشتی . بوسیلهٔ بعض قصایدش ، محمد مومن خان شاملو اورا از کاشان باصفهان طلب فرموده رعایت نمود . مدتی دران شهر بود و با راقم آشنا و انیس شد تا آنکه وداع جهان بی بقا نمود(۱) .

۱- روز روشن داود .

۲- حسینی و روز روشن دارد .

۳- نتائج الافکار دارد .

۱- حزین بتاریخ غره شهر محرم ۱۱۳۵ھ اصفهان را ترک گفته بهند رسید ، ظاهر است که مخلص پیشتر ازین وفات یافته باشد .

دیوان غزلش بنظر رسید ، سیر تمامش از تنگیٔ فرصت اتفاق نیفتاد(۱) ، چند بیت عجالة الوقت فرا گرفته شد (یازده بیت دارد ۴۳۸ — ۴۳۹)

مردان بزرگ کاشان : میرزا محمد مخلصا . مردی نیکو خصال و پاک منش بود ، در سخن و شعر وارد و آشنا و بشعرا علاقه زیادی داشت . سلیقه اورا در شعر نمی توان ایراد کرد ، لیکن سخن او چون از سرمایهٔ دانشوری و علمی خالیست ، و صنعت ایهام را بحد گرفته ، اغلب اشعارش ، باوجود تناسب الفاظ ، سبک و خام بنظر میرسد . اگر این مرد را دانشمندان و فضلایٔ عصر ، توجه میکردند و در تربیتش همت میگماشتند ، از شعرا و سخن پردازان بزرگ و فاضل دوران میگشت . بعض از قصائدش مورد توجه اعتماد الدوله محمد مومن خان شاملو گشت و اورا خوش آمد . و میرزا محمد را از کاشان باصفهان احضار کرد و مورد نوازش و توجهش قرار داد .

میرزا محمد در همان شهر وفات یافت و در آرامگاه جامع عتیق اصفهان بخاک سپرده شد . (هفت بیت دارد ص ۵۱ - ۵۲)

۲۲۴ ـ شاه مدهوش قلندر اصفهانی

سرو موزون جوئبار سخندانی ، شاه مدهوش قلندر اصفهانی . میرزایٔ صفاهانی ، طبعش از ساغر لبریز شراب سخن مدهوش گردیده ، مست ترنم غزلخوانی میگشت . دیوانش خمخانه ایست ، هر مصرعش آتش زن در دل سر و مینا . هر لفظ پیچیده اش خون در جگر کن ساغر صهبا . هر معنی روشنش رشک افزای چشم اخضر روح افزا . و هر نقطهٔ ابیاتش غیرت حباب باده مسرت پیرا .

روزی میرزا روح الله منتخب[۲] پدر میرزا داراب جویا ، بعضی ارباب کمال را تکلیف ما حضر کرده ، اتفاقا مدهوش هم دران بزم وارد شد . شعر خوانی آغاز نهادند . رفته رفته نوبت به مدهوش رسید . این بیت خواند :

بخون من حنا بستن بپایت حیف میآمد　　غباری گردم و روزی بپا پوش تو آویزم

۱ـ رک : سرو آزاد . ظاهر است که عبارت عیناً از سرو آزاد گرفته است .

۲ـ رک : تحت منتخب شمارهٔ (۲۵۶)

میرزا داراب گفت که : مگر قافیه تنگ بود که پاپوش بایستی بست ! فی‌الفور جواب داد که : صدایش سامع افروز کسی که بدادش نرسد ! ازین سخن مورد تحسین گشت : منه :

مردم از دوری ، بیا ! ای شوخ بی باکم بیا !
ای شکار انداز ؛ ترک مست چالاکم بیا !
در لحد ؛ از داغ دوری استخوانم را ، مسوز
گر ببالینم نیائی ، بر سر خاکم بیا
نیست جوی شیر ، ای شیرین که میآید : زکوه
در فراقت استخوانها آب شد فرهاد را ۱
با خیال زلف و رویت ، میروم با صد شتاب
یک قدم بر سایه دارم ، یک قدم بر آفتاب
بحر طویل باد صبا اختصار کیست شور جنون قلمرو خط غبار کیست
میخواست کشد نقش ، لب لعل تو ، نقاش
خون دل یاقوت ؛ بآب گهر ، آمیخت ۱
از نازکیش بود مگر ، بیم گسستن عاشق سر موی شده با آن کمر آمیخت ۱
از لطافت . رخ اورا نبود : تاب نگاه جوهر آئینه ، بر چهرهٔ او ، سوهانست
فریاد که ؛ از جوش تمنای تو ؛ در دل
حسرت همه جمع آید و آهی شده درخواست
اختر همه شب تا بسحر باخته رنگ است
زان گوهر نایاب که مهتاب تو میداشت

۲- صبح گلشن دارد

تا خورد لبت خون دلم ، رنگ بر آورد
باری چه فسون ، زان دهن تنگ بر آورد

لبت ، چون خون عاشق، نوش میکرد خطت ، میآید و خس پوش میکرد ۱

چرا ، در دست هر نا محرمی افتاده ، تصویرش
الهی ! آتشی ، بر جان نقاش فرنگ ، افتد

خاطر جمع بود ، تفرقه در عالم عشق ماه را مهر تو، سرگشته تر از هاله کند
داغ داغ است دلم ، با گل رویت ، بچمن کو دماغی که، دمی سیرگل و لاله کند
تا نکهت زلفت، گذری جانب من کرد ناسور دلم نافهٔ آهوی ختن کرد
بر سر پای تو، تا تهمت خونریزی بست هرکرا دست دهد خون حنا میریزد

چشمش سفید شد، بره انتظار دوست
حرفیست این که ، کوه کن آورد جوی شیر ۱
عنانم را ، زکف شیرین سواری برد ، کز شوخی
دو دم چون قطرهٔ خون ، بر دم شمشیر گلگونش ۱

از رخت آئینه میگفت ز حیرت بگداز دل سنگم همه خون شد بچکیدن رفتم

بیا بگریزم از خود ، تا در آغوش تو آویزم
برنگ بوسه ، بر لبهای می نوش تو ، آویزم
سرمایهٔ هستی چو می ، از جوش گرفتم
بیهوش شدم داد خود از هوش گرفتم
دانم که در آئینه دل روی تو پیداست
دل را ، بخیال تو ، ز آغوش گرفتم

۱ـ صبح گلشن دارد

چو آن طفل که در آئینه محو خویشتن گردد
رخش میدیدم و صد حرف بی تصویر میگفتم
ز خود بیگانه ، از بس میشدم ، محو خیال او
فراموشی ز خود را خواب بی تعبیر میگفتم

بسمل تیغ تو بودم ؛ بی قراری داشتم   گرد سر گردیدنی بر زخم کاری داشتم

بوسهٔ خاک درش دادم ، ز من رنجید ، و رفت
او غرورش بود چندانی که ؛ زاری داشتم
حذر از شتاب دستش ، پی زخم کاری من
که لباس برق دارد بدن شکاری من
به بلبل ، غنچه گردد بی حجاب ، آهسته آهسته
عروس نو ، بر آید از حجاب ، آهسته آهسته

موج یک چشمه بود ناز و نیاز من و تو   من باب باده شکستم تو تبسم کردی
صاف دل را نبود گرد ملال اندر تنگ   روی گردان شود آئینهٔ از روی کسی*

---

* صبح گلشن: مدهوش قلندر اصفهانی ، صداهای دلربا میکشد و در هند رسیده بکشمیر انزوا گزید . (هشت بیت دارد ص ۲۹۷ - ۲۹۸)

۲۲۵ = میر مرتضی حیدر

میر مرتضی حیدر. طبعش ، به نیروی ذوالفقار حدت ادراک ، اژدها تمثالان جان معنی طرازی را ، بیک ضرب ثبوت ، دو پیکر گردانیده :

دلم از فراق ، خون شد ، تو فراق دیده باشی
بـــرهت ، غبار گشتم ، ز صبا شنیده باشی
رخت ، از چمن چمن تر ، نگه از ، نگه ، رسا تر
تو بلای خان و ما نها ! ز کجا رسیده باشی

تو ستمگر جفا جو، توز خود رمیده آهو
چقدر رمیده باشی که بما رسیده باشی

٦٢٦ - خواجه امان الله مروت

خواجه امان الله مروت جوان بامروت خوش سخنی است :

چسان از دل کشم فکر میان نازک او را
که سوزند بیرون کردن ز چینی هیچکس مو را
به پیری مستی صهبای عشقم، کم کجا گردد
دوبالا میشود این نشأ چون قدم دوتا گردد*

* صبح گلشن : مروت ، خواجه امان الله کشمیری . سرآمد اقران در خلق و مروت و خوش وضعی و خوش تقریری است . (شعر اول دارد ص ۴۰۲)

٦٢٧ - مستغنی کشمیری

مستغنی کشمیری . طبع مستغنیش بکمال استغنا ارباب کمال را سر فرو نمی آرد :

دزدی که کرد دل بجنونست آشنا آبی که ریخت دید بخونست آشنا
برداشتیم دیدهٔ همت ، ز آرزو چون سعی ما ، ز بخت زبونست آشنا

شمعی بمیان آمده با پرتو خورشید
هان مجلسیان ! همت پروانه که دارد*۱

* هفت اقلیم : مولانا امین مستغنی ثمر آن شجر (صرفی) است . بونور ذهن سلیم و طبع مستقیم قرار دادهٔ ارباب اعتبار ، و بکثرت فهم و زیادتی علم ، مرجع و مآب آن دیار (کشمیر) است :

۱- روز روشن دارد .

قطعه :

بسوزش عرق همت آتشی نبود — تحمل که ، کرم را کنیم داغ کجاست
جهان ز گمشدهٔ من ، اگر همه خبر است — سرو دلی ، که بگیرم ، ازو سراغ کجاست
سیاهیٔ شب ما را نبرد ، پرتو مهر — رخی که در ره ما مینهد چراغ کجاست
درین چمن ، همه بیگانهٔ هم اند ، ولی — ز بلبلم سخن آشنا بگوش آمد
برهمن ، گرد تو گردم ، ره کفرم بنما — که ز ایمان خودم ، شرم بسی می آید(۱)

رباعی :

من خنده نیم(۲) ، بطبع عاشق نا ساز — یا گریه که ، بر رویٔ دوم ، چون غماز
یا ... که ، سر بگوش بیگانه نهم — من درد دلم ، خلوتیٔ محرم راز (۳)

(ص ۱۱۳)

تاریخ اعظمی : محمد امین مستغنی ، نژاد بومش کشمیر است . بوفور ذهن سلیم و طبع مستقیم ، در عهد یوسف شاه ، پایه اعتبارش مسهار افزود . مدتی در لاهور بسربرد . تعلق باشعرایٔ اکبری پذیرفت . با وصف تحلی بزیور فضل و کمال به فکر شعرهم اشتغال داشت . این ابیات ازوست :

ای سینه ، ز وسواس تو ام مارستان — رگهای وجودم ، ز تو ، زنارستان
عیسی کده ، از چشم تو بیمارستان — ناز بکائنات در کارستان

نیز این رباعی است که در تعریف کشمیر گفته است :

درشینه بچشم دل ، نهان از مردم — دیدم نه بهشت بلکه کشمیر دوم
خاک ز عبیر و مشک آ گنده خمیر — آبی ز صفا وجود خود باخته کم (۴)

در محله آروت مدفونست بیرون آستانه حضرت سید جلال الدین . (ص ۱۱۵)

مجمع النفائس : ملا مستغنی پسر مولانا صرفی کشمیری است . از شعرای عصر جهانگیر بادشاه بود . و با تقی اوحدی معاصر . ازوست : رباعی

ای آنکه ، سری ز شوق مستت دارند — جانی و دلی مهر پرستت دارند
یک جرعهٔ سبیل ساز ، بر تشنه لبان — شکرانهٔ جامی ، که بدستت دارند (۵)

۱- تا اینجا تمام ابیات تاریخ اعظمی و گل رعنا دارد .
۲- گل رعنا - چون خنده دارد .
۳- این رباعی تاریخ اعظمی و مجمع النفائس و نگارستان سخن دارد .
۴- هشت بیت دیگر دارد که تحت هفت اقلیم ثبت شده .
۵- گل رعنا دارد .

گل رعنا : مستغنی مولانا محمد امین خلف الصدق مولانا میر علی صرفی کشمیری - که ترجمه او در حرف الصاد گذشت - بوفور فضائل و کمالات اتصاف داشت و در لاهور بسر میبرد و پیش امراء عهد محترم میزیست . هفتاد سال عمر کرد و در سنه اربعین و ثلاثین و الف (۱۰۳۴هـ) ودیعت حیات سپرد . او نسیم سخن را عنبر بیز میسازد :

ما و تو در روز حشر دست و گریبان رویم　　تو ز پیِ دست من و من ز پیِ خونبها
با پریشانی خاطر بهمین دل جمعم　　کز پریشانیِ ما ، هیچ دلی در هم نیست
(شش بیت دارد ص ۹۷۷)

نگارستان سخن : مستغنی کشمیری مولد ، لاهوری موطن ست . و شاعر عهد اکبری ماهر فن شعر و سخن .　　(یک رباعی دارد ص ۹۶)

روز روشن : مستغنی ملا محمد امین خلف ملا صرفی کشمیری . اکثر عمرش در ملک دکن بسر شده .　　(ص ٦٢٥)

تاریخ نظم و نثر : ملا محمد امین مستغنی کشمیری پسر ملا علی صرفی کشمیری . در لاهور ولادت یافت و بیشتر در دکن میزیست و غزل را خوب میگفت .　　(۱ : ٦٣٨)

۲۲۸ = مستور

شاهد حجله آرایِ نور افشان طبعش را ، از سرخ قرص طلائی خورشید ، رونما میشاید :

شد تیره دلم بعلم و حکمت روشن　　هر چند که هر دلایلش بود سخن
برهان غلط ، بسویِ مقصودم برد　　این راه تمام طی شد از آخر زدن

۲۲۹ = شیخ محمد مسلم

پسر عمکه فقیر . مرد متصوف بود ، شعر بطرز قدما صاف و بی تکلف میگفت :

کشتیِ دریایِ دل را ، لنگری در کار نیست
عرصهٔ موج فنا را صرصری در کار نیست

۲۴۰ ـ شاه محمد رضای مشتاق

شاه بیت دیوان آفاق ، شاه محمد رضای مشتاق . سخن گلگون الفاظش را ، هزاران ، چون بلبل گلزار آمل و عندلیب حدیقهٔ شیراز[۱] مشتاق . دیوانش چار باغ کابل است که سواد زیباست . دشت دشت لاله و گل موج زن ، ارباب کمال بران چشم سرخ کرده ؛ بدست نظاره گرم گل چیدن :

بی لعل دلکشای تو ، ای شوخ ! چون انار
هر قطره می ؛ شده است گره ؛ در سبوی ما

فریاد ، جور و ظلم ، رسیدی بآسمان   گر سرمهٔ خطت نگرفتی گلوی ما

بخون غلطم ، دلم صید کمانداریست ، کز شوخی
چو مُژگان ، جا دهد در چشم خود آهو ، خدنگش را
سواد چشم جادوی ترا چون نسخه ، بر گیرم
کشم ، بر صفحهٔ مد نگاه جور ، مسطر ها

در هوای دانهٔ خالش چو از مجمر سپند   میجهد مور سویدا از دل سوزان ما
بدور چشم ، تو کس نرخ می نمی پرسد   که تخته کرده نگاهت دکان میکده را
دگر از خوردن خون که ، آبش دادهٔ ظالم   که میبینم بآب و رنگ گلزار تبسم را

در شب هجران آن خورشید رخسار ، از سرشک
تا سحر اختر شمارد ، دیدهٔ بیدار ما
جوش صهبا میزند ، خون در دل از ، یاد لبش
برسر ما پنبهٔ مینا بود دستار ما

۱- اشاره به طالب آملی و از حدیقهٔ شیراز کنایه از حافظ .

نمایان است عکس سنبل زلف، از گل رویش
تو گوی : داده اند از چشمهٔ آئینه آلش را

مست و خنجر بکف ، از خانه برون آمدهٔ
بکجا میروی ؟ ای ظالم خونخوار ! کجا !

بسکه میگرداند از شرم رخت ، گل رنگها
مردم چشم پری : شد شبنم از نیرنگها

ما قافله سالار جنونیم ، نباشد جز نالهٔ زنجیر ، صدای جرس ما

رواجی داده ، لعل باده نوشت ، میپرستی را
که زاهد ، کرده محراب عبادت ، جام مستی را

نه از ناز است : گر با خنده کمتر آشنا گردد
که از موج تبسم ، ریش میگرداند آن لبها

نرگسش در دور خط ، از کم نگاهی ، کی گذشت
یافت چون بیمار صحت ، بشکند پرهیز را

تا تواند در دل عشاق ناخن بند کرد
شانه دست آویز کرد ، آن زلف عنبر بیز را

تا بهار عارضش ، شد گلشن آرای جنون
نغمهٔ بلبل سراید . نالهٔ زنجیر ما

این نه خط است ، کزان خال سیه سر زده است
دود از مور بر آورده ، تف دانهٔ ما

در وصف : لعل دلبر شیرین بیان ما شاخ نبات ، گشت زبان ، در دهان ما

پر تو مه ، در صفای ٔ جام می ، دلکش تر است
همچو در پیراهن گلرنگ ، سیم اندامها

از راستی ٔ خویش برون ، پا نگذارم
چون شمع ، گر از تیغ بگیرند ، سرم را

به تیغ ناز ، کشتن عاشقان را و بخندیدن
الهی اند کی انصاف ! این عاشق شکاران را

بستم از جان رشته آن بالای ٔ چون گلدسته را
هیچکس ، نا بسته چون من ، معنی برجسته را

میجهد ، از گوشهٔ محراب چون ، تیر از کمان
گر ببیند چله کش ، آن ابروی ٔ پیوسته را

غنچه اش ، از گریهای من ، تبسم ریز شد
هیچکس نگرفته چون من ، در شکر این پسته را

باز مشتاق ! آن جفا جو را مکن ، تکلیف رقص
بر مدار از جای ٔ خود این فتنهٔ بنشسته را

خیال لعل او ، خواهم چنان دزدیده ، بنشیند
که چون نقش نگین ، برخاستن نبود نشستش را

گم گشته ایم ، بسکه بفکر دهان او سر گشته مانده است عدم در سراغ ما

بنازم ، پیچ و تاب طرهٔ عنبر فشانش را
که از نقش قدم سنبل دمد آشفتگانش را

تا از هوای ٔ لعل لب یار ، دم زدم
چون غنچه گشت صرف تبسم ، نفس مرا

برنگینی برد دست فریب ، از پنجهٔ مرجان
اگر بر موج افتد سایه ، آن دست حنائی را

چو چشم نکته پرداز تو ، استاد سخن باشد
بایما ، میتوان فهمید معنی بیت ابـرو را

بقربان سرت گردم ! اشارت کن نگاهی را
که از جور تغافل ، باز پرسد داد خواهی را

از یاد بنا گوش تو ، ای صبح تمنا ! شد مطلع مهتاب ، مگر بام دل ما
کلبهٔ تنگم از بناگـوشت چون گهر ، گشته غـرق در مهتاب
بر رخت ، پای مردمک ؛ لغـزد چون بـر آئینه گـوهـر سیراب

بچشم مردم صاحب نظر ، پری کده ایست
ز عکس آن مژهای سیه ، حباب شراب

تا دل ازسودای گیسوی که ، برهم خورده است
دارد آهم ، در بغل یک سنبلستان ، پیچ و تاب

عکس رخسار عرقناکت که ، در ساغر فتاد
چون صدف ، لبریز گوهر های غلطان ، شد حباب

شب که بر یاد بناگوش تو ، چشمم آب ریخت
هر سر شکم ، بر زمین تخم گل مهتاب ریخت[1]

بسکه زیر خنجرش ، گل گل شگفتم ، از نشاط
خون من رنگ چمن بر دامن قصاب ریخت

عاشقم عاشق ! چه می پرسی : که معشوق تو کیست ؟
معنی بکریست ، هـر جا دلبر سنگ من است

۱- صبح گلشن دارد .

شمع ، در بزم تو ، داد سوختنها میدهد
رشک این آتش، بجان افتاده ، داغم کرده است

خط مشکین ، نه ز پشت لب جانان برخاست
رگ ابریست ، که از چشمهٔ حیوان برخاست

نگه برق گدازی ، که بصحرا رو کرد
دود شد شوخی و از چشم غزالان برخاست

کجا ، بمصرع برجستهٔ قد تو ، رسد
اگرچه مصرع بالای سرو موزون است

چشمهٔ آب گهر گردیده ، داغ سینه ام
تا بناگوش ، که یارب محفل آرای دل است

از خط پشت لب یار تماشا کردیم
بر لب چشمهٔ کوثر صف حوران بهشت

قد رعنای تو ، ای شوخ ! سراپای بهشت
راست گفتند که : در عالم بالاست بهشت

خال مشک افشان او ، مشتاق! زیبا مرکزیست
گردش چشم غزالان ختن، پرکارش است

سر چشمهٔ حیوان که ، سکندر ز غمش مرد
لب تشنهٔ ، جان بخشی چاه ذقن اوست

هر دم ، از رنگی برنگی میردو ، رخسار او
یک گل سیراب چندین رنگ هم میداشت است

نه بسته اند حنا نازنین سمندش را
که موج خون شهیدانش از رکاب گذشت

جان بود پنهان وتن پیدا ، ولی آن شوخ را
خندهٔ شیرین عیان است و دهن معلوم نیست
شب شد از روی تو روشن ، روز از آهم سیاه
چرخ را ، سر رشتهٔ لیل و نهار ، از دست رفت
نخل قدش ، که صبح قیامت ، بهار اوست
دلهای عاشقان جگر خسته بار اوست
طالع بوسه زان دهن داریم خال کنج لبش ستارهٔ ماست
پیچید سر ، چو زلف بموی میان رسید
از شاخ سنبلین ، گل زار کمر شگفت
بی سلسله جنبانی کفر سر زلفی
بر گردن دین ، رشتهٔ زنار ، حرام است
کس چون نگاه یار ، ندزدید دین و دل
این زرد شوخ چشم ، بزیر نگاه ماست
شب که ، در آغوش شوقم آن سراپا ناز ، بود
شمع بالینم ، بیک پا ، تا سحر رقصیده است
بسکه هر مویش ، دل صد چاک دارد ، در گره
شانه را ، بر زلف آن غارتگر جان ، دست نیست
هیچکس ، از گفتگوی غنچه اش ، آگاه نیست
بسکه تنگ است ، آن دهن ، در وی سخن را ، راه نیست
در ، غنچهٔ خندان تو ، ای کان ملاحت !
پنهان شده صد شور نمکدان قیامت
مست نگه تو ، نرگس آسا از خاک ، قدح بدست ، برخاست

چون فکر بدقت معما ست   دل گم شدهٔ دهان تنگت

ز خنده نیست ، اگر موج میزند ، لعلت
که ، عکس چین جبین ، از صفای' او پیداست
خط تو شور قیامت ، فگند در عالم
هنوز ، آهوی' چشمت ، بخواب خرگوش است
خواهش ایمای' ابروی' نگویان ، داشتن
پیش ما ، با ناخن شمشیر ، سر خاریدن است
شد ز رویت آشنا با زلف عنبر بار پیچ
موی' چون ، بر آتش افتد ، میخورد ناچار پیچ
مه ، از سرچشمهٔ حسن صفا خیز تو ، میشوید
غبار منت کلفت فزای آفتاب ، از رخ
پست گردد ، از گداز شرمساری ، همچو شمع
هر که ، در بزم تو دعوای' سرافرازی کند

نه تنها یاد چشمش ، در دلم ، خلوت گزین باشد
که خال هندوش هم چون سویدا ، دلنشین باشد
مکش دست نگارین را برون از آستین ، ترسم
که در خاشاک صبرم ، آتش' رنگ حنا گیرد

چون غریبی که ، بهر کوچه رود شام ، دلم
گه در زلف و گهی در خم کاکل ، پیچد
تیغی که ، گردنش نشدی خم ، بخون کس
برداشت از تنم ، سر و منت ، بجان نهاد

تلخی بادام، چون در قند گیرندش، رود   زهر چشم او ، نهان در لذت دشنام ماند

دید مشتاق حزین ، در خواب، باغ خلد را
حسن تعبیرش ، بهارستان آغوش تو باد

ز زخم سینه جوشد ، گاه خود دل گاه از چشمم
بلی سیلاب بی پروا ، در از روزن، نمی داند

شوق چوگان بازیش هر گه ، بمیدان میبرد
گوی غلطیدن ، سرم از چرخ گردان میبرد

مینماید در قبای آل[1] ، آن سیمین بدن
چون ، میان لالهٔ ابنوه ، آهوی سفید

سرت گردم ! شب وصل است ، شیرین خواهشی دارم
که کام آرزو ، از لعل شاداب تو ، تر گردد

گاهی بدر دیر و گهی بر در کعبه   بر بوی وصال تو ، دلم در بدر افتاد

مشتاق ، کـه بر کوه زدی طعنهٔ طاقت
در فرقت آن موی میان ، از کمر افتاد[2]

نگاه هوش پرداز کـه ، بزم آرای مستان شد
که چون نرگس ، قدح در دست ساقی ، چشم حیران شد

خط سبزش ، دوانید است زان سان ریشه ، در جانم
کـه تیغش ، چون پر طوطی ، ز خونم رنگ میگیرد

ز سر تا پا ، صفا خیز است اندام بلورینش
تو گوی نخل قدش ، ریشه بر آب گهر دارد

۱- سرخ   ۲- صبح گشتن دارد

دل پرداغ ، که در زلف تو ، مسکن دارد
چون پلنگ است که زنجیر ، بگردن دارد

در خیال خال شوخش ، قطره اشکی ریختم
مردمک در دیدهٔ ، نخچیر پیدا کرده اند

بجرم پیری از من ، رو مگردان ، خورد سال من
چه شد گر پیر گشتم ، عشق میباید ، جوان باشد

یار رفت و یاد زلفش ، در دل دیوانه ماند
گنج را برداشتند و مار در ویرانه ماند

چشم آهوی میکند چون سرمه دان ، قالب تهی
سرمه را ، چون آشنای نرگس شهلا ، کند

تبسم ، ریش گردد ، خار در پیراهنش افتد
مصور ، نقش لعلش را چو ، بر برگ سمن بندد

اگر با روی آتشناک او ، نسبت کنم ، مه را
ز تابش ، هاله همچون شعلهٔ جواله ، میسوزد

گفت پیغام تو قاصد ، لب او بوسیدم
درمیان من و تو ، بوسه به پیغام افتاد

گل بادام بهاران ، نشگفت است ، از گل
بی گل روی تو ، در دیدهٔ بادام افتاد

اشک او ، قمری و بلبل شد ، و پرواز گرفت
چشم هر کس که ، بر آن سر و گل اندام ، افتاد

نگاه شوخ تو ، از قید ناز سنگین دل غزاله ایست ، که از دام ، جسته میآید
بوسه از لعل تو ، انداز چکیدن دارد بیش ازانی که ، چکد ، زود مکیدن دارد

نیست مژگان تو سر گشته ، که جلاد نگاه
پی خونریزی ٔ ما ، بر زده دامان ، آمـــد
تن مشتاق ما ، از رشتهٔ جان گشت نازکتر
که میخواهد ، کمرسان، گرد آن موی میان، گردد
سرمه . در چشم تو میفهمد ، زبان ناز را
با سخنور ، هر که بنشیند ، سخندان میشود
از فروغ آفتاب عـــارض پر نور ، او
خال ، در چـاه زنخدان ، ماه کنعان میشود
غنچه را ، نسبت دهم گر ، با دهان تنگ او
بلبلان را ، بر کباب دل ، نمکـــدان میشود
بیخ خط ، یارب ز باغ حسن او ، برکنده باد
شد لطافت آب ، و از سیب ز نخدانش چکید
خضر ، پامال تمنای ٔ شهادت ، میشود هر کجا ، مشتاق! حرف تیغ او ، سر میکند
جان نثار تیغ جانان ، ساز و لذت را به بین
میوهٔ این باغ ، شیرین بعد چیدن ، میشود
دارد آن سیب ذقن ، بسکه لطافت ، ترسم
شود از گرمی می ، آب ، و بچیدن نـــرسد
داغ میسازد دلم را ، پرده پوشیهای ٔ خط
فتنـــهٔ زلفش پئی سر همچو کاکل میکنـــد
ای عزیزان ! خال نیلی را ، دران چاه ذقن
پرتو خورشید رویش ، ماه کنعان میکنـــد

چشم او ، با دل من ، گفت و شنودی دارد
چون دو بیمار ، که احوال هم از هم ، پرسند
شمشیر ناز ، چون بکف چشم مست ، داد
صد فوج توبه را ، بنگاهی ، شکست داد
نزاکت ، بیش ازین در عالم خوبی ، نمی باشد
اگر بر سر ، زند گل ، پایش از رفتار ، میماند
رقیب ، از بزم رفت و دل ، نمی آساید ، از رشکش
که خار ، از پا برون گر میرود ، آزار میماند
خط سبز بناگوشت نیفتد از صفا هرگز
که این ریحان تر ، ز آب گهر ، نشو و نما دارد
بام حسن تو ، کجا منزل هر بی سر و پا ست
ماه ، بیفائده دیوار دویها دارد
چو ، رخسارش ز تاب باده ، برق آلود میگردد
نگه ، در دیدهٔ اهل تماشا ، دود میگردد
گوی ، شوخیها ربود ، از مردم چشم غزال
با خیال خال او ، اشکی که ، چشم ما فشاند

بالای او ، بداد دل ما ، نمی رسد فریاد ما ، بعالم بالا ، نمی رسد

پیش آن چشم سخنگو ، دم ز گویائی مزن
کاین غزال شوخ ، از گرد نفس ، رم میخورد
شد ز خط ، آوازهٔ حسن تو ، عالمگیر تر
شب چو گردد ، میرسد در گوش ، شور از راه دور

بوی سنبل ، میشود مشتاق را ، موی دماغ
در سرش ، سودای آن زلف دلاویز است ، باز
زلفش ز ادب ، تا بکمر آمد و بر گشت
گستاخئی پا بوس حنا را ، چکند کس
غم هندو نگاری ، طرح محشر ریخت ، در جانم
که شد از پنبهٔ صبح قیامت : رشته زنارش
بسیر باغ ، هنگام خرام از ناز ، میرنجد
اگر غافل ، ببرگ گل رسد ، پای نگار ینش
کو زانکه ، سری با کمر یار ، ندارند افتاده چرا کاکل مشکین به قفایش
بندم ، بخیال رگ جان گر ، کمرش را
از چنگ گسستن نرهد موی میانش
صف لیلیست مژگان سیه ، کز شوق سر بازی
نهاده گردن تسلیم زیر تیغ ابرویش
چو لیلیٰ ، کز شگاف خیمهٔ لیلی ، عیان گردد
نمایانست خال ، از حلقهٔ زلف گره گیرش
عرق نبود که میجوشد ز روی آتشین او
نگه ها ، آب گردیدند بر رخسار گلفامش
مگر دادند ، آب از برق شمشیر ، نگاهش را
که زخمش داده بیرون ، نیمهٔ خون ، نیمهٔ آتش
خال مشکین تو ، آن نقطهٔ شوخی است ، که هست
گردش چشم غزالان حرم ، پرکارش

بال قمری دمد از تربت او ، جای گیاه
هر گه آن سرو روان جلوه کند بر حالش (؟)
دو عالم دل اگر سنجد نگردد خم سر موی
ترازوی است ابرویت ، که تمکین است پاسنگش
خال سیاهش ته دامان خط چیست غزال ختنستان خط
گشت بدخشان لبش سبزوار از اثر جلوهٔ ریحان خط
گریها در آستین و خنده ها دارد بلب شد مگر مشتاق بر رخسار او دیوانه شمع
چشمت ز شرم با همه مستی ، در آئنه
با عکس خویش هم نزند بیحجاب ، حرف
سر ، ز پایاب عدم نیز ، نیارد بیرون هر که در بحر خیال دهنت گردد غرق
از بسکه ، بصد رنگ زدی چنگ ، بخونم
بر دست تو گردید حنا ، بوقلمون رنگ
تا بیاد آن لب میگون ، سخن پرداز شد
میچکد مشتاق را از خامهٔ اندیشه ، لعل
شرابم در سر است و یار در بر ، عشرتی دارم
خدارا ! دم مزن امروز تا صبح دگر ، بلبل!
ترا ، با غیر دیدم همنشین ، خونبار شد چشمم
چها دیدم بچشم خود! بچشم خود چها دیدم
میکند هر قطره خونم ، شوخی چشم غزال
صید ، ناوک خوردهٔ چشم سیاه ، کیستم

۱- مجمع النفائس دارد .

به تیغ ناز کشتی عالمی را ، و ز من غافل
بقربان سرت گردم! نمی دانی ، سری دارم!

چو کاکل ، آرزو دارم که ازعین سیه مستی
گهی بر پایت افتم ، گاه بر گرد سرت گردم

حل نمی گردد ، معمایٔ دهان تنگ او
غنچه سان ، هر چند سر را ، در گریبان میکشم

بر نمی دارند ؛ از رخسار آن صیاد شوخ
آهوان ، چون حلقهٔ گیسویٔ عنبر فام چشم

نالهٔ زنجیر اشکم ، خندهٔ گل میکند بلبل دیوانهٔ باغ و بهار کیستم
صد بوسه بشوق ، از لب پیغام ، گرفتم المنة لله ! ز لبش کام گرفتم

سحر ، بلبل بشوق عارضش ، سر کرد آهنگی
که همچون برگ گل ، زد غوطه در خون ، پردهٔ گوشم

گفت ، پیغام خطش قاصد : که رستی از جفا !
ساده لوحی را تماشا کن که ، باور داشتم

تیغت ز شراب سرفرازی هر جام که داد سر کشیدم
بر خضر ، موج آب بقا ، تیغ میکشد هر جا سخن ازان دم شمشیر سرکنم

شوخیٔ چشم تو ، پنهان گشت آخر ، زیر خط
آن قدر رم کرد این آهو ، که شد در گرد گم

اگر بیتابم از شوق بناگوش تو ، معذورم
که خود داری ، چومروارید غلطان ، نیست مقدورم

نازرا ، یارب ! چه پیش آمد ،که یار و آئنه
چون دو تصویرند محو یک نظر ، بر روی هم
چرا مشتاق ، شعرم بر بیاض دیده ، بنویسند
که چشم سحر سازش در سخنگوی است استادم
نالهٔ زنجیر من ، چون خندهٔ گل ، بیصد است
کرده تعلیم جنون ، با لعل خاموش ، تو ام
حکم رانی از تو و تسلیم گردیدن ز من تا تو تیغ افراختی من گردنی افراختم
بوی مشک از نافهٔ رنگین غزالان برده ام
از خم گیسوش تا مشتاق چوگان ساختم
کشیده حلقه ، چو مژگان ، بدور چشم غزال
خدنگ ناز ، تو ای شوخ ! کرد داغ دلم
بشوق کاکلش ، از بسکه ، بیتابانه میپیچد
نگه شد ، سنبل سرچشمهٔ سیماب ، درچشمم
چون پری ، در چشمه هر سو ، آب بازی میکند
عکس ، آن مژگان ناز آلود ، در چشم ترم
می ، از چشم تو مستی وام کرد و فتنه خون ریزی
صدف ، کسب گهر از دیدهٔ من کرد و گل شبنم
منم آن بلبل شوریده کز سودای گیسویش
بشاخ نالهٔ زنجیر مجنون ، آشیان بستم
یکی است ، کاکل و زلف تو ، در سیاه دلیها
همان بروی تو گفتم که در قفای تو گویم

شور محشر در رکاب گرد راهش میرود خون گذارد کشتهٔ نازِ تو در محشر قدم

از شوق بوسه ، مردم ! دستی بگردنم کن !
خون منت نماند ، ای یار ! تا بگردن
شورش زنجیر مجنون ، پای در دامن ، کشید
دشت پیمای جنون گردید تا ، غوغای من

گرد خط تو ، سرمه فروش نگاه من حسن تو ، برق خرمن هوش‌نگاه من

ز پشت لعل او ، سرکرد خط غنبرین بیرون
بجای موم، آمد مشک تر، زین انگبین بیرون
مشتاق ! ازین بیش نزاکت نتوان یافت
خط ، ریش کند عارض او را ، ز دمیدن
شب وصلش مده از دست فرصت نار پستان را
نخواهد داد نخل حسن زین بهتر ثمر بیرون
از صفای چهره اش ، مشتاق ! دیدم بارها
پای خط ، چون مور میلغزد ، بر آن سیمین ذقن
در آرزوی بوسه ، بلب جان ، رسیده بود
لب برلبم نهادی و برگشت جان من
دم درکش ای نسیم ! ببزمش ، که میخلد
موج صفای خود چو ، مغیلان ، بر آن بدن

گر یه بیرون نمی دهم ، که لبش ریش گردد ز موج خندیدن

کرده ته زانوی مژگان ، چشم شوخ تو غزال
پیش آن چشم سخنور ، در دبستان سخن

در عرق شد غرق ، از می ، خط عنبر فام او
گشت پنهان ، در چراغان تجلی ، شام او
من که ، از فیض جنون ، سر را ز پا نشناختم
کی توانم فرق کرد ، از طوق تا زنجیر او
بسکه ، از سودای فکر قامتش ، کا هیده است
طوق قمری ، حلقهٔ زنجیر شد ، در باب سرو
فریب گردش چشم خوشت ، دام رم آهو
نگاه وحشت افزای تو ، پیغام رم آهو
آئینه خانه ایست ، ز جوش عرق ، رخت کز ، عکس جنبش مژه ، رقصد پری درو
چو افشاند ، نگاه ناز او ، دامان مژگان را
نشیند گرد خجلت ، بر جبین دیدهٔ آهو
آه من ، چون خم ابروی تو ، عالمگیر است
کرده تسخیر جهان تیر و کمان من و تو
سرو بشمشاد دید ، گفت : قیامت رسید !
چون بچمن جلوه کرد ، قامت دلجوی او
تا ز مستی ، همچو گل ، بند قبا وا کردهٔ
صد تمنا را در آغوش دلم جا کردهٔ ۱
از شوق سرو قامت آن گلشن نگاه شد دیده طوق فاخته بر گردن نگاه
خط بصد شوخی برون آورد سر از خال او همچنان کز مردم چشم بتان مد نگاه
مینماید عارضش ، در دیدهٔ پر خون من
همچو ، در جام شراب ارغوانی ، عکس ماه

---

۱ - صبح گلشن دارد

بادل من ، گوی می بازد ، بچوگان مژه
شهسوار من در آید چون بمیدان نگاه *

* تاریخ اعظمی : محمد رضای مشتاق از قبیله ناجی هاست ، که در محلات نوشهره ساکن بودند . اکثری شغل خطاطی و کتابت مینمودند . مومی الیهٔ از ابتدای عنفوان شباب بفن استکتاب میگذرانید و در ضمن آن کمیت فکر را در میدان طبع آزمای میدوانید . چون طبع وقاد و استعداد خداداد داشت ، در اندک زمانی پایهٔ سخندانی و نکته سنجی را بمعارج ترقی رسانید و وضع آراسته و دل آزادی حاصل کرده بود . و قوت خود را از کتابت ، خصوص مثنوی معنوی ، کسب میفرمود . و اصلا بتقریب مدح حکام و اغنیا ، از گوشه انزوا ، متحرک نشدند . تا آخر عمر بتفرید و قلندر منشی و آزاده وضعی بسر برده . چون این شعر آن صاحب کمال بگوش راقم شکسته بال رسید ، آرزوی ادراک خدمتش بهمرسانید ، همگی یکبار بدیدار آن معدن اسرار ، فائز شد . شعر اینست :

پامال جفا شدیم ، و این بود — در عشق تو ، سر نوشت مارا

تمام غزل باین تقریب مرقوم میشود :

عشق تو ، چو میسر گشت مارا — رو کرد سوی کنشت مارا
نی میوه و نه سایه داریم — دهکان بچه کار کشت مارا (۱)
گلدستهٔ مطلبی ، نه بستیم — بی فائده چرخ رشت مارا
زاهد باشیم ، بی تو باشد — گر ، آرزوی بهشت مارا
گر بد گفتی بکو نه گفتی — خوبان گفتند زشت مارا
پامال جفا شدیم ، و این بود — در عشق تو ، سر نوشت مارا
یارب ! که بهشت منزلش باد — هر کس نعمت بهشت مارا
بر آتش سنگ طفل سنگی — آشوب جنون برشت مارا
دیوان محبتیسم و مجنون — از خون جگر نوشت مارا
هست از خم بداده پشت بر کوه — مشتاق بسان خشت مارا

ایضاً :

کردیم سیر گلشن ، تا من و یار هر دو — گشتند بلبل و گل ، بی اعتبار هر دو
چشم سیاه مستش ، لعلی قدح بدستش — از عاشقان ربودند صبر و قرار هر دو

۱- ذوقی اردستانی گوید :

نه شگوفه ، نه برگی ، نه ثمر ، نه سایه دارم — همه حیرتم که دهقان ، بچه کار کشت مارا

از خواب ناز برخاست از عشوه جام میسوخت — چشمان دل فریبش مست خمار هر دو
زلفین تابدارش بر گلشن عذارش — خوش حلقه حلقه کرده مانند مار هر دو
آیا بود که روزی ، این آرزو بر آید — خسپند مست باهم مشتاق و یار هر دو

در فن محاوره از شعرای وقت ممتاز بینظیر بود . در سال یکهزار و یکصد و چهل و سه (۱۱۴۳ھ) رحلت فرمود . (ص ۲۲۷)

تذکرهٔ حسینی : شاعر طاق میرزا مشتاق ، از خوشفکران ایران بوده است ، در کشمیر سکونت دارد . از وست :

شب که ، بر یاد بنا گوش تو ، چشمم ، آب ریخت
هر سرشکم بر زمین ، تخم گل مهتاب ریخت (ص ۳۲۷)

مجمع‌النفائس : مشتاق : نامش محمد رضا ست از آدمی زادگان کشمیر . مدارش بکتابت می گذشت، با این همه خانه بسیار رفته و شسته داشت و او ضاع خیلی شایسته . ظاهرا اوسط سلطنت فردوس آرامگاه محمد شاه بادشاه (۱) بفردوس اعلی خرامیده . قصائد بسیار در مدح حضرت ائمه هدی گفته . طرز شعرش اکثر بطور میرزا اسیر است و پاره تتبع میرزا صائب و میر معز فطرت و شاه ناصر علی نموده . بعد از حاجی اسلم سالم ، باین خوش زبانی و بگرمی، کسی از کشمیر برنخاسته . منتخب دیوان او این است :

شکر لله! دل که سنگ کعبه بوسیدی ز دور — یا صنم گویان در آمد مست در بتخانه ها
نیست در بزم تو راه باد ، ای شمع جمال ! — با فتند ، از بسکه پر در پر بهم، پروانه ها (۲)
در کف دهر ، چو تیغیم ، بدست نامرد — حیف صد حیف که نشناخت کسی جوهر ما (۲)
کردم از بس باده در ساغر ز مینا ریختم — همچو داغ لاله ، غرق می شب آدینه را (۲)

تشنه موج خرام توام ، ای آب حیات !
پیش ازان دم ، که شوم بی تو ز جان سیر ، بیا !

میکند ، مغز امید بوسه را ، رشک چمن — از لب جان پرورش بوی گل دشنام ها (۲)
گردید همچو حلقه زنجیر ناله خیز — از شرش بهار جنون آشیان ما
روز با خورشید و شب با ماه، میگوید سخن — نیست ذکری بی تو زین خوشتر لب بام مرا (۲)
خورشید حشر ، جام صبوحیش میدهد — مشتاق ! هرکه باده خورد از اباغ ما
سر رفت و غمش بسر نیامد — بسیار طپید بسمل ما (۳)

۱- رک: تحت تاریخ اعظمی .
۲- گل رعنا دارد .
۳- گل رعنا صبح گلشن دارد .

صد قافله غم گذشت مشتاق گردی ننشست بر دل ما (۱)

ندامت، ای ز فرصت بیخبر، وقتی نمیخواهد که باشد زیر دندان اشتهای لب گزیدنها (۲)

رتبهٔ حسن خطت، از چین پیشانی، فزود شان دیگر داد، این دیباچه، دیوان ترا (۱)

نشد از ناز، با دلبستگان خویش، وا امشب گرهها در دلم افتاد زان بند قبا امشب (۲)

ز هر نگاه فسون پرورش، برنگ دگر پری بشیشهٔ آن چشم آسمان گونست (۲)

در می ما شعلهٔ دیدار را حل کرده اند هر خم میخانهٔ ما، کم ز کوه طور نیست (۳)

من نمیگویم: لبش یا آب حیوان خوشتر است هر چه یادش عمر جاویدان دهد، آن خوشتر است

از ادب، دور است بستن آشیان، بر شاخ گل
رخنهٔ دیوار گلشن آشیان ما بست (۲)

نقد داغ می بدامان ورع، نشمرده است شیخ ما در دفتر رحمت حسابش پاک نیست (۲)

بر لب جام، لب لعل، بصد ناز نهاد سوی من دید و بخندید و ز کف باز نهاد (۴)

ای حریفان! هوش را هم میزنند، ساقی کجاست
ساغر می را، چه آمد؟ پیش مینا را چه شد (۲)

همه دانند جگر خستهٔ مژگان تو ام شد پر از خون دلم و طشت من از بام افتاد

بناز، طرف کله را شکسته، می آید چو خنده بند قبارا نبسته می آید (۴)

ز طوق قمری شوریده سر و پا برجا کمر بخدمت قد تو بسته می آید (۱)

رحم می آید مرا بر غفلت پیری که دل باقد خم گشته همچون دال بر دنیا نهاد

دانه، جز اشک حسرت نیست، در دام و قفس خانهٔ بیرحمی صیاد ما، آباد باد (۲)

مایهٔ خجلت غنی ار نشود نمیشود گل ز غرور نقد خود تر نشود نمیشود (۲)

حساب گردش چشم، از پیاله میطلبد دمی که ناز تو بر بیحساب می آید

گلشن اگرچه صیقل آئینهٔ دلست اما بگرد دامن صحرا نمیرسد (۴)

بر تواضع میفزاید قلت وجه معاش شیشهٔ کم باده، گردن میکند خم، بیشتر (۱)

حسن و عشق، از یک گریبان سر برون، آورده اند
چون دو برگ تر، که بیرون آورد از دانه سر

حرف دم شمشیر کسی سر نشدی گر را هم زده بود از سخن آب بقا خضر (۱)

۱- گل رعنا و صبح گلشن دارد.

۲- گل رعنا دارد.

۳- گل رعنا و سفینهٔ هندی دارد.

۴- گل رعنا و صبح گلشن و سفینه هندی دارد.

گه سرم، بر پای عشق و گاه، پا بر فرق عقل　　پیش می آید مرا بالا و پستی هر نفس
گاه ، آرائش بکاکل میدهد گاهی بزلف　　خانه صیاد را سامان همین دامست و بس
بر نتابد رنگ بیکاری دم شمشیر او　　خون ازو باید چکد گو خون بی تقصیر باش (۱)
از حیرت بد مستی چشمت شده در باغ　　ساغر بکف نرگس مخمور فراموش
نه خط عنبرین ، شد آشنای لعل، دلجویش　　که از موج صفای پشت لب پیداست ابرویش (۱)

ای صبا ! در هر قدم نازی ، بساطی چیده است
کوی یار است این ، نه صحن بوستان ، آهسته باش (۱)

از رفیقان موافق پیش رفتن ابلهی است　　منتظر در راه پای پس چو پای پیش باش
ساغر آب حیات ، از تیغ نازش میزدم　　گو چنین از مرگ خود لبیک میدانستمش

چو آن مفلس ، که صد جا در گرو باشد ، متاع او
نظر جای ، و جان جای ، و دل جای دگر دارم (۲)

بیم امن، از کشور دلها بر آورد است گرد　　باز کن از خواب ناز این فتنهٔ ایام چشم
لطف پنهان دست بر دوش امیدم میکشد　　پائمال نیم ناز آشکار کیستم
آرام که ، پیوسته زما بود گریزان　　در سایهٔ ، آن سرو گل اندام گرفتیم
شاخ گل، هر دم بپای سایه ام، سر مینهد　　جای تا ، در سایهٔ آن سرو بالا ، کرده ام
گرد خجالت از رخ زاهد ، بروز حشر　　دارم امید آنکه ، بدامان تر کنم
دزدی سرمهٔ خاک در او　　کوری چشم نگهبان کردم (۲)
یکیست کاکل و زلف تو ، در سیاه دلیها　　همان بروی تو گفتم، که در قفای تو گفتم (۲)
خط نیست که گم گشته ازو شوخی چشمت　　آهوی تو پنهان شده در گرد رمیدن
بطرف عارض او زلفش از دل پر داغ　　چه خوشنماست چو طاؤس بر کنار چمن
برگ گلی نتاد ، ز منقار بلبل است　　لخت جگر ، ز هر مژهٔ خونچکان من
هر لحظه ، لذتی است ، نصیب گدای تو　　شیرین تر ، از عطای تو ، شکر عطای تو (۱)
ای رحم ، منع کردنش از قتل او ، چه سود　　یارب به پیش او بمنصب مبتلا شوی (۱)
هر چند که پیر تر شود شیخ دغل　　گر در طمعش جوان تر از قرب اجل
قد میکشدش چو سایه ، بعد زوال　　تا آخر روز زندگی طول امل (۱)

۱- گل رعنا دارد .

۲- گل رعنا و صبح گلشن دارد .

ساز دردم ، نالهٔ دلسوز ، آهنگ من است　　بلبل شوقم گلستان رشک گرنگ من است
کوه عشقم عضو عضوم جوش سودا میزند　　خون مجنون کوچه گرد هر رگ سنگ من است

زهر غم ، در قالب من بسکه قند درد ، ریخت
شیرهٔ جان ، جای اشک از چشم غم پردرد ، ریخت
شور زنجیر سرشکم در بیابان جنون
آبروی نالهٔ مجنون صحرا گرد ریخت

ره نور دان وادی دردیم　　دل مجنون و رای محمل ماست (۱)
نمک شور حشر مستی ما　　از لب کیست می پرستی ما (۱)
خاک پا نقش پای یار گرفت　　چه بلند اوفتاد پستی ما
شورش چشم غزال از نالهٔ مجنون گذشت　　تا سخن از چشم جادوی که در هامون گذشت
یار بیپروا ، فلک بی مهر ، عشق آتش مزاج　　بر سر طاقت ، نمیدانم چها خواهد گذشت
می که صبح شمارش صباح عید بود　　بجام عشرت رندان ، خون دل ، نوش است
طفل ما آمیزش جوش جنون تاثیر داشت　　جنبش گهوارهٔ او شورش زنجیر داشت
خال مشکین و لب گلگون و خط سبز او　　میزنند باهم ، چو افیون و شراب و بنگ ، موج
قدح بدستی و شمشیر ناز در دستی　　ستمگری ز تو بیباک تر نمیباشد
یاد لعلش ، چون خمار می پرستان بشکند　　شور محشر ، بر سر داغم نمکدان بشکند

جوش زد ، در سینهٔ مجروح ما ، سودای عشق
جای اشک ، از دیدهٔ پر خون ما ، مجنون چکید

گر بمحشر ، این چنین آن سرو قامت ، بگذرد　　از خرام او قیامت بر قیامت بگذرد (۱)
گشته بدخشان لبش ، سبز وار　　از اثر جلوهٔ ریحان خط

چنان افروخت ، برق تیغ قاتل ، قطرهٔ خونم
که شد قربانیان را شمع محفل ، قطرهٔ خونم (۱)

چمن ، درانتظارش اشک خرمن کرد وگل شبنم　　صبا بهر نثارش گل بدامن کرد و گل شبنم
بطاس لاله بهر شستن پای نگارینش　　زلال اشک شادی مرغ گلشن کرد و گل شبنم
پر از یک کاروان مجنون بیابانست پنداری　　ز موج اشک پی در پی گریبان تا بدامانم
چون کمانداری کند ابروی عالمگیر او　　میدود دل همچو پیکان پیش پیش تیر او
(۳۵۵ — ۳۵۴)

گل رعنا : مشتاق ، محمد رضا کشمیری . از وطن خود بشاهجهان آباد آمده میگذرانید .

۱- گل رعنا دارد .

مدارش بکتابت میگذشت ، با وصف آن خانه را بسیار صاف و پاکیزه میداشت و باطوار پسندیده موصوف بود . در عشره خامس بعد مائه و الف رخت زندگانی بر بست . دیوانی دارد مشتملبر اقسام نظم قصائد . در مدائح ائمه هدی بمتانت گفته و بعد حاجی اسلم سالم دیگری باین خوش زبانی از خطهٔ کشمیر برنخاسته . از اوست (۱) . (ص ۱۱۰۲ — ۱۰۰۲ .

صحف ابراهیم : محمد رضا مشتاق تخلص . از مستعدان کشمیر است . اگر چه مدار اوقاتش بر کتابت بود ، اما بخوش معاشی زندگانی میکرد . ظهورش در عهد محمد شاه بادشاه بود . شاعر خوش خیال بلند تلاش است . بزعم بعضی ، بعد از حاجی محمد اسلم سالم ، همچو او ، از کشمیر برنخاسته . قصائد در مدح ائمه معصومین بمتانت گفته . طرز کلامش فی الجمله با میرزا جلال اسیر شهرستانی (۲) مینماید . (۲۱۳ الف)

سفینه هندی : محمد رضا مشتاق تخلص کشمیری . اصلش از ایران است . یکی از آبایش در اینجا وارد گشته ، تولدش همانجا رو نموده . اوقاتش به کتابت بسر می شد ، خانه بسیار لطیف و پاکیزه ساخته بود . در سنهٔ هزار و صد و چهل و سه (۱۱۴۳ھ) فوت کرد — قبر مشتاق است — بر لوح مزارش کنده اند . از وست : (سه بیت دارد ص ۲۱۰)

۱- این عبارت عیناً ا مجمع النفائس گرفته است و همینطو ۳۸ بیت ثبت کرده است که مجمع النفائس دارد

۲- بن میرزا مومن شهرستانی (متوفی ۱۰۴۹ھ) تلمیذ فصیحی هروی اس (سروآزاد ص ۵۰) میگوید که :

آنانکه مست فیض بهار ند چون اسیر   نه جرعهٔ ، ز جام فصیحی کشیده اند

میرزا جلال با صایب اعتقاد دارد و میگوید :

باوجود آنکه استادم فصیحی بوده است   مصرع صائب تواند یک کتاب من شود

کلیم دربارهٔ جلال گوید :

میرزای ما ، جلال الدین بس است   از سخن سنجان طلبگار سخن

راستی طبعش استاد من است   کج نهم برو فرق دستار سخن

صایب سخن او را تضمینی میکند و در مقطعی میگوید :

خوشا کسی که ، چو صائب زصاحبان سخن   تتبع سخن میرزا جلال کند

دیوان جلال چند بار در مطبع نول کشور کانپور و لکهنو چاپ شده است . چاپ اول ۱۸۸۰ء و چاپ آخری در سال ۱۸۹۷ء دارد و دارای صفحه ۵۰۰ هست .

غلام علی آزاد گوید که دیوانش سیر نموده شد غث و سمین دارد . مضامین تازه کم واقع شده . (سرو آزاد ص ۵۳)

صبح گلشن : مشتاق ، شاه محمد رضا کشمیریست . سرآمد معاصرین در سنجیده بیانی و خوش تقریری بنوطرز کلامش دلها مشتاق و انداز نظمش پسندیده سخن فهمان آفاق . در عهد محمد شاه بادشاه بدهلی رسید و هما نجا توطن گزید . در نفاست طبع و لطافت مزاج و صفای منزل و مجلس ، باوجود عسرت و پریشانی ، بی نظیر وقت بود . وجه معیشت از صنعت کتابت اکتساب مینمود . قصائد غرا در مدح اهل بیت رسالت دارد . خط خوب و شیرین می نگارد . (چهار ده بیت دارد ص ۴۱۱ - ۴۱۲)

۲۴۱ - شاه مشرب

شاه مشرب . مشربش چنان دوست وحدت افتاده که تار سبحه را از رشتهٔ زنار میساخت :

در صبح گلشن ، جلوه ده ، خورشید لعلی عشوه را
زنجیر گردد تاکها ، مجنون شود منقارها

۲۴۲ - ملا مشربی

ملا مشربی هم عصر ملا ذهنی بود . مشربی در کیش سخنوری چنان داشت . که چون کمان ابرویان هند ، از راستی جا در دلها مینمود:

بسکه در جانم نشسته نقش جانان من است
باز نشناسم که جانانست یا جان من است

جا کرده خیال لب او در دل اغیار
لعلی است که منزل بدل سنگ گرفته است

بافسون خواب مردم میبرد آن نرگس جادو
مگر از هر مژه دارد زمانی در فسون سازی *

* مشربی غالباً همان مشربی است که عقیدت به خواجه خاوند محمود داشت . دیوانش که

دارای قصائد و یک مثنوی است ، در کتابخانهٔ دانشگاه بمبئی محفوظ است . و در قصائد تتبع خاقانی کرده است : مثلاً :

ملا مشربی :

خود را باصل خویش بصد فن در آورم لولو ، به بهر لعل به معدن در آورم

خاقانی :

هر صبح پای صبر بدامن در آورم پرکار عجز گرد دل و تن در آورم

ملا مشربی :

طبع دل ، داغ تمنا بر نتابد بیش ازین دوش و سرهم ، بار سودا بر نتابد بیش ازین

خاقانی :

کوی عشق، آمد شد ما، بر نتابد بیش ازین دامن تر بردن آنجا، بر نتابد بیش ازین

مشربی :

کو بخت که کام جان ببینم کام از لب دلستان ببینم

خاقانی :

هر صبح که نو جهان ببینم از منزل جان نشان ببینم

خواجه خاوند محمود نقشبندی از بخارا بهند آمد و از گجرات به کشمیر وارد شد و آنجا خانقاه و مسجدی بنا کرد و در لاهور در سال ۱۰۵۰ھ حیات را پدرود گفت . مؤلف تاریخ اعظمی دربارهٔ خواجه خاوند محمود نوشته است که : از جمله واقعات شدیده که در عهد ظفر خان در کشمیر رو داد ، قضیه مردم اهل تسنن با مردم اهل تشیع است . . . . در میان سنیان و شیعان نزاع افتاده . . . . مردم عوام بشورش آمده اند . . . . و بجناب ولایت و شرافت مرتبت هدایت منزلت قدوهٔ ارباب شهود حضرت ایشان خواجه خاوند محمود قدس سره ــ که از اکابر سلسله نقشبندیه در کشمیر ساکن بودند ــ رجوع آوردند و ایشان به حاکم شهر و ناظم صوبه پیغام کردند ـ چون در تنبیه سابیان تاخیری بوقوع آمد ـ حضرت خواجه بهفت چنار بر آمده نشسته اند . ازین ممر ناظم صوبه نسبت بحضرت خواجه افتادگیها نموده و بالحاح تمام باز آورده و سابیها را بسزا رسانیده اند . لیکن ظفر خان نقار حضرت خواجه در دل آورد و در ضمن شکایت بمبالغه و تفاوت بحضور برنگاشت . حکم پادشاهی (شاه جهان) بطلب حضرت خواجه صدور یافت . مجرد ورود حکم از خانه حرکت فرمودند و منزل او در هفت چنار قرار دادند . جمعی از اعیان شهر در رکاب ایشان شدند . بعد زیارت بزرگان شاهجهان آباد ، بامر پادشاهی در لاهور توطن فرمودند . و مرشد السالکین خواجه معین الدین را بجهت ترویج طریقه و خانقاه ـ بعد اجازت پادشاه ـ به کشمیر فرستاده . در سال هزار و پنجاه (۱۰۵۰) رحلت آنمخدوم در لاهور واقعشده و مقبره متبرکه ایشان در آنجا است . حضرت ایشان ، از اکابر سادات بخارا اند . والد بزرگوار ایشان

میر سید شریف است که به پنج واسطه بحضرت قطب الابرار خواجه علاءالدین عطار ـ قدس سره ـ میرسد . . . . در آوان جوانی . . . . در خدمت حضرت خواجه محمد اسحق ده بیدی. . . . . . بسلوک راه باطن مشغول شدند . . . . . طئی مقامات را بانتها رسانیده مسافرت از بخارا اختیار فرمودند و از گجرات اول به کشمیر رسیدند ، چندی ارشاد بخش فرموده متوجه بهند شدند . در آنجا نیز مردم را به فیض رسانیده باز بکشمیر مراجعت فرمودند و ارادهٔ سکونت نمودند ، در محلهٔ که اینوقت (۱۱۲۸ه) مسکن اولاد ایشان ست ، و خانقاه ـ واصل آن مکان خانهٔ حسین شاه پادشاه کشمیر (چک) بوده است ـ تعلق به خادمان حضرت خواجه گرفت مسجدی مختصر بنا فرموده بودند (۱۳۸ ـ ۱۳۹) مشربی مرید خواجه خاوند محمود (۱) بود و میگوید :

خواجهٔ عالی نسب خاوند محمود ، آنکه هست   در جهان معرفت صاحبدلان را پیشوا

وقتیکه خواجه خاوند محمود در کشمیر وارد شد و مهمان او شد ، گفت :

آب و نانم ، نیست جز خون دل و لخت جگر   چون کنم ، کز جان عزیزی‌برسرم مهمان رسید
عالمی دلشاد و در هر خانهٔ سوری دگر   شهریان را تا نوید حضرت ایشان رسید
هست جای شادمانی ، زانکه در کشمیریان   قطب حق ، پیر خلایق ، مرشد دوران رسید
خواجهٔ والا گهر ، خاوند محمود ، آنکه فیض   از وجودش ظاهر و باطن بمشتاقان رسید

آغاز دیوان از این شعر است :

توفیق حمد میطلبیم اول از خدا   ونگه سپاس و حمد بگوییم خدای را

و آغاز مطلع ثانی به این شعر است :

ای مانده جدا ز آستانت   افتاد بورطهٔ جدای

(فهرست کتابخانه دانشگاه بمبئی ۱۹۳۵ ص ۳۷)

۲۴۳ = مشفقی .

مشفقی . کم مایگان افسرده خاطر را ، بچرب و نرمی دست شفقت ، ومقتبس ساختن از چراغ فطرت خویش ، شمع سخنوری در خلوت سرای طبع روشن گردانید :

۱- تولد خواجه در سال ۹۷۱ه تاریخ از خاشع برمیآید .
۹۷۱ه

بمستی داشت قصد کشتن من ، چشم شهلایش
قدش افتاد بهر عذر و زلف افتاد بر پایش *

* صحح کشن : مشفقی کشمیری . در تهذیب طبعزادگان ، کمال شفقت و توجهه مبذول میداشت . و شهر اکبر آباد را خوش کرده ، محبت وطنی بارباب وطنی گذاشت . رباعی :

ای آنکه! سری ز شوق مستت دادند   جانی و دلی مهر پرستت دادند
یک جرعهٔ سبیل ساز بر تشنه لبان   شکرانهٔ جامی که بدستت دادند

(ص ۲۱۷)

۲۴۴ = حاجی مطیع

حاجی مطیع. والی کاشغر . سخنی، که از سمک تا سماک ، همه مطیع و فرمان بر اویند :

شورش سودا ، نه تنها در سر شوریده ، ماند
بر سراپایم کمند شوق او ، پیچیده ماند
در محبت ، شور سرشاری ، نصیب مانشد
شوق زنجیر جنون بر دست و پا پیچیده ماند
دیده از نظارهٔ روی تو ، تا برهم زدیم
از خجالت دامن مژگان ما ، بر چیده ماند
از غبار خاطر خود ، سخت مجنونم ، مطیع
گر نظرها صورت احوال من پوشیده ماند .

۲۴۵ = مظهرا

مظهرا . هر مطلعش، مطلع هزاران نیر نورانی. معانی لامع از رشکش، سیه دل تر از دیجور شب هجران عاشق گردیده :

عمر ها ، بر روی آتش همچو مو ، پیچیده ایم
تا بکف ، سر رشتهٔ زلف نگارم ، داده اند

در چمن ، ای خلف سلسلهٔ سرو قدان !
جلوهٔ کن ، که فتد در دل شمشاد آتش

هزار قطرهٔ می میچکاند در دل من   ستم ظریفی نظارهٔ ترا نازم

۲۴۶ - ملا مظهری

نو بادهٔ بوستان سخنوری ، ملا مظهری . مطلع طبعش ، مظهر خورشید معانی ازهر است ، و هر مطلعش جواب دیوان آفتابی میتواند شد :

آسان نکشد ، نقش دو ابروی تو ، نقاش
دشـــوار بود خوب کشیدن دو کمـــان را

پنجه زد عشق و لباس پارسای پاره شد
طاعت صد ساله ام تاراج یک نظاره شد

نبض عاشق ، جز بنام دوست ، باید درطپش
باوجود حکمت ، آنجا بوعلی بیچاره شد *

---

* طبقات اکبری: مظهری کشمیری از خدمتگاران این درگاه است و این اشعار ازوست :
اقبال حسن کار ترا بیش برده است ، ورنه صلاح کار ندانستهٔ که چیست (۱)
فدای آئنه گردم ، که داستان مرا   درون خانه بگلگشت بوستان دارد (۲)
(۵۰۸)

منتخب التواریخ : مظهری کشمیری صاحب دیوان است و حالا (۳) در وطن خویش بخدمتی متعین است . حالت شعر او ازین ابیات ، که اقل قلیل است ، میتوان دانست :
تو ، عهد استوار ، ندانستهٔ که چیست   بردن بیک قرار ندانستهٔ که چیست (۴)

۱- منتخب التواریخ و مجمع النفائس و نگارستان سخن و تاریخ اعظمی دارد .
۲- منتخب التواریخ و ریاض الشعراء و تاریخ اعظمی و شمع انجمن و نگارستان سخن دارد
۳- منتخب التواریخ در سال ۱۰۰۴ھ باختتام رسید و از هفت اقلیم ظاهر است که بعد از فتح کشمیر در آنجا تعین یافت
۴- نگارستان سخن

رباعی :

مظهرا بجهان چو بی نصیبان میباش — و ز گل بنوای عندلیبان میباش
با دیدنی از خوبی عالم میساز — مهمان نظارهٔ چون غریبان میباش(۱)
(۳ : ۳۴۴)

هفت اقلیم : مولانا مظهری در شیوه سخن گستری و آداب شعر و شاعری بین الهمگنان از مشهوران زمان خود است . در حینی که ، ریحان جوانیش در لباس و رعونت بود و سپاه برنای را از خیل هوا و هوس مدد و معونت ، پای ثبات ازان عرصه برکنده بجانب ایران در حرکت آمد:

سیری چنانکه ابر نیارد بدو گذشت — عزمی چنانکه ، باد نیارد بدو رسید

و پس ازانکه چون صبا بر بسیاری از منازل وزید و بسان سحاب بر گرد بسی از مراحل گردید ، حب وطن بر ضمیرش مستولی شده بکشمیر معاودت نمود ، و بعد از چند وقت در سلک بندگان حضرت شاهنشاهی منخرط گردیده . در حینی که کشمیر بتحت تصرف اولیای قاهره در آمد(۲) بمیر بحری آن دیار—که معظم ترین مهمات آن خطه فیض آثار است—ممتاز و سرافراز گشت . اما الحال(۳) از آن منصب باز مانده در وطن مالوف مؤظف است ؛ و بشیوه عافیت روزگار میگذراند . این اشعار که بلا فاصله نوشته میشود از واردات اوست . نظم:

کو خلوتی ، که عزلت عنقا بر آورم — تا بام آسمان در دنیا بر آورم(۴)
چون کودکی که، خوی او از شیر وا کنند — من دیده را ز ذوق تماشا بر آورم(۴)
چون نا رسیده میوه ، که بادش در افگند — از دل بعنف بیخ تمنا بر آورم
خون شد دل و خوشم که بهر جزو در رود — تا کار عشقت از همه اجزا بر آورم
هر صبح آتشی شوم و در خود اوفتم — چون گل بخانه سوزی خود پا بر آورم
لطفی نکرده دهر ز دیوانه پر شد ست — حرفی نگفته، شهر ز افسانه پر شد ست(۴)
یک قطره از غرابهٔ ساقی فرو چکید — چندین هزار ساغر و پیمانه پر شد ست(۴)
در خون خویش، دست زد از غصه،مظهری — کز شاخ سنبل تو کف شانه پر شد ست(۵)

۱- تاریخ اعظمی دارد .
۲- یکم ذیقعد ۹۹۴ھ کشمیر بتصرف اکبر شاه آمد .
۳- هفت اقلیم در سال ۱۰۰۲ھ باختتام رسید .
۴- ریاض الشعرا و تاریخ اعظمی و گل رعنا دارد .
۵- ریاض الشعرا و تاریخ اعظمی دارد .

گمذاران که، لب‌از شکر شان نتوان بست　　هیچ طرفی ز بهار و بر شان نتوان بست (۱)
چه کشاید دل ازین مردم بیگانه منش　　کا شنای بدل کافر شان نتوان بست (۲)
جام جمشید دل مظهری، آسان مشکن　　که دگر باره بیکدیگر شان نتوان بست (۱)

رباعیات :

غم ترک خوشی خویش گفتست امروز　　در خون خلاف طبع خفتست امروز
شادی ز دلم چو گل شکفتست امروز　　یک لحظه لبی بخندهٔ مفتست امروز
از شادی آن جامه که، دی پوشیدم　　چون چرخ، بگرد خویش میگردیدم
پامال بزرگیم فلک میشد و من　　در جامهٔ آسمان نمی گنجیدم
در عشق، بآه و ناله میباید زیست　　دل کرده بغم حواله، میباید زیست
آماده کفن فگنده در گردن جان　　کم مهلت تر ز لاله میباید زیست (۱)
(۱۱۲-۱۱۵)

عالم آرای عباسی : مظهری کشمیری : جوان خوش سیمای و صبیح و صاحب حسن ملیح بود، و حسن خطش قلم نسخ بر صفحهٔ عارض خوبان کشیدی، و سخنان شیرینش شور درمیان سخنوران جهان انداختی .

در آغاز نشو و نما از ولایت کشمیر بعزم سیر و ادراک صحبت شاعران، بایران آمد و چند گه در این دیار سیار بود، و از آنجا عزم سفرکرد همانا مراجعت بدیار خود نمود. از اشعار او این چند بیت را ثبت افتاد :

چه حاجت است ندانم جمال سلمیٰ را　　که بیش دیدنش افزون کند تمنا را (۳)
رسید، مضطربم کرد، و آن قدر ننشست　　کـه آشنـائی دل خـود کنم تسلیٰ را
ببست دیدهٔ مجنون ز خـویش بیگانـه　　چه آشنا نگهی بود چشم لیلیٰ را (۴)
گرم بتیغ جفا کشته، عفاک الله!　　مده بخاطر خود ره جزای عقبیٰ را (۵)
که کشتهٔ تو، هماندم ز صفحهٔ خاطر　　بخون خویش فروشست، حرف دعوی را (۵)
(ص ۱۸۷)

۱- ریاض الشعرا و تاریخ اعظمی دارد
۲- ریاض الشعرا و تاریخ اعظمی وگل رعنا دارد
۳- ریاض الشعرا و مجمع النفائس و آتش کده دارد
۴- مجمع الخواص و ریاض الشعرا و مجمع النفائس دارد
۵- ریاض الشعرا و مجمع النفائس دارد

مجمع الخواص : مظهری کشمیری در غایت صفا و نهایت ملاحت بود . در مشهد مقدس قدری علوم مقدماتی تحصیل کرد . خطش تازه دمیده بود که باردوی معلا آمد ، وباوجود زیبائی در معاشرت با مردم میان ایشان فرق نمیگذاشت . این ابیات ازو است :

عشاق محال است که ، آسوده نشینند — گر تیغ جفا نیست ، خدنگ نظری هست
چند از فسون مهر اثر دزدم از دعا — خود را بآتش دل ما بیش از این مزن
ز قرب غیر در بزمش بچشمم تیره شد عالم — نمیدانم‌که شام هجریا روز وصال است این
رفتم که صبور باشم ، اما — دل بر دوری نهاد نتوان (۱)
پیدا ست که ، درمیان آتش — بتوان شد و ایستاد نتوان
اثر ناله ، بدریوزه ز دلها طلبم — حاجت این است‌کسی را که گدای تو بود
چون مظهری ! برش نبود راه شکوه ام — یک یک بدل گره کنم آنگه فرو خورم
ما سر بسر جراحت دردیم مظهری — رحم است بر دلی که در او باد ما رود (۲)

(ص ۱۹٦)

مآثر رحیمی : مولانا مظهری کشمیری مقتدای شعرای فصیح زبان و سرامد سخن دانان حقیقت بیان است . بلبلی است خوش الحان ، و عندلیبی شیرین زبان که در گلستان هندوستان برگلبن بی نظیر عرصه کشمیر سخن سرای میناید . و بطلاقت لسان و عذوبت بیان ، هوش از مستمعان میرباید . و علم شاعری و لوای دانشوری در دارالملک کشمیر —که مولد منشای او است و از انجا تا حال همچو اوی بر نخواسته — بر افراشته . و رخش دانشوری و مفاخرت در میدان تاخته و گوی سبقت از فارسان عرصهٔ آن دیار در ربوده . در عنفوان جوانی و ریحان اهتزاز شباب و کامرانی، بقصد زیارت امام ضامن ثامن علی بن موسی‌الرضا علیه التحیة و الثنا و سیر ایران و سائر عراق و خراسان از دارالملک کشمیر سفر اختیار نمود و بدارالسلطنت هرات آمد . و دران زمان خواجه حسین ثنائی (۳) و میرزا قلی میلی (۴) و ولی دشت بیاضی (۵) و محمد میرک

۱- آتش کده دارد .

۲- ریاض الشعرا و روز روشن دارد .

۳- حسین ابن غیاث الدین در هندوستان با غزالی و فیضی و عرفی هم صحبت بود . عذوبتی که در کلام شیخ فیضی ست از فیض صحبت خواجه ست . مرقدش در لاهور است . وفات (۹۹٦ھ) (تذکره الشعرا ص ۳۲ و دهخداث ۴۷)

۴- هروی از طائفه تکلو در هند بوده و در سال (۹۸۰ھ) فوت کرد (تذکرهٔ حسینی ص ۳۱۹)

۵- معاصر شاه طهماسپ در سال (۹۹۹ھ) وفات یافت (حسینی ۳۵۷)

صالحی(۱) برمسند سخندانی و طور نکته دانی خراسان متمکن گشته. هر یک در طرز و روش خود کوس لمن الملک میزدند . و مولانای مومیٌ الیه باوجود صغر سن و کم مشقیها قصیده که این ابیات ازانجا است ، در هرات بنظم آورد :

چه حالت است ندانم جمال سلمی را که بیش دیدنش افزون کند تمنا را
به بست دیدهٔ مجنون ز خویش و بیگانه چه آشنا نگهی بود چشم لیلی را

و بر مستعدان آنجا خوانده ، باعث شهرت او در خراسان شد و صیت شاعری و نکته پردازی او باطراف و جوانب دوید . و چون پرتو آفتاب عالمتاب این ابیات جهانگیر شد و موزونان خراسان با آنکه در رشک و غیرت افتادند ، اعتبار تمام ازو گرفته رغبت تمام بصحبت او پیدا کردند . داعیان و اکابر آن ملک در تعظیم و توقیرش کوشیدند . و الحق آن قصیده را، چنان فرموده اند که، گنجائش آن دارد که بآب زر بر بیاض دیدهٔ خود رقم نمایند . و غزلی چند طرح نمودند . و بامثال و اقران خود دم مساوات زدند . و بعد از ملازمت و ملاقات حضرات آنجا، بشرف زیارت روضه رضویه مشرف گردید، و مس وجود خود باکسیر فیض آن روضه مطهره زر خالص ساخته ، کیفیت و حالت دیگر او را بهم رسانید . و آوازهٔ شاعری و سخن سنجیش اراده تسخیر عراق نمود، و بسان براق سبک عنان صبا بیک جنبش پا تسخیر نمود ، و پیش از آمدن و با آن دیار جنت آثار او را ظاهر ساخت . آخر الامر بدارالسلطنت قزوین ـ که مقر و مسکن بادشاهان ذی شان صفویه است ـ آمد ، و دران روزگار مولانا ضمیری اصفهانی(۲) و مولانا محتشم کاشی(۳) و مولانا وحشی یزدی (۴) و میرزا حسابی نطنزی (۵) و قاضی نور الدین اصفهانی (۶) و امیر صبری روز

۱- برادر احمد میرک صالحی طوسی از اولاد خواجه عبدالله مروارید (آتشکده ص ۹۱)

۲- کمال الدین حسن متوفی (۹۷۳هـ) (حسینی ص ۱۹۵)

۳- متوفی (۹۹۶هـ) .

۴- این وحشی بافقیست که نام مولانا کمال‌الدین داشت و در سال (۹۹۱هـ) حیات را پدرود گفت . در مجمع الخواص است که بافق قصبه ایست از توابع کرمان ولی شاعر مذبور بیشتر بیزدی بودن شهرت دارد (ص ۱۴۱) . سفینه خوشگو دارد که : شاگرد مولانا شرف الدین با فقی (یزدی) در اوائل عهد اکبر شاهی وارد سند شده در میهنه سکونت گرفت .
(مقدمه دیوان وحشی از حسین نجفی چاپ تهران صفحهٔ هفت)

۵- میرزا سلیمان . دانایٔ دقائق مقامات ربانی شاعر موسیقی دان حسابی نطنزیست . سوانی سرود در اکثر فنون کسب کمال داشته اما به تکمیل هیچکس همت نگماشته . . . . خود را بقزوین رسانیده و بعشق گلرخان گذرانیده . خوشگو ست . (حسینی ص ۱۰۳)

۶- ؟

بهان(۱) و مولانا حزنی اصفهانی (۲) و هلاکی همدانی (۳) و دیگر شعرای فصاحت شمار بلاغت آثار - که خطبه و سکه فصاحت و بلاغت آن دیار فرخنده آثار بنام نامی خود مزین ساخته بودند و در طرز غزل خسرو و سعدی را در مکتب دانش خود نشانده ، و در روش قصیده انوری و خاقانی را طفل دبستان میشمردند - مقدم اورا گرامی داشته لوازم اعزاز و احترام بجای آوردند و از استماع اشعار آبدارش محظوظ و مستفید گردیدند ، و دست رد بر منظوماتش نتوانستند نهاد ، و فضل و قدرت خود را بنوعی ظاهر ساخت که مرید و معتقد او شدند ، و الحق در زمان سابقه و ایام سالفه کم واقع شده که موزونان هندوستان بایران آیند و حالت ایشان در نظر مستعدان انجا بنماید . همیشه از ایران بهندوستان رفته کوس یکتائی زده اند . و این لطیفه غیبی ایشان را میسر شد . و یاران ایران طریقه غریب نوازی و مهمان پرسی را نیز منظور داشتند ، و وسیله شده بمجالس و محافل اکابر ملک بارش دادند ، و بتکلف و تواضعی - که رسم آن دیار است - سر افراز گردید . و از امیر تقی الدین محمد تذکره نویس کاشی شنیده شد که : از قزوین بکاشان آمد و بخدمت او مشرف شدم . جوانی بود در کمال حسن و قیافه ، و چنانچه بمنظومات عالیه عالم گیرشده بود . بحسن قیافه و صباحت و ملاحت نیز ممتاز بود و آداب خوب سیرتی و فهم و ذکا از جبین مبینش تابان و نمایان . و شاعری درست سخن و فاضل صاحب فطنت و شایسته نام و نشان است که درمیانهٔ مردم گذاشته و شهرت کرده است . شعری چند از مومیٔ الیه انتخاب نموده و در تذکره خود درج ساخته که چون بنظر هوشمندان میرسد شاهد این مقال و بینهٔ این اقوال است! - الحاصل بعد از سیر و دریافت ممالک ایران بهندوستان شتافت، و بتقرب بادشاه زمین و زمان خلیفه امن و امان جلال الدین محمد اکبر بادشاه سر افراز گردیده بنوازشات شاهی ممتاز گشته ، التماس گوشه گیری در وطن مالوف نمود ، و ما بقی عمر در کشمیر دلپذیر -که بهترین بلاد و امصار هندوستان بلکه ایران است - اوقات بسخن سنجی و نکته گذاری گذرانید . و نشر معانی غریبهٔ عجیبه در طرز توحید و ذوقیات نمود . باوجود شیخ ابو الفیض فیضی ، درمیانهٔ مستعدان هند ، نیز امتیاز تمام پیدا کرد . و چون خواست که از مداحی و ثنا خوانی این ممدوح

۱- میر روز بهان صبری اصفهانی رک : مجمع الخواص ۱۵۲ و حسینی ۱۸۶

۲- مولانا تقی الدین محمد حزنی اصفهانی از هرات عزم بارگاه اکبری کرد فاما بر منزل مقصود نا رسیده بکمال حزن در موضع رسول آباد در (۹۷۷ھ) وفات یافت . (نتائج الافکار ص ۱۸۲)

۳- از ملا زمان سلطان حسین میرزا بن بهرام میرزا بن شاه اسمعیل میرزا بود . از سواد محض بی بهره بود ، فاما طبعش به سخن سنجی بس مناسبت داشت و بآرایش بزم نظر همت میگماشت . . . . . الخ (نتائج الافکار ص ۷۸۵)

عالمیان عاری نبوده باشد و این نقص در او نبوده باشد ، چند قصیده غرا در مدح ایشان [خان خانان] انشا نمود و بصله و جائزه لائقه ممتاز گشت . چون مسوده آن قصائد در کتابخانه عالی ناپیدا بود، بعد از تجسس این قصیده بدست آمد که ثبت شد :

بس که امثال خرم است بهار	غنچه روید بشکل خندهٔ یار
چه عجب گر ز خوشدلی عاشق	عشوه فهمد ز غمزهٔ دلدار
ابر را گو که از لطافت خاک	میتوان شست روی را بغبار
وزش باد صبح در تن باغ	دوست تر از شفا بر بیمار
دیدهٔ نرگس از نزاکت شاخ	میتواند کشید سرمه ز خار
گلوی مرغ لحن داؤدی	بر کشید از منابر اشجار (کذا)
هوش را گوش کن که موسیچه	راست کردست ساز موسیقار
بنوائی که شاید ار زاید	بلبل باغ از بریشم تار
لالهٔ نو شگفته از سر تل	موسی از طور میفروزد نار
سوسن نو دمیده از غنچه	عیسی از مهد میکند گفتار
بس که انفاس باد صبحدمی	روح نامی دمیده در گلزار
شاید از بوسهٔ شکر نطقه	لب خوبان بغنچه گیرد بار
بسکه آمادهٔ گل و لاله	شده آب و هوای باغ و بهار
گل بجیب و بغل در اندازد	سایهٔ گل ز گوشهٔ دستار
هان و هان تا بباغ در نروی	که در انجا بتان لاله عذار
عقل را میکنند در زنجیر	زهد را میکشند در زنار
خاصه اکنون که رهزنان هوا	در کمین اند از یمین و یسار
از درو دشت تا ببرزن و باغ	از در و بام تا بکوه و قفار
گوش گل سوی سوسن خامش	چشم نرگس بجانب گلنار
هر دو از یکدگر بمشرب هم	جام خاصی طلب کنان، که بیار
آنچنان دلفریب میشگفد	خاک ره طبع باغ را دیدار
که ازین بس شگفت نیست اگر	خنده از آفتاب دارد عار
مریم آسا ز جبرئیل هوا	مادر باغ روح پذ رفتار
صد هزاران مسیح زاد و هنوز	مهر بکریش همچنان بقرار
آن تواضع میان لاله و گل	وان شمائل میان سرو و چنار

تهنیت را مگر همیگیرند   خاک دنیا و باغ خلد کنار
ای قضا ای‌قضا چه بوالعجبی‌است   کانچه در باغ نقش بود و نگار
همه آورده است و بنموده   راست چون عکس آئینه تکرار
در کجا در دکان نو روزی   که بائین شاه دین بازار
باز امسال خان ما آراست   خوش و خوش تر ز پار از پرار
خانخانان که دست دولت او   سایه بر آفتاب کرده سوار
میرزا خان که کلک همت او   آز را بر کرم نوشت ادرار
همت او بجود نشناسان   مهربان خوی تر ز مهر نگار
رحمت او بعفو محتاجان   آشنا روی تر ز دیدن یار
قهر او خواب غم دهد بنشاط   پاس او چشم میکند هشیار
هین که از درگهش جدا نشوی   کا سمان دشمنی است کینه گذار
مولع مدح او ز جذر اصم   گفته گفته بر آورد گفتار
محرم طرف او ز خاک زمین   رفته رفته در آورد رفتار
هان که جز مدحتش قضا نکنی   کار زو علتیست جان زو بار
وقف بر هیچش از طبیعت جود   نبود الا بموقف اشمار
چه عجب گر بوقف خاصیتش   سفته آرند در ز دریا بار
صبح و رایت دو رایت افزایند   بهر فتح جهان بیک هنجار
مهر و کینت دو آیت افزایند   بهر انهای راحت و آزار
گنج بخشی و رنج برداری   چو برایْ بصدر صفهٔ بار
تکیه بر بالش قضا قدرت   بکنی با کمال استظهار
همه محکوم حکم او، باشند   گر زمین ساکن از فلک سیار
جذب لطفت ز گل کشد خنده   باد خلقت فرو دمد در خار
آفتاب ار بخنجرت تابد   دیده از روشنی شود افگار
خصم اگر تیر زی تو اندازد   سر پیکان ، جهدش از سوفار
گر ز رای تو روشنی یابد   ذره خورشید در کشد بکنار
در خیال بزرگیْ تو کند   قطره بر گردیم زند پرکار
هر زمان پیش حضرت خورشید   بسجود آید آرزو صد بار
که بهنگام رزق بخشیدن   میشود جودت آفتاب شمار
ذرهٔ آفتاب خاطر تو   گر تجلی کند بسایهٔ تار

زندگی کردهٔ بر و زندان   مو شده بر مشام او مسمار
بس که در راه غیرت تو دهند   دل دل را بچشم چشم گذار
ظاهرا گر ز بند تست برون   خصم را مطلق العنان مشمار
گاه طوف در تو بتوان چید   دل بداماں دیده با خروار
دل پاکت بوقت آسائش   خواب . را دیدهٔ بود بیدار
نگذارد حریم حرمت تو   سایهٔ آفتاب از دیوار
هنرت عیب عالمی پوشد   تا کسی عیب نسترد ز عوار
زاب عفوت طباع هفت جحیم   زود تر میرد از تکلم نار
دیده نتواند آسمان دیدن   هر کجا سایه افگنی ز وقار
ز انکه چندان هوا گران گردد   که صعود نظر بود دشوار
دی همیدیدمت که میرفتی   تاز تازان بعزم سیر و شکار
آتشین صرصری بذوق عنانت   سر در آورده بود در افسار
که همی بر وجود خود میخواست   بیشتر از خیال خویش گذار
در تگش هر کجا که سایه فتد   رخش رستم بزاید آن مضمار
بر گیاهی که گرد او بنشست   بیخ او بر هوا جهد چو شرار
آتشی کز نعال او بجهد   شررش شرزه ایست مرحله خوار
زان نه بیند کسیش در پویه   که ز جولانش کوتهیست انظار
صورتش گر ستاده بنگارند   اولا بر قلم کشند جدار
و انگه از شکل برقش اشکیل   بطرازند مضطرب کردار
ور نمایند پویه در شکلش   بال روید ز کلک صورت کار
بر چنین دیو هیکلی که بوی   خصم را فتنه سازد آفت وار
چو نشینی ز لشکر دشمن   چه یک و چه ده و چه صدچه هزار
الحذر! الحذر! دمی که ترا   تیغ چو بین بکف بود ناهار
الامان ! الامان! گهی که ترا   بدر آید ز شاخ رمح سوار
صف دشمن نه سد اسکندر   بره تیغت ار کشد دیوار
آن قدر پیش حملهات ناید   که مژه بر مژه رسد یکبار
قصه خوانم که از خرد خصمی   ابن نوح از سفینه جست فرار
آنکه از سنگ در ره طوفان   خانهٔ ساخت بر سر کهسار
این همانست یا چنانکه مغی   روزی از بله طبعیٔ کفار

راست میکرد پیش آتشگاه　　آشیان سمندر از خس و خار
ناگه آشوب شعلهٔ برسید　　در ربودش چو سیل خس ز کنار
آری آری بدین صفت سازند　　مشتها با درنشها پیکار
ای که ، بر ذمهٔ مروت تو　　فرض شد رحم ، بر صغار و کبار
طرفه مرحوم حالتی دارم　　قدری گوش لطف زی من دار
بس که خون بست در دلم غمها　　از خلاف مرادها چو انار
هر چه خواهم ز چرخ از خجلت　　مو بمویم بر آرد استغفار
عافیت جویم از فلک هیهات　　آرزو خواهم از جهان صد بار
سر جنگ پلنگ و نافهٔ مشک　　بن دندان شیر و مهرهٔ مار
منکه دستم ز خون دیده پر است　　لاله گون جام ساز پر ز عقار
بخت بیداد میکند بر من　　کوه و آئینه را باتش کار
منکه دست غم دامم چاک است　　چه رفوگر مرا و چه قصار
منکه در هند ، نان نمی یابم　　در بدخشان چه لعلها چه حجار
چند نالم چو سینهٔ طنبور　　چند جوشم چو قلزم ذخار
نه که از بس ترا کم اندوه　　نه که از بس تلاطم آزار
جز براه خیال سمت سخن　　نه که از کم فزون تر از بسیار
بدر افتد ز مخزن طبعم　　درو لفظ و معنیٔ شهوار
فلک از محتشم کند خرمن　　دور از جور من نهد انبار
دوش چشمم نخفت ازین سودا　　دل برویم دوید ازین تیمار
که برین در گه ادب آموز　　کآب رو میدمد ازان انوار
کمر طوع بندگی ، بمیان　　پر ادب چون شد این، دو خدمتگار
کنش رحمتی بکارم کن　　منش همتی بمن بگمار
قهر را گو که : تار کین بفروز　　لطف را گو که: باد عدل بیار
خرمن آن ، بکام شعله فرست　　بن انبار این ، بباد بر آر
هان وهان مظهری! فضولی بس　　بس کن ، این گفتگوی نا هموار
چند، ازین لرزه بشکنی، خاطر　　چند، ازین هر زه پرکنی، طومار
دل و دامن ازین و آن درچین　　خویشتن با خدایگان بسپار
آنکه او داند وکرم، تو خموش　　بدعا دست حاجتی بردار
تا خزان و بهار حسن و جمال　　خط سبز است و لالهٔ رخسار

باغ عمرت چو روزگار بهشت | بی خزان باد رشک باغ و بهار
پیش باد تو ، شمع دشمن تو | ناتوان صبر تر ز طبع شرار
محو اندیشه خاطر خصمت | بخیالی که نبودش احضار
بادهٔ قهر تو عدوی ترا | مستی آخر دهد نخست خمار

(۳ : ۴۲۱ - ۴۲۲)

تاریخ اعظمی : ملا مظهری از مردم کشمیر است . در شیوهٔ سخن گستری و آداب شعر و شاعری، درمیان همگنان از مشهوران بود . در حینی‌که ریعان جوانیش در لباس رعونت بود و سپاه برنای را از خیل هوا و هوس مدد و معونت فرموده پای ثبات ازان عرصه بر کنده بجانب ایران در حرکت آمد (۱) سیر عراق و خراسان کرده . با محتشم کاشی(۲) و دیگر شعرای آن عهد صحبت داشته . و پس از انکه مانند باد بسیاری از منازل دوید و بسان سحاب بر گرد ، بسی از مراحل گردید ، حب وطن بر ضمیرش مستولی شد به کشمیر معاودت نمود . و بعد از چند وقت در سلک بندگان حضرت شاهنشاهی منخرط گردیده در حینی که کشمیر ، بتحت تصرف اولیای قاهره درآمد، بمیر بحری این دیار — که معظم ترین مهمات خطهٔ فیض آثار است — ممتاز و سرافراز گشت . دیوانش مشتملبر شش هزار بیت است . و از اشعارها که بلا فاصله نوشته میشود از واردات طبع ازوست : (۲۱ بیت ، که در هفت اقلیم است ، دارد ص ۱۳۶)

تاریخ فوت اکبر بادشاه ملا مظهری چنین یافته است .

بادشاه اکبر ، که پنجاه و دو سال | عدل او ظلم زحل سیمای سوخت
هر کجا رخشش نه جنبش نعل راند | خسروان را چتر گردون سای سوخت
ناگهان باد اجل بر شمع خورد | جامهٔ فانوس بزم آرای سوخت
دولت شاهیش چون جائی گرم | نعره زد گردون که : خیز ! آنجای سوخت
مظهر از - صاحب قران - تاریخ جست | گفت : زین حسرت — دل چغتای سوخت

(ص ۱۱۸)

۱- این مطالب عیناً از هفت اقلیم گرفته شده است .

۲- ملا کمال‌الدین محتشم کاشی متوفی (۹۹۶هـ) هفت بند ازو مشهور است . در محله محتشم در کاشان مدفون است و راقم حروف در سال (۱۹۵۶م) او را دیده است . این رباعی قصاب کاشانی بر لوح مزارش کننده شده است .

این منزل پر فیض ، که جای الم است | بی فاتحه از درش گذشتن ، ستم است
باید بادب گذشت زین در ، قصاب | این جای رفیع ، مدفن محتشم است

تاریخ وفات — خرد مند زمان — یافته اند . کلیات در تهران چاپ شده است .

ریاض الشعرا : مولانا مظهری کشمیری از شعرای مشهور و بلند نظرت بوده و با مولانا محتشم و مولانا وحشی معاصر بوده ، و بعراق رفته با ایشان صحبت داشته باز بهندوستان مراجعت کرد . چون شیعه مذهب و پدرش سنی بود ، نفرین و دشنام با یکدیگر گفته اند ، بلکه مظهری را در هجو پدر اشعار بسیار است . ایراد آن را لائق ندید وفاتش محرم یکهزار و هجده (۱۰۱۸) (۱) واقع شده . اوراست :

اگر بکشتن من مائلی ! من از رغبت   بخون خویش نویسم هزار فتوی را (۲)
چنان ز زلف هوا جرم خاک شد به صفا   که تن بآب توان شست بعد زین بغبار
ز دیدهٔ ترم ار خون رود ، چه غم داری   که گر بجام تو ریزند ، باده انگاری
کسی‌که، زهر ز دست تو ، چون شکر نخورد   حرام باد برو ، لذت گرفتاری (۳)
بناز گفتن : دل را بدیگری دادی   بدیگری دهم! آری اگر تو بگذاری (۴)

آتش بجای خون جهد ، از زخم ناحق کشتگان
یارب! بدامانت مباد ، از خون شان ، آلودگی

مردم دیده فتد همسر نفسی در ، پایم   که : مرا نقطهٔ حرفی کن و با نامه فرست
چرا بحال اسیران نظر نداشته باشی   ز آه گوشه نشینان خبر نداشته باشی
وفا ، خجسته متاعی است ، در دیار نکوئی   چرا تو از همه کس بیشتر نداشته باشی (۵)
تو گر ، طبیب دل خستهای عشق ، شوی   مسیح را بکشی ، ز آرزوی بیماری
زنجیر پای حسن تو شد ، خط عنبرین   اعجاز بین که ، موی نگهبان آتش است
گفتم : ز تو خواهم آرزوی   تو حاضر آرزو خاطر فراموش

و این بیت بنام وی بنظر رسیده باسیری مشهدی(۶) نیز منسوب داشته اند :

بغربتم غم این ، میکشد که ، بیتو مباد   بمیرم و تو ز حالم خبر نداشته باشی (۷)
(خطی)

۱- بقول صاحب تاریخ حسن در سال (۱۰۲۶هـ) فوت شد .   (صوفی ۲۶۰)
۲- مجمع النفائس و گل رعنا دارد .
۳- آتشکده مجمع النفائس و گل رعنا دارد .
۴- آتشکده و مجمع النفائس دارد .
۵- آتشکده دارد .
۶- در شمع‌انجمن است : اسیری مشهدی از سخنوران عمده بوده از وی می آید :
در عمر خویش ، مرحله پیمای ، عشق را   چندان امان نبود که ، خاری ز پا کشد
۷- آتش کده بنام مظهری دارد .   (ص ۵۲)

مجمع النفائس : مظهری کشمیری : در عهد اکبر پادشاه از خوش نوایان گلشن کشمیر جنت نظیر بود . بایران رفته با موزونان انجا صبحتش کوک شده ، بحدی که، چون وارد صفاهان گردیده : صاحب سخنان او را تا مدتی ضیافت دوری میکردند، و هر روز یکی بخانه خود مهمانی او نمودی ، چنانکه در ماثر رحیمی مسطور است . ازوست :

میانهٔ دل و تیر تو ، ماجرای هست چنان بپرس که نی سیخ سوزد و نه کباب (۱)

بی تو ، قطع نظر از سیر گلستان ، کردم رفتم ، از خون دل آرائش مژگان کردم

خواه با مظهری خواه بسه بیگانه نشین من همین شرم ترا بر تو نگهبان کردم

این بیت گذشته را صاحب ـ کلمات الشعرا ـ بنام اظهری نوشته که نابینا شده بود(۲) . لطیفه که ملا شیدا گفته ، در حق او بکار برده . اما اقوی آنست که از مظهری است و حرفها که درمیان اظهری و مظهری میگذشت سابق بتحریر در آمد :

هر کس که بچشم ما سبک شد بر خاطر آسمان گران است

(ص ۳۵۰ الف)

آتشکده : مظهری از آدمی زادگان آنجاست و در هندیت ـ خندان ـ لقب داشته :

غزلیات :

در فراقت زان نمی‌میرم که، ناید در دلت کان ستم نا دیده ، روزی چند با هجرم نساخت (۳)

(۴۶۶)

گل رعنا : مولانا مظهری کشمیری . در ریعان شباب ، بگلگشت ایران دیار شتافت و صحبت او با موزونان آن گلزمین کوک افتاد . تا بجای که چون وارد اصفهان شد صاحب

۱- گل رعنا دارد .

۲- در تذکرهٔ حسینی است که : ملا شیدا درکلامش دخل مینمود و لهذا در مجمعی که وی میبود از اشعار خود نمی خواند . روزی در مجمعی سخن فهمان جمع آمده بودند . اظهری را تکلیف نمودند که از منظومات خود بخواند . گفت : زرد گوشی خود درآنجا حاضر نیست ؟ گفتند : همه مخلصان شمایند . اظهری غزل بر خواند که مطلعش اینست :

دیده را ، بر رخ زیبای تو ، حیران کردم عشق داند که ، باین دیده ، چه احسان کردم

چون به مقطعش ، که اینست :

خواه با اظهری و خواه به بیگانه نشین من همین شرم ترا بر تو نگهبان کردم

رسید ، شیدا گفت : مخدوم ! گفته اید مثل هند است ـ زن نابینا را خدا نگهبان ـ زرد گوش قلتبان را گویند . (حسینی ۲۱ ـ ۲۲)

۳- شش بیت دیگر دارد که پیشتر ثبت شده

طبمان آنجا ، تا مدتی ضیافت دوری میکردند و هر روز بخانهٔ نوآشنای' مهمان میشد . آخر بجاذبهٔ حب الوطن بکشمیر جنت نظیر برگشت و در سلک ملازمان اکبر بادشاه انخراط یافت . و چون کشمیر در حوزه تسخیر آن بادشاه در آمد ، بخدمت میر بحری که ـ عمده ترین مهمات آن خطه است ـ سرمایهٔ افتخار اندوخت . آخر در پای عزل در آمد و بوظیفه' از سرکار بادشاهی موظف شده ، روزگار بعافیت میگذرانید . تا آنکه در سنه سبع و عشر و الف (۱۰۱۷هـ) در محله خاموشان منزل بر گرفت . در شیوهٔ شاعری ممتاز وقت خود بود و این چنین رشحات از خامه او میتراویده :

چون نا رسیده میوه ، که باشد در افگند از دل بعنف بیخ تمنا بر آورم

رباعی :

آن شوخ که نیست گل بلطف بدنش شیرین نشود کام هوس ، از دهنش (۱)
آتش بدلم فگند ، و دامان زد و سوخت از آمدن و رفتن و نا آمدنش
از شادی آن جامه ، که دی پوشیدم چون چرخ ، بگرد خویش ، میگردیدم
پامال بزرگیم فلک میشد و من در جامه آسمان نمیگنجیدم
(۹۷۳ - ۹۷۴ خطی)

صحف ابراهیم : مولانا مظهری کشمیری . از فصحای عهد اکبری و اوج گرای پایه بلند سخن گستری است . هنگامیکه از هندوستان بجانب صفاهان رفت ، صاحب طبمان آنجا بصحبتش میل تمام پیدا کرده ، هر روز یکی بخانه خودش مهمانی میکرد . و با ملا محتشم کاشی و مولانا وحشی بافقی صحبتها گرم داشت . آخر بهند معاودت کرد و در سال هزار و هیجده (۱۰۱۸هـ) بعالم باقی رحلت نمود . (۳۱۸ ب)

شمع انجمن : مظهری کشمیری صاحب دیوان است از طرف اکبر بادشاه در وطن خویش بخدمتی متعین بود . از وست : (یک شعر دارد ص ۴۲۶)

نگارستان سخن : مظهری کشمیری صاحب دیوان است . حالت او ازین ابیات میتوان دانست : (سه بیت دارد ص ۹۸)

روز روشن : مظهری کشمیری از وطن با ایران رسید و بملازمت شاه عباس ماضی عزت و امتیاز حاصل نموده ، و بعد زمانی معاودت کرده ببارگاه اکبر بادشاه باریاب ملازمت گردید و بخدمت میر بحری مامور گشت و در سنه سبع عشر و الف (۱۰۱۷هـ) بساط حیات در نوشت :

۱- تا اینجا هفت بیت دارد که پیشتر ثبت کردیم

مراگوی : بخود پرداز! ای گرد سرت گردم — بخود پردازم، از شغل تو ام گر، فرصتی باشد
وه چه خونها که توان در دل نومیدی کرد — مظهری یار اگر کامروای تو بود
دل ، از غمت پر است ، برو آستین مزن — پیمانهٔ حیات مرا ، بر زمین مزن
آتش بجای خون جهد از زخم مظهری — زنهار بر جراحت من آستین مزن
(ص ۶۳۴)

تاریخ نظم و نثر : مولانا مظهری-کشمیری . از مشاهیر شعرای قرن دهم هندوستان بود و در جوانی که سرگرم عیش و عشرت بود ، با ایران آمد . و پس از آنکه چندی در ایران گردش و سفر میکرد ، بهند باز گشت و بکشمیر رفت. و در جزو شاعران دربار اکبر وارد شد . و چون آن بادشاه کشمیر را گرفت منصب امیرالبحری را که ـ از مناصب مهم بود ـ باو داد، و پس از چندی معزول شد ، و هم چنان در کشمیر میزیست . و او هم از غزل سرایان زبردست این دوره بوده است . (۱ : ۴۲۶)

مظهری کشمیری از شاعران هند بوده و مدتی در کشمیر مقامات دیوانی داشته و سفری با ایران کرده و شاه عباس او را محترم داشته ، و در بازگشت در دربار جلال الدین محمد اکبر نیز تقرب یافته و سمت میر بحری باو داده اند ، و سر انجام در (۱۰۱۷هـ) یا (۱۰۲۶هـ) در گذشته و از بهترین شاعران غزل سرای هند بوده است . (۱ : ۵۱۳)

۲۴۷ = معدوم

معدوم هندوئیست صاحب دیوان : شعرش موافق حال است :

خواب از یاد برد لذت افسانهٔ ما — مستی هوش دهد بادهٔ پیمانهٔ ما *

* صبح گلشن : از عبدهٔ اصنام کشمیر بود . بترنم ترا نهای دلکش از دل ماتمیان رنج و الم معدوم مینمود : (همین یک شعر دارد ص ۴۲۹)

۲۴۸ = ملا محمد عالم معرفت

ملا محمد عالم معرفت . معرفتش با داور سخن چنان درست که خود را همزبانش میگیرد :

گره در کار رها مخصوص ارباب هنر باشد
بیکجا بند گشتن لازم آب گهر باشد

چو طوطی لفظ میچسپد بمضمونهای شیرینم
قلم گویا بدست من ز شاخ نیشکر باشد
ز شعرم معرفت حاصل نشد ، غیر از پریشانی
مرا هر مصرعهٔ بر جسته ، آه بی اثر باشد *

---

* همیشه بهار : محمد عالم معرفت ساکن کشمیر . خوشگو است :
در وطن ، شعلهٔ ادراک کسی ، سر نکشد آتش سنگ کی از دامن کوه افروزد (خطی)

گل رعنا : معرفت محمد عالم کشمیری . با سخن معرفتی داشت و با پریزادان معانی صحبتی : (یک شعر که در همیشه بهار است ، دارد . ص ۱۰۰۱)

صبح گلشن : محمد عالم کشمیری است و معروف بمعرفت . دقایق سخن سرایٔ و نکات خوش تقریری . (هر سه بیت که در متن است دارد ۴۲۹)

۲۴۹ ـ میر محمد معروف

میر محمد معروف مرد معروف صاحب کمالی است . در خطاطی عدیم النظیر است :

قتیل عشق نهٔ ! آرزو چه میدانی ؟
دل دو نیم نداری ! رفو چه میدانی ؟ *

---

* صبح گلشن : معروف : میر محمد از ناظمان کشمیر است . و بخوش ادایٔ مظهر مانی الضمیر : (همین یک شعر دارد ص ۴۲۹)

۲۵۰ ـ میرزا حسین بیگ معلوم

میرزا حسین بیگ معلوم تبریزی . در تبریز سخن ، اشهب معنی تلاشی ، درمیان ساحت سخندانی ، با میرزا محمد علی صایب برابر میتاخت . از رشک

دیوانش که خرمن نوری است ، از معانی روشن ، آذر برزین [1] چنان آتش در جگر زده، که تا قیامت انطفا پذیر نیست . با جعفر خان ناظم صوبه[2] در کشمیر مینو نظیر آمده. پس از ایامی چند باز بوطن مالوف مراجعت نموده :

بسکه ، باسنگین دلیها ، مینویسد نامه را
در فلاخن میگذارد یار مکتوب مرا

نیست امروز بآزادی ما مجنونی گشت زنجیر جنون چشم غزالان مارا

بغبر از ین که ، بدل نقش خون من بستی
که کرد ؟ لعل بد خشان ، دل چوسنگ ترا

ز بسکه ، شو تماشای زلف، خوبانم تمام دیده، چو زنجیر کرده اند مرا

مگر ساقی،ز چشم خود بساغر، سرمه میریزد
که میخیزد غبار از گردش پیمانه ام امشب

بسکه ، آمیزش بهم دارند ، یاران چمن
مرغ دل را، در قفس دارد ، بجای عندلیب

در ره شوق نو ، در هر گام دام آتشست
بال مرغ نامه بر، فرسنگ در فرسنگ سوخت

۱ـ آذر برزین : آتشکده بوده در بلخ یا نیشاپور . آذر برزین مهر و آتش برزین و آذرمهر هم گفته شده. نیز گفته اند نام یکی از سه آتش مقدس بوده در نزد ایرانیان قدیم. فردوسی:

یکی آذری ساخت برزین بنام که بد با بزرگی و با فرد کام

برزین : (بفتح با و کسر زا) نام آتش کده بوده ؛ و آتش نیز گفته شده . نظامی :

ز برزین دهقان و افسون زند بر آورده دود بچرخ بلند

ابو شکور بلخی :

بگه رفتن کان ترک من اندر زین شد دل من زار زین آتشکدهٔ برزین شد

(فرهنگ عمید ص ۲۰۶)

۲ـ در سال ۱۱۱۹ هـ بکشمیر رفت و یک سال سه ماه ماند . (تاریخ اعظمی ۲۱۰)

ازان ، معلوم! اسیر نو خطانم　　که لطف ساده رویان ریشخند است ۱

زخود مستی، چنان آن شوخ ، ننگ از دید نم دارد
که پنداری، نگاهش بهر من برگشته مژگانست
میتواند چون مرا دامان قاتل را گرفت
گرچه روز حشر مارا دست دامنگیر نیست
گل،. در عرق ز شرم ، رخ همچو ماه کیست
در صحن باغ ، دیدهٔ نرگس ، براه کیست
سرو بالائیکه من دارم ، خطش بوی گل است
سایهٔ مژگان ، برویش سبزه از روی گل است
چمن چو ساغر می ، آن چنان ز نشاٌ ، پر است
که داغ لاله ، نماید چو چشم مستان ، سرخ

گــه میبری زما دل و گه میدهی بما　　گویا ، میان ما و تو ، سودا نمی شود ۱

خورشید ، روشناس جهان ، پیش ازین نبود
گشت آن قدر بگرد تو که آفتاب شد

سرو ، هر چند که موزون وبلند است، اما　　جلــوهٔ قامت او ، عالم دیگر دارد
از گل بی خزان داغ دلم　　پر طـاوس داغهـا دارد
هلاک ، میکشی مردمان چشم تو ام　　که شیشه در بغلند و پیاله در دستند
بچشم جوهر شمشیر آب میگردد　　برای قتل که خوبان دگر میان بستند
دردل تنگم، خیال زلف او، تا نقش بست　　خانهٔ آئینه ، بر من خانهٔ زنجیر شد
شکوه حسن تو، در چشم ما، نمی گنجد　　که آب بحر، بجام حباب، نتوان خورد

۱- روز روشن و دانشمدان آذر بانجان دارد

چنان بی‌روی‌او، چشم ترم ازگریه، لبریز است
که جسم ناتوان من ، گل نم دیده را ماند
بتی دارم ، که زلفش رشتهٔ جان ، در بغل دارد
خطش ، از بی سوادیها ، گلستان در بغل دارد ۱
بی رخت ، از ناتوانی کی بلب ، جان میرسد
پیر میگردد نگاهم ، تا بمژگان میرسد ۲
نیست از تندی اگر چین بر جبین میا فگند
میکند از ناز ، ابرو را بهم پیوسته تر
سوی ما ، راه نگاهش ، بغلط هم نفتاد
چشم او، بسکه سیه مست ؛ بناز است هنوز
کی بدامان میرسد، چون شمع، اشک دیده ام
گریهٔ آئینه رنگم ، محو دیدار است و بس
باشد از چشم سخنگوی تو پیغام فروش
طعنه بر سرمه فروشان زده بادام فروش
بتی دارم که ، خون میریزد از بال و پر تیرش
بچشم حلقهٔ فتراک ، آید چشم زه گیرش
بود بروی تو ، هر زخم چشم گریانی
نشسته ، بسکه خدنگت بدل، چو مژگان جمع
شدم خاک ره و در انتظار وعدهٔ وصلم
هنوز از ساده‌لوحی، پای صبری درمیان دارم

۱- روز روشن دارد
۲- دانشمندان آذربائجان دارد

در عشق تو، خود بینی من، بی سببی نیست
آئینه بکف ، از رخ زیبای تو ، دارم [1]
بخواب امشب، نگاهی‌دیدم از چشم سخنگوی
شدم بیدار و دنبال غزالان ختن رفتم
شدم خاک و زسوز هجر او، فارغ نگردیدم
هنوز از سرد مهریهای او، گرم است داغ من
نه تنها نقش خجلت ، میکشد آئینه از رویش
شود هردم برنگ سایه از حسن فرنگ او
چکنم باین خجالت، که ز قتل من، غباری
بر هش جدا نشسته ، بدلش جدا نشسته
میچکد خون از رخش ، حسنش قیامت میکند
رنگ محشر تا خطش از زلف وکاکل ریخته
نشد هرگز نصیب من ، ازان نا مهربان حرفی
باو امروز میگویم ز روی امتحان حرفی
ز شوخیهای چشم سرمه سایش ، سخت‌میترسم
بچشم او رسد، از چشم آهوی ختن ، چشمی
ز گل، صدره فزون آن سرو، طبع نازکی دارد
برنگ عندلیبان تا بکی نالیدن ای قمری
نشد از ناله ، یکدم بزم ما دیوانگان ، خالی
بود هر حلقهٔ زنجیر با چشم سخنگوی

۱- روز روشن دارد

ز بس خواهم که بگشایم برویش هر زمان چشمی
بود در سینه ام هر زخم آن ابرو کمان چشمی *

---

* نصر آبادی : محمد حسین بیگ معلوم تخلص تبریزیست . از خود مایهٔ و استطاعتی دارد و بتجارت مدار میکند . طبعش خالی از لطفی نیست و از این ابیات قدرتش معلوم است . شعر بسیاری در مجموعهٔ مولانا محمد سعید ولد علامی مولانا محمد صالح مازندرانی ـ که وقتی در (بندر) هند ـ بود ـ نوشته . این ابیات از آنجمله است (۱) :

ما را ، ز یاد خویش ، فراموش کردهٔ — در خاطرت ، چو آبله پیداست ، جای ما
دوستی بین که ، درمیانهٔ ما — جز میان تو مونمی گنجند
سنگدلی زیور است حسن بتان را — تا گهر آبست آب و تاب ندارد
کی میرسد ، بقاصد دل ، مرغ نامه بر — منشور نامه ها زکبوتر گرفته ایم
آرزو ها را بآهی آب بر آتش زدم — سوختم صحرای خاریرا که در دل داشتم
نبرده راه ، بجز می ، کسی بخلوت ما — خط پیالهٔ ما شد ، کمند وحدت ما (۲)
شبی که پیشکشت تحفهٔ نظاره کشیم — چو دیده سر بگریبان پاره پاره کشیم
خوب شد ، در آتشم پروانهٔ را ، پر نسوخت — چون چراغ لاله ، در فانوس صحرا سوختم
ز کوی او ، برد ترسم پریشانی ، غبارم را — برنگ سایه ، خود را بردرو دیوار میبندم

رباعی

معلوم ! چه میشود خروشان باشی — زین به چه که همچو بحر جوشان باشی
هر چیز که گفتنی است ، امروز بگو — آید روزی که ، از خموشان باشی (۲)

(۲۸۷ - ۲۸۸)

ریاض الشعرا : محمد حسین بیگ معلوم تبریزی بوده . در زمان شاه سلیمان مغفور صفوی بتجارت اوقات میگذرانیده . اوراست :

کی میرسد بقاصد دل مرغ نامه بر — منشور نا مهای کبوتر گرفته ایم (خطی)

آتشکده : معلوم اسمش محمد حسین بیگ از اهالی آند یار (تبریز) است . زیاده ازو چیزی معلوم نه شد . ازوست :

۱ـ این تمام مطالب در تذکره دانشمندان آذربائیجان از نصرآبادی گرفته شده است .
۲ـ دانشمندان آذر بائیجان داره .

جواب نامه ام ، از بس ز جانان، دیر میآید   جوان‌گر میرود قاصد بکویش ، پیر میآید
(ص ۳۸)

شمع انجمن : معلوم ، محمد حسین بیگ تبریزی . خوشگوست .
(یک شعر دارد که در آتش کده ثبت است ۲۳۳)

روز روشن: معلوم محمد حسین بیگ تبریزی . بحدت ذهن و رسای فکر اتصاف داشت و بدور شاهجهان بادشاه (۳۷ - ۱۰۶۸هـ) بهندوستان رسید و رفیق جعفرخان(۱) صوبه دارکشمیر گردید:

توبه را ، معلوم ! بی تکلیف میباید شکست   تابکی بتوان شکستن خاطر احباب را (۲)
ببیرخت ، از ناتوانی کی بلب ، جان میرسد   پیر میگردد ، نگاهم تا بمژگان میرسد (۲)
(چهار بیت دیگر دارد که در متن ثبت شد - ص ۶۳۶)

دیوان : دیوان معلوم ، در ذخیره دانشگاه سند حیدر آباد بود و از آنجا گم شده است . اشعار ذیل را دوست دانشمند دکتور غلام مصطفی خان استاد دانشگاه سند از همان نسخه استنساخ فرموده اند که اینجا ثبت میکنیم .

مثنوی

ثنا چون کنم ایزد پاک را   بخالق چه نسبت کف خاک را
بکنهش کجا عقل پی میبرد   مگس آن سوی عرش کی میپرد
چه گویم ز بیچون و بیچندیش   که باشد سزای خداوندیش
خدای که از چند و چون بر تر است   ثنایش کجا بنده را در خور است
کسی وصف حق را چه داند کند   که هم وصف خود، خود تواند کند
کیم من ، بکام دل افتاده   به تحصیل بی حاصل افتاده
به میخانه تحویل شد سال من   چو مینا بلند است اقبال من
به من میرسد ، بادشاهی کنم   در اقلیم دل داد خواهی کنم
کنم پنجه را ، چتر اسکندری   بناخن زنم سکهٔ سنجری
چرا از غم شادی افسرده ایم   به کس لذت عمر نسپرده ایم
بیا تا ، دلی کامرانی کنیم   قناعت به این زندگانی کنیم
ز جور زمان ، گر بمن بشنوی   سخن‌آنچنان کن، که خود نشنوی
نه موسی برمز آنچه دانی شنید   به طور سخن لن ترانی شنید
سخن آنچنان گو که، از انفعال   نه پیچد زبانت چو شاخ غزال

۱- جعفر خان عمدة الملک بن صادق خان میر بخشی بن خواجه محمد طاهر و صلی ، دختر زادهٔ غیاث الدین اعتماد الدوله و همشیر زاده میرزا ابوالحسن یمین‌الدوله آصف خان . در در عهد شاه جهان صوبه دار کشمیر بود و در سال (۱۰۸۱هـ) وفات یافت .
رک : ماثر الامرا ۳ : ۸۳۲ ۱ : ۵۳۱   ۲- دانشمندان آزر بائیجان دارد .

بگاه سخن ، نرم و آهسته باش
چو غنچه ، بصد لب زبان بسته باش

مکن از پیٔ عیب پیر و جوان
دو لب را کمان و خدنگ زبان

میالا زبان را ، بحرف درشت
نه سازد کسی از ، یک انگشت مشت

به بحر سخن ، چون صدف گوش باش
چو کشتی، جهان گرد وخاموش باش

خموشی بود ، محرم هر زبان
ز گفتن ، شود فاش راز نهان

مگو آن قدر ، کز تو لب تر شود
زبانت ، ز گفتار لاغر شود

مگو هر چه خواهی ، بسان جرس
زبان را مکن سنگ راه نفس

زبان را ز گفتار لاغر مساز
ز لبه ، بهر مرغ سخن ، پر مساز

چو غواص در های ناسفته گیر
سخنهای ناگفته را گفته گیر

منه سر ، چو من ، در فنای سخن
تو دانی و دیگر خدای سخن

مگو آن قدر ها که ، گویند بس
سخن را مسوزان بسان نفس

به عمری جوانی کهن میشود
نفس در خموشی سخن میشود

ز هر پوششی ، عیب پوشی ، به است
ز هر چیز گوئی خموشی به است

سخن ، گر همه گنج سیم و زر است
نه گفتن ، ز گفتن بسی بهتر است

مرا زین سخن ، با کسی جنگ نیست
نی از نالهٔ خویش ، دلتنگ نیست

چو شد وقت گفتار ، خامش مباش
سخن آفرین شو ! سخن کش مباش

چنان نرم و آهسته رو ، راه را
که چون کوه بینی برو چاه را

بده ساقی ، آن طرفه آبم بده
ز می توبه دارم شرابم بده

بده می که ، چون نشاء در می کنم
بجای فلاطون این نو خمم

به می زنگ بزدایٔ ؛ ز آئینه ام
نفس را سخن ساز در سینه ام

بده نیم جوشی کلام مرا
به می پخته کن مغز خام مرا

سخن را مکن آشنا ، جز بمن
مرا کن چنان آشنا با سخن

که بینند چون ، عکس آئینه ام
سخنهای نا گفته از سینه ام

کلیم سیه مست ، بزم حضور
کلامم تجلی ، دلم کوه طور

زمین سخن ، آسمان من است
سخن زهره و فرقدان من است

چنین گر بود شعر و نشای من
جهان تنگ باشد بد کالای من

مرا سویٔ میخانه ، باید شدن
به همت چو پیمانه باید شدن

که تا هر که آید ، بکامی رسد
اگر خضر باشد بجامی رسد

کسانیکه کام و زبان میدهند
سخن میستانند و جان میدهند

طلسمی است دل بسته در سینه ام   که در وی نهان است گنجینه ام
سخنهای چندی که ، نا گفته اند   دران گنج چون اژدها خفته اند
بیا ساقیا ! وقت تاخیر نیست   خرابات ما کم ز کشمیر نیست
فغانم بلب صوت بلبل بس است   به سر نشاء ام دستهٔ گل بس است
منم رند و میخانه ، جان من است   خرابات ، دارالامان من است
بود شیشه و جام و ساغر سپاه   خم بادشاه و رعیت پناه
چه شد ، از میان گر فلاطون گم است   چو می پادشه زادهٔ در خم است
بخور می ، اگر می ، همه خون بود   که هر قطره می صد فلاطون بود
نه دانم خراباتیان کیستند   ز نار اند و نور اند از چیستند
همه وحشی چشم این مردم اند   فلاطون نه بیرون این نه خم اند
همه پیر عشق اند و عاشق مرید   مزلف به پیری ز موی سفید
ز روز ازل ، آشنای من اند   همه همچو خم ، خاک پای من اند
چو نشأ همه شیشه در شیشه گم   سیه مست افتاده در پای خم
همه می ستان و همه می فروش   همه همچو می پر ز جوش و خروش
همه محو هم صید و صیاد هم   همه همچو هم گشته از یاد هم
بیا ساقی ! ای یار دیرین من   می تلخ من ! جان شیرین من
بده باده ، از موج عمان خم   بده آب لعل بدخشان خم
بده راحت جسم و جان مرا   به می ، سوده کن ، استخوان مرا
میٔ کهنه ، دیرینه یار من است   خزان من و نوبهار من است
همه شیشه و جام پیوسته اند   به پای گل از می حنا بسته اند
گل از مستی بلبل اندیشه داشت   هوای چمن ، در بغل شیشه داشت
ز لعل بتان ، شیشه دل خسته بود   به بازو دعای قدح بسته بود
به گرد ظریفان اردوی گل   حصاری کشیدند از بوی گل
چو حسن پری پیکران خطا   مزلف شد از سبزه روی هوا
ز بس گل که افتاده بر روی گل   قفس میتوان ساخت از بوی گل
ز دیوار گلشن ، هوای چکید   لب جو لب آب را میمکید
هوای چمن ، بسکه گلرنگ بود   به یک گل شگفتن زمین تنگ بود
گل و لاله صد رنگ از بوی هم   سیه مست افتاده بر روی هم
ز بس ، شبنم اختر فشانی کند   زمین را رسد آسمانی کند

هوا شد هوا ، ساقیا ! می بده   به می از رگ ابر بکشا گره
هوا گر چنین : طرح بستان کند   رسد سبزه را ، کار مژگان کند
عجب نیست از آب و رنگ سحاب   کشد بلبل از سایهٔ گل گلاب
بیا ساقی لاابالی بیار   فرنگی می پرتگالی بیار
به من ده که برهم خورد ، هستیم   شود عقل دیوانهٔ مستیم
چو چشم قدح دیده اَم باز ماند   به بال و پرم ذوق پرواز ماند
چنان گشته ام بیخود از یاد می   که گویا ندارم زبان همچو نی
نه دانم بمن : باده کی میرسد   دماغ میم همچو می میرسد
بده می که ، هم می ندیم من است   می کهنه ، یار قدیم من است
بجامی ، مرا مست پیمانه کن   ز یادت ، دلم را ، پری خانه کن
چو می ، آنچنانم بیاور بجوش   که از پارهٔ دل شوم خرقه پوش
کجائید! ای خوش نگاهان! کجا   بگیرید دستم ! براه خدا
دلم را ، ز می ، چهره رنگین کنید   دماغ مرا ، نافه چین کنید
خمارم بجامی دماغم دهید   ز چشم غزالان ایاغم دهید
چو می کهنه گردد ، سراغم کنید   بجامی علاج دماغم کنید
یک امشب درین سینه منزل کنید   به مژگان رفوکاری دل کنید
دلم سوخت ، هان مطربان! زود زود   بگوئید با تار و طنبور و عود
برای خدا ، نالهٔ سر کنید   بجای می آتش بساغر کنید
مغنی! دم رفته را ، یاد کن   چو نی ، سینه خالی ز فریاد کن
به صوتی بیا ! غارت هوش کن   ز حرفی ، مرا حلقه درگوش کن
همه تن ، چو نی سینه شو ، ناله کن   دلم را ، پر از زخم و تبخاله کن
مغنی ! بکش ساغری ، شور کن   خط جام را ، تار طنبور کن
چو می، جوش ده، صاف کن، ناله را   جوان کن بمی پیر صد ساله را
دمی ناله و گریه آلوده کن   دلم را کباب نمک سوده کن
بیا ساقی ! ای مایهٔ زندگی   که دائم بود با تو پایندگی
بسی شد که در هندم افتاده پیر   نه در بند در بند نفسم اسیر
ازان ، این چنین ، بی نوا مانده ام   که از ، کعبهٔ جان ، جدا مانده ام
به دوزخ درم ، دور ازان آستان   امان ! الامان ! یا رسول ! الامان
خلاصم کن از پنجه شیر حرص   . . . .

خدا را ! بسوی خودت ره نمای   به من ، این ره دور ، کوته نمای

که بس پیر و بی دست و پا مانده ام   . . . .

کجا خاک من ، راه کویت برد   مگر دل طپیدن ، بسویت برد

به این روز مگذار ، دستم بگیر   مهل این چنین هر چه هستم بگیر

بسوی خودت ، بال و پر ، ده مرا   به نعتت ، زبان دگر ، ده مرا

تو خود گو! چه‌گویم به مدحت گری   که ، هر چند گویم ، ازان برتری

چنان ، پر کن از مدح خود ، نامه ام   که ، دستم شود سوده ، چون خامه ام

به بند ، از جنابت ، جدا مانده ام   به بین ! از کجا تا کجا مانده ام

بر آنم ، که من سوی بطحا کشم   دران خاک، چون نقش پا، وا کشم

اگر ، آنسوی عرش والا شوم   کنم سعی تا خاک بطحا شوم

ز بس ، بی قرارم ، قرارم نماند   دگر طاقت انتظارم نماند

ز دورم بسوی خود ، آواز کن   به رویم ، در بسته را ، باز کن

ز هند جگر خوار و لعنت قرین   بسوی تو ، یا خاتم المرسلین

چو خواهم،کنم عرض احوال ، خویش   نویسم پریشانی حال خویش

چنان ناله ریزد چو نی خامه ام   که لبریز افغان شود نامه ام

شهی را که گردون کشد باج او   خرد کی برد پی ، به معراج او

که گوید، چو او رفت ، کس را ندید   کسی را که او ، دیدنی بود ، دید

چو یک گام برداشت طی شد رهش   رفیقش خدا شد خدا همرهش

ز خود رفتنش خود بپای خود است   اگر رفته گوئی بجای خود است

به راهی که ، حق خضروی ، میشود   دو منزل بیک گام ، طی میشود

بجای ، قدم زد ، که جای نبود   به هم خانگی جز خدای نبود

به خلوت گه خویش ، راهش فتاد   نگاهش به روی نگاهش فتاد

چنان داشت حق ، عزت پایه اش   که در لا مکان ساخت همسایه اش

الهی ! بخاصان دین پرورت   بحق علی ، ساقی کوثرت

امامی که ، یک نام او ، حیدر است   امامی که ، داماد پیغمبر است

کجا شام قدر و شب داج او   به دوش نبی بود معراج او

علی ولی ، صاحب ذوالفقار   وصی نبی ، رحمت کردگار

به نعتش بکن، صد زبان خامه ام   به مهر نبوت رسان نامه ام

به روزی که ، این نخل پر بار،گشت   ز ده صد ، فزون بود هفتاد و هشت

سزد گر به تحسین نظم چنین   کنند آفرین ! آفرین ! آفرین

بخوانند بیدار ، گر خفته ام   سخنهای با خون دل ، گفته ام
بگویند پیر و جوان سخن   بـه معلوم جان تو جان سخن
بگویند هر گه که آرند یاد   کـه رحمت به یونان ـ تبریز ـ باد

قطعه

امروز ز صدر صفحهٔ خاک   تا خطهٔ دلنشین افلاک
هستند دو شهر ، مهر و مـه خیز   شهر رمضان و شهر ـ تبریز
خورشید ، چو من ، وطن ندارد   کس در سخنم سخن ندارد
آن روز که ؛ جان نصیب تن شد   روزی زبان من سخن شد
تا نخل سخن ؛ بجای خویش است   بار سخنم ، ز برگ بیش است
خاقانی ؛ چون به محشر آید   خود را به زبان من ستاید
جای که سخن ؛ بجای خویش است   بار سخنم ز برگ بیش است
ز انجا که ؛ کس اهل هش ؛ نه بینم   خامش شوم و خمش نشینم
زان روی ، سخن نه گفته ، دارم   کین راز ز خود نهفته دارم
از بس به گه سخن خموشم   آئینه نهد خرد به گوشم
ای دیده! درین سخن ؛ چو بینی   دامن مکش! به عیب چینی
ز نهار مبین بچشم کم ظرف   صد حاشیه شرح دارد این حرف

●

در زمین ، خلق از کم و بسیار   همچو خار اند بر سر دیوار
نه ازان خارها ، کز آب و گل اند   همه خار اند ، لیک خار دل اند
چشمها شان ؛ شگاف دیوار است   صف مژگان ، نشان صف مار است
بسکه ، از دست هم ؛ در آزارند   جای دل ، سنگ در بغل دارند
از پی هم ، نگاه شان ، تیر است   صف مژگان ؛ چهار شمشیر است
همه همچشم ، همچو زنجیرند   همه در چشم یکدگر میرند
بسکه آزار شان ، بجان من است   ناله ، در بند استخوان من است
با چنین همرهان چشم براه   هم نفس یوسفی است در ته چاه
خواهم از خلق ، گوشهٔ غاری   از زمین تا بعرش ، دیواری
بخدا ، بعد ازین باین شادم   که . . . . روند از یادم

●

الا ای ! عندلیب گلشن راز   صریر خامه ات ! رنگین چو آواز
فرستادی به هند آزادهٔ چند   به از خسرو نظامی زادهٔ چند

چه شد، گر خمسهٔ خسرو چو دریاست   نباشد دست چپ ، چون پنجهٔ راست
کند روشن نگاه ، از فیض نورش   سواد از خمسهٔ بین السطورش
به قانونی ، سخن را کردهٔ ساز   ز مضراب زبان ، دو تار آواز
که از دل ناله ، تا بر لب رسیدن   به سیر دیدنش آید شنیدن
چو قاصد ، نامه را از جان، جدا کرد   چه‌گویم ! من چه‌کردم، دل چها کرد
گرفتم نامه و بر دیده هشتم   همه ، بر صفحهٔ خاطر ، نوشتم
چو شد ، چشمم ز بوی نامه از دست   بجان پیچیدو بر بازوی دل ، بست
ز بس حرفش به لفظ مختصر بود   ز رویش حسن معنی جلوه گر بود
طلسم لب ، چنان بستی ازین راز   که نی سحرش توان گفتن نه اعجاز
کسی را ، کاین چنین گفتار باشد   ز عمر خویش ، برخوردار باشد
کلامت ، معجز سحر مبین است   خطت ، هم دلربا ، هم دلنشین است
بجز دستی تو از دستی که خیزد   که هم خوش گوید و هم خوش نویسد
بود تا خامه‌ات جوی سخن باد   دلت آئینه روی سخن باد

●

شبی در گوشهٔ ویرانهٔ خویش   نشسته بادل دیوانهٔ خویش
رسید ، از راه دل ، نا آشنای   ز ارباب محبت بیوفای
حیا ، هم خوابهٔ چشم سیاهش   وفا ، شرمندهٔ عذر گناهش
نگاهش ، با تغافل عهد بسته   اجل ، در زیر مژگانش نشسته
به رویش ، رنگ همچون گل شگفته   نگه ، در دیده اش ، مخمور خفته
تبسم را ، دهانش تنگ دارد   لبش ، از خون دلها ، رنگ دارد
کمان ابروش را ، چله چین بود   خدنگ غمزه‌اش ، بر دل نشین بود
جبینش ، مطلع صبح دعا بود   رخش ، آئینهٔ صنع خدا بود
چه گوید، کس بتعریفش که : چون بود   بدست او ، نزاکت ، رنگ خون بود
من ، او را ، با محبت رام کردم   محبت را محبت نام کردم
مرا اول ، ز قید خود : رها کرد   نگاهی با نگاهم آشنا کرد

●

در جهانی که ، عالم جان است   سینهٔ بی سخن ، چو زندان است
آشنایٔ دل و زبان ، سخن است   نمک خوان این جهان ، سخن است
از سخن ، هر چه است ، جان دارد   چه عجب گر سخن روان دارد
بانگ نی ، نالهٔ درا سخن است   گوش کن گوش ! تا کجا سخن است
چیست غیر از سخن چه زشت و چه خوب   گفتنش هم نگفتنش مرغوب

دل سخن، جان سخن، روان سخن است — از زمین تا به آسمان ، سخن است
جان ز تن ، مغز ز استخوان ، بهتر — هر چه گوئی ، سخن ازان بهتر
کس ، کجا دارد آنچه ، من دارم — بهتر از جان ، به لب سخن دارم
نیست آسان ، چو من سخن گفتن — با نفس ، کی توان گهر سفتن
بوی هر گل ، چو یاسمن ، نشود — نفس کرسی' سخن نشـود
با سر بی زبان سخن ، چه کند — در تن مرده ، جان وطن چه کند
این حدیث، این سخن، که من دارم — همه از همت وطن دارم
خاک آدم که، خاک‌جان خیز است — مشت خاکی ز خاک ـ تبریز ـ است
کی چو ـ تبریز ـ مصر یا ختن است — همه جا غربت است او وطن است
کی چو ـ تبریز ـ خاک کنعان است — چشم بد دور زو که یونان است
چرخش از آبگینه' دگر است — نه بهشت ، او مدینه دگر است
کوه ـ سرخاب ـ آن خجسته وطن — همچو طور است وادی ایمن
کی چنین قلعه ، جهان دارد — از دو سو ، سر بر آسمان دارد
به زمین . . . ز وسعتش تنگ است — چرخ را ، پای در رهش، لنگ است
خاک پایش ، چو دل،سخن خیز است — این نه یونان است شهر ـ تبریز ـ است
کی چو ـ تبریز ـ مصر یا شام است — شهر این شهر ! نام این نام است
دید رضوان چو ، این بهشت برین — گفت با آدم : ای رسول گزین
خوب شد ، خلد را رها کردی — نی غلط ، نی خطا ، بجا کردی
تا سخن هست تا سخن باشد — یارب این شهر و این وطن باشد
سالکا ! عارفا! سخن سنجا! — ای که! عمر تو ، جاودان باشد
بـه برت نامـهٔ فرستادم — که بـه خورشید تو امان باشد
تا بـه کی ، در جواب نامهٔ من — خامه لبیک بر زبان باشد
چشم دارم که از ره تحسین — دو سه حرفی ترا زبان باشد
تو سلیمان ملک فضلی و من — مـورم و اینم ارمغان باشد
بپذیری ، اگـر تـو نظم مرا — منتش هم مـرا بجـان باشد
ورد (معلوم) ذکر نام تو ، باد — تـا سخن ، بـر سر زبان باشد

خداوند گارا ! توئی آنکه ، امروز — جواب کفت ابر گوهـر نباشد
دم گرم شمشیر جوهر نیامت — ز گردن سر خصم را میتراشد
مرا آرزوئیست ، میخواهم از تو — بشرطیکـه حرف نباشد نباشد

خـان عالیجناب ! والا قدر — که بدولت همیشه باد قرین
در سواد دکن چو خانهٔ چشم — داد - آئینه خانه - را تزئین
که به هر سو درش ، چو بکشائی — میزند خنده بر بهشت برین
آسمانی بود هر آئنه اش — عکس خوبان درو چو روح امین
تا زمین گشت عرش پایه ازو — آسمان رشک میبرد بزمین
یارب ! این طرفه خانه منزل کیست — سجده میخواهد از جبین به جبین
پایه اش ، بسکه برتر از همت — نه گمان ، پی برد به او ، نه یقین
عکسهایٔ بیاض آئنه اش — همه صاحب سواد خطهٔ چین
چار آئینهٔ ، که کرد ، ببر — بهر فتح نگار خانهٔ چین
یارب ! از چشم بد ، نگاهش دار — تا بود سال و مه شهور و سنین
سال تاریخ این خجسته بنا — خواست (معلوم) تا کند تعیین
در زمان ، بر زبان خامه ، گذشت — معنی منزل بهشت آئین ۱۰۷۵ھ

●

در زمان شه ستوده خصال — ظل معبود و آسمان اجلال
خان عالی تبار آقا خان — که بنازد بهمتش مه و سال
در سواد مراغه ، کرد بنا — خانهٔ در سپهر جاه و جلال
پیٔ تاریخ آن خجسته بنا — مضطرب بودم و پریشان حال
هاتفی گفت : سال تاریخش — مسند عدل و خانهٔ اقبال ۱۰۴۳ھ

●

پور علی میر : جواهر رقم — آنکه ، به گیتی نبود ؛ کس چو وی
کرد بنا - شاه نشین - منظری — خوبتر از ، خانهٔ جم قصر کی
سال بنایش ز خرد خواستم — گفت بگو : منزل فرخنده پی ۱۰۷۸ھ

●

میر سید علی دانا دل — که چو او ما در ایام نه زاد
کرد در خطهٔ دهلی ز کرم — خانهٔ همچو بهشتی آباد
گفت تاریخ بنایش (معلوم) — میهمان خانه ارباب سداد ۱۰۷۷ھ

●

بعهد معدلت بادشاه کشور معنی — که تا سپهر بود شهر یار و تخت نشین باد
امیر و سید عالی جناب آنکه مدامش — نگار خانهٔ چین در گهش ز نقش چنین باد
نمرد طرح بهشت نوی به خطهٔ دهلی — که ، هرکه دید بگفته : بهشت کاش ! چنین باد

ز پیر عقل خود خواست مصرعی پی تاریخ　ز روی مهر بگفتا: بهشت روی زمین باد (۱)

۴۰ + ۱۰۳۷　۱۰۷۷ﻫ

●

میر عالی جناب عالی قدر　که ، مبادا بهار او را دی
داد ترتیب در جهان آباد　منزل به ز خانهٔ جم و کی
آمد از غیب سال تاریخش :　میهمان خانهٔ مبارک پی ۱۰۷۷ﻫ

●

خان عالی جناب رحمت خان　که بدولت همیشه باد قرین
داد ترتیب در جهان آباد　خانهٔ دلنشین چو خلد برین
که بهر سوی دیده بکشائی　مینماید نگار خانه چین
بسکه قصرش رفیع بنیان است　نفگند سایه جز بچرخ برین
بی تکلف ز طرح این منزل　داد زیب دگر بروی زمین

غزلیات

تا کجا از دیر سوی کعبه ، میخوانی مرا　کافر عشقم نمیزیبد مسلمانی مرا
همچو مه ، تا کی لباس عاریت در بر کنم　چون فلک با تن نسازد غیر عریانی مرا
نیستم زاهد که دام خود کنم تسبیح را　بس بود گرد تو گشتن سبحه گردانی مرا
همتم در ، خاکساری عالم دیگر گرفت　یوسف تخت مصر شد تخت سلیمانی مرا
در طریق عشق مارا رهبری در کار نیست　سوی‌او ، چون راه دل، راهیست پنهانی مرا
خاک اگر گردم ، ز دام عشق فارغ نیستم　یاد زلفی کرده چون زنجیر زندانی مرا
نی عبث (معلوم) بر تن استخوانم سرمه شد　چشم شوخی کرده خاک راه حیرانی مرا
چون فلک، افگنده دل در عقدهٔ مشکل مرا　در غبار خاطر خود کرده پا در گل مرا
سخت درگرداب‌غم بی دست و پا افتاده ام　می مگر بیرون کشد زنجیر لا حاصل مرا
حیرتی دارم‌که، از خوبان شکایت چون کنم　چون‌کنم‌چون‌نیست‌دشمن‌هیچ‌کس‌چون‌دل مرا
سالک راه عدم را رهبری در کار نیست　من ز خاکم یک قدم راه است تا منزل مرا
نا توان صیدی چو من چون منت از قاتل کشد
گر جهد (معلوم) نبضم میکند بسمل مرا
از توبه بیشتر شد غوغای مستی ما　از پا فگند ما را کوتاه دستی ما
مطلب ز منع می چیست ما بی دماغ رندیم　چون غیر ما نسوزد از می پرستی ما
درکوی دوست هر چند افتد؛ چو ما نیست　پهلو زند به گردون چون خاک پستی ما

۱- در اعداد - بهشت روی زمین - (که یکهزار و سی و هفت باشد) اعداد روی مهر (یعنی م که چهل باشد) جمع نمایند تا یکهزار و هفتاد و هفت (۱۰۷۷ﻫ) بر آید .

در راه خاکساری گشتیم خاک افسوس از سر نه رفت بیرون غوغای هستی ما
عمر گذشته (معلوم) آب حیات باشد
آغاز سر بلندیست انجام پستی ما

صبا کجاست ! رساند بکوی یار مرا که کرد گردش ایام چون غبار مرا
کبود جسم ضعیفم ز سنگ طفلان نیست نموده یاد خطا و بنفشه زار مرا
مرا که، خشک دماغم، ز نو بهار چه حظ جنون شگفته کند بهتر از بهار مرا
دمی ز گریه، تهی نیست بی تو ، دامانم نهاده شوق تو آئینه در کنار مرا
بحیرتم ز فلک شکوه چون کنم (معلوم)
همین بس است شکایت ز روزگار مرا

چه کم گردد ز خوبی یارب این شوخ ستمگر را که پر گل، همچو آغوشم کند، بالین و بستر را
درین نخچیر گه، بی رحم صیادی، که من دارم بمستی حلقهٔ فتراک سازد خط ساغر را
جواب نامه . او را ببال شوق میبندم که میترسم بسوزد ناله ام بال کبوتر را
نمیدانی ، چه منتها شهیدانش ، ز من دارند ز خونم رنگ دیگر داده تیغش موج جوهر را
ز سوز شعلهٔ آهم ، مبادا بال و پر سوزد نگهدارید امشب از پریدن چشم اختر را
بدام عشق او ، از بسکه ذوقی سوختن دارم قفس سازد برای صید من صیاد مجمر را
سخن (معلوم) از من کی بلند آوازه میگردد
نمیداند زبانم ، جز خموشی ، حرف دیگر را

آسمان کی شاد میسازد من غمدیده را همچو گل، صد رنگ بر وضع جهان خندیده را
هر که گامی بگذرد ، از خود بمنزل کی رسد نیست تعبیری جز این خواب ره خوابیده را
بسکه لذت برده ، زخمم از خم بازوی او دوست دارم سایهٔ مژگان بر گردیده را
میشود از عجز دشمن ، خاطرم آزرده تر به ، بمرهم کی توان کردن ، دل رنجیده را
هر نفس ، مشتی غبارم ، سر به راهی مینهد در وطن آرام نبود چون فلک گردیده را
سایهٔ مژگان بچشمم آشنا تر از خطت الفتی با سبزه نبود زخم مژگان دیده را
ای صبا ! امشب پیام او بسوی من بیار چون فرستم نامه با خون دل پیچیده را
راهرو ، بی رُهنما کی ره ، بمنزل میبرد با عصا چون میتوان رفتن ره نادیده را
بسکه دلها بی سبب از یکدگر رم کرده اند جمع نتوان ساختن این مجلس پاشیده را
مدعی ، گر نشنود حرف ترا ، خاموش باش پنبه خاموشی بود گوش سخن نشنیده را
هیچ علمی در سخن (معلوم) چون انصاف نیست
میتوان فهمید از حرفی سخن فهمیده را

بسکه رم کرده دل از چشم غزالان مارا   نتوان یافت بیابان بیابان مارا
عندلیبان بخدا رهزن با غم مشوید   سایهٔ گل ز شما سایهٔ مژگان مارا
نیست امروز بآزادی ما مجنونی   گشته زنجیر جنون چشم غزالان مارا
آنکه دل برده ز ما، کاش بیادش نرسد   کرده با چاک جگر دست و گریبان مارا
یار در دیده و مارا خبر از دیدن نیست   چه توان کرد باین دیدهٔ حیران مارا
میتوان ساخت ز هر بیت چمنها (معلوم)
بسکه رنگین سخنسان است بدیوان مارا

سخت در رنجم ز دست این بجان دل بستها   چون کنم با یک چنان دل مرد با تن خستها
حسرت ایام غفلت هستیم برباد داد   حیف نا دانستها افسوس از دانستها
در چمن ، تا باغبانم راه گل چیدن ، گرفت   بسته ام از بوی گلها چون قفس گلدستها
کس نمیداند چرا دام ره ما گشته اند   از کمند زلف ترکش . بر میان بربستها
در ره او سعی کن تا از سر جان بگذری
نیستی (معلوم) چون از قید جان وارستها

با ما نگشت دام دل چون پلنگ ما   دائم بکام خصم بود صلح و جنگ ما
سودای عشق بر سر ما چتر دولت است   بال هما است سایهٔ پرواز رنگ ما
از بسکه خو بدشمنی خویش کرده ایم   دشمن ، زره ز آئنه پوشد به جنگ ما
در هر نفس سراغ تو از دل گرفته ایم   پای کم از شتاب ندارد درنگ ما
از بس به پرده پردهٔ دل صاف کرده ایم   بوی دل آید از سخن شعله رنگ ما
هر دم بجستجوی تو از خویش میرویم   بی شوق ما ، چه کارکند پای لنگ ما
با عجز ما ، سپهر ستمگر چه میکند   خورشید ، رنگ باخته آید ، بجنگ ما
از بسکه ما : ز خاطر ایام رفته ایم   شد خاک از فلاخن افلاک سنگ ما
هرگز نبوده ایم خریدار خود فروش   از خود گذشتگی است متاع درنگ ما
ما صید آب و دانهٔ دریای رحمتیم   در تنگنای بحر نگنجد نهنگ ما
مارا برنگ لاله و گل نیست الفتی   باشد بهار ما سخن نیم رنگ ما
از بس زبان چو غنچه . بصد رنگ بسته ایم   هرگز ندیده زخم کسی از خدنگ ما
گردون ، چرا عبث ز پی ما، فتاده است   نام کسی بلند نه گردد ز ننگ ما
خود را چو عکس آئنه از خود گداختیم   پای کسی نیامده هرگز بسنگ ما
(معلوم) بی سبب چو دل از ما رمیده است
یار همیشه خود سرهٔ شوخ و شنگ ما

کی به گلشن سرو را محبوب میدانیم ما   هر که روی خوب دارد خوب میدانیم ما
در محبت درد باید گو شکیبائی مباش   هر کرا دردی بود ایوب میدانیم ما

درمیان یار ما و خوبرویان فرقها ست — مهر و مه را کی چو او محبوب میدانیم ما
ما اسیرانیم، ما را با خط و مژگان چه، کار — دل ز ما هر کس برد مطلوب میدانیم ما
او ز نور دیده ما دور از برادر مانده ایم — درد خود را بیش از یعقوب میدانیم ما
در دیار ما، چو بیدردان شکایت رسم نیست — لطف او را ، قهر او را، خوب میدانیم ما
نامه برداری به خوبان رسم ما (معلوم) نیست
هر نفس را سوی او مکتوب میدانیم ما

ز بسکه گشته بیوی تو ، تن به زار مرا — ز لاغری ، نکند هیچ کس شکار مرا
مرا که دیده، چو دامان گل فروشان ، است — چو عندلیب ، چه کار است با بهار مرا
به جستجوی تو رفتم ز خود روم نفسی — صبا بگوی تو آورد چون غبار مرا
ز بس چو شمع بسامان گریستم بی تو — بجای اشک بود دیده در کنار مرا
چو دل، بکوی تو از پا فتادنم، کافی است — چه غم اگر نشناسد کس از غبار مرا
چه میشود، که کسان عیب‌من ز من، پرسند — که کس چو من نشناسد بروزگار مرا
گداخت بی تو دلم، بس که همچو شعله‌طپید — ترا چه غم که دلی هست بیقرار مرا
اسیر زخم خدنگ تو دل ، نه امروزیست — فگنده عشق به دام تو بیشمار مرا
چه شد چو گفتهٔ (معلوم) نیست گفتهٔ من
بس است این غزل تازه یادگار مرا

نه برد راه ، بجز می کسی ، بخلوت ما — خط پیالهٔ ما شد کمند وحدت ما
عجب نباشد اگر رو بسوی او داریم — چنین که خضر ره ما شده است وحشت ما
به کام چرخ ز صد ره بامتحان گشتیم — نه کرد رحم به ما خصم بی مروت ما
درین دو روز که از خویش وحشتی داریم — خدا کند نه کند راه کس به صحبت ما
نه بود کس چو مراد فلک ، چو ما (معلوم)
به آسمان ، که خبر میدهد ، ز کلفت ما

که چله بسته ندانم کمان خنگ ترا — کشوده باد که بال و پر خدنگ ترا
بهشت ، کوی ترا چون بهار غارت کرد — نسیم ، بوی ترا برد و لاله رنگ ترا
اگرچه یک سر مو درمیانه فرقی نیست — چه نسبت است بمژگان خط فرنگ ترا
بغیر ازین که بدل نقش خون من بستی — که کرد لعل بدخشان دل چو سنگ ترا
چه شد که دیده در صلح میزند با تو — هزار بار بدل نقش بسته جنگ ترا
همین به کشتن من صف نه بست مژگانت — که هست زخم بهر پاره دل خدنگ ترا
من از فغان تو ، ای دل! دمی نیاسودم — چنین به ناله که آورده بار جنگ ترا

شگفته روی چنین ، از دل که می آئی کدام آئنه پرداز داد رنگ ترا
تو درد خویش نهفتی به دل ازان چون قهر طبیب عشق مدارا نه کرد دنگ ترا
به جرم این که تو در هند ماندهٔ (معلوم)
بروز حشر چه گوئیم عذر لنگ ترا

نه برد غیر تو کس ، ره بآشیانهٔ ما کمند وحدت ، ما شد ، حصار خانهٔ ما
مگر ز گردش چشمی دماغ تازه کنیم خمار ما نه شکست از می شبانهٔ ما
به دل ، ز یاد تو ، از بسکه خرمی دارم چو گل شگفته بر آید ز خاک دانهٔ ما
ز بسکه بی تو، بما وسعت جهان، تنگ است بود چو نقش نگین جائی ما بخانهٔ ما
چو دل ، ببزم تو (معلوم) گر چه خاموشیم
توان شنید ز ما هم شبی فسانهٔ ما

همین نه سرو قدان پیر کرده اند مرا ز طوق فاخته زنجیر کرده اند مرا
نه داده اند غبار مرا عبث برباد به خاک پای تو تصویر کرده اند مرا
ز بسکه محو تماشای زلف خوبانم تمام دیده چو زنجیر کرده اند مرا
فلک به سعی خرابم نمیتواند کرد ز رنگ و بوی تو تعمیر کرده اند مرا
نه خندهٔ لب جامی ، نه گریهٔ ابری چراغ مجلس تصویر کرده اند مرا
به خاک پای، خم افتادنم، نه از مستی است ز موج باده به زنجیر کرده اند مرا
همین نه محو تماشای خط و خال تو ام به رنگ و بوی تو تحریر کرده اند مرا
عنان بیخودیم را کسی دگر دارد چو عکس آئنه تصویر کرده اند مرا
مرا ز سبزهٔ خط داده اند آب بتان هلاک جوهر شمشیر کرده اند مرا
بتان هند که هرگز نه رفته ز آغوش اند بهم نشسته و زنجیر کرده اند مرا
چنان رضا بقضا داده ام که بیداری زبان خامهٔ تقدیر کرده اند مرا
ز وعدهای پریشان پری رخان (معلوم)
دمی جوان و دمی پیر کرده اند مرا

ساقی مکن تکلیف می امشب من افسرده را نتوان بمرهم کرد به زخم دل آزرده را
لب تشنهٔ آب بقا حیران چو اسکندر چرا عمر خضر در پی بود عمر بیابان برده را
سوزید دل ای دوستان بر زخم من مرهم نهید بی سرمه نتوان ساختن به زخم مژگان خورده را
نبود عجب این خفتگان گر نالهٔ ما بشنوند بیهوده ناصح چون شود کس یک جهان دل مرده را
خونین دلت (معلوم) ک با باده خرم میشود
جامی بکش گلزار کن این غنچهٔ پژمرده را

کس نمیداند ره آمد شد ، این خانه را — چون حصار نقش پا در نیست این ویرانه را
آسیا رنگ فلک مار بهم پیچیده است — در دهان ما ز هر دندان گذارد دانه را
آشنایان در لباس کینه یک رنگ همند — دوست دارم صحبت بی کینهٔ بیگانه را
از هجوم گریه، دامان چون دلم، ازخون پراست — آه اگر در دل نسوزد گریهٔ مستانه را
قوت بازوی مجنون ، در لباس عجز ماند — عشق ، در عریان تنی میپرورد دیوانه را
عشق را نازم برای گرمی بازار شمع — پردهٔ فانوس میسازد پر پروانه را

دل چسان (معلوم) سازم جمع در عشق بتی
کو چو زلف خویش میسازد پریشان شانه را

امشب، عبث دادم ز کف، یار بجنگ آورده را — در حیرتم، دوزخ چسان سوزد، من بد کرده را
ز نهار مست ای دوستان در پای خم خاکم کنید — در حشر خجلتها بود بی سر گنه ناکرده را
کی هر نسیمی، نکهت یوسف دهد چون پیرهن — فرق است تا باد صبا پیغام یار آورده را
ای بیوفا! امشب بیا! یکدم به بالینم نشین — از کف چسان آسان دهم، جان بغم پرورده را

جان سوختی (معلوم) را از رشک این بیگانگان
از سایهٔ مژگان دگر بر رخ میفگن پرده را

گردون نکرد از سر ما کم بهانه را — دهقان در آسیا نه کند سبز دانه را
از تیر آه ، سست کمانان ، حذر کنید — در ره زند خدنگ ضعیفان نشانه را
با چرخ ، سرکشی مکن ، آغاز نرم باش — راکب زند به اسپ صرون تازیانه را
سوی وطن دلیل به از اشتیاق نیست — گو خضر همرهی منما راه خانه را
در هند ، بار غربت - تبریز - میکشم — با من چه کینه هست ، ندانم زمانه را

(معلوم) یار رفت غریب وطن شدی
یادش بخیر همسفر غائبانه را

ز دل شوق طپیدن میبرد صبر و قرارم را — ز مژگان قطرهای خون دهد رنگ بهارم را
ز دام ما اسیران صید را فکر رمیدن نیست — کمند ناله در آغوش رم گیرد شکارم را
فلک از همت افتادگان داغست پنداری — که از بی اعتباری میفزاید اعتبارم را
سخن را قدر معلوم است مطلب یادگاریهاست — نگه دارید یاران یادگاری یادگارم را

هوای کعبهٔ (معلوم) از بس داشتم در سر
شب-نمهای دل ، شد خضر ره مشت غبارم را

مکشا زلف و مکن پرده رخ گیسوها — تا نمایند بهم چشم ترا آهوها
چه خطرها که دل از آه کشیدن دارد — طاقتی کو که کشم نازکمان ابروها
به ره شوق تو حیرت زده از بس گشتم — سوده گردیده مرا آئنهٔ زانوها
گر، به این روز بمیرم، غمم از مردن نیست — بر سر من همه جمعند پریشان موها
عمرها شد، من و دل، زخمی مژگان تو ایم — تیغ تا چند کشی بر سر ما ز ابروها
عضوعضوم همه چون غنچه پر از زخم دل است — خواب راحت نتوان کرد به این پهلوها
کار با طالع و بخت است نه در دست کسی است — چه قدر زور توان داشت به این بازوها

جای صندل، چه عجب گر به جبین، سرمه کشند — چون به بینند به رخ خال ترا هندوها
ای سکندر! چه کنی آب بقا، باده بخور — نه شوی زندهٔ جاوید باین داروها
چه شود یک ره اگر جانب گلشن گذری — گل بهر برگ جدا نذر تو دارد بوها
سخنم بسکه رم چشم غزالان دارد — مینویسند بتان در ورق آهوها

چون تو (معلوم) کسی را سخن معجزه نیست
نتوان سحر و فسون گفت باین جادوها

برگ سخن خزان نکند در دهان ما — آسوده در پناه خموشی زبان ما
از بخت خویش، شکوهٔ بیجا نمیکنیم — شاید که روزگار کند امتحان ما
مجنون، بگرد سلسلهٔ ما، نمیرسد — زنجیر گشته بر تن ما استخوان ما
از تیر آه نو سفر ما، حذر کنید — تیر شکسته، راست رود از کمان ما
خود را چو رنگ خویش سراپا شکسته ایم — تا بر هما قفس نشود استخوان ما

(معلوم) اسیر مصرع اهل که گفته است:
ای حیرت صفات! تو بند زبان ما

هر سحر خنده بخورشید رساند گل ما — شانه چون زلف پریشان شود از سنبل ما
بسکه از شوق تو، صد رنگ بخود، میبازد — در قفس جلوهٔ طاؤس کند بلبل ما
ما سرابیم، بلب خشکی خود ساخته ایم — چشم بر رهگذر سیل ندارد پل ما
هم زبان گشته ز اعجاز خموسی به گلی — با لب غنچه توارد زده تا بلبل ما
باغبان! بار گل و منت نیسان چه کشی — میتوانی چمنی ساخت ز بوی گل ما

بسکه در هند چو (معلوم) بیاد وطنیم
فیض از قلهٔ ـ تبریز ـ برد کابل ما

صید ، فتراک تو گردید ، دل بسمل ما　　به خدنگی بکشا عقدهٔ این مشکل ما
چون صدف را ز ترا بسکه نهان داشته ایم　　گریه، چون آب گهر، موج زند در دل ما
بحر اگر، بر شکند کشتی ما را، غم نیست　　ما حبابیم پل از موج بود ساحل ما
ما چو گنجیم ، ز ویرانه خود معموریم　　شاید آباد کند خانهٔ موری گل ما
ما قلندر منشان ، منت گردون نه کشیم　　هر کشیدیم که مشکل نشود مشکل ما
مزرعهٔ همت ما ، منت دریا نه کشد　　چون رگ ابر کند تربیت حاصل ما

دامن صبح ، نه از خون شفق ، رنگین است
هر سحر تیغ بخورشید کشد قاتل ما

نو بر بوسه ز لعل تو تمنا داریم　　چه شود گر ز تو تحصیل شود حاصل ما
هر نفس ، چهره برنگی بنظر جلوه کند　　نشا٘ را موج دهد ساقی دریا دل ما
یار اگر رفت ز دل، درد فراقش باقیست　　نیست جز بار غمش بار دل محمل ما
از سرکوی٘ تو شب چون سحر از خود رفتیم　　میتوان دید ، بهر نقش قدم منزل ما
لذت نامه و پیغام ، ندانست هنوز　　یار بیگانهٔ ما هم سفر حاصل ما
در خموشی من و تصویر توارد زده ایم　　هیچ گه را کسی . . گل بکند از دل ما
دل دیوانه ، ز اسباب طرب، مستغنی‌است　　نیست چیزی بجز از درد تو در محفل ما
کاروان در دل شب رفت بمنزل افسوس　　نشد آگه دل بی خبری غافل ما

گفتمش بوسهٔ از لعل شکر بار بده
گفت (معلوم) بیا بادل تو بادل ما

وطن کی میکند هرگز دل دیوانه در صحرا　　اگر از حلقهٔ زنجیر سازی خانه در صحرا
نیم مجنون که تا از سنگ طفلان آشیان سازم　　فزون از حلقهٔ زنجیر دارم خانه در صحرا
به آهی، میدهم مشت غبار خویش را ، برباد　　به‌رنگ چرخ، میسازم ز خود کاشانه در صحرا
بود از حلقهٔ چشم غزالان ، گردش جامش　　فزون از شهر باشد رونق میخانه در صحرا
ز حق مگذر بهم مستان که الفت این چنین دارند　　غزالان میکشند از چشم هم پیمانه در صحرا
به گردن رشتهٔ زنارم امشب از خط جام است　　ازان چون ابر میگریم ، سیه مستانه در صحرا
گهی دارم ز هم زنجیر و گاهی سنگ طفلان است　　رسد هر دم ز خوانی روزی دیوانه در صحرا
چمن از رنگ و بوی گل جهان از عشق آباد است　　بود بی عشق دل در گرد تن ویرانه در صحرا
چو مجنون تابکی زنجیر پای٘ خویشتن باشی　　بکن ترک جنون یا سر بنه دیوانه در صحرا
نگاهی دیده ام در سرمه از چشم سخن گوی　　بچشم نو غزالان گشته ام افسانه در صحرا
ز باد شمع روی٘ بسکه ذوق سوختن دارم　　بخاک افگنده ام دام از پر پروانه در صحرا

ز نیرنگ و فسون چشم ، آن بیرحم میترسم   که سازد نالهٔ زنجیر را دیوانه در صحرا
به حسرت تا یکی تخم هوس بر خاک انشانی   مبر رنج عبث خرمن نه گردد دانه در صحرا
سیه مست جنون ، در پوست چون مجنون ، نمیگنجد
بود در گرد تن (معلوم) چون دیوانه در صحرا

شب وصلت نمیریزم عبث از دیده کوکبها   که همچون طفل اشکم بی زبان در عرض مطلبها
نیم مجنون که خود را وقف سنگ کودکان سازم   غزالان بر سرم جمعند چون طفلان به مکتبها
شب هجران نه آغوشم پر از چاک گریبان است   ز سیل گریه ام شد ، همچو مژگان دامن شبها
عجب نبود ، بروز حشر هم ، از تندیٔ خویش   فغان در سینه ها ، چون جان ، نهان ماند بقالبها
ازین شادم به دشمن هم ز من خصمی نمی آید   خورشم چون باده گر شیرین و گر تلخم بمشربها
عجب نبود، اگر از صحبت این مردمان، ترسم   که مژگان ست افعیها ، زبانها نیش عقربها
بیا (معلوم) چندی شکوهٔ بیهوده کمتر کن
که با افسون سخن بیرون نمی آید ازان لبها

ساقی ! بگردش آور ، امشب پیالها را   از باده شوستر کن ، چشم غزالها را
در هر نقاب، حسنت چون روی گل، نگنجد   از موج باده بکشا بر رخ کلالها را
از مصحف جمالت هر کس که خال گیرد   منمای رخ ز مژگان بنما جلالها را
از عکس غیر دادم بر دار چشم خود را   بی نقش ساده کردم چون دل رسالها را
تا گوش او ، نگردد آزرده ، از فغانم   چون نی نهفته دارم در سینه نالها را
امشب پیاله در کف (معلوم) دشمن بود
از رشک بیشتر سوخت گلها و لالها را

بخت اگر یاری کند، غم شادمان سازد مرا   کامران گردد ، فلک گر کامران سازد مرا
از دل دشمن نواز آشنا بیگانه ام   سخت میترسم بمن هم مهربان سازد مرا
آنکه ، عمری چشم بر راه غبارش ، بوده ام   گر بخاکم پا گذارد آسمان سازد مرا
در ره افتادگی چون نقش پا افتاده ام   آسمان پا میخورد گر ناتوان سازد مرا
چون کنم (معلوم) ترک شیشه و ساغر کنم
گرچه پیرم میتواند می جوان سازد مرا

براه شوق تو از بس گداختم خود را   بهر چه چشم کشودم شناختم خود را
ز سیل گریه ، دلم روی در خرابی بود   ز خاک کوی تو آباد ساختم خود را
ترا شگفته چو گل دیدم و ز هوش شدم   ترحمی که برنگ تو باختم خود را

اگر ز گریه دمی گشت دیده ام خالی بجای اشک بدامن گداختم خود را
کسی مباد چو من خصم خویشتن (معلوم)
بروی هر که شدم چهره باختم خود را

نباشد بیم ، از سیل حوادث ، خانهٔ مارا توان آباد کرد از خاک ما ویرانهٔ مارا
بزنجیر جنون خو کرده مجنونی چو دل داریم ز چشم بد نگهدارد خدا دیوانهٔ مارا
درین مزرع چوگل سر سبزی ما صد خطر دارد که باشد خرمی در خاک بهتر دانهٔ مارا
ز چشم خود، چه خجلتها که ما، بی روی اوداریم مبادا آشنائی با کسی بیگانهٔ مارا
اگر میخانها خالی شود مستی نمیدانم مگر ساقی کند چون چشم خود پیمانهٔ مارا
ز بوی پیرهن ، کی دیدهٔ ما میشود روشن چراغ طور میسوزد پر پروانهٔ مارا
گهر (معلوم) از خجلت بدریا آب میگیرد
اگر خوانند در گوش صدف افسانهٔ مارا

کی شوید اشک ما ز چنین خوب و زشت ما چون نقش خاتم است خط سر نوشت ما
خوش کاران بصحبت دنیا نشسته ایم دوزخ کجاست خنده زند بر بهشت ما
آسوده ، از ترشح ابر است ، حاصلم بی آب ، دانه سبز بر آید زکشت ما
پیر و جوان ، ز صحبت ما ، سر نمیکشد گردن نهاده شیشه چو خم زیر خشت ما
(معلوم) ما ز کفر و ز ایمان گذشته ایم
زاهد برو تو هرزه مگو در کنشت ما

تا شد، جنون بکوی بتان، رهنمای ما زنجیر حلقه حلقه ز ره شد بجای ما
گوش فلک ز شعلهٔ آواز ما پر است از دود دل در آئنه پیچد صدای ما
ما خوشه چین خرمن پروانه نیستیم هر مو بود فتیلهٔ داغی برای ما
خواهیم گر به کوی تو عزم سفر کنیم نقش قدم چو آبله پیچد بپای ما
تا گشت صید گه، تو از ناز میرسد پهلو بدیر و کعبه زند کربلای ما
مارا زیاد خویش فراموش کردهٔ در خاطرت چو آبله پیداست جای ما
ما پادشاه لشکر تنهائی خودیم ریگ روان پیاده رود پیش پای ما
(معلوم) ما رضا بقضا هم نداده ایم
غیر از رضای دوست که، دارد رضای ما

کی میشنود ناله کس داد رس ما گر آبله در آبله پیچد نفس ما
عمریست، که در بند گرفتاری خویشیم از دام تو آزادی ما شد قفس ما

از شعلهٔ آواز ز بس حال نفس سوخت — بر ناقه چو فانوس نماید جرس ما
تا میکده باقیست ، سر تو به نداریم — هر چند بجای نبود دسترس ما

(معلوم) کس امروز به آزادی ما نیست .
ترک دو جهان ننگ بود بر هوس ما

کی کشاید دست سعی از زلف خوبان تاب را — جمع نتوان ساختن با شانه موج آب را
چشم بستن بهر ضبط گریه ، از دل مردگیست — از رفو مرهم نمیبندند زخم آب را
پردهٔ ساز تو ؛ امشب پردهٔ چشم من است — چشم دارم چون صف مژگان کنی مضراب را
سرمه از طرز نگاه وحشتت رم میخورد — بسکه شوخی نیست آسایش به چشم خواب را
شب روان شبها چراغ کلبهٔ شب میشوند — میبرد فیض سحر فیض شب مهتاب را
از بهار سبزهٔ خط تو دانستیم ما — منت از باران نباشد سبزهٔ شاداب را
گر به آب خضر ؛ با این زلف دام افگن شوی — میکشد در آب ماهی حسرت تلاب را
بیقراری نامهٔ ما را بمنزل میبرد — شوق ما مکتوب میبندد پر سیماب را
جز وفا از ما نمی آید ندانستیم ما — بی وفائی نرم میسازد دل احباب را
به نمیگردد به مرهم داغ دل چون داغ تن — توتیا روشن نسازد دیدهٔ گرداب را

توبه را (معلوم) بی تکلیف میباید شکست
تا بکی بتوان شکستن خاطر احباب را

ساقی ببین تمامی عیش تمام ما — لبریز کن چو ساغر خورشید جام ما
صید مراد دانهٔ خورشید گاه ماست — در بند فرصت است که افتد بدام ما
از عکس باده خانهٔ ما ، بسکه روشن است — خورشید ، چون ستاره نماید ، ز بام ما
خود همچو برق قاصد راه دل خودیم — چون ما ، بیار ما ، که رساند پیام ما
زین سان که ما خود از پی آزردن خودیم — از ما مگر زمانه کشد انتقام ما
ما را نظر به پرتو خورشید و ماه نیست — روشن طراز طلعت صبح است شام ما
شد عمر ها که در پی صید دل خودیم — این وحشی رمیده نگر دید رام ما
ما را ، بخود توقع صد نامه ، بیش بود — عنوان نامهٔ ننوشتی بنام ما
شد ابر نو بهار ، و خم می بجوش رفت — خالی است ، همچو ساغر خورشید، جام ما
با آن که لب ز خجلت گفتار بسته ایم — نقش است در رنگین زبانها کلام ما
گنج از سخن، ز دست که آمد ، بجز سخن — بعد از فنای ما بنماید دوام ما
در حیرتم که هیچ ندانستهٔ هنوز — دانستهٔ جواب ندارد سلام ما
در خواب ، دوش جلوهٔ ز سرو قامتی — دیدیم کامرانی ما شد بکام ما

(معلوم) فیض این غزل از فیض حافظ است
تحسین مکن به پختگی طبع خام ما

از بسکه ، گشته دیدن رویت ، هوس مرا — چون نامه شوق ، بسته ببال نفس مرا
با آنکه ، ره نداده بکوی تو ، کس مرا — مکتوب سر بمهر بود هر نفس مرا
انصاف ده ، خدنگ تواز دل ، چسان کشم — آهی به سینه مانده بجای نفس مرا
من آشنا ، بمردم چشم تو ، کی شوم — مستند این قدر که شناسند بس مرا
در بیضه ، مشق جلوهٔ طاوس میکنم — باشد اگر ز سایهٔ دستت قفس مرا
چندان ز خویش ، در پی محمل رمیده ام — کز دل رسد بگوش صدای جرس مرا
آن رند مشربم ، که به می غوطه گر خورم — مست آن چنان شوم‌که نه‌گیرد عسس مرا
از دام آشنائی هر کس رمیده ام — خوب است بیکسی نگذارد بکس مرا
راهی به آب خضر ، چو (معلوم) نیستم
امروز تا به حشر بود یک نفس مرا

بسکه، لبریز است از خون، ساغر سرشار ما — میطپد چون مرغ ، رنگ سرخ بر رخسار ما
نی‌همین بوی گل و باد صبا ، پا درگل اند — ریشها دارد ز باران ابر در گلزار ما
رزق مارا، چون ز دار قسمت ما ، داده اند — سخت بیجا مینماید ، سعی ما ، در کار ما
بسکه، از لخت جگر، دامان چشم‌ما، پراست — میشود بیش از بدخشان لعل در کهسار ما
خصم کو درکشتن ما یک نفس زحمت مکش — سعی کن ضائع نخواهد گشت در آزار ما
دست ما از دامن گردون چه شد کوتاه شد — میرسد آخر بجای گریهٔ بسیار ما
بسکه ما (معلوم) آب تیغ مژگان خورده ایم
. . . .

بسکه با زلفت غریب افتاده طرح جنگ ما — نالهٔ زنجیر خیزد از شکست رنگ ما
برق سان در سایهٔ بال و پر خود میپریم — نیست در دست فلاخن اختیار سنگ ما
از درشتیهای ما، روشن دلان را باک نیست — نشکند آئینه را چون آب زخم سنگ ما
ما زره بر تن، جرای دوستی پوشیده ایم — تیغ برخود میکشد هرکس شود هم‌جنگ ما
بسکه (معلوم) از مکافات عمل ترسیده ایم
میرویم از کار اگر موری شود دلتنگ ما

مرا سر گرم خود دارد بتی از نکته دانیها — که من چون خامه ام در دست او از بی زبانیها
اگر چون بوی گل، خاک‌ره باد صبا، گردم — غبارم ، بر نمیخیزد ز جا ، از نا توانیها

به بزم غیر، امشب یار اگر، از حال ما پرسد مگوئیدش : فلانی شکوه دارد از فلانیها
ز مژگان ناوک اندازی ببازوی تو میزیبد مسلم بر تو باشد منصب ابرو کمانیها
نمیخواهم دگر (معلوم) با کس آشنا کردم
ز بس از آشنایان دیده ام نا مهربانیها

نباشد بر سر ما منتی ابر بهاران را بداغ سینها دستی نباشد لاله کاران را
اگر پیوند خانه ام ، بعد عمری میتوان دانست که باهم الفتی زین بیشتر بود است یاران را
گداز زر در آتش امتحان کم عیاریهاست نباشد منتی از کیمیا کامل عیاران را
ز معراج سخن نامش به عرش‌ار یک‌قدم ره نیست شود منزل یکی در هر نفس‌گردون سواران را
چمن (معلوم) از من صد گلستان خرمی دارد
سحاب از گریهٔ من میبرد سرمایه باران را

گردن آزادگان ، کی خم بتاج زر شود بس بود گر بر سر ما دست تا افسر شود
چشم آن دارم که، همچون شمع، در بزم کسی آن قدر سوزم، که دل در سینه، خاکستر شود
یار مشب بر سر ناز است، ساقی! باده ده گرچه زین بهتر نمیباشد از ین بهتر شود
بعد مردن هم غبارم میبرد ره سوی او در ته خاکم کفن کی دام بال و پر شود
دیدهٔ ما چون قدح، از پرتو می، روشن است آن قدر می‌ده، بما ساقی! که چشمی‌تر شود
میشود ، یاقوت اشکم ، تا بمژگان میرسد این چنین، کی در صدف‌هر قطرهٔ گوهر شود
یار اگر امشب ، ببالینم نمی آید ، چه غم آن قدر، برلب نفس‌دارم که، بال و پر شود
باده ده، ساقی! پیاپی یار مهمان دل است سخت میترسم که امشب مستیم کمتر شود
نامهٔ (معلوم) مارا قاصدی در کار نیست
میتواند حرف حرف نامه بال و پر شود

۲۵۱ = معین

معین . مغاک افتادگان پست فطرتی را ، بدست سخن آموزی ، دست گرفته ، بر کنار سخنوری مینشانید :

آتشی افروخت عشق و جسم و جان من بسوخت
گفتم: آهی برکشم ، کام و زبان من بسوخت

گر مغنی بیش ازین گفتی ز عشقش شمـــه‌ٔ
. . ین نور رخش شرح و بیان من بسوخت

۲۵۲ ـ میرزا مقصود کاشی

نهال بوستان مضمون تراشی ، میرزا مقصود کاشی . در کان طبعش هر جوهر لفظ را قیمت صد گنج قارون ، هر بیتش لعلی است ، چراغ دل خواننده‌گان را، چون جلوت خورشید ، منور میگرداند :

خدنگش میگذشت از سینه، دل بگرفت پیکانش
چو آن مهمان که ناراضی بود گیرند دامانش *

---

* شاعری به همین تخلص از کاشان ، در عهد اکبری بود ، ولی در هند وارد نشده . معلم نیست که میرزا مقصود همان مقصود کاشی است یا غیر ازوست . شرح حال مقصود کاشی به قرار ذیل است :

تحفهٔ سامی : مقصود کاشی . از آدمی زادهائی شهر مذکور است و در علم سیاق وقوفی دارد و در شعر طبعش خوبست . این چند مطلع ازوست :

چون شد سرم بتیغ جدائی ز تن جدا   سر بی تو خون گریست جدا و بدن جدا
صبا دارد بکف چوگان زلف عنبر افشانش   ببازی میزند هر لحظه بر گوئی زنخندانش (۱)
جای سنگش بر تنم پیراهن نیلوفر است   گردگلخن برسرم آن‌جامه از خاکستر است
(۱۲۶)

مجمع الخواص : مقصود خرده فروشی از اهل کاشان و طالب علم و شاعر پیشه و خوش طبع است این ابیات ازوست :

شب وصل است ، گلو گیر شو ، ای مرغ سحر !
پاسی از شب نگذشته است ، چه افغان است این (۲)

من بدین سوختگی داغ دل اغیارم   گرچه آزرده دلم لیک رقیب آزارم
رفتن نکو نبود ، چو رفتی ببزم غیر   خواهی‌بنوش باده و خواهی نماز کن!

۱ـ آتشکده و نگارستان سخن دارد .
۲ـ آتشکده و روز روشن دارد .

حواله اش باجل کن ؛ که خشک لب میرد ——— کسی که ، کشتهٔ شمشیر آبدار تونیست
سهل است ، اگر ز غیر تنزل کند ، کسی ——— هر چند دشمن است، ببین در پناه کیست
در وی نگر و طالب وی باش ، که یوسفی ——— محروم ازان شد که نظر بر شجر انداخت
رفتم ز آستانت این روسیاهیم بس ——— اما ز دل نرفتم. این عذر خواهیم بس (۱)
من گرفتم که ز مقصود نمیآید هیچ ——— دوست باشد به از آن نیست که دشمن باشد (۱)
(ص ۲۱۳)

آتشکده : مقصود برادر باقر خورده فروش است . و چندی خورده فروشی میکرده و چندی در خدمت میر صدر الدین محمد خلف میر غیاث الدین منصور دشتکی شیرازی مشغول خدمت بوده ، و شرف حج بیت الله و زیارت عتبات در خدمت ایشان دریافته ، و با محتشم خصومت آغاز نهاده ، آخر الامر در دار العباد یزد در سنه (۹۸۳ھ) در جامهٔ خواب شهید شد و قاتل او پیدا نشد . این چند شعر ازو ملاحظه شد ، بد نگفته :

(چهار بیت دارد که تحت مجمع الخواص ثبت شده — ۲٦۸)

نگارستان سخن : مقصود کاشی برادر باقی خورده فروش و تلمیذ میر حیدر معمائی (۲) و مصاحب میر غیاث الدین منصور (۳) است . و گنج شایگان نظمش ناظمان زمان را مقصود و منظور .

کام جویان دامن معشوق دارند آرزو
ورنه لیلیٰ دوست را ، خود دامن صحرا بس است

(یک بیت دارد که در تحفه سامی آمده — ص ۹۱)

۱- آتشکده دارد .

۲- امیر رفیع الدین حیدر معمائی از ملازمان اکبر پادشاه متوفی (۱۰۰۷ھ) رفیعی تخلص میکرد . کوتاه قد و ضعیف اندام است و در فن معما و تاریخ ممتاز است . این شعر ازوست :

عزم سفر کرد یار : ما ز میان میرویم ——— او اگر از شهر رفت ما ز جهان میرویم
(حسینی و مجمع الخواص)

پسرش میر سنجر کاشی، نیز در سلک ملازمان اکبر پادشاه بود . . . با میرزا جانی بیگ والی تته نیز مربوط بود و زبان بمداحی میرزا جانی و پسرش میرزا غازی وقاری کشود . در سنه (۱۰۲۱ھ) رفات یافت . مصرع —افگند پادشاه سخن چتر سنجری— تاریخ است . مورخ در عدد زائد را بحسن تعمیه افگننده . (سرو آزاد ص ۲٦)

۳- میر غیاث الدین منصور دشتکی شیرازی فرزند میر صدر الدین محمد فکرت تخلص . سرخوش نوشته است که در عهد عالمگیر در هند وارد شد . (ص ۱۲۲)

روز روشن : مقصود کاشی وطنش قریهٔ خورده متعلق کاشان ست . وی برادر باقر خوردهٔ کاشی بود . و همراه غیاث الدین منصور بحج و زیارت مشرف شد . و ز مانیکه ملا محتشم کاشی قصیدهٔ به تتبع قصیدهٔ شاه طاهر دکهنی (۱) انشا نمود ، این مقصود در همان زمین قصیدهٔ هجو ملا محتشم موزون نمود ، که مطلعش این ست :

دارم از وضع جهان شکوهٔ و از دور فلک
که گدا زاده چرا تکیه زند بر تو شک (۲)

پس هر گاه در سه سبع و ثمانین و تسمائه (۹۸۷ھ) در شهر یزد شبی دزدان بطمع مال، مقصود را به بستر خوابش کشتند . ملا محتشم بدین مصرع تاریخ وفاتش انتقام هجو جست . ع

انتقام باطنی ، دیدی! بجان او ، چه کرد

کلام مقصود اینست :

ازان لب ، یک سخن، یکحرف، یک دشنام ، میخواهم
تکلف بر طرف ، امروز زان لب : کام میخواهم
دران دل رحم میخـواهم ، بیاز ساده لوحی بین
کـه من در کافـرستان رفته ام ، اسلام میخواهم
ز یکسدم با تو بودن دل تسلی کی شود هر گـز
تـرا با خویشتن میخواهـم و بسیار میخواهـم

چند گوئی که، بیاد دل خود باز ستان   آن دلی کش تو نخواهی من ازو بیزارم

(۹۲۴ — ۹۲۵)

۱- شاه طاهر معروف به دکهنی از اولاد ملوک عبیدیه متوفی ۹۵۶ — ۹۵۴ — ۹۵۲ھ بدکن وارد شد و با برهان نظام شاه پیوست . پسر شاه بیمار افتاد و کار از معالجه در گذشت . شاه طاهر گفت : اگر نیت کنید که بعد شفا مذهب اثنا عشری اختیار کنیم هر آئینه صحت یابد! اتفاقاً مشار الیه شفا یافت و آن مذهب بر سلطان و سائر دکهنیان غالب گردید .

(شمع انجمن ص ۲۷۶)

۲- سرخوش نوشته است که : فکرت با او بسیار مهربان بود . وقتیکه سرخوش قصیده در مدح بخشی الممالک روح الله خان در زمین قصیدهٔ شاه طاهر دکهنی گفته، که این بیت ازان قصیده است :

ترک شوخی نه کند، زان سبب استاد ازل   همچو اطفال کشیده است فلک را بفلک

پیش میر فکرت (غیاث الدین منصور) برد ، نقل از راه خوش طبعی درمیان آورد که : چون ملا وحشی (یافقی) جواب این قصیده گفت، فرزندان و مریدان شاه بر آشفتند و پیش یک

۲۵۳ - ملتفت خان

ملتفت خان طبع ملتفتش چنان التفات دوست ،که با هر کس و ناکس چون شیر و شکر میآ میخت . در دقیقه یابی و معنی طرازی بینظیر بود ، چنانچه رباعی قبله گاهی که درحق او گفته اند گواه صادق است . منهم :

در ملک سخن که نام سحبان دارم　　طرز سخن خان سخندان دارم
مانند نگین نشسته نقشم بمراد　　سرمشق بخط ملتفت خان دارم

غیر از یک قصیده اش ، که خود بر بیاض والد مرحوم قلمی نموده، بیتی ازو در دیده جلوه گر نگردیده . یک بیت ازان ایراد میگردد . منه :

کبستم ؟ دارالامان بیکسی را شهر یار !
هفت خوانِ درد و غم را رستم و اسفند یار*

---

* ماثرالامرا : ملتفت خان مهین خلف ارشد بن محمد باقر اعظم خان جهانگیری از علوم متداوله بهرهٔ وافی داشت و از حمایه شرم بخشی وافر . پدرش در سال بست و دوم شاهجهانی رخت زندگی بر بست . در عهد عالمگیری خطاب اعظم خان هم یافت . روز جنگ دارا شکوه بعد از فتح ، از غلبهٔ حدت هوا و شدت گرما و سنگینی حلقه و جوشن جان بجان آفرین سپرد . او بفهم درست و ادراک عالی مشهور و شگفته پیشانی و متواضع بود . و حسن مباشرتی داشت که هر که باو میرسید دل بستهٔ صحبتش میگردید . و طبع موزون هم داشت این شعر ازوست :

بخواب دیده ام آن طرهٔ پریشان را　　تمام عمر دگر خواب من پریشان است

دختر اسد الله خان معموری در خانه اش بود . هوشدار خان پسرش از امرای عالمگیری بود (۳: ۵۰۰)

۲۵۴ - شاه ممتاز

شاه ممتاز . درمیان شاهان ممالک سخنوری اباقهٔ امتیاز بر فرقش در

☜ صاحب طبع رفته بشورشی تمام گفتند که : ببینید بی ادبی ملا وحشی را که، قصیدهٔ شاه ما را جواب گفته! آن عزیز گفت : بی ادبی دیگر آنکه از شاه خوبتر گفته! (۱۲۵)

نظر ارباب بصیرت جلوه گر است ۱ :

۲۵۵ ـ شیخ رحمته الله ممتاز

شیخ رحمته‌الله ممتاز. در فکر سخن میان جوانان تازه ، که دستی در مشق سخن دارد ، ممتاز است . شعرش خالی از چاشنی نیست :

غزال آرد بجای نافه ، سنبل از پریشانی
کند زلف سیاهی را صبا ، گر شانه در صحرا
نگاهی، ای کمان ابرو! فگندی، تیر شد پیدا
میان بستی بقتل عاشقان ، شمشیر شد پیدا
بیا فرهاد و مجنون شو! که اینک لیلی مارا
تبسم از لب شیرین چو جوی شیر شد پیدا

هیچ در چشمش ز حیرانی نمی آید بهم   تا نگاه آتشینت گرم دید آئینه را
تاب گردش کے بود از ناز چشم یار را   طاقت جنبش نبا شد مردم بیمار را

گر ندیدستی معلق از زنخدانش ببین
آب سیمابی ز چاه سرنگون بی اضطراب
تا تمنای نگاهت ، در دل دریا گذشت
مینماید حلقهٔ گرداب ، چشم تر ، در آب
نیست دور از آتش عکس حنای دست او
ماهی ار گردد سمندر در حباب اخگر در آب

سایهٔ افتد ز مژگان تو غارتگر در آب   بال بر اندام ماهی میشود خنجر در آب
دل را خیال زلف تو زنار بست و رفت   هندو به بیں که کعبه بزنار بست و رفت

۱- هیچ شعر ثبت نیست .

طفل اشکم ، درمیان دیده ،خوش استاده است
چون رود از جای خود بیرون که مردم زاده است
میکند روشن سواد معنی صورت مرا
صفحهٔ رویت، که چون آئینه، از خط ساده است
کمندی چون نگه برکف نهاد از ناز، مژگان را بصید اندازی دلها تمام انداز میآید
رسد بر کشتگان آب حیات از رحم میدانم که شمشیر میانش با دم اعجاز میآید
مپیچان زلف خود بر رخ ، که روز من سیه گردد
دهد رو تیرگی تا مهر تابان در سحاب افتد
چنان نور نگاهم ، صاف شد، از دیدن رویت
که بوچون خط لعلت بر لب مینوش گل بینم
ز رشکش سوختم مانند بو ، ممتاز در گلشن
دل بلبل کباب از آتش خاموش گل بنیم
ز بس سازم رقمها درچمن از سحر فن چشمی
چو نرگس میشود پیدا ز هر انگشت من چشمی
شد این روشن ،که بی رویت ، ندارد بزم ما نوری
بود از شمع ، گل افتاده و در انجمن چشمی

۲۵۶ - میر شاه حسین مناسب

چرخ سخن را نجم الثاقب میر شاه حسین مناسب. در دیوان ابداع ، چو او ، بیت مناسبی انتخاب نشده . هر مصرعش سرو یست در جعفر آباد دیوانش ، که بلبل شیراز شوقش حلقه بگردن چنبر کرده و قبای خاکستری پوشیده، قمری وار حلقه در گوشش میگردد. و در- مثنوی قصهٔ خسرو شیرین-

که تصنیف کردهٔ اوست ، و تعریف چراغان روی دل ، که افروخته جعفر خان ۱ بود ، داد تلاش داده و بحسن ادا گفته :

صد حرف جان گداز بود بر زبان ما
چون شمع ، گر یکیست زبان ، در دهان ما

اشک از دل بنظر آمده را ، رو ندهم اعتباری نبود بندهٔ بگریخته را
سبزهٔ خط و لب لعل و دهان تنگ او میدهد یاد از کنار چشمهٔ کوثر مرا ۲

این شیوه های ابرویت : مشکل که داند ماه نو
از علم ، تیر انداختن ، نبود خبر نداف را
حسن سوی عشق ، دارد رغبتی ، گر بیوفاست
میبرد رنگ گل ، اما ، در هوای عندلیب
تا خیال خال و خطی ، دختر آرای دل است
گه پریشانی گهی جمعیت ، انشای دل است
بر صف دلها مگر زد چشم جادوی که باز
هر کجا گوش افگنم ، در شهر غوغای دل است
شهرت شکر لبان ، از تلخ کامی های ماست
نام شیرین ، بر زبان بی محنت فرهاد نیست
گفتم نگه بزخم دلم کن ! بخنده گفت :
غیر از نمک وظیفهٔ عضو بریده نیست

۱- جعفر خان عمدةالملک بن صادق خان میر بخشی بن خواجه محمد طاهر و صلی در ذی‌الحج سال ۱۰۸۰هـ فوت کرد (مآثر عالمگیری و مآثرالامرا ۲ : ۲۹)
۲- صبح گلشن دارد

امان عمر . بغفلت مده ز کف ؛ که کسی
دوباره . شمع صفت ؛ زندگی ز سر نگرفت
هر صباح از روی او ؛ آئینه گرداب گل است
پیچ و تاب جوهرش موج میٔ ناب گل است
همچو جوهر . بردم شمشیر او . خود را زدم
کز خمیدن نسبتی با ابروان یار داشت
کشتگان را ؛ شیوه هایٔ ابروی او ؛ یاد نیست
تیغ او در سر فشانیها هزار انداز داشت
شب ، خیال قامتش در چشم ما ، تا جا گرفت
گریه را کار از دگر شبهایٔ غم بالا گرفت
چه زبانها که نه بندد به نگه پردازی
چشمت آیا ، زکه این طرز سخن . یاد گرفت
لب ز شیرین سخنی بسته بعشاق نگر
مور خط ؛ مهر ازان تنگ شکر ، بردارد
در پیٔ تحریر شرح جان سپاری ، سینه را
عشق بیچاره ، از تیغ تو ، مسطر میکشد [۱]
حسن . اگر شمشیر گردد ؛ عشق جوهر میشود
گل شود گر شعله در میل سمندر میشود
وصف زلفت ، چون نویسم ، کز پریشان خاطری
میرود مضمون ز خاطر تا قلم تر میشود

۱- نسخ کشش دارد

راز دلم بزلف بتان آشکار شد   شب باعث نمود وجود شرار شد

سر بزیر افگنده نرگس ، دید چون چشم ترا
چشم سخت ، از شرم چون بادام ، نتوانست کرد

گر نیاید دلم از زلف تو بیرون ، چه عجب
سر ازان مصرعهٔ پیچیده بدر نتوان کرد

بیش گردد دل ، طپیدنها چو خط بیرون کند
نو بهاران سوزش دیوانه را افزون کند

حساب دفتر زلف تو ، در شب بختم   بروز نامچهٔ انتظار میماند

بچنگ ما نمی آید که در آتش بسوزیمش
مگر ، بر زلف او پیچد ، که دود از شانه برخیزد

پا بهر جا که گذارد ، چمن اندام کند
چشم بر هر چه گمارد ، گل بادام کند

گر بوصف زلف او خواهم نویسم نامهٔ   بر نخیزد دیگر از کاغذ خط مسطر سفید

نوش داروی تبسم ، طلبیدم ز بتان   لشکر خندهٔ چون شهد ، جوابم دادند

چسان سوز درون را ، عاشق از مردم ، نهان دارد
بود روشن ، که شمع بزم ، تب در استخوان دارد

اشارتهای ابروی ترا ، هر کس نمی فهمد
زبان بی زبانی را ، خموشی نکته دان باشد

بر امید آنکه ، شاید شانهٔ زلفت شود
هر نهالی ، در گلستان مشق شمشادی کنند

تا کجا وصف کنم پستهٔ خندان ترا
یک نمکدان دو جهان شور ملاحت دارد

زلف کجت ، بداد اسیران نمی رسد   در هند کس بحال غریبان نمی رسد

جز رخ او کز عرق مانند گل برگ تر است
بر گل خورشید گوهر پاشی شبنم که دید !

داشت بادل گفتگوی بر سر آن طره لیک
شد ز تار زلف مشکین تو ، حرف شانه سبز

سوی بازار شدی و ز نگاه تو شدند   همه بادام فروشان گل بادام فروش

بوی بهــار بــاغ بناگوش میوزد
از شرم ، ای گل! آب شو و میچکیده باش

هر کجا ، خورشید روی دیدم ، از جا میروم
در گلستان عبث ، کم ز شبنم نیستم

ای قیامت ! شکوهٔ آن زلف و کاکل چون کنم
از پریشانی سر موی چو قد هم نیستم

نی همین تنها شراب ارغوان میسازدم   منکه پیرم ، نار پستان جوان میسازدم

هیچگه رو ننمائی و من از ساده دلی   بخیال تو همان آئنه پرداز خودم

همانا همچو ابر تیره طغیان کرده سودایم
که زنجیر جنون خاشاک سیلابست بر پایم

ای مناسب حرز جان گویند خط تیغ اوست
یک الف زخم از برای امتحــان برداشتم ۱

۱- صبح گلشن دارد .

در دل خویش ، خیال لب و دندان مرا
بهم آمیختــه ، چون شیرو شکر ، ما دو ایم
بی غم زلف تو ، چون آئینه بودم ، ساده لوح
این زمان در موشگافی چون زبان شانه ام
چو ، باغ پر گلی ، از رخنهٔ دیوار ، بنماید
نماید داغهای* سینه از چاک گریبانم

در زیر سرو آب روان خوشنما تر است   باید ، بپای آن قدر رعنا گریستن
گر اشک من آرام ندارد چه تعجب   هر طفل که خودسر شده بسیار دویده
قلب عشاق ترا موی میان داد شکست   چه مقید بصف آرایء مژگان شدهٔ

مکن بیهوده منع از بیقراری، اشک چشمم را
چه داند ، طفل شوخی بی زبان ، درس شکیبائی
مبادا آن دهان را دیده ، نقش او ، بدل گیرد
بخون غنچه ، فتوی میدهی ، گر در چمن باشی
بعد از ین ، من که و سامان و سرانجام، کدام
دیده ام خانه بر انداز نگاه عجبی* ۱

* صبح گلشن: مناسب میر شاه حسین. از بلند فکران خطهٔ کشمیر ست. و در بندش مضامین مناسب حال بی نظیر . (چهار بیت دارد ص ۴۵۲)

۲۵۷ - میرزا روح الله منتخب

میرزا روح‌الله منتخب پدر میرزا داراب بیگ جویا . هر شعرش چون ابروان شوخان سر اندیب ، در نظر ادا فهمان انتخابی است :

۱- صبح گلشن دارد .

حسنی که ز هر نظر نهان است　　در دیـدهٔ عارفان عیان است
از ضعف شوم بسان موی　　تا دل در بند آن میان است

مبین ای بوالهوس! بر چهرهٔ زردم بچشم کم
مس خود را ز اکسیر محبت کیمیا کردم
مکن باور، که لعل آسا کند جا، در دل خارا
چه خونها خورده ام تا در دل سنگینش جا کردم*

---

* صبح گلشن: میرزا روح الله منتخب. از سخن فهمان کشمیر ست. دیوانش مفرح القلوب مردم دلگیر. (یک شعر دارد ص ۲۵۲)

۲۵۸ - ملا عبدالرحیم منجم

ملا عبدالرحیم منجم، استاد نواب ابراهیم خان[۱] طبع تنجیم دانش، احوال فلک را، چنان مطمح نظر داشت که، گویا کلک قضا رقم کیفیتش بر کف دست او نگاشته. اسطرلاب دانی که فلاطون توان همچهرهگیش در خود ندیده، در خم خرید. و بو علی سینا چون بوم شوم در دشت و صحرا ویرانه گزید:

باعث عشرت نگردد زهد خشک　　آبروی مردم، از چشم تر است[۲]
بلای صبر و قراری بلای صبر و قرار　　چه چاره از دل خونریز دیدهٔ خونبار
اسیر گردش چشم تو گردش ساغر　　هلاک طرز نگاه تو نشاء سرشار
بوقت گردش چشم تو خال می گردد　　نظاره میرود از خود چو ناتوان بیمار

۱- ابراهیم خان مخاطب بعلی مردان خان بن علیمردان خان امیرالامرا زیک از اعاظم امرای شاهجهانی و عالمگیری و شاه عالمی، در اواخر صفر یا اوائل ربیع الاول (۱۱۲۲ه) در صوبیداری کشمیر فوت شد. و، شاهد میرزا یحیی بن سیف خان قزوینی بود (محمدی ۲۷).

۲- صبح گلشن ندارد

شد زیاد لعل او : پیمانهٔ اندیشه لعل میشود از آفتاب باده ، رنگ شیشه لعل

در زمانی که اعمی شده بود گفته . منه :

روز را تیره تر از شب دیدم معنی روز سیه فهمیدم[۱]

هنگامی که برای طلب گزراندن از نظر شهنشاه روی زمین حضرت عالمگیر در پیش آمده بودند ، گفته :

تکلیف نظر گذشتنم چیست عمریست که از نظر گذشتم*[۱]

---

* صبح گلشن : ملا عبدالرحیم . در عهد عالمگیر پادشاه بود و در علم نجوم سر بآسمان میبرد . (دو بیت دارد ص ۲۵۵)

۲۵۹ - نواب فاضل خان منصف

نواب فاضل خان منصف . از امرای نامدار حضرت عالمگیر بود . اکثر خان سامانی سرکار والای آنحضرت شرف اندوزی داشت . یکچند بصاحب صوبگی کشمیر خلد نظیر بهره‌ور بود . مردم خطه آن عهد را در دیده آسایش جا میساخت . غزل سحر پردازش انصاف را سر مشق سخن است . مثنوی دارد که زلالی را عرق خجلت از رشکش بر جبین موج میزند :

کجا رشته مرا زنجیر پا بود که صد رشتهٔ فنا بود
چه رشته ؟ آه بر لب نا رسیده چو خون مرده ، در اعضا دویده
قرار داد بسیماب بیقراری ما رقم نوشته بالماس زخمکاری ما
کسی که پست نگردیده او بلند نشد رسیده است بمعراج خاکساری ما

۱- صبح گلشن دارد .

بشهر بند محبت دو اسپه تاخته ایم
قسم خورد بسر آسمان سواری ما*

* مجمع النفائس : فاضل خان منصف . عزیزی بود از اهل توران و اصل جرگهٔ امرای عالمگیر پادشاه . بسیار خوش سخن و با شاه ناصر علی خیلی ربط داشت . ازوست :

جهان پیراست، نبود از جوانبختی امید اینجا
برنگ نافه زاید طفل با موی سفید اینجا (۱)

بیگانگی ز مشرب عالم گزیده ام
هر چند آشنا بخدا میکند مرا

ما خود سفر ز خاطر احباب کرده ایم
یادش بخیر! هر چه فراموشکار ما ست (۱)

هر جا خطاب اهل محبت رقم کنند
مارا درین ، فرید وفا ، میتوان نوشت (۱)

یکجهت از بسکه با آن بیجهت گردیده ایم
گر بسوی خویش آیم جانب او میروم (۲)

ما خراباتیان درد کشیم
با خوش و ناخوشی زمانه خویشم (۱)

در عشق زاری سودی ندارد
با کیسهٔ زر یا زور بازو

(ص ۲۵۳ ب)

مردم دیده : فقیر در ایام صغر سن بعمر ده یازده سالگی منصف مرحوم را در لاهور بخانهٔ والد خود مکرر دیده ام و بیادم درست مانده . احوال او بوجه احسن معلوم این فقیر است. نامش خواجه بابا ملقب بخان فاضل . از اکابر و نجبای سمرقند است . ظاهراً خدمت صدارت آن ولایت هم چندی باو بود. و روشناس سبحان قلی خان پادشاه توران و امرای آنجا همه معتقد و مخلص او بودند. سیدتش ، ازین مصرع ناصر علی که در قصیده گفته ، مستفاد میشود :

توئی که سید منصف رفیق من گردی

در عهد عالمگیر دو سال خدمت داغ تصحیحه داشت ، بعد ازان استعفی داد . از رفقای و متمینه نواب محمد امین خان چین بهادر ـ که در آنوقت بخدمت صدارت امتیاز داشت ـ بود . هرگاه امیر خان پنهی ملازمت بادشاه نمود ، داخل درس گردید . بادشاه را باو خیلی اعتقاد بهمرسید . چنانچه میفرمود که : فاضل خان گنج مخفی بود ، افسوس در آخر عمر یافتم ! و نواب سیف الدوله عبد عمد خان با او اعتماد و اخلاص بدرجهٔ اتم داشت . بلکه معتقد و مخلص او بود . هم چنین، والد مؤلف با منصف مرحوم کمال دوستی و محبت داشت و اکثر بلکه در هر هفته دو بار بخانه والد تشریف میفرمود و شبها روز میکرد . فضیلت بکمال داشت . در نجوم و رمل و علم هندسه و هیئت بینظیر بود . لیکن در شعر آن قدرها نیست که مردم توران گمان دارند .

روزی در ملتان نواب سیف الدوله ازین فقیر پرسیدند که : اشعار منصف مرحوم بهتر است یا افکار شاه آفرین : احقر نظر بر اخلاص و اعتقاد ایشان گفتم : شاه آفرین را چه نسبت

۱- مردم دیده، و صبح گلشن دارد . ۲- صبح گلشن دارد .

با منصف است ! ازین خیلی مزاج مبارک نواب خوش شد ، و این حرف پسند طبع عالی ایشان افتاد . فرموده که : تو جوان منصف بودی با اهل سخن معلوم است که منصف را بشاه آفرین چه مناسبت ! لیکن بنا بر پاس خاطر مبارک نواب مغفور ، حرفی گفتم و ایشان را خوش کردم .

بهر حال خان مرحوم طبع تند و خوی درشت داشت خالی از جنونی نبود . اگرچه باعزه که باو کمال اخلاص داشتند بسختی و درشتی پیش میامد ، آنها بر میداشتند ، و گاهی ازو آزرده نمیشدند . بعد فوت عالمگیر بادشاه بحج رفت و از آنجا بعهد فرخ سیر بپادشاه بجهان آباد رسید . نواب اعتمادالدوله(۱) بپاس آشنای و رفاقت قدیمش ، خواستند که : باز در سلک ملازمان شاهی منسلک گردد ، قبول نکرد . و بلاهور برفاقت نواب سیف‌الدوله نقد عمر صرف کرد . و همانجا در سن یک هزار و یک صد و بست (۱۱۲۰ه) (۲) برحمت حق پیوست . چنانچه تاریخ وفاتش عزیزی :

برحمت حق پیوست ؟

گفته . پیش از احتضار بچند ساعت نقد و اموال خود را تقسیم نموده و از جمع آشنایان وداع کرد و در حجره بر بست و جان بحق سپرد . من اشعاره :

با کسی نیست مرا طاقت همپاییها	بعد ازین دست من و دامن تنهاییها (۳)
هر درد سر ، که میکشم از جور روزگار	مضمون نامه خط پشیمانی منست
نقد دو کون ، در گره چشم ، بستنی است	سیر بهشت در پس زانو نشستنی است (۳)
لب فرو بسته دل بسمل صد رنگ هوس	محشر آه و فغانست کجا خاموشی است
آنچه نخواهیم منصف ازو یافتیم	خواهش او مفت ما ، هیچ نخواهم ما

(۹۲ — ۹۴)

صبح گلشن : بابا خواجه مخاطب بنواب فاضل خان . از امرای توران سلطنت دهلی بود و از میر سامانی سرکار عالمگیر پادشاه . بصوبه داری کشمیر و ازان بمنصب جلیله وزارت ترقی

۱- میر محمد امین المخاطب بمحمد امین خان چین بهادر فیروز جنگ ثم باعتمادالدوله محمد امین خان چین بهادر نصرت جنگ ، ثم بوزیر الممالک اعتمادالدوله محمد امین خان چین بهادر ظفر جنگ سپه سالار یار با وفا ، ابن امیر بها الدین بن عالم شیخ القرشی التمیمی الصدیقی السهروردی السمرقندی . از اعاظم امرای عصر و وزیر بادشاه زمان محمد شاه بن جهانشاه روز سه شنبه ۲۹ ربیع الاول(۱۱۳۳ه) در دهلی فوت شد عمرش تخمیناً شصت سال . پسرش میر محمد فاضل اعتماد الدوله در ۱۱۶۱ه فوت شد . (تاریخ محمدی ص ۴۲)

۲- رک : تحت صبح گلشن و تاریخ محمدی ۳- صبح گلشن دارد .

نموده. و در کمال علوم معقول و منقول و مهارت نجوم و رمل و جفر و شانه بینی و طلسم وکیمیا نظیر خود نداشت. ناگاه جذبهٔ از جذبات الهی، او را در ربود که از غلبهٔ آزادی و تصوف، ترک تعلقات نوکری نموده ، حطام دنیوی را بالتمام بمحتاجان و مسکینان بخشیده ؛ قدم بر جادهٔ سفر حجاز گذاشت : و بعد معاودت از حرمین شریفین ، اعتماد الدوله قمر الدین خان ، هر چند ابرام ملازمت شاهی نمودند ، گوش بر التماس احدی ننهاده . در دارالسرور لاهور بیاد الهی زاویه گزین گردید . در سنه ثمان و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۸ھ) بجوار رحمت حق رسید :

(پنج بیت دارد ص ۲۵۷)

تاریخ محمدی : خواجه بابا سمرقندی المخاطب بفاضل خان المتخلص بمنصف . از اجلهٔ فضلا و شعرای عصر ؛ ۲ رمضان ۱۱۲۸ھ بلاهور فوت شد . (ص ۳۵)

۲۶۰ = حاجی شریف منصور

روز دان صحیفهٔ بزم حضور ، حاجی شریف منصور . هر بینش ، از پیشگاه شهنشاه ملک سخن طبعش ؛ منشوریست برای سرآمدان مملکت سخنوری . که مانند افسر ، جا بر سرش میدهند :

بسکه بی پرواست از شوخی ، نگاه کافرش
همچو مژگان ، تر ز چشم سرمه سا پچیده است
گفتم : که چو دل ، مونس من بلکه تو باشی
غربت زده را یار وطن بلکه تو باشی
سوگند مخور این همه دانستن . . .
ای خوبی من ، عهد شکن بلکه تو باشی

از بسکه بود جانب مجنون ، دل لیلی — شوریده دمد سبزه ، هنوز از گل لیلی
هر قطرهٔ خونش رقم نامهٔ درد است — مرغی که شد از نیم نگه بسمل لیلی
صحرا همه از گریهٔ مجنون شده دریا — چون زورق سرگشته دود محمل لیلی

۲۶۱ = میرزا منیر

سخن سنج بی نظیر ، میرزا منیر . سخن منیرش اشارتی است که براوج

سپهر طبع عالیش ، طالع گردیده ، جهان را رشک فرمای سطح خاور از شعاع ابیات روشن ساخت . در - مثنوی رمز و ایما - هر مصرعش هلال وار از . . . انگشت نمای جهانیان است . دو بیت ازان ایراد میگردد :

الهی بهر درس رمز و ایما زبان چشم مارا ساز گویا
تعالی الله ! چه درس مشکل است این کلام چشم و گفتار دل است این

غزل

در چمن ، آن سرو قامت بر کنار جو ، گذشت
آب از رفتار ماند و گل ز رنگ و بو گذشت
داشتم ، زان شوخ آهو چشم ، امید نگاه
گوشهٔ چشمی نمود از دور . گفت : آهو گذشت
پای چو بین را ، ره باریک رفتن ، مشکل است
شانه ، حیرانم ، چسان از تار آن گیسو گذشت
گل شد ، و از رشک لبت ، شد خلاص
غنچهٔ گل خوش کفنی پاره کرد

۲۶۲ - مرتضی قلی خان موالی

مرتضی قلی خان موالی . شاگرد میر محمد طاهر علوی . از امرا زادهای عصر خویش بود . بسبب کج بازی زلیخای بختش چون اتفاقش (؟) زندانی شدن شد . از دکن برای میر مسطور ، از محبس قلمی نموده ارسال داشته :

گه ز لخت و گه زخون ، مینای دل در قلقل است
زین سبو ، در ساغرم گاهی گل و گاهی مل است ۱

۱- صبح گلشن دارد .

بتو مژگان ترم ، از بسکه لخت دل فشاند
سینهٔ چاکم ، ز هجرانت ، خیابان گل است[1]
محو ، یاد گلشن کشمیر هستم ، صبح و شام
شیون زنجیر ، در گوشم ، نوای بلبل است[1]
ز اشتیاق علوی و تسلیم [2] میپرسی ! مپرس !
جان بکشمیر و تنم در قید و دل در کابل است
من نه هاروتم نه ماروتم ، ز تقدیر اله
نیستم آگه : چرا جانم بچاه بابل است
تا امید از یکسی ها در غریبی نیستم
آنکه دست بیکسان گیرد ، سوار دلدل است[1]
تا ، موالی ، شد مرید علویٔ صاحب سخن
نغمه اش ، رشک نوای عندلیب آمل است[1]
از شوق گل و گلشن کشمیر ، چه گویم!
هستم همه تن دیدهٔ تصویر ، چه گویم!
بیرون شدن از خویشتنم نیست میسر
زین بیشتر از سختی زنجیر ، چه گویم* !

* صبح گلشن : موالی مرتضی قل خان از منتسبان دودمان سلاطین تیموریه است که بخدمت میر محمد طاهر علوی کشمیری نسبت تلمذ داشت . این چند اشعارش از غزلی ست ، که باوستاد خودش از ملک دکن نگاشت . (پنج شعر دارد ص ۲۶۳)

۲۶۴ - مومنای شیرازی

در صدف نکته پردازی ، مومنای شیرازی . کافران کلیسای منکر دین

۱- صبح گلشن دارد . ۲- شاید فتح علی بیگ تسلیم . رک : تحت تسلیم در تذکرهٔ شعراء کشمیر از نگارنده

سخنـــوری را ، بزور قمقم جدت طبع ، در ایمان اقرار آئین دقیقـــه شناسی آورده :

زلف‌را بال هما کـــردی چرا — این بـلا را باز وا کردی چرا
تیر مژگان را زدی بر جان غیر — عمر من اینجا خطا کردی چرا

۲۶۴ - مظفر مهدی

مظفر مهدی . در مصاف دعوای سخنوری ؛ چون با جیش خصم مدعی سخن ، بحرب و پیکار در افتد ، مظفر میگردد :

دشت سبز و کوه سبز و شهر سبز و خانه سبز
باز ار نـــوشد کـــدوی باده در میخانه سبز
آتش این سرزمین ، از بس نهان آلوده است
از هوای شعلـــه میگـــردد پر پروانـــه سبز

۲۶۵ - مهـــری

مهـــری[1] . مهرش در دل ارباب کمال ، چون آفتاب در سحاب ، مستوی است . شعرش خورشید آسمان فطرت بلندیست . یک بند مخمس از او بخاطر بود ؛ قلمی گردید :

دو چشمت دو آهوی دنباله بین است — باین وجهه نظاره سحر آفرین است
با و سخت میماند آنشوخ ، اینست ؟ — ببینند یاران که آن بت همین است
نه این است ، من یار را می شناسم

۲۶۶ - محمد زمان نافع کشمیری

چراغ محفل بی نظیـری ، محمـد زمان نافع کشمیـری . بـرادر مولوی ملا

۱- مولانا مهری کشمیری نیز شاعر بود . رک : تذکرهٔ شعرای کشمیر مرتبهٔ راقم این حروف .

محمد طاهر غنی . در طی الفاظ ملفوظ ، هر سطر شکسته رقم دیوانش ، هزاران نفع . مانند حلقه‌های زلف دلبران دلهای عشاق دران مثنوی پیچیده :

مست متی عتاب رسیدی ، چه شد ترا
در بزم ساغری نکشیدی ، چه شد ترا
چون نیم بسمل ، از نگه نیم رنگ یار
ای دل ! بخون خویش طپیدی ، چه شد ترا
شوخی و بیباکی و ناز و ادا ، میزیبدت
هر چه میپوشی ، چو گل ، نام خدا میزیبدت
دران گلشن که ، من گلدستهٔ دیدار میبستم
نگاه شرمگین را ، غازه بر رخسار میبستم
ز بسکه ، محو شدم در تو ، بی نشان ماندم
چو حرف لال ، پس پردهٔ زبان ماندم
خیالش همچو طفل شوخ بازی گوش و بیپروا
گهی در دل خرامانست ، گه در دیده خوابیده
چو با دام دو مغز ، امروز نافع ، دولتی دارد
که با معشوق در یک پیرهن چسپیده خوابیده[1] *

---

* همیشه بهار : نافع کشمیری . مرد آرمیده بود و فکر شعر بسیار درست داشت . من اشعاره

عیش ، اوراست کو ، زری دارد — سیم اندام دلبـری دارد
هر گدای برهنه سر ، شا هیست — که چو خورشید افسری دارد (۱)

همه تن تیغ زبان میشود و میگوید
خون خوردن ، که درین معرکه جوهر دارد

---

۱ ـ گل رعنا و نگارستان سخن دارد

تاریخ اعظمی : محمد زمان نافع برادر ملا طاهری غنی ست . بصحبت شیخ محسن فانی(۱) در صغر سن رسیده ، و بهره ور معانی از خدمت برادر کلان خود گردیده . تا آخر عمر بتد ریس دوا دین اشتغال داشت ، و اعلام سخن گستری را می افراشت . این چند بیت از وار دات طبعش وقت تحریر به خاطر بود :

بگیر لذت دنیای شور و شر زده را — مزاج زهر بود نعمت نظر زده را
شنیدم از لب فواره ، این صدای بلند — که گر بهاست ثمر خنده های بر زده را
قدم شمرده گذار ، ای خیال بیهده گرد — بخانهٔ دل ما ، راه نیست سر زده را
میخرامی ببهر قتلم ، مرحبا ! میزیبدت — جان فدا میزیبدت سر مزدپا میزیبدت
پیکرت را تار و پود جامه ، مسطر میکشد — از شمیم گل ، قبای ته نما میزیبدت
میکشی وباز میپرسی : شهید کیستی ! — این غلط اندازی و بازی بما ، میزیبدت
همچو می از پردهٔ زنبوری جام بلور — چهره ساز بهای رنگین ، از حنا میزیبدت
پیرگشتی نافع! اکنون هاله سان شب تا سحر — خرمن ماهی در آغوش دوتا میزیبدت

ظاهر واقعه نافع در هزار یکصد و نوز ده (۱۱۱۹ هـ) شده است . (۲) (۲۰۷)

گل رعنا : نافع کشمیری برادر محمد طاهر غنی بود ، و تلاش مضامین تازه مینمود . از وست :
(چهار بیت دارد . خطی ص ۱۰۲۷)

صحف ابراهیم : نافع کشمیری . طبعش در تلاش معانی رسابود از شعرای عالمگیر یست .
(خطی الف ۳۶۵)

نگارستان سخن : نافع از موزون طبعان کشمیر بود و سخنش لطیف و دلپذیر .
(یک شعر دارد . ص ۱۱۷)

۲۶۷ = ملا عبد الغفور نامی

ملا عبد الغفورنامی نام نامیش . نام آوران کشور سخندانی را ، در کنج خمول گمنامی منزوی و متواری گردانیده :

ز حرف پوچ کو آشفتگی صاحب هنر باشد
ز تحریک صبا فارغ بلی آب گهر باشد

۱- رک : تحت فانی در تذکرهٔ شعراء کشمیر از نگارنده

۲- مصحح تاریخ اعظمی افزوده است که : تاریخ نافع از وی یادگار است . متضمن بر حالات سلاطین و بزرگان دین ، خصوصاً مشتملبر تذکرهٔ حضرت سلطان العارفین و سید حمزه کریری است . (ص ۲۰۷)

چشم اگر پنوشیده ، از اوضاع مردم ، ایمنی
بستن در ، بر تو فتح الباب راحت ، میشود
ز پرهیز بیداد بیمار چشمت حدیثی اگر گفت صحت ندارد*

هفت اقلیم : مولانا نامی مردی فقیر و گم نام است . نحو و صرف نیک میداند . با آنکه پیری چون چنبرش در هم شکسته و مانند بنفشه اش قد خم کرده پیوسته چون لاله با پیاله و مادام چون شقائق با جام باده است . مثنوی :

عروس است می شادی آئین او که بتوان روان داد کابین او
بخاموش چیره زبانی دهد بفرتوت زور جوانی دهد
چو بیدست و چون عود تن را گهر می آتش که پیدا کند شان هنر

این ابیات از منظومات اوست :

هرگز دلم ، بغیر تو ، مائل نمیشود در دیده ، نقش روی تو ، زائل نمیشود
از دوریت چه باک ، که این ، بعد ظاهری اصلا ، میان ما و تو ، حائل نمیشود
دستم بریده باد ؛ چکار آیدم ، بگو در گردن بتان چو حمائل نمیشود (۱)

(۲ : ۱۱۷)

ریاض الشعرا : مولانا نامی کشمیری . از جرعه نوشان بزم سخن بوده . او راست این اشعار آبدار :

(سه بیت دارد خطی)

صحف ابراهیم : مولانا نامی کشمیری . ازشعرای عهد همایونی و اکبری است . درویش متصف بقناعت و عنقای قاف عزلت ، بوده . در صرف و نحو مهارت تمام داشته .

(خطی الف ۳۴۴)

صبح گلشن : نامی کشمیری . سری به طلب علم سعی افراخت ، و بزاویهٔ انزوا میپرداخت ، و با حریفان نرد محبت می باخت ، و سامع مشتاقان را به سخنان منظوم مینواخت :

(دو بیت دارد ص ۵۰۲)

۲۶۸ = میر نجات

موصوف بجمیع صفات ، میر نجات . شاه دیهیم آرای ساهو کلمان(؟)

۱- ریاض الشعراء و صبح گلشن دارد .

سخن طبعش ، محبوسان زندان خانــه پست فطرتی را ، از محبس فرومایگی رهای بخشیــده . بمنصب والای چهار هـزاری سخن آموزی ، و عطای چارقب تعلیم رموزدانی ، سر افراز فرموده ، بر چار بالش عزت نکته پردازی متمکن سازد :

دل سوزان ، فراوان است در ، هر حلقهٔ مویش
ز زلف خوبش دارد ، هرشب این ، سیر چراغان را
از لطف بنــد خویش ، بــدلهای عاشقان
تیغش رسانــده است ، دعای خــدا ! خــدا !
رسا افتاده ، از لطف آن لب میگون ، بمشربها
بغیر از بوسه ، حرفی نیست عاشق را ، ازان لبها
پای رفتار درین دائره ، چون مرکز ما نیست
گردش چشم تو ، کرده است نظر بند ، مرا
غیر از ، دل سرزندهٔ[1] عاشق ، کــه شناسد
قــدر شب احیای سر زلف بتان را
تیر ، از مــژهٔ شوخ تو ، بینام و نشان شــد
ابروی کجت ، چله نشین ساخت ، کمان را
بباد داده ختن را ، نسیم سنبل زلفت
حلاوت لب لعلت ، شکسته شان عسل را

بــار اول بسرما کــه سر ما بــردار زان که تیغ تو تمام است بسرکاری ما
هر گاه ، حنا بدست بندد پامال کند ، نگارها را

۱- سرزنده : مرد معروف ، نامدار ، متنفذ .

خیال آن میان ، دل را ز افغان باز میدارد
که موی ، بخیه بر لب میزند ، فریاد چینی را

نکته ، بر حاشیهٔ فتنهٔ ایام ، نوشت
هر نگاهی که ، ازان نرگس فتان ، برخاست

همین نه سر و چمن سبز کردهٔ قد تست
کدام شکل ، که در گلستان نهال تو نیست

بر لب آب بقا ، نقش سکندر سوخته است
انچه ، از کنج دهانش مینماید ، خال نیست

کی تسلی ، به لب لعل تو گردد ، دل زار   کار بیمار تو ، از شربت عناب گذشت
بیماریم ، ز ابروی آن شوخ بیوفاست   هر جا ، که من بخواب روم ، قبلهٔ دعاست
نشأ زخم مست کرد مرا   قبضهٔ خنجرش مگر میناست

فیض است نهان ، در شکن هر خم مویش
آن جعد مسلسل[1] شب عید رمضان است

خال کبود ، بر رخ او هر که دید ، گفت :
نیلوفری ، ز طرف نمکزار سرزده است

در پیش ما ، لطیف مزاجان بی ادب
تکرار بوسه ، معنی قند مکرر است

خط باطل ، میکشد از سرو او بالای سرو
تا دلم ، مشق الف ، زان قامت دلجو کشد

۱- جعد : موی پیچیده ، زلف مرغول

آن روی نکو را ، خط شبرنگ گرفته است
یا ملک خطا را، سپه زنگ گرفته است

از گوشهٔ دامن ، چکدش خون لطافت　　از بسکه نزاکت،ببرش تنگ گرفته است
کم حرف زدن هیچ تبسم ننموده است　　بسیار، برآن کنج دهن،تنگ گرفته است
هرلحظه ، میسرنشود گرد تو، گشتن　　این نیست طوافی که ، قضا داشته باشد
از تاب میانش، نتوان بافت ، نشانی　　اندیشه ز پا ماند وخیالم کمری شد
رفتار ، زتمکین تو ، از پایٔ در آید　　وز تاب میان تو ، نزاکت کمری شد
می کشی ، حاجت ندارد روی تو　　رنگ آن عارض گل خودرو بود
میکند بازی باشکم ، خال او　　آب بازی ، شیوهٔ هندو بود
هر شب آهم ، بخیال قد دوست　　خبر از عالم بالا دارد
گر چکد باده ز زخمم شاید　　خنجرت ، قبضهٔ مینا دارد
خط ، برویٔ تو ، تازگی دارد　　سرمه ، در چشم آفتاب که ، دید
بازنخدان عرقناک تو می حاجت نیست　　عرق سیب تو کار همه را میسازد
چو مست باده شوی ، بوسهٔ ز لعل لبت　　اگر نمک بحرامی کنم،چه خواهد شد!
بمن گوید که : گویا عاشقی تو !　　نمی دانم چه گویم ، گاه باشد
بسته است بمردم ، سر ره چشم سیاهش　　خون کرده و در بسته نشسته است نگاهش
مطلبی ، جزکشتن من ، برنمی آید ازان　　بنده ، قصد مطلع ابروی او، فهمیده‌ام

مینویسم وصف خال و خط و زلف و کاکلش
از پریشان روز گاری ، مشق سودا میکنم
از سراپائی تو ، خوشنود بهیچ است ، دلم
همچو زنار ، بگرد کمرت ، میگردم

نباشم ؛ قابل پابوس ، اما ! این قدر دانم
که ، از رنگ حنا ، هر شب بپای یار میآیم
از گریه ؛ خون بکاسه ات ؛ ای دیده ! کرده ایم
بر روی ما ، مبار ! که ، شرمندهٔ تو ایم

ما چون ، ز بوسهٔ نمکین تو ، زنده ایم — چون بالب تو، ترک نمک خوارگی کنیم
که با شمشیر او، پیوسته میباشد سروکارم — ازان موی میان هم، گردنی باریکتر دارم
هر گاه میل خوردن گلقند میکنم — زان غنچه لب ؛ خیال شکرخند میکنم
دل ؛ بسر زلف آرزو دارد — فکر ؛ دور و دراز را ؛ نازم
بود بندش بآب دیدهٔ آهو پس از مردن — نجات از حسرت آن نرگس بیمار میمیرد

فوجی از طوطی است گویا، بر لب آب حیات
سبـــزهٔ خـــط رسته تا بر لعل شکر بار تو

سرمه کردند ، غزالان حرم ، خاکم را — میتوان یافت که : با ما نظری داشتهٔ
میتوان یافت که ؛ کار همه را خواهی ساخت — طرفه بیساخته امشب ، بنظر میآئی

۲۶۹ - نجیبا

نجیبا از انجب ولایت بوده . شعر پاکیزه گوهرش ، کحل الجواهر دیدهٔ اولوالابصار میتواند شد :

من ، دل بعشو های تو ، جاهل نمی دهم
تا ضامنی بمن نـــدهی ، دل نمی دهم

۲۷۰ - میان نور الله نزهت

سحبان قدرت میان نورالله نزهت . طبعش گلزاریست ، که از رشک

تر و تازگی ، هر مصرع طوبی نژادش نخلهای ریاض آدم ، از عرق خجلت شیم ، برقع بر رو کشیده :

دویدم تا بـه تحصیل کمال ز دوربینی ها
چو پروین ، صاحب خرمن شدم ، از خوشه چینی ها ۱
بصد جا میکشد سر ، باز از طول امل زاهد
چو تار سبحه ، گرچه کاست از صورت گزینی ها
چو ترکش حاجیان را در کمر بستن بخونریزی
نمی گیرد گـریبان شرم کـوتـه آستینی ها
سراپا غوطه ، در ایون نعمت میزند ، نزهت
شود همکاسه با من هر که ، چون تصویر چینی‌ها
درکنار دهر ، چون حرف ز کلک افتاده ایم
جای ما خالی است گر خالی نباشد جای ما
هر که بیمار ، در غم نان است چاره اش جز ز جای گندم نیست۱*

---

* همیشه بهار : میر نورالله نزهت شاگرد رشید مرزا عبدالغنی بیگ قبول است . سخنوری خوش فکر و معقول است ، و طبعش بسیار رسا است ، اکثر تلاش معنیهای برجسته میکند . من اشعاره :

حسن هند از باده ، همچون شعله ، سرکش میشود
بی تفاوت ، این زغال از آب ، آتش میشود (۲)
هـر کـه اول ، از زبان نـرم بفریبد تـرا
عاقبت ، چـون خانـهٔ نقاش ، روکش میشود (۲)
از بس غریب کشور هندم ، پدید نیست هم شهری ، ز بخت ضعیفم، بجز هلال (۲)

۱- صبح گلشن دارد .
۲- گل رعنا و سفینه خوشگو و صبح گلشن دارد .

شد از فیض قناعت ، لـذت نعمت ، فـراموشم
شکم دزدیده از خوان کریمان همچو سر پوشم (۱)
چو آن صوفی پسر ، در وجد ، با آن قد رعنا شد
ز فیض مقدمش هر گل ز من باغ مصلا شد (۱)
نکـردم یک نظـر از نرگس آن سیمبر غافل
کـه کیفم زین مئی انگور از جامی دوبالا شد

عارض دلدار ، نزهت ، لالۀ عباسی است — رو نخواهد داد ، گر نبود ترا مشت زری
ما ز تـرس آسمان ، کی سر ببالا میکنیم (۱) — کی نظر گستاخ ، بر آن قد رعنا ، میکنیم
کـه بایدت ، بمحرم الف بسینه کشید (۱) — اشاره ایست ، ز موی در نجف ، نزهت

(خطی)

سفینه خوشگو : نور الله نزهت تخلص کشمیری . از شاگردی مرحومی میرزا عبدالغنی بیگ قبول ، صندل قبول بر جبین داشت . و در غزلهای طرحی با مرزا گرامی خلف قبول ، ایشان هم طرح و دم مشق بودند . در مشاعرها اکثر دیدنش اتفاق می افتاد . بسیار خوش فکر ، خوش تلاش ، خوش خلق ، خوش معاش ، به نظر می‌آمد . در عین جوانی بعد هزار و صد و چهل (۱۱۴۰هـ) کشته شد . از اشعارش چند بیت بیاد است : (پنج بیت دارد ۲۰۶)

مجمع النفائس : مخفی نماند که ، نزهت تخلص . . . از کشا مره ، شاگرد عبدالغنی بیگ قبول . بسیار گرمجوش و زبان آور . و پانزده شانزده سال پیش ، ازین عالم ، رخت سفر بعالم باقی بسته . شعر هموار میگفت لیکن تا این وقت بدست نیامده . (۳۸۸ ب)

گل رعنا : نزهت . خواجه نورالله کشمیری نزهت . گلشن کشمیر در سخن رنگینش پیداست ، و نضارت خطه جنت نظیر از کلام آبدارش هویدا . تلمذ بخدمت میرزا عبدالغنی قبول داشت و در غزلهای طرحی هم مشق او بود ؛ و بمعاش پاکیزه زندگانی میکرد . خوشگو گوید : در عین جوانی بعد هزار و صد و چهل (۱۱۴۰) کشته شد . ازوست :

(هفت بیت دارد ص ۱۰٦۵)

صحف ابراهیم: نور الله نزهت تخلص ، از کشمیر است . در سلک تلامذه میرزا عبدالغنی بیگ قبول انسلاک داشت و خوش فکر بوده . در عین جوانی بسال هزار و صد و چهل (۱۱۴۰هـ) وداع جهان فانی نموده . (۳۵۰ الف)

سفینه هندی : نورالله بیگ نزهت تخلص : شاگرد میرزا عبدالغنی قبول است . برفاقت

۱- گل رعنا و خوشگو و صبح گلشن دارد .

نعمت الله خان قراول بیگی (۱) مذکور می گذراند . در اواسط عهد فردوس آرام گاه وفات یافته ، اوراست :

ریسمان تا بیدن شاهان،پی؛ چاکرخطاست   خیمهٔ دولت بپا از زور این استاده است

نگردد شوخی مژگان ، کم از ، بیماریٔ چشمش
نباشد غیر جستن چارهٔ نبض عزالی زا   (۲۱۸)

صبح گلشن : خواجه نور الله نزهت . از نزهت افزایان خطه دلپذیر کشمیر است ، و بریق نیر طبعش روشن گر ضمیر برنا و پیر . منتّ اصلاح سخن از میرزا عبدالغنی قبول میکشید . و در عنفوان شباب ، سنه اربعین از مائهٔ ثانی عشر ، مقتول گردید .

(چهار بیت دارد . ص ۵۱۵)

۲۷۱ - نسیم

نسیم شمال سخنش ، در کوچهٔ دل بهارَ آرایان گلشن سخندانی وزیده : یاد از صبا؛ روضه خلد داد :

کشیدم یک نفس همچون شرر درخود زدم آتش
چو رنگ از روی هستی ، جسته ام از برق آهیها
نگه شیدا ، تماشا جلوه ، یعنی دل ؟
ز خود رم کرد و صید خود شد ، از رعنا نگاهیها

۲۷۲ - دلاور خان نصرت

عالی‌فطرت بلند همت دلاور خان نصرت . جهاندار طبعش که سریرآرائی هند سخن است ، اگر در غزو دعوای سخنوری ، علم نکته پردازی برای

۱- پسر روح الله خان میر بخشی عالمگیر بوده . و در عهد فرخ سیرّ و فردوس آرامگا (محمد شاه) بخدمت قراول بیگی سر افرازی یافته بود . اوراست :

بهیچ وجه مکرر نمی شود دل ما   ز آب آئینه ، گویا سرشته شد گل ما

(ص ۲۱۸)

زدودن زنگ وجود بهرامخان (کذا) مدعیٔ سخن از مرات دوران بر افروزد، نصرت در رکابش چون کمینه چاکران، دامن بکمر زده، گرم تر از شاطر نگاه ، میدود :

هیچ کس چون ما ، کباب آتش عشق تو ، نیست
بویٔ جان میآید » از آه دل بریان ما

سوی آئینه هم نمی بیند این قدر چیست بد گمانیها

در خموشی ، عرض مطلب پیش چشمش میکنم
سرمه میفهمد زبان گفتگویٔ لال[1] ما

دیده برروی تو، از بسکه نظر دوخته است گل خورشید توان چید، ز نظارهٔ ما
تاب آن موی نازک کمرش سخت بیتاب میکند مارا
در دلم یاد رخش گر بگذرد قطرهٔ اشکم دهد سویٔ گلاب

دل نازکتر از مینای خالی دربغل دارم
ندانم تاچه پیش آید، که بشکن ! بشکن ! است امشب

چشم پوشیده توان کرد سفر چه قدر راه "فنا هموار است[2]
با باده . احتیاج ندارد ، نگاه یار چون لاله جوش مستیش از ساغر خود است
شهید خندهٔ پنهان لعل میگوید برات بوسه بدیوان مار محراب است
طرز برگشته نگاه تو، سراسر ناز است خندهٔ زیر لبت نام خدا انداز است
صورتگری که حسن ادائی تو دیده است تصویر ناکشیده خجالت کشیده است
قصهٔ زلف یار میخوانم شب هجرم دراز و پر تار است

جلوهٔ مه . زنگ بر آئینهٔ دل ، میشود
ز بنا گوش تو امشب ، تا صفا را دیده است

مردن ، در انتظار نگهت ، گناه من دانستن و نگاه نه کردن ، گناه کیست

۱ـ لال کسی که زبانش میگیرد و نمیتواند درست حرف بزند .
۲ـ سرو یاد دارد .

بی سبب نیست سر فرو بردن زلف را با تو حرف سرگوشی است

زرشک زلف تو ، از بس ؛ بخویش میپیچد
سخن : ببزم تو سنبل فروش میآید
تا ز نوک خامه ، نقش آن دهن ، مانی کشید
نقطهٔ موهوم ، در عالم شنیدن داشت ، دید
بندهٔ باریک بینی هایٔ چشم خود شوم
تاب آن موی کمر ، نصرت! بدبدن داشت ، دید
کام دل ، گر از لبش در زندگی ، حاصل نشد
بعد مردن خاک ما ، ای کاشکی ! ساغر شود
شعلهٔ حسنش ز خط خود دوبالا گشته است
در شب تاریک ، نور شمع روشن ، میشود
نگه دزدیدن و آهسته زیر لب ، سخن گفتن
بقربان ادایت میروم انداز میگردد
مژگان مور ، خامه شود ، در کف خیال
نقاش اگر میان تو ، تصویر میکشد
بهر رنگی که باشی نیستم بیگانهٔ رنگت
تو زلف خویش پیچیدی و من بر خویش میپیچم
عمری بفکر آن دهن ، شد مو شگافی ، کار من
ظاهر نشد اما سخن ، ای سر پنهان ، همتی ! *

---

* تاریخ محمدی : محمد نعیم مخاطب بدلاور خان متخلص بنصرت بن شیخ عبدالعزیز مخاطب بدلاور خان کشمیری سیالکوتی ، از کبار امرائی عصر ، در ماه ربیع الاول (۱۱۳۹ھ) بدکن فوت شد . (ص ۶۳) همشیره اش در عقد محمد زمان هروی ثم السهرندی متخلص

براسخ بود . و راسخ در سال ۱۱۰۷ھ فوت شد (تاریخ محمدی ۸)

سرو آزاد : نام اصل او محمد نعیم است . وطن اسلافش سیالکوت از توابع لاهور . میر عبدالعزیز پدر دلاورخان نوکر شاهزاده دارا شکوه بود . بعد بر هم خوردن دارا شکوه و آرایش یافتن اورنگ دارائی بخلد مکان (عالمگیر) ، در سلک نوکران خلد مکانی انخراط یافت . و رفته رفته بمنصب دو هزاری و خطاب دلاور خان ، امتیاز پذیرفت . میر منعم با دختر عنایت الله خان کشمیری ، که از امرای عالمگیری است ، ازدواج یافت . و در عهد شاه عالم (۱۹ - ۱۱۲۳ھ) بخطاب پدر مخاطب گشت . و چون صوبیداری دکن در بدایت جلوس محمد فرخ سیر (۱۱۲۳ھ) بنواب نظام الملک مقرر گردید، دلاور خان در رفاقت او رخت بدیار دکن کشید . و چون ، امیر الامرا سید حسین علی خان رایت حکومت دکن افراخت ، دلاور خان را فوجدار رانیپور — از توابع بیجاپور — تفویض نمود . و بعد زوال دولت سادات بارهه و استقرار نواب نظام الملک ، در ممالک دکن ، با نواب بسر میبرد و بمزید قربت و احترام اختصاص داشت . و در سنه تسع و ثلثین و مائة الف (۱۱۳۹ھ) بر سرابستان بقا خرامید ، و بر طبق وصیت ، درپای قبر مرشد خود دفن گردید . نام مرشد او شاه ابراهیم است قبر شریفش درون حصار روضه شاه برهان الدین غریب ، تریب دیوار حصار واقع شده . محوطهٔ مختصری و مسجد سنگینی دارد .

دلاور خان ، اقسام شعر خوب میگوید ، و مضامین مرغوب میبندد . دیوانش مرتب است :

بسکه میدارد حیا در پرده محجوب مرا — دیدهٔ بیگانه داند ، مهر مکتوب مرا
مژگان بهم نیاید ، دلدار بینقاب است — کی خواب میتوان کرد ، در خانه‌آفتاب است
ی ابروئی تو ، از نظرم نور میرود — این تیر بیکمان ، چه قدر دور میرود
بمحفلی که ، بیک درد صد دوا بخشند — چه میشود ، دل ما را ، اگر بما بخشد
نیست ممکن، که برد بیتو دمی ، خواب مرا — میزند دست به پهلو دل بیتاب مرا
شیشهٔ ساعت بود ، آئینهٔ دنیا و دین — گر یکی آباد گردد ، دیگری ویران شود
بسر زمینی که ، او بناز نشست — خاک بر سر ، گر آسمان نشود
به عقبا رسیدیم ، از ترک دنیا — نشد آنچه از دست ، از پشت پا شد
روز بد، یاری نمی آید ز یاران ، دیده ام — سایه هم ، در زیر پا گم میشود وقت زوال

(ص ۱۹۶-۱۹۷)

مآثرالامرا : دلاور خان بهادر ، محمد نعیم . سیومین پور دلاور خان عبدالعزیز پسر میر عبدالحکیم بن میر عبدالرحیم بن مولانا کمال نیشاپوری ست ، که با مولانا جمال ـ جد عنایت الله خان — برادر میشد حسب اتفاق مولانا کمال از وطن بر آمده در لاهور اقامت گزید و در سن هزار و یازده هجری (۱۰۱۱ھ) در گذشت . مرقد او بیرون بلدهٔ مزبور در سرای حاجی سیاح است . میر عبدالعزیز

ابتدأ نوکر دارا شکوه بود، چون روی ملازم پیشگی، ببارگاه خلد مکان آورد، بنا بر آن شیخ عبدالعزیز نام خود ظاهر نمود . سال هفدهم بخطاب دلاور خان و بتدریج بمنصب دو هزاری ترقی کرده باآخرت سرا شتافت . نامبرده بنابر مصاهرت عنایت‌الله خان بخطاب پدر مخاطب گشته . در ابتدائی جلوس محمد فرخ سیر ، برفاقت نظام‌الملک آصف جاه (که بنظم دکن مامور برد) وارد آن الکا گردید ، و پستر بتجویز حسین علی خان امیرالامراء ، بفوجداری رائچور اختصاص پذیرفت . پس ازان همراه مبارز خان (که باوی سلف می شد) بجنگ آصف جاه کمر بست ، و بعد کشته شدن او ، دستگیر شده دیرین روابط آصف جاه را بر سر مروت آورده پرداخت . او بر روی کار آمد ، بمنصب پنجهزاری متصاعد شد و در سنه هزار و یک صد ، و سی و نه هجری (۱۱۳۹) رخت بعالم بقا برد . طبیعت موزون و فکر درست داشت . نصرت تخلص می کرد . از وست :

مژگان بهم نیا ید دلدار بی نقابست　　　کی خواب می توان کرد درخانه آفتابست

پسرانش کلانی ، محمد دلاور خان مظفرالدوله بهادر انتظام جنگ — که در عمل نظام‌الملک آصف جاه — بفوجداری سرا می پرداخت ، از چند سال چون تعلقه مذبور بتصرف مرهته رفت ، پیش نظام‌الدوله آصف جاه حاضر شده به بخشیگری صوبجات دکن مامور است . و بر محرر سطور عاطفت دارد . دومی دل‌دلاور خان که فوجداری بسواپتن مضاف سرا داشت . پستر پیش نظام الملک آصف جاه ، خود را رسانیده به میر آتشی دکن سرفراز شد . سن هزار و یک صد وشصت وشش هجری (۱۱۶۶هـ) در گذشت . هر دو صاحب اولاد اند . (۲ : ٦۸)

نتائج الافکار : مطالب همینطور است که سرو آزاد دارد . اشعارش بدینقرار ثبت شده :

جوش دردش ، کرد فارغ ، از غم دنیا مرا　　　دل ، طپیدن برد تا ساحل ، ازین دریا مرا

فکر زاهد بی راحت ، غم ما بحر رخش　　　هر کسی در خور همت بتلاش است اینجا

شهرت نام آوری ، سرمایهٔ آرام نیست　　　جز خراش دل ، نگین را حاصلی از نام نیست

چشم نعمت داشتی ، از سفرهٔ گردون ، غلط
نان خشکی دارد آن هم ، صبح هست و شام نیست

غنچه تا وا شود ، از هم پاشد　　　فرصت عیش ، همین مقدار است

بباغ دهر ، دلیل قبول ، بی هنری است　　　که سر بلندیٔ سرو سهی ، ز بی ثمریست

نصرت ! هلاک مشرب پروانه میشوم　　　در بند شمع بزم و چراغ مزار نیست

دامن ، از گل کشیده ، میآید　　　مگر آئینه دیده میآید

در تهه خاک نیز ، راحت نیست　　　سبزه دامن کشیده میآید

طلسم کویٔ تو ، از سر مه بسته اند مگر　　　که هر که میرود آنجا ، خموش می آید

بآسانی کجا ، از خاک اهل درد بر خیزد　　　فلک یک عمر چرخی میزند ، تا مرد برخیزد

چون خار خشک ، گرمی بازار آتشم — مردود آب گر شده ام ، یار آتشم
بذوق خاکساری هر کجا گرم نیازافتم — چونقش پا نخواهم خواستن دیگرکه بازافتم

(ص ۲۵-۲۲۲)

۲۷۳ = نصیرای اصفهانی

نصیرای اصفهانی . یاوری، رستم طبعش ، بیژن نژادان سرنگون افتادهٔ چاه پست فطرتی را ، بر کنار دشخوار ۱ پسندی آورده :

چه حاجت است بخال ، آن بیاض گردن را
ستاره نقطهٔ سهو است ، صبح روشن را

حسن را ، خط غبارش ، بینیاز از زلف کرد
احتیاج دام ، نبود خاک دامنگیر را

تبسم تو ، دل از کار میبرد ، چون صبح
چه طاعت است مکرر کنند قند ترا

چشم ازین خالش، چنین بی رحم، سنگین دل نبود
خط مشکین ، کرد گرد آلود ، این زنبور را

در دور خط تو ، هاله انداخت سپر — تا دائرهٔ خط تو ، بر ماه کشد
بسیل گریهٔ دادم ، سرگوش دل خود را — مگر غافل خیال گل کند، از آب بر دارد
ببزم دوست ، دل از دست داده ، میسوزم — ز شمع یک سر و گردن زیاده میسوزم
بتی دارم . قیامت را ز شوخی کار فرمای — صنوبر قامتی ، شمشاد روی ، قد بالای

۲۷۴ = میرزا اسدالدین نصیر

میرزا اسدالدین نصیر طبعش شیر بیشه سخن سنجی بوده :

۱- دشوار ، سخت ، مشکل

فرنگی جلوه، آذر سوز ، ترسا زاده ، بی رحمی
که گردد ، تشنهٔ خون مسیحا ، چشم بیمارش*

---

* صبح گلشن : نصیر ، میرزا اسد الدین از مردم کشمیر است و کلامش را در دلها تاثیر (یک شعر دارد ۵۲۳)

روز روشن: نصیر ، میرزا اسد الدین کشمیری . سخنچین است . در آفتاب عالمتاب و صبح گلشن و نگارستان سخن ، او را نصیری بیای نسبت متوطن گیلان نوشته .

دلی دارم خراب از التفات چشم پرکارش
همه از جور میترسند و من از لطف بسیارش

(یک بیت دیگر دارد ص ۲۰۲)

نگارستان سخن : نصیری گیلا نیست و مبدع نادره مضامین و معانی :

بیخوا بیم ز هجر ، در مرگ میزند — این نیست آن شبی که ، بافسانه بگذرد
بیمار عشق را بمداوا ، چه فائده — دارد لب تو فائده ، اما چه فائده
قدر وفای من چو نداند ، گذاشتم — چندان جفا کند که، خود از خود، خجل شود

(۱۲۳)

۲۷۵ - نصیر طوسی

نصیر طوسی در طوس سخن ، چو او صاحب لوا والی جلوه ظهور نکرده :

بعالم هرکرا دیدم بدل داغ غمی دارد
مثال ای دل! ز دست غم، که غم هم عالمی دارد

۲۷۶ - مولانا نظمی

مولانا نظمی . نظمش ، در شهر ها چون ستارگان بر چرخ هشتمین ، بروشنی مشهور :

ز مردن نیست باکی ، نظمی! اما زین حذر دارم
که چون ، من رخت بر بندم ، محبت در بدر گردد

۲۴۷ ـ قاسم نقاش

قاسم نقاش . از رشک ، ارژنگ کاری اشعار رنگین صفحات دیوانش ، مانی چون صدف شنگرف خود ، خونین جگر . و بهزاد مانند کاسه زرنیخ[1] از خجالت زرد گشته . یک رباعیش گوش گذار شده ایراد یافت :

روزی عجب است ، و روزگاری مشکل کز دهر ، صفا گشته ، بکلی زائل
خالی ز غبار یکدیگر ، یک ساعت چون شیشهٔ ساعت ، نتوان یافت ، دو دل

۲۴۸ ـ علی نقی

علی نقی صاحب سخن بوده . فکر های پخته و زمین های طرحی دارد :

تو قد بناز افراخته ، من سر بعجز انداخته
مانند سرو و فاخته ، بالیده تو ، نالیده من*

---

* صبح گلشن : نقی : علی نقی خان ، خلف قاسم خان ، بن فضیلت خان ، بهادر شاهی بوده . اکتساب فضائل علمی و سخن سرای در خدمت مولوی محمد عوض جونپوری و شیخ علی حزین لاهیجانی نموده ، در دارلسلطنت لاهور از عالم بطون بعرصهٔ شهود شتافته . و در شهر عظیم آباد نشو و نما یافته . کلیاتش ده هزار بیت به شمار آمده . و تخلص « لسانی » هم در بعض اشعار آمده . خودش از اکثر تلویثت نقی است و کلامش از عیوب و اسقام نقی .

تبسم ریزی لعل تو صنم ، میکشد ما را — نمیدانم ، که کشتن کرد تعلیم ، این مسیحا را
جلوه بر بام نمودی و بسوز افگندی — سوخت ای مهر لقا آتشت از دور مرا
شد آشفته ، ز زلف تو آشفته ، کار ما — سنبل بجای سبزه دمد ، از غبار ما
خموشی کردنم از پرسش تو می آید — وگرنه کیست که ، مانع شود فغان مرا
دوش تردستی ، مژگان ، بدلم خون نگذاشت — آه ازین ابر که ، نم در دل جیحون نگذاشت
لب تفسیدهٔ زخم دل دریا کش من — یکدم آب بآن خنجر پر خون نگذاشت
رواج شهر تو ، گفتم : مگر دل آزاریست — بخنده گفت : بلی ! رسم این دیار اینست

۱ـ زرنیخ : جسم معدنی مرکب از گوگرد و آرسینیک برنگ سرخ یا زرد یا سفید .

چنان رواج ، می چشم او ، گرفت بدهر   که آخر از نظر مردمان شراب افتاد
ز تاب عارضش ، آتش چو بید می لرزد   همین نه رعشه بر اعضای آفتاب افتاد
همین بسینهٔ ما ، داغ تازه می ماند   همیشه ورنه کجا گل بباغ می ماند
ما را شهادت ، از خم تیغ تو ، عید بود   غفلت ترا بحال اسیران بعید بود
از دشت دلکشای مغیلان شوق تو   هر خار قفل آبله ام را کلید بود
انفعالم بود ، از دیدهٔ سوزن ، کز بس   بگریبان زده ام بخیه و شد چاک دگر
بی جرم ، اگرچه کشتی ، ای بیوفا ! نقی را   صد شکر از جفایت امروز آرمیدم
شب وصلست نقی ! بر قدم یار امشب   تو بافشاندن جان ، وعدهٔ فردا نکنی
کردیم ز ابر مژه ، گلزار جهان را   خوردیم ز تیغ تو اگر قطرهٔ آبی
کدامین خوش نوا زد نغمهٔ بر تار طنبورت   نقی ! امشب که این فریاد و افغان پر اثرداری

(ص ۵۲۴)

۲۷۹ = سخنور خان نکهت

ادا آموز ارباب فطرت ، سخنور خان نکهت . نکهت لطافت ، شاخ ریحان شعر شکسته رقمش ، بو کنان لخلخه شامه افزای سخن را ، بمشام جان ، فایز میگرداند:

بسکه حسن او ، سیه مست مدام دیگر است
گردش چشمش ، بزور باده ، جام دیگر است
نغمهٔ خوبان ، بآه عاشقان ، کی میرسد
این نوای دیر است و آن مقام دیگر است*

---

* تذکره حسینی : محمد یوسف نکهت ، مخاطب بسخنور خان . از سخن سنجان این زمان بوده ، و یراست :

نگردد رفعت دنیاء دون بی کشمکش حاصل   بگردن خیمه را چندان طناب افتد که برخیزد

(ص ۳۵۲)

خزانه عامره : نکهت محمد یوسف برهانپوری . شاعر خوش سلیقه است و موجد اشعار انیقه . از نژاد طائفه چک باشد ، که پیش از تصرف اکبر پادشاه ، سلاطین کشمیر بودند . در عهد خلد مکان با امیر الامرا ذوالفقار خان بسر میبرد و در عهد فردوس آرامگاه محمد شاه ، ساغر عیشی در

ماهتاب دولت وزیر الممالک قمرالدین خان میپمود . و از پیشگاه خلافت بخطاب سخنور خان سرافتخار بآسمان میسود . و قصائد بسیار، در مدائح امراء عصر ، بنظم آورد . و در منتهای عشره خامسه مائة و الف ، رو در نقاب عدم کشید . وقتیکه طبقه سادات باره (۱) برهم خورد و فردوس آرامگاه در سلطنت مستقل گردید ، قطعهٔ تاریخی از نظر خلافت گذرانید و هزار روپیه صله و خلعت یافت . ماده تاریخ اینست :

آفتاب ملک اقبال از کسوف آمد بدر

۱۱۳۳ھ

(دو شعر دارد ۲۲۳)

گل رعنا: نکهت محمدیوسف برهانپوری . نسبش بطائفه چک میرسد، که پیش از تصرف اکبر بادشاه، سلاطین کشمیر بودند . نکهت سخنش دماغها را میرساند و رنگ چمنش طبیعتها را میشگفاند . اوائل حال با امیر الامرا ذوالفقار خان متوسل بود ، بعد ازان در رکاب شاهزاده محمد اعظم شاه از جانب پدر صوبه داری گجرات داشت . نکهت ملازم رکاب بود و در عهد محمد فرخ سیر خطاب سخنور علی خان یافت ، و در دارالخلافه دهلی در زمره سخنوران امتیازی داشت و در مدائح امرای عصر قصائد پرداخته صلات گرانمند اندوخت . و در عصر فردوس آرامگاه محمد شاه تا آخر دامن رفاقت روشن الدوله ظفر خان بخشی دوم (۲) آن بادشاه ، بر گرفت . مزاجی با

۱- حسین علی خان بهادر و حسن علی خان ، دو برادر بودند که بعد از وفات عالمگیر بسادات بادشاه گر مشهور شدند . . و به آخر رو بزوال آوردند و هر یک کشته شد .

حسین علی خان بهادر سید باره امیر الامرا بهادر فیروز جنگ در سال (۱۱۳۲ھ) کشته شد (محمدی ۴۰)

حسن علی‌خان قطب الملک سید عبدالله خان بهادر وزیر محمد فرخ‌سیر پادشاه و رفیع‌الدرجات و رفیع الدوله و محمد شاه پادشاه ، در سال (۱۱۳۵ھ) مسموم گردید (محمدی ۴۷)

فرخ سیر را از تخت برداشته بتاریخ ۹ ربیع‌الثانی (۱۱۳۱ھ) محبوس کردندو کور ساختند . و تاریخ این واقع بیدل گفته است :

دیدی! که،چه با شاه گرامی کردند | صد جور و جفا،ز راه خامی کردند
تاریخ چو از خرد بجستم ، فرمود | سادات بوی نمکحرامی کردند

۱۱۳۱ھ

۲- خواجه مظفر المخاطب بروشن الدوله ظفر خان بهادر رستم جنگ با وفا بن خواجه عبدالقادر از اعاظم امرای عصر و جواد دهر . شب پنجشنبه ۱۲ ذی الحج (۱۱۴۸ھ) بشاهجهان آباد فوت شد . عمرش ۷۵ سال و کسری (تاریخ محمدی ۹۲)

هجو آشنا داشت . اگر ممدوح صله نمیداد بهجو او میپرداخت . چنانچه در هجو اسد علی خان (۱) که یکدست نداشت و بجای آن پنجه آهنین ضبط کرده بود میگوید :

بیستون تازه از سنگین دلی ایجاد کرد ناخنی درنده تر ، از تیشهٔ فرهاد کرد
در مقام رشوه از بس سخت گیری میکند از برای زر گرفتن پنجهٔ فولاد کرد

اقسام شعر دارد ، از قصیده و غزل و مثنوی وغیرها ، و کتابی در نثر نوشته ، مشتملبر احوال اعتماد الدوله قمر الدین خان (۲) وزیر اعظم فردوس آرامگاه محمد شاه ، و آن کتاب خالی از تلاش و معانیٔ تازه نیست . بسیار خوش صحبت گرمجوش بوده و طبع شور انگیز و قوت حافظه بر کمال داشت . در عشره خامس بعد مأته و الف ، نکهت از چمن گیتی پرواز کرد . وقتی که طبقه سادات بارهه برهم خورد و فردوس آرامگاه محمد شاه در سلطنت استقلال گرفت ، قطعه تاریخی از نظر بادشاه گذرانید ، و هزار روپیه صله و خلعت بر گرفت . ماده تاریخ این است :

آفتاب ملک اقبال از کسوف آمد بدر
۱۱۳۳هـ

عطر اشعار نکهت دماغ را تازه میسازد :

نصیب گشت شبی پای بوس یار مرا ز کف چو رنگ حنا رفت اختیار مرا
ز پای تا بسرم محو انتظار کسی است که غیر چشم چو بادام نیست یار مرا
گاهی جواب خط من ای دلربا نویس فرهاد نامه ای بت شیرین ادا نویس

هست نقد دل این خاک نشین ، پیش تو قرض
آنچه در کیسهٔ من بود ، همین ، پیش تو قرض

من سپردم دل خود را ، تو ندادی بوسی آن بود پیشکش ناز تو ، این پیش تو قرض
دلربایانه بیا! بوسه بده باز بگیر نکهت ، امروز طلب کرد چنین پیش تو قرض

نگردد رفعت دنیای دون ، بی کشمکش حاصل
بگردن خیمه را چندین طناب افتد که بر خیزد

۱ـ اسد علی خان آستانجلو چولاق . از امرایٔ عصر در ربیع الاول (۱۱۲۶هـ) در شاهجهان آباد فوت شد ، و او داروغهٔ داغ و تصحیحه رکاب بود . (تاریخ محمدی ۸۶)

۲ـ میر محمد فاضل وزیر الممالک اعتمادالدوله قمرالدین خان چین بهادر نصرت جنگ محمد شاهی بن وزیر الممالک اعتمادالدوله محمد امین خان چین بهادر ظفر جنگ سپه سالار یار با وفا ، از اعاظم امرایٔ هند و وزیر محمد شاه بادشاه روز جمعه ۲۲ ربیع‌الاول (۱۱۶۱هـ) در نزدیکی سرهند در جنگ احمد ابدالی (احمد شاه درانی ابدالی) افغان کشته شد . عمرش ۶۲ سال و قیل کمتر . و پدرش در سنه (۱۱۳۳هـ) گذشت (محمدی ۱۲۱)

بغیر من که بتن نقش بوریا دارم　　اتو کشیده که دارد لباس عریانی
(ص ۱۰۶۶)

عقد ثریا: نکهت محمد یوسف برهانپوری گفته میشود. و همیشه در زمانهٔ بادشاهان ما سبق بعیش و عشرت و عزت وحرمت بسر برده. در عهد فردوس آرامگاه بخطاب سخنور خان سر مباهات بچرخ برین سوده. مدتی گذشته که دو مثنویش در بحر هزج، یکی در تعریف فصل بهار و یکی در تعریف هولی بنظر فقیر در آمده بود. و دران هر دو مثنوی تلاشهایٔ نمایان دارد. و این شعر او که مشهور است از خزانهٔ عامره نوشته شد.　　(یک شعر دارد ص ۵۸)

شمع انجمن: نکهت محمد یوسف برهانپوری. شاعر خوش سلیقه و موجد اشعار انیقه بود. از نژاد طائفه چک باشد که پیش از عهد اکبری سلاطین کشمیر بودند. از پیشگاه محمد شاه بادشاه مخاطب بسخنور خان بود. این دو بیت از ویست:　　(دو شعر دارد ص ۴۵۷)

۲۸۰ - فراهاد بیگ نیاز

فراهاد بیگ نیاز. مرد منصبدار است بتمام انکسار:

من آن مرغم که، در دامت گرفتاری هوس دارام
نکر دم صید آزادی نفس تا در قفس دارم (کذا)

۲۸۱ - حسن وارسته

حسن وارسته. همیشه چون آزادگان تارک دنیای دنی، بکمال وارستگی و استغنا، در زنجیر محبت محبوب حقیقی، اسیر بود:

بهر شهری که، باشد آن جوان، پیری نمی باشد
که، مو نتواند از شرم میانش، شد سفید آنجا
ستم و جور و جفا، فتنه و جنگ است اینجا
ملک جانانه مگو، ملک فرنگ است اینجا
عقل، مضمون دهان تو بجز هیچ نیافت
موشگافی چه کند، قافیه تنگ است اینجا

۲۸۲ = نواب حفیظ علی خان وارسته

نواب حفیظ علی خان وارسته . شعر صاحب دماغان مجلس سخنوری را از قید بی دماغی، وا میرهاند و در انجمن انشراح و تفرج مینشاند . هنگامیکه نواب عبدالصمد خان سیف الدوله۱ برای تادیب مفسدان کشمیر بهشت نظیر آمده، با او چندی درانجا بود ، باز وقت مراجعت با او همپا شده روانه دربار معلی گشت :

نگاهت تا حیات جاودان بخشیده دانستم
که در خاموشی لعل مسیحا بود ، حکمتها

دلم قربان ، زخم ناوک او که صیاد من آن ، ابرو کمان است

ز بس کردند پامال تغافل ، خون مستان را
حنای پای سبزان را می ته شیشه میدانم

پیچید، زبس آتش او ، در جگر من آئینه شود آب روان از نظر من
دل وارسته را بیتاب سازد چو زلف خویشتن پیچیدن او*

صبح گلشن : وارسته : نواب حفیظ الله خان دهلوی . بمعاضدت نواب عبدالصمد خان بازویش قوی بود :

دلم قربان ، ز خم ناوک او که صیاد من ، آن ابرو کمان ست
(۵۸۰)

۱- بعد از وفات علی مردان خان ، نواب عبد الصمد خان صوبه دار لاهور شد، و بتاریخ ۲۲ فروری ۱۷۱۳ع (۱۱۲۵ھ) در لاهور رسید . در عهد او بنده بیراگی باغی شد . و گرفتار شد (خافی خان ج ۲: ص ۷۶۶) . عبدالصمد خان بتاریخ ۲۶ جولائی ۱۷۳۷ع (۱۱۵۰ھ) فوت شد و در لاهور دفن شد . بعد ازو پسرش زکریا خان صوبه دار لاهور شد و او در تاریخ یکم جولائی ۱۷۴۵ع (۱۱۵۸ھ) حیات را پدرود گفت و در پهلوئی پدر دفن شد .

در تاریخ محمدی است : خواجه عبد الرحیم مخاطب بسیف الدوله عبد الصمد خان بهادر

۲۸۳ = واصب

واصب ۱ شعرش آتش در دل ارباب وجد و حال می زند ازبسکه درد آمیزاست جوهر معنیش برداغ جگر اصحاب کمال کار نمک میکند ، ازبسکه سودهٔ الماس بیزاست :

شرابش برده و خون جهانی خورده میآید
حذر ی جان ! آن طوفان آتش برده میآید
دماغ خویش میگیرم زبوی صحبت مردم
که از هم صحبتان ، بوی چراغ مرده میآید*

---

* نصرآبادی : واصب قندهاری دعوی وحدانیت می تواند کرد . چرا که از ولایت قندهار ، قبل از ملا جنونی و بعد از ملا واصب موزونی برنخاسته . فی الجمله ربطی سخن داشته و باوجود حقارت جثه و سبزی چهره بسبب حسن خلق محبوب خاطر ها بود . در فن موسیقی آگاهی داشته . گاهی دو بیتی می خواند که آوازش خالی از اثری نبود . مدتی باتفاق محمد قلی سلیم در لاهیجان پیش میرزا عبدالله وزیر لاهیجان بود . بعد ازان باصفهان آمده . بار دیگر بلاهیجان رفته در انجا فوت شد . شعرش اینست :

حسنت بچرخ گنجفه داد آفتاب را — مانند آن ورق ، که ز سر ، وا کند کسی
نقش پا ، در رهت ، از من قدمی در پیشست — نفس از من ، بسراغ تو دمی در پیشست

☜ دلیر جنگ ابن خواجه عبدالکریم احرار سمرقندی ، نزیل الهند ، از اعاظم امرای عصر و صاحب فتوحات و مغازی و صوبه دار ملتان . دهم ربیع الثانی (۱۱۵۰ه) در لاهور فوت شد . عمرش در عشرهٔ ثامنه بود . (ص ۹۸)

سیف الدوله زکریا خان بهادر دلیر جنگ بن سیف الدوله عبدالصمد خان بهادر دلیر جنگ احراری سمرقندی ، از اعاظم امرائی عصر و صوبیدار لاهور و ملتان ۱۲ یا ۱۳ جمادی الثانیه (۱۱۵۸ه) در لاهور فوت شد . عمرش تخمیناً ۵۶ سال یا ۵۷ سال و او داماد اعتمادالدوله محمد امین خان چین بهادر بود که در سنه (۱۱۳۳ه) گذشت . (ص ۱۲۸)

۱- شاید این همان واصب قندهاری باشد که همراه محمد قلی سلیم در لاهیجان بملازمت میرزا عبدالله بسر میبرد . و ممکن است که همراه محمد قلی سلیم در کشمیرهم وارد شده باشد .

مگذر ای دل ! بخم کاکل آن زلف سیاه　　که بلای بقفا و ستمی در پیشست (۱)

بمرگ داغ نشیند دلی ، که پر خون نیست　　بقید عقل بمیرد کسی که ، مجنون نیست (۱)

ببزم یک جهتی ، غیر شمع و پروانه　　دو یار سوخته ، در زیر طاق گردون نیست (۱)

دریاب خویش را ، که درین بحر موج خیز
همچون حباب ، وقت تو ، بسیار نازک است

پایم ز سر کوی تو ، ناکام بکعبه　　میرفت و ز هر آبله ، چشمی بقفا داشت (۱)

بچمن رفتم و چون گل ، نفسی گوش شدم　　بلبل از گل ، گله ها کرد که از هوش شدم (۱)

راضی نتوان شد ، بغم دوست ، بجز دوست
ترک دو جهان گیر و ز صد ننگ برون آی　　(ص۳۲۷)

شمع انجمن : واصب قندهاری در موسیقی از جمله ماهران بوده . در لاهیجان رفته با محمد قلی سلیم صحبت داشته . از وست :　　(یک شعر دارد ۵۲۱)

صبح گلشن : واهب (واصب) محمد واهب قندهاری که او را با محمد قلی سلیم خواجه تاشی و اتحاد زمانی است . یعنی هر دو مدتی ملازم میرزا عبدالله لاهیجانی بودند .

در کام ، اهل ذائقه ، شیرین نمی شوی　　تا نشکنی بسان عسل ، شان خویش را

نامه ام را ، بگل داغ جنون ، مهر کنید !
تا ندانند که ، این محضر رسوای کیست !

(پنج بیت دارد ص ۵۸۶)

روز روشن : واصب قندهاری . همچنین است در شمع انجمن . و در ید بیضا نوشته که : واصب در لغت بمعنی دائم ست . و در آفتاب عالمتاب واهب بهای هوز بجای صاد مهمله آورده ، و گفته که : نامش ملا محمد واهب بمعیت محمد قلی سلیم بملازمت میرزا عبدالله درلاهیجان بسر می برد :　　(هفت شعر دارد ۷۳۱)

۲۸۴ - واصل

واصل یکی از واصلان درگاه حضرت سخن است . همیشه بوصل شاهد معنی یابی شادکام بود :

چون گرم غضب گشت ، عرق کرد جبینش
در تابش خور ، ریزش باران چه نمک داشت

۱- صبح گلشن دارد

ندارم باکی ، از موج خطر با دوست پیوستم
غریق آب حیوان را ، غم مردن نمی باشد
چون بمن ، نامهٔ آن روشنیٔ دیده ، رسید
شد روان قاصد اشکم ، که جوابش ببرد[1]
آنکه یکدم شب هجران تو ، آسوده نخفت
سر دهد بردم شمشیر ، که آبش ببرد*

* سفینهٔ هندی : محمد واصل خان واصل تخلص . بن عابد خان بن عبدالکریم خان ، نسبش براجه کول که از اولاد نوشیروان عادل بود میرسد . موطنش کشمیر و خودش همانجا تولد و نشو و نما یافته . چون والدش به بهشت برین واصل شد و جاگیر موروثی او تغیر گشت ، از وطن دل برداشته در عهد محمد شاه بادشاه (۳۱-۱۱۶۱ه) بدهلی آمد و با خان دوران خان امیرالامرا (۲) پیوسته . سند بجای جاگیر از حضور حاصل کرده بوطن رفت . بار دوم باز عازم دهلی شده ، بوساطت امیرالامرا مسطور ، شرف ملازمت فردوس آرامگاه (محمد شاه) دریافته ، در منصبداران بادشاهی چهره عزت بر افروخت . و در عهد احمد شاه بادشاه (۶۱-۱۱۶۷ه) بن فردوس آرامگاه ، به کوکائی بادشاه شرف ازدواج حاصل کرده ، یکی از مقربان درگاه گشت . چون دهلی مورد فتنه و فساد گشت ، به جی نگر شتافت ، و با راجا مادهو سنگه پسر راجا جیسنگه پیوسته ، بعزت و وقار بسر می برد . آخر از انجا دل برداشته بعظیم آباد شتافت ، و به احمد علی خان ناظم آنجا ملاقی شده مصاحبت حاصل کرده . بعد فوت او وارد لکهنؤ گشت ، نواب مدارالدوله بهادر و را براقم سپردند ، راقم بشرف ملازمت مهاراج ادهراج نراندر مهاراجا تکیت رای بهادر (۳) رسانیده ــ بمهاراج نامه ــ گوئی ممتاز گردانید . در شعر و سخن شاگرد میرزا گرامی بود . بسیار آرمیده مزاج و خوشگو و بذله سنج و معنی یاب بوده . تا بود ، با راقم هر روزه ملاقات می نمود ، در سنه یکهزار و دو صد و شانزده (۱۲۱۶ه) واصل بهشت گردید ، و در تکیه میر خلیل مدفون گشت . از وست :

۱- صبح گشتن دارد .

۲- محمدقاسم خواجه‌اشرف خان . صمصام‌الدوله امیرالامرا خان دوران بهادر منصور جنگ بن خواجه قاسم نقشبندی متوفی (۱۱۵۱ه) .

۳- دیوان نواب آصف‌الدوله والیٔ اوده بود و بجرم خیانت در سال (۱۲۱۱ه) معزول و معتوب شد (قیصرالتواریخ ۱ : ۱۱۲)

ای مه ! که برزخت خط مشکین نمود نیست — روشن بود در آتش خورشید دود نیست
دادند سر بمهر بما ، دولت نیاز — در سرنوشت ما ، چو نگین جز سجود نیست
خورشید و ماهتاب ، بهر خانه می رسند — ای مه ! ترا بمنزل ما چون ورود نیست
از گریه حیرت دل بیتاب روشن است — ... فی‌الضمیر آئینه از آب روشن است

(ص ۲۳۷)

صبح گلشن: واصل از سنجیده طبعان کشمیر بود و عمر عزیز در پی وصول مطلوب بدهلی بسر نمود : (ص ۵۸۰)

۲۸۵ - ارادت خان واضح

سوار یکران ۱ سخندانی ، ارادت خان واضح تخلص هندستانی . شعرش را ، صاحب طبعان عرب و عجم ، بقلم فولاد خاطر پسندی ؛ بر صفحه دل واضح نوشته اند و هر نقطهٔ ، اشعار روشنش چون مردمک دیده ، روشن . سوادان کتاب روشن روانی روشناس دوران است :

دوش از برای مطبخش ، هیزم ز مژگان کرده ام
گفت : از کجا آوردهٔ ! خاشاک آب افشرده را !
طفلی آهنگر دگر ، پیری مقام دیگر است
هر شرابی را درین میخانه جام دیگر است*

* مراة‌الخیال: ارادت خان واضح . رفعت و ابهت دستگاه میرزا مبارک الله، واضح تخلص میکند . بلندی فکر بمرتبه ایست که، بی نردبان طبع رسا ، عروج بر آن نتوان نمود . و شربت گفتارش شهدیست که بی چاشنی استعداد درست ، بحلاوت آن پی نتوان برد . انیس خلوت عاشقان است و مونس جلوهٔ معشوقان . و این ابیات از دیباچهٔ دیوان او مناسب مقام نمود . نظم:
این رفیق برنج و شادی من — همدم عیش و نامرادی من
ساقی و ساغر شراب منند — در شب تار ماهتاب منند
تحفهٔ بلبلان این باغ است — لاله ایم و زما همین داغ است
نبیره نواب اعظم خان جهانگیر شاهی است ، و از فیض طبع میر محمد زمان راسخ بهرهٔ وافر

۱- یکران: اسپ اصیل

برداشته اما مردی شوخ طبع است و بعین بی باکی و بقلندر مشربی بسر می برد . این غزل زاده طبع وقاد اوست :

تاسوخت حسرت گل حسن تو جان ما — آئینـــه دار برق بود آشیان ما
دل از طپش ، ز رفتن خود ، میدهد خبر — آواز ما ، بود جرس کاروان ما
گردد فروغ حسن ، موافق برنگ عشق — مهتاب سرمه گشت بزخم کتان ما
از گفتگوی یاد وصال تو ، زنده ایم — چون شمع ، رنگ هستی ما شد زبان ما
شد از فروغ حسن کشی ، جانم آئینه — جز جنس آفتاب ندارد دکان ما
آئینهٔ جمال تو ، باشد خیال دل — رنگ یقین ، ظهور کند در کمان ما

این غزل ، بعضی ابیات غور طلب دارد . یقین که صاحب نظران ازان سرسری نخواهند گذشت . این غزل نیز از واردات خاطر اوست :

ساقیم دست چو در گردن مینا میکرد — مهر را آئینه دار یدبیضا میکرد
کشت یاقوت بیاد لب شیرین جوشید — خون فرهاد که جا ، در رگ خارا میکرد
سرمه از گرد پر طوطیٔ دل داشت مگر — جوهر آئینهٔ چشم تو ، با ما میکرد
کی کند جلوه ، درآئینهٔ دل ، چاک کتان — آنچـــه رویٔ مه کنعان بزلیخا میکرد

(ص ۳۰۷ - ۳۰۸)

سرو آزاد : میرزا مبارک الله مخاطب به ارادت خان واضح . از دودمان امارت است . جدش میر محمد باقر از نجبأ بلده ساوه . و دامادی بمیرزا جعفر آصف خان علاوه بود . در عهد جهانگیری بمنصب میر بخشیگری دم مباهات میزد و در زمان جلوس شاه جهان بوالا پایهٔ وزارت مترقی گشت ، و بفرصت قلیل به ایالت دکن و خطاب خان اعظم فوز عظیم اندوخت . و بتفریق به صوبیداری گجرات و بنگاله و کشمیر و اله آباد مامور گردید . و هیچ وقت بیکار نماند . آخر بادشاه او را مجاز کرد که ، حکومت بر صوبه که خواهد ، برای خود اختیار کند . او فوجداری دارالخیور جونپور بر گزید و در ایام حکومت آنجا ، موافق سنه ثمان و خمسین و الف (۱۰۵۸ھ) مرحله آخرت پیمود و دختر او با شاه شجاع منسوب بود .

و سلطان زین الدین بن شاه شجاع از بطن آن عفیفه متولد شد . پسر خوردش میر اسحاق ارادت خان در عصر خلد مکان بعد از فتح داراشکوه بحکومت صوبه اوده مامور گشت ، و در همان سال ازین دار ملال در گذشت .

پسر او مرزا مبارک الله واضح از درگاه خلد مکان بخطاب موروثی ارادت خان مامورگردید و در سنه ماته و الف (۱۱۰۰ھ) بفوجداری چاکنه و در سنه ثمان و ماته و الف (۱۱۰۸ھ) بفوجداریٔ نواحی اورنگ آباد و بعد ازان بقلعداری گلبرگه منصوب گشت . و در عصر شاه عالم

به منصب چهار هزاری امتیاز یافت و در عهد فرخ سیر سنه ثمان و عشرین و مائه الف (۱۱۲۸ه) ودیعت حیات سپرد (۱) .

دیوان واضح بنظر در آمد ، چند غزل بخط واضح بر حواشی این نسخه ثبت بود . قصاید و غزلیات و رباعیات و مثنوی متعدد دارد . این چند گل ازان چمن چیده شد :

عارف ازو پر است ولی او نمی شود
آئینه رونما شود و رو نمی شود

ز مقراض فنا ، نور است شمع زندگانی را
برد آب دم شمشیر صندل سر گرانی را

چه الفت است بزلف تو بیقراران را
بلی سیاه پسند است سوگواران را

موجم و وحشت کند محروم از ساحل مرا
در طپیدن ، رفت از کف ، دامن قاتل مرا

در عالم ، دل باختن خویش رواج است
عمریست که ، ویرانهٔ ما ، وقف خراج است

بجیب صبح ز خورشید گلفشانیها ست
بجام پیریٔ ما ، بادهٔ جوانیها ست

براه او چه در بازیم ، نی دینی نه دنیایٔ ،
دل داریم و اندوهی سری داریم و سودای

واضح ! بهیچ راه ، دلم وا نمی شود
این قفل زنگ بست ، شکستن کلید اوست

بر مراد دل خود بال زدن نقصان است
وقت آن خوش که ، مرا در قفس انداخته است

---

(۱) نسب : میرزا علاء الدوله آقائی ملا دوات دار

|

بدیع الزمان (وزیر کاشان)

|

میرزا قوام الدین جعفر بیگ
آصف خان ثالث متوفی ۱۰۲۱ه

|

دختر
زوجه نواب خان اعظم
میر محمد باقر معروف به ارادت خان متوفی ۱۰۵۹ه

|

میر اسحاق خان ارادت خان متوفی ۱۰۶۸ه

|

میرزا مبارک الله ارادت خان واضح متوفی ۱۰۹۸ه

|

میر هدایت الله هوشیار خان مخاطب به ارادت خان متوفی ۱۱۵۷ه

دست فرسود نگه طلعت خورشید نشد حسن بی ساخته از فیض نگهبان دارد

گر چه آزادم ، ولی ، جانم فدای دیگر یست
گرد سر گرداننده صیادی مرا سر داده است

رشک فرمای دلم نیست بجز عیش حباب یافت یک پیرهن هستی و آن هم کفن است
بیخود شدنم آفت مینای ادب بود ساقی کرم افزود که ، در نشه کمی کرد
رفتنیهای جهان ، قابل دل بستن نیست این قدر بس که دمی خاطر خود شادکنند
گنهٔ صاف ، به از عفو غبار آلود است هست دوزخ گنهی ، که بمدارا بخشند
بهار وقف صبا ، گل بکام گلچین باد که ما به کنج قفس ، طرح آشیان کردیم (۱)

بکاغذ اخگری پیچیده ام ، یعنی دل خود را
مبادا گریه بر حالم کنی ، ای نامه بر رحمی ! (۱)

در گنجفهٔ دهر شهان عالم در صنف رعیت اند نی بیش و نه کم
حکمی دارند زان جهاندار شدند چون حکم نماند گشت بازی برهم

(ص ۱۴۸)

گل رعنا : واضح میرزا مبارک‌الله مخاطب به ارادت خان . حضرت آزاد مدظله العالی در سرو آزاد میگویند : از دو دمان ـــ ودیعت حیات سپرد (۲)

در فن شعر ، شاگرد میر محمد زمان راسخ سهرندی و در تصوف مرید بزرگی که نام او میر سنجر است از سلسله نقشبندیه . دختر میر هم در عهد نکاح واضح بود .

در دیباچهٔ ـــ ساقی نامه ـــ خود میطرازد : راح اعتدال بری از بد مستی افراط ، وخالی از خمیازه کشی تفریط ، از شاه سنجر میتوان کشید . صراط مستقیم طریق اوست و نعمت غیر مغضوب تحقیق او . در عنفوان شباب که مستیٔ جوانی و نشاء کمال بیخودی و غرور دولت در سرم جمع بود ، آن جوش فرمای خم دیر ساله و صاف پیمای صراحی و پیاله ، بثلاثه غساله شست و شوی باطن من ، چنان نمود که ، لوث کج فهمی مزاج و مواد اعوجاج اصلا نماند ! و نیز واضح ، ترکیب بندی در مرثیه میر سنجر بنظم آورده . ازان است :

ای فلک ! ای بیوفا ! ای ظالم ! ای بیدا دگر ! ای! ز سوز سینهٔ اهل مصیبت ، بیخبر !
نی گریبان میدری ، نی خاک بر سر میکنی زاینچنین شور قیامت ، از چه ماندی ، بیخبر !
رفتی آخر شاه سنجر داد هی! بیداد هی ! خاک بر سر ریخت در هجرت دل ناشاد هی

دیوان واضح ، در وقت تحریر حاضر ، چند غزل بخط واضح بر حواشی بعضی اوراق

۱- گل رعناد ارد

۲- عبارت آزاد ثبت کرده است .

دارد ، و بر پیشانی آن بخط طغرا ثبت است ـ فاتوابسورة من مثله ـ این نسخه را خود واضح در سنه ثمان و عشر و مائه و الف (۱۱۱۸ھ) نویساند ، مشتملبر دو قصیده یکی ـ فلک‌المعارج ـ نام سیصد و بیست و یک بیت ، در جواب قصیده ـ شمس المناقب ـ میرزا معز فطرت قمی ، دوم قصیده مسمی ـ بفخر دارین ـ تریب دو صد بیت . هر دو قصیده کلام سرسری است . تلاش بسیار کم دارد . این ابیات از قصیده اولی است :

ک گردد از عزیمت من ، سست نیم تار — نه بختی فلک ، گسلانند اگر مهـــار
از موج بحر همتم ، اول قدم بود — نه کشتی فلک ، چو بیاینـــد بر کـنـــار
عشقی‌که ، کاف و نون ز ظهورش کنایه ایست — عشقی‌که ، بست در عدم این نقش و این نگار
بی کیف بود همچو ، می اندر دل عنب — بی رنگ بود ، همچو نهان در حجر شرار
محجوب تر ازان که ، بمینای دل پری — در پرده تر از انکه ، بسنگ صنم شرار
گلها ز دست حیرت بیرنگی هم اند — آئینه را بائینه سازند چون دو چار

قصیده ثانیه بعد تشبیب اول بمنقبت میپردازد . پس ازان بر سر مدح همت خان بن اسلام خان والا (۱) . که احولش در ترجمه میر محمد افضل ثابت اله آبادی گذشت ، می آید و میگوید :

و لیک شرح عنایات و لطف همت خان — که فخر میکند ، از ذات پاک او ، خانی
چگونه شرح دهم ، کان ستوده قدر شناس — که داد دولت هر دوسراش ارزانی
مرا خرید بنرخی که ، لایقش بودم — رهین منت اویم ، ز انسی و جانی
زبان من که ، بمدح کسی نگردد وا — ببین تو ، مرتبهٔ این بزرگ یزدانی
که من ، بشعر برم نام او ، باین اعزاز — نه بهر دولت دنیا پی خدا دانی
مرا بپایهٔ آبای من ، خرید و فروخت — بدر گهی که ، فلک را خرد بارزانی
دگر ز من چه کشاید ، مگر وفا و دعا — که هست کار دلم ، آشکار و پنهانی

و نیز این نسخه مشتمل است بر غزلیات و رباعیات و مثنویات و ساقی نامه و بر هر قسم اشعار که مذکور شد . دیباچهٔ نثر مستقل نوشته و بر پیشانی هر دیباچه مهر خود زده نقش نگینش ـــ الحق واضح ـــ در عنوان دیوان مینویسد : در شهور سنه یکهزار و نود و هشت (۱۰۹۸ھ) میر محمد زمان راسخ که شیرازهٔ سخن ذات مجمع‌الحسنات او بود ، و این هنگامه را اکثر اوقات شوقش گرم مینمود ، در سفر اخیر که بعزم پا بدامن کشید ، و در کنج تنهای آر میدن، بلکه از هستی رمیدن مرخص میشد ، از دیوان ما اشعاری که دران همطرح بود با خود داشت :

آن قبله ارباب سخن فرد و وحید — راسخ چو ز صحبتم جدای ورزید

---

۱ ـ رک : تذکرهٔ شعرای کشمیر تالیف راقم حروف تحت والا

اشعار مرا که او ؛ جدا کرد و نوشت　　تاریخ - جدا «کرده» راسخ - گردید
۱۰۹۸ھ

اگرچه از اشعار خود بترتیب رتبهٔ سخن، منتخبات داریم اولین مسمی به - صبوحی فیض - دومین - نشأ دوبالا - سیومین - کیفیت خاص - اما ، این مجموعه چون یادگار آن مختار ارباب کمال است ، عزیزش میشاریم :

ای گل ! بتو خور سندم ، تو بوی کسی داری !

و در دیباچهٔ مثنویات نوشته که: چون در پنج گنج نظامی کشودم، دیدم که باقبال خداداد و نظر کیمیا اثر پیر و استادٔ، من هم بالقوه صاحب سامانم. قفل از خزائن معانی کشادم ، و اساس هر پنج مثنوی را مع شی زائد ، که تمامی سبعه باشد ، در زمان واحد بنا نهادم باین ترتیب :

۱- مرآت دیدار . در برابر مخزن اسرار
۲- نغمه و شیون . از نلدمن
۳- کمند وحدت . در جواب سلسلة الذهب
۴- آئینه راز . داغ دل محمود و ایاز
۵- تاب زنار . مقابل سبحة الابرار
۶- ساقی نامه . در بحر سکندر نامه
۷- اسرار معنوی . در پیروئی مثنوی حضرت مولوی

ونیز درین دیباچه مینویسد که : از جمله مثنوی های هفتگانه — مثنوی اعجاز طراز — که موسوم — بآئینه راز — است بیشتر خرامید تادر سنه یکهزار و هفتاد و پنج (۱۰۷۵ھ) بر روی کار آمد و در هزار و هفتاد و هشت (۱۰۷۸ھ) بآخر رسید . و نیز درین دیباچه در حق حکیم زلالی خوانساری مینگارد : آن حکیم مجنون مزاج که سقم کلامش هنوز علاج طلب است ، مطلع چند را مثنوی نام کرده ، و بی ربطی را حسن کلام وا نموده . اهل بخیه میدانند که پنبه دوزیش از بی سامانی است . اما ! هر چند پست است باز هست است . جز او در حساب و قابل این قدر خطاب نیست .

واضح چنانچه قصائد مطول دارد مثنویات پر مختصر — آئینه راز — که بهترین مثنویها و ناز مایه اوست ، سی و هشت ورق نوزده سطری، است ، و — اسرار معنوی — دوازده ورق ، و — نغمه و شیون — هشت ورق . بواقی علی هذالقیاس .

خان آرزو گوید : واضح اراده داشت که جواب خمسه گوید ، چند مثنوی شروع کرد اما میسرش نیامد (انتهی کلامه) فی الوقع چنین است . — مرآت دیدار — او مجموع پنجاه و پنج بیت باشد . مطلعش این است :

لوحهٔ دیوان کلیم قدیم بسم الله الرحمن الرحیم
وبیان اسباب مذکوره ، بن لطیفه منظومه است :

صبحدمی بتکدهٔ یافتم رشتهٔ زنار نگه تافتم
در بر و جیب صنم گلعذار بست ز زنار نگه دیده تار
گفتمش : ای بیخبر روزگار در تو اثر چیست ، بمن برشمار
گفت : منم سنگ تراشیده ! از دم صد تیشه ، خراشیده !
لیک ، بمن بسکه نظر دوختند آتش گرم اثر افروختند
من همه سنگم اثر از دیده است هر که مرا دید ، غلط دیده است

قصه و شیوه :

در دشت شدم بیابان رنجور هر گام خمیر مایهٔ شور
گفتم که : مگر دل گشاید چون وسعت دشت رو نماید
تنها شدم و خروش کردم صحرا همه شعله جوش کردم
یعنی که ، بهر طرف دویدم فریاد و فغان ، بسی کشیدم
ره گم شده و نمود از دور رفتم سوی او بیابان رنجور
بیتاب شد که قاصد اوست دارد خبری ز حضرت دوست
گفتم : ز فلان خبر چه داری ! این ره بسی که میسپاری
زد نالهٔ و گفت : ای غلط گام ! مقصد چه ! خبر کجا ! و کو گام !
ما جمله ، هوای خویش داریم راه غلطی به پیش داریم
آنجا که نشان اوست ، کو راه اینجا عبث است ! قصه کوتاه

کمند وحدت ـ که همه نود و یک بیت است ، حکایتی از شیخ ابو عبدالله مرتعش — که از اولیای وقت بوده — و در سیصد و بیست وهشت هجری (۳۲۸ھ) درگذشته ، بطور خوبی نظم کرده :

مرتعش ، بیخود ایاغ الست از شراب طلبش دل مست
العطش کوی بادهٔ دیدار دل و جان وقف کوچهٔ خمار
رفت روزی ، بجانب بغداد سوی پس کوچه ایش راه افتاد
تشنه شد ، گشت طالب آبی سائلانه رسید ، بر بابی
بانگ زد ، کای حریم بیت کرم : دم آبی ! که سخت تشنه لبم !
قسازتیتی تسیاز عمو کمرده همچو آب حیات ، از پرده
بر در آمد ، بنالهٔ سائل گام زد موج ، بجانب ساحل
دم آبی ، بکام شیخ رساند تفت ، بر آتش خموش ، فشاند

دل پر خون شیخ ، رفت از دست　　قطره ، بر بساط خاک ، نشست
دلربا رفت و دل ز کف داده　　ماند ، بر روی خاک ، افتاده
وای بر حال آن ، نمرده شهید　　که ، دم آب تیغ عشق ، چشید
مرتعش بود همچنان بیتاب　　رشک فرمای رعشهٔ سیماب
تا بحالش رسید ، لطف خدای　　صاحب خانه ، پیر روشن رای
بر درآمد ، چه دید ، درویشی　　او فتاده بخاک دلریشی
جان ز دنیا و دل ز دین کنده　　هم عصا هم مرقع افکنده
پیر باقر چو جانب او تاخت　　رتبهٔ حال مرتعش بشناخت
ملکی یافته پسری دیده　　آفتابی ، بخاک خوابیده
یافت ، کاین کشته، صید صیادی است　　شیشه بشکستهٔ پریزادی است
گفت : ای شیخ ! پرمحنت ز کجا　　کلبهٔ تست این ، کرم فرما!
آنکه تا پیشگاه دارد راه　　چون نشیند ، غریب بر درگاه
شیخ گفتا که : ای ستوده شمار !　　شرم دارم ، ز حال جان فکار
از درت خواستم دم آبی　　بر غبارم بتاخت سیلابی
نازنینی ، بعشوه آماده　　شعلهٔ خرقه ، برق سجاده
آمد و دل ز من ربود ربود　　هایهای ، آن ستم طراز ، که بود
عمرها صرف کار دل کردم　　آخر آن را ، با و بهل کردم
پیر گفت : آن جمیله دخت من است!　　میدهم دست او ، ترا در دست
کن بعقد نکاح ممتازش　　ساز در بندگی سر افرازش
قصه کوته ، بخانه بردندش　　و آن پریزاد را سپردندش
بر کشیدند خرقه از سر او　　نازنین کرد جای در بر او
چون درآمد شب تمام آشوب　　شب نه سنگ محک باهل قلوب
شیخ در جامه خواب آرامید　　بر بساط نعیم وا غلطید
شد رجوعش ، بجانب دل خویش　　یاد کرد ، از مقام و منزل خویش
پرده از روی کار بکشادند　　در سر سر او ، ندا دادند
که بیک دم که ماندی از ما دور　　ظلمت آباد گشتی این همه نور
ژندهٔ فقر و خرقهٔ اخلاص　　آن حلاوت چشان ، مرقع خاص
از سر فقر تو ، بر آوردیم　　صیدت از دام خود ، بدر کردیم
یکدم دیگر ، ار بیارامی　　بلذ از جام ما ، نیاشامی
شیخ فریاد کرد و جست از نوم :　　قال ها توا مرتعی یا قوم!

پر غیور است مهربان کریم | سوخت جانم عذاب یار قدیم

آئینه راز :

الهی! گریه ام را ، خنده خو کن | شراب تشنه برقم در گلو کن
دلم را ، ساز رسوائی ملامت | بکن مجنون ، صحرای قیامت
جنون را ، شور محشر در سرم ساز | گل داغ ملامت افسرم ساز
دلم را ، کن ورای محمل عشق | نگه را ، جادهٔ سر منزل عشق
ز خون خویش ، می در کام من کن | گداز دل شراب جام من کن
دران محفل که حسنت بی‌حجاب است | همین تار نگه بند نقاب است
ندانم ، بیخودی آخر کجا برد | ولی دانم ، بکوی آشنا برد
الهی ! نامهٔ بیتاب دارم | بزیر پای دل ، سیماب دارم
بدست شوق ، عنان گردانیم کن | بصحرای عدم جولا نیم کن
الهی ! چون بخاکستر برایم | شرار افروزی دل را نمایم

درین مثنوی در تعریف صبح میگوید :

خمیر خاک من ، آتش نشان باد | ز دود خام ، سوزی در امان باد
چو نشاه ، از طلوعش بی تفاوت | دل پیر و جوان مست طراوت

تفاوت بفتح واو هم آمده ، لهذا با طراوت قافیه ساخت .

تاب زنار :

اول و آخر بی نام و نشان | ظاهر و باطن بی سر و عیان
اینهمه ، جوش بهار نیرنگ | آن همه ، صوت خموشی آهنگ
چشم گر باز شود ، او پیداست | گوش گر وا شود، او خود گویاست
گوش را چشم کن و راز نگر | چشم را گوش کن آواز نگر

ساقی نامه :

بیا ساقیا ! جان فدایت کنم ! | بهار است ، دل رو نمایت کنم
پریشانی افزاست ، باد بهار | مگر بر گذشت است بر زلف یار
بهوراست تا ماه با ما نشین | چو امید ما یکدم از پا نشین
بیا ساقی مجلس آرای من | فدای خرامت سرا پای من
بحکم شرابت ، قسم میدهم | بتو ، مصحف از جام جم میدهم
بحق غریبان میخانه ات | بجان اسیران پیمانه ات

بجامی که چون پر شود از شراب / شود آفتابش گل آفتاب
بلبی که ، جز غم پذیرا نشد / بدستی که ، جز جام گیرا نشد
برخسار زردی و چشم نمی / بمستی خلاص از غم عالمی
بآئینه داران داغ جگر / بچشم تماشای اهل نظر
به بیتاب جانان کوئی کسی / بحیرت نگاهان روئی کسی
بچشمی که بیدار بر روی اوست / بپائیکه خوابیده در کوی اوست
بآن دل که ، عزمش بجائی رسید / بآن سر که روزی بپای رسید
بخاری که ، در پائی دیوانه ایست / بشمعی که ، در راه پروانه ایست
که وقت است کم، فکر من زود کن / غسار غم از باده ، نابود کن
چو ساقی ، بریزد بجا کم ، شراب / کند ذره همچشمی آفتاب

اسرار معنوی :

در سخن آمد سحر ویرانهٔ / گفت : بیتابانه با دیوانهٔ
کای ! ز خود آزاد الفت گیر من / ای بهارت بسته زنجیر من
من ، بپای بی الفتی ، ویران شدم / در سر و کار تو ، سرگردان شدم
چون مرا بینی دلت پر خون شود / کار تو ، آخر ندانم چون شود
گفت : آن مجنون عقل ایجاد ساز / کای ز الفت بیخبر بیدل نواز
الفت صاحب غرض، دلبستگی است / هرکه خواهش سوخت، در وارستگی است
برق خواهش سوز عشق افروختم / اعتبارات مجازی سوختم

این ابیات از غزلیات همایون دیوان واضح انتخاب زده به تحریر می آید :

پرواز چون کند ، ز چمن ، مرغ جان ما / در پای گل ، بخاک سپار آشیان ما
دل ، از طپش ز رفتن خود ، میدهد خبر / آواز پا بود جرس کاروان ما
ز مقراض فنا نور است شمع زندگانی را / بود آب دم شمشیر صندل سر گرانی را
کلاه سلطنت ، سنگ فلاخن میکند سر را / بسرگردانی دائم ، نیرزد پادشاهی را
با اسیری چه کند معجزهٔ یوسف حسن / هفت در وا شد و نگشود در زندان را
شرر سنگ صنم شمع حرم ساخته ایم / شاد کردیم از این کفر ، دل ایمان را
بچشم کم جهان دیدن به از ملک جهانگیری / بواضح دیدهٔ موری و انگشتر سلیمان را
رقیبان در حقم دلخسته کردند این ستمها را / نگفتت اول بگوشم بلبل طرز گلستان را
چراغ جوهر ادراک فیض نشا افروزد / نباشد صیقلی جز باده مرآت خیال را
چه الفت است بزلف تو ، بیقراران را / بیلی سیاه پسند است سوگواران را

جواب بود که : مکتوب پس فرستادی دهد نامه بمحشر گناهکاران را
پیاده میروم ، اما پایتخدر شادم که جاست در نظرم گرد شهسواران را
که بشیر وگه بلعبت همچو طفلان دلخوش است
کوهکن کی آورد تاب غم سنگین ما
شد روز ما ، چو زلف پریشان یار ما خوش یاد روز ما و خوشا روزگار ما
صحرا مرا کنار گرفت و وداع کرد صیاد تا نشست بعزم شکار ما
کی گفتمت ! برای دل زار ما بیا ! ای ناخدا شناس ! برای خدا بیا !
چو من نمیرسم آن یار کاروانی را بآه میسپرم شوق همعنانی را
چه دولت است چو پرسد میکشی صیدی همین قدر که بگوئی بلی فلانی را
نمیدانم ، چه الفت هست باهم پی پای تو و نقش جبین را
زخم پیکان تو، جان بخشد دل پژ مرده را روزن مجمر فروزد اخگر افسرده را
طبع من آشفته معشوق عاشق دیده نیست عندلیب من نمی بیند گل پژمرده را
قاصد ببر دل از برم ، کز زخم دارد صد زبان
این نامه پیش از وا شدن ، سازد ادا پیغام را
خوب شد، از دل‌گم گشته ، نشان پیدا نیست رفتی اکثر بسر کوی تو تنها تنها
صد کدورت بهتر است از دیدن یک روی زشت
واضحا زنگار به از زنگبار آئینه را
زدی برسنگ مینای دلم ، آخر ز مستیها خجالت چیست ! اینها میشود در می پرستیها
عشق عالمگیر را امروز شان دیگر است دیه در صحرای دل سان سپاه خویش را
دو عالم دیدن و نشناختن، هم عالمی دارد نهان ، در حیرت آئینه سازم ، عالم خود را
اگر یکبار بوی بندگی بشنیدی از یوسف بگوش خود سلیمان حلقه‌کردی خاتم خود را
نوشتهٔ که : بغیری نمیکنم الفت ! همین مقدمه قسم دگر رسید مرا
هرآن سخن ،که ز واضح نهفته شب گفتی بجای عشق تو ، پیش از سحر ، رسید مرا
بخواب پای من آمد بهار این بس شگون او را
که در آغوش گیرد باز زنجیر جنون او را
نه پنداری شهیدت طاقت بیطاقتی دارد
که میگر داند از پهلو به پهلو موج خون او را
هر زاویهٔ سینه صنم زار گمان است ای وای اگر پرده بر افتد ز یقینها
دشت حیات تنگ و تمنا کشاده گام امید ها بعمر دگر کرده ایم ما

نگاهم را اگر زنار بند شکوه نپسندی نمیبایست دادن عرض ، کافر ماجرائی را
نگه بر خویش میلرزد چو بیند آفتابش را نقاب از تندی خوی است حسن بیحجابش را

مولف گوید : تخصیص آفتابش چیست؟ نگاه از دیدن آفتاب مطلق میلرزد با وصف آن در مقطع غزل بلند پروازی میکند و میگوید :

بجز من نیست چون ، موجود در عالم کسی واضح
دو بین باشم اگر گویم که میگوید جوابش را

احوال آخرت نشود راست از قیاس تعبیرها ست اینهمه تا دیده خواب را
کار آخر شد و از کارگهم در کردند با چنین کارکنان باز چه کار است مرا
مدعی از دعوی قتل است واضح سیر ناز خندهٔ زیر لب چه رنگین است در انکار ها
بهر تسلی ٔ دل ما ، نالهٔ بس است یک رقعهٔ نشاند ز پا جوش نیل را
شور در تابوت دارد ، گرمی بازار عشق تخته کی سازد عدم جوش دکان عشق را
چو دور در نظر آمد ره وصال مرا دواند عشق به پس کوچهٔ خیال مرا
فلک ز خاک نشین چشم بر نمیدارد که پشت پا ست نظر گاه قامت خم را
قاصد آمد دیدهٔ دل را سحر شد شامها بوی ٔ پیراهن مگر پیچید در پیغامها
صید دلم میطپد در ره شهباز می بهله زده دیده ام تا بکمر تاک را
موجم و وحشت کند محروم از ساحل مرا در طپیدن رفت از کف دامن قاتل مرا
ز هر منت خورده را افعی بود شرم نگاه میگزد دیدن بزیر چشم از سائل مرا
طبع من از اعتبارات اضافی شاد نیست دل بدرد آید چو داند ناقصی کامل مرا
دست قضا جراحت و مرهم بهم سرشت با پنبه رسته از جگر لاله داغها
شد پریشان زلف او ، از بی ثباتیهای دل کفر میلرزد بخود از سستی ٔ ایمان ما
طپش لبض ، برد کاش ! سوی ٔ یار مرا کرد بیمار تر از خود دل بیمار مرا
پیرانه سر ، بعشق تو بستم ، خیال را افروختم بصبح ، چراغ وصال را
یکحرف خوشدلی ، نبود در کتاب عمر گردانده ام بسی ورق ماه و سال را
بیچاره مانده ایم به تفتیش چارها از دست رفت وقت پی استخارها
جنت حسن همین نعمت دیدار خود است از نجات آئینه به یوسف زندانی را
بزخم دل نمک ماهتاب مرهم نیست سواد سرمهٔ شبهای ٔ تار را دریاب
گذشت صبح جوانی و گرد پیری ماند چو رفت محمل لیلی غبار را دریاب

با سکندر داشت صحبت ، بزم درویشان ، ندید
حق بدست خضر باشد ، گر خورد تنها شراب

بتعظیم گدای' پیش آمد ، پادشاه ما سلیمان را چراغ بزم چشم مور شد امشب
کواکب دیدم و یاد از شب همصحبتان کردم فلک در دیدهٔ من خانهٔ زنبور شد امشب
خالی ز سیر نیست ، گل افشان خون دل بالفرض نیست نامهٔ ما قابل جواب
مگو ، بکعبه و بتخانه ، فرق بسیار است که این در خانه بیک قبضهٔ کماندار است
آن جلوه بیرنگ نشد صید تمنا حیرت زده ام در سر آئینه چه شور است

اینقدر دانم که ، داغم سکه زد ، در ملک دل
آن قلمرو را نمیدانم که ، در فرمان کیست

جاده و سلسله و خار ز پا آگاهند کس ندانست چها بر سر دیوانه گذشت
سحر بباغ ازان غنچه در تن آسانی است که خنده زن بدل جمع بر پریشانی است
رشک فرمای' دلم نیست بجز عیش حباب یافت یک پیرهن هستی و آن هم کفن است
ک صوم و صلواة آمد و ک می شده ممنوع زین واقعه در میکده اصلا خبری' نیست
واضح از شور جنون صبح قیامت شده ام انچه انجام دو عالم بود ، آغاز من است

عمر من واضح ، چو در کار دل آزاری ، گذشت
نامه ام چون کرده سوزن خورده اعمال من است

بیقراری فیض بخش طبع حیران من است خانهٔ آئینه را سیماب شمع روشن است
فیض میباله بقدر وسع دلهای' خراب بر قد ویرانه کوته چادر مهتاب نیست
رحمت حق بیشتر بر هم نصیبان خود است ساقی مارا نظر بر درد نوشان خود است

درین مصرع قافیه الوداع میگوید :

شعلهٔ خاموش در فانوس خارا روشن است دیدهٔ یعقوب شمع بیت احزان خود است
نیم نان در کنج عزلت ، بهتر از ملک جهان مور اگر پای ملخ دارد ، سلیمان خود است

وقت بسمل ، موج خون من ، ز غیرت تاب داشت
تیغ قاتل ، غالباً از خون صیدی ، آب داشت

ناز حیرانی پسند و عشق بیتابی سرشت حسن را آئینه میبایست و دل سیماب داشت
نگاه حیرت قاصد ، بیان حال بس است پیامهای' نگفته ، همه زبانی ما است
داغ جگر ، بخاک نشینان غنیمت است رنگ شفق ، بشام غریبان غنیمت است

درین مطلع قافیه پهلوی خود تهی کرده :

تا بیحجاب ، بوی گل آید بزعم دل در نو بهار ، چاک گریبان غنیمت است
مهتاب ، با حجاب تر از صبح ابر بود امشب که دل خیال زمان وصال داشت

بر دیده آنچه رفت ز هجر تو روشن است
مشنوا بگوا مپرس که ، دل خود چه حال داشت

میرود هرکس برنگی فیض سیر ماهتاب — این نمک باهم بچشم خونفشان خواهیم ریخت
ای هما! از کلبهٔ ما سایهٔ خود، دور دار — خود بصحرای تو، مشت استخوان خواهیم ریخت
واضح! از دنیا نیند آزادگان هم، بی نصیب — مشت خاکی را، بسر زین خاکدان خواهیم ریخت

گداختم، همه تن گرچه، در طریق طلب — هنوز پیکر چون خار من براه من است
نگه، برنگ کتان میزند گریبان چاک — بطرف بام مگر ماه کج کلاه من است

این بیشهٔ شیر است نه تهمت کدهٔ گرگ — هشیار که نی بست زلیخا سر راه است
اختیاری نبود آمد و رفت نفسم — سر این رشتهٔ دلبند، بدست دگر است

سوختن چشم تماشا، عشوه پیرای بس است — ظلم بر آئینه‌ها کردی خود آرائی بس است
کنج عزلت، رخنهٔ باغ دو عالم، میشود — جلوهٔ کونین را، آئینه تنهای بس است
دامن صحرای الفت پیشگاه کوی بس است — حلقهٔ زنجیر نقش پای دلجوی بس است

افشای راز عشق، نباشد گناه من — دل بردن نهان، همه دانند، کار کیست
حسن تو شاهد است که در دل بجز تو نیست — از آفتاب پرس در آئینه خانه چیست

مهر سه ناخواست، شور انگیز زخم رخنهٔ — در خیال روز و شب این دل چو وقت‌ساعت‌است
رشتهٔ او را بود، آب امید از سوختن — برگیاه خشک صحرا، آتش ابر رحمت است

ز دود آه بود، گرد رم بآن آهو — ز طرز سرمهٔ دنباله دار معلوم است
طلم دو کون خواندم و دل بی سواد ماند — یکبار خواندن خط پیمانه آرزو است
به بحر موج چو لب تشنگان دود هر سو — مگو که جستن عاشق دلیل نایابی است
میرود دل بیخبر سوی جنون، تدبیر نیست — اینقدر دانم که الفت میکشد زنجیر نیست

صبحها، خاکستری شد، شامها، در خاک رفت
زین شب و روزم، چها بر دیدهٔ نمناک رفت

در عالم دل، باختن خویش، رواج است — عمر یست که، ویرانهٔ ما وقف خراج است
چشم دارد نرگس از گرد غرامت سرمهٔ — دیدهٔ کنعانیان باغ بینا کردنی است

در فسردن هم دل خون گرم ما بیجوش نیست
سنگ اگر در آب باشد، آتشش خاموش نیست

واپسین دم، دل بیاد چشمش، آرامیده بود — فتنهٔ آخر زمان، در خواب باشد، بهتر است
تصویر خیالت شده هر پارهٔ دل من — این شیشه چو شد خورد پریخانهٔ چین است

نشاه از سر رفت، یا بی فیض شد، صهبای شوق
بی دل ما شد، دگر یا صبح و شام دیگر است
در برم، دل لاف آزادی زند، صیاد هی
صید خود سر سخت رعنا میخرامد، بستنی است

بست دل از شکوهٔ لب ، یا زخم بیداد دگر
این جراحت ملتیم شد ، بار دیگر خستنی است

سرمه سا نرگس صیاد زد این بانگ بلند
هرکه در حشر خموش است همان بسمل ماست

بمشت خاک خود آرام گیر و هرزه مگرد
بیا که خود طلبی هم همان خدا طلبی‌است

نثار حافظ خوشگو است این غزل واضح
اگرچه عرض هنر ، پیش یار ، بی ادبی است

واضح ، بهیچ راه دلم وا نمیشود
این قفل زنگ بست ، شکستن کلید اوست

بر سر دار ملامت ، زنده رفتن ، عیسوی است
مردهٔ را زنده کردن باز ، هیچ ا-.'ز نیست

نیست انکار ، چو گویند که: زاهد ملک است
حرف ما نیز همین است که : او آدم نیست

پیغام دل صاف بآئینه رسانید
او را نبود عکس خیال تو کجائیست

ز شوخ چشمی سیاره ، آنکه داشت حجاب
بروی ماه ، ز شب تا سحر ، قدح نوش است

این کلام بلند از عیسی است
نسردبان فلک سر دار است

بجیب صبح ، ز خورشید گلفشانیست
بجام پیریٔ ما بادهٔ جوانیها ست

گر دولت دو عالم ، بی سعی هم بر آید
دل را کجاست خواهش ، ما را کجا دماغ است

بر مراد دل خود ، بال زدن نقصان است
وقت آن خوش که ، مرا در قفس انداخته است

بصد هزار قدم یک گلش نشد پامال
دل شگفته کم از نو بهار خالی نیست

خط معامله بسی مهر اعتبار نداشت
وگرنه سوختن دل بداغ کار نداشت

بسرمه رفت همه خاک دشت ، صیدی نیست
که چشم بر اثر گرد آن سوار نداشت

دل تیرگی از جور تو ، خود کام ندارد
صبحی است محبت ، که دگر شام ندارد

میشناسم چشم بر روی کسی وا گشته را
حیرت وابسته ام خاطر پریشان میکند

شور محشر ، کشته را آواز پایٔ آشناست
نا قهٔ لیلی ، قیامت بر سر مجنون کند

حیرت آن سرمه سا نرگس ، نمیدانم چه کرد
طوطیٔ ما دهد صد آئینه و گویا نشد

خیال روی او ، دل را ز پا مستانه ، اندازد
نسیم گل شرر در خرمن دیوانه اندازد

پریشانی یکدل ، میبرد جمعیت عالم
شکست شیشهٔ ما سنگ در میخانه اندازد

مشت غبار خود ، بدل آه ، بسته ام
این گرد باد خاک ، مرا تا کجا برد

گر چه آزادم ، ولی جانم ، فدایٔ دیگری است
گرد سر گردانده ، صیادان مرا سر داده اند

غرقه سعی آشنا چه کند
ناخدا رفت تا خدا چه کند

از دل وامانده ننوشتم که میدانی ولی
هر شکن ، آئینه دار حال ، در مکتوب بود

خس و خاشاک الفت ، از جهان بر چیده اولیٰ تر
مبادا عندلیبی را درین باغ آشیان گردد

سخنسم ، آب دلربا دارد   کلک من ، تیغ در عصا دارد
آشنای ستم مروت جور   هر که بیگانه شد وفا دارد
بیخود شدنم آفت مینای ادب بود   ساقی کرم افزود که در نشاه کمی کرد
مدعا گم‌گشته را زندان بود باغ و بهار   مفت بلبل در خزان‌گربا قفس خو میکند
بوی خون ، از نفس باد صبا ، می آید   شاید ، از گلشن داغ دل ما ، می آید

بپای اشک میغلطم ، که بادل آشنا باشد
بهر موجی زنم دستی که شاید ناخدا باشد

رفتنیهای جهان ، قابل دل بستن نیست!   انیقدر بس که ، دمی خاطر خود شاد کنند
جانب او دل ببال اضطرابم میبرد   ذره ام بیطاقتی تا آفتابم میبرد

جرس سان ، رهرو شوقت ، جراحت پوش می آید
درین وادی دل گویا لب خاموش می آید

سر ژولیده مویانت خیال با اثر دارد   بصحرای جنونم بید مجنون هم ثمر دارد
کمان بهله دارد صید پال انشان نمیداند   ز استغنا خرامی حسن دستی بر کمر دارد
عارف ازو پر است ولی او نمیشود   آئینه رونما شود و رو نمیشود
هر سنگ ره آئینه ، یاد صنمی بود   بی سجده نرفتیم ، بهر جا قدمی بود
عمری ست که ، از گریه هم افسرد دل ما   آن وقت که دیدی تو درین جام نه می بود
گله صاف ، به از عفو غبار آلود است   دوزخ است آن گنهی ، کو بمدارا بخشند
در خاک سلیمان ز پی مور توان خواند   لفظی که بتسخیر جهان نقش نگین بود
راحت و رنج بود خواب پریشانی چند   یوسفی چند تراشیدن و زندانی چند
این دل و این دیده با شوخی تعلق داشتند   رفت آن بیرحم اینها هم مرا بگذاشتند
قتل دل بیتاب ، آخر کشتن سیماب نیست   خاک ما را از چه یارب کیمیا پنداشتند.

غرض تفهیم مضمون است ، شد حاصل ، چه میپرسی
بحالم گریه کن قاصد ، چه شد مکتوب اگر تر شد

سنگین مشو که ، زود فرو میروی بخاک!   دیدم بلوح تربت قارون نوشته اند
چوب گل را میپرستید از تمنای قفس   در گلستان هم ندانی بلبلم آزاد بود
چون پری درشیشه پر میزد بشوق خون دل   جوهر تیغ تو ، تا در بیضهٔ فولاد بود
چون جرس ، جزو تن بلبل ما بود قفس   از همان روز که در بیضه گلستان میدید
ای نا امید رفته ز محراب ، باز گرد   وقت دعا ست چون در میخانه وا کنند

بادهٔ حسن ، آن خدا نا ترس ، تا در جام کرد
نقل بزم می پرستان آرزوی خام کرد

نیست باک ، خون ما برگردن قاصد ببند — در نوشتن انچه باید میتوان پیغام کرد
دام بر دوش کمر باز کسی می آید — که مرا یاد ز کنج قفسی می آید

دل رساند ، از خاک تا افلاک ، دود ناله را
نیست آه پاس خط بر صفحهٔ دنیا کشید

جان خاکدانست و ما گرد بادیم — ازین سرزمین هم گذشتیم آخر
جذب صید است که آورد ترا تا صحرا — کشش دام چه بینی کشش دل بنگر
بی نوا را ، ای نسیم غمزده فریاد رس — کرد غربت بست بر ما رخنهٔ چاک قفس

میزنم مهر خموشی بر لب غوغای خویش
پخته ام از آتش را سوختن سودای خویش

مگو قاصد : نفهمیدم ! چه گفت آن بی وفا ، بد خو
تو آن الفاظ ، را گو ! آشنایم من بتقریرش
کوهکن جان کند ، بهر رازداریهای عشق
آن شرار ، از تیشه بیرون آمد آخر ، حیف حیف
قاصد بیطاقتی را ، ره بکوی مقصد است
میروم من هم دمی از خویش در دنبال شوق

ز خون پرورده هم چشم وفا نیست — شد آخر از من بیدل جدا دل
چون سیل رفتیم ، عمری ره دل — نی جاده دیدیم آنجا ، نه منزل
گر دست یابم ، چون موج گیرم — دامان قاتل ! دامان قاتل
یاد یاران در خزان کار بهاران میکند — آشیان بلبلان تا هست ، من دیوانه ام
شب بیاد نگهت زمزمهٔ سر کردم — هرچه میگفت دل از جور تو ، باورکردم
سیر کردم گرمی ارباب دنیا ، سوختم — در چراغان رفتم از بهر تماشا سوختم
مشت خاکستر یاس آئینه کام مکن — دل چو واسوخت دگر آرزوی خام مکن

گل بی فیض قالین شهان ، تاکی شوی ، واضح !
شبی مهتاب سان درکلبهٔ ما هم حصیری کن

مولف گوید : مشهور قالی بی نون است و در بیت واضح قالین بنون آمده . حضرت آزاد-مد ظله العالی - در خزانه عامره درین بیت آفرین لاهوری که :

برای فرش رندان آفرین بر صبح میباند - فلک را تار زرین خط خورشید قالینی

بخامه تحقیق میطرازند که قالین بنون هم درست است . شیخ محمد علی حزین اصفهانی هرگاه از

بندر ته وارد سیوستان و خدا یاد ـ که هر دو شهر عمده از بلاد سند است ـ گردید، شخصی شعری پیش شیخ خواند که قالین بنون داشت ، شعر از خاطر فقیر بر آمد . شیخ گفت : لفظ قالی بی نون است ! آن شخص پیش فقیر نقل کرد ، گفتم : شیخ فریدالدین عطار نیشاپوری در پندنامه مشهور قالین بنون آورده میفرماید :

مرد ره را ، بوریا قالین بود زانکه خشتش عاقبت بالین بود

انتهی کلامه .

آن شرر خو طفل ، روزی نوجوان خواهد شدن
خانه سوز صد چو من بی خانمان خواهد شدن
وزن خواهشها ، اگر در روز بازار جزاست
قیمت ما از سبکباری گران خواهد شدن
هرزه گرد جستجو ، در هیچ حال ، آسوده نیست
خاک اگر گردد دلم ، ریگ روان خواهد شدن
واضحا ! شد از نم فیض سخن ، خاکم خمیر
سبزهٔ کز تربتم روید زبان خواهد شدن
جنگ هفتاد و دو ملت را سپر انداختیم
تیغ کین بر من مکش ! ای خصم! تا مردی مکن

دلا خوش میسروی کاشانه ات کو جنون پرورد من ویرانه ات کو
بسهار حسن ، مجنون آفرین است سرت گردم ! بگو دیوانه ات کو
بره جنون دویدم خبری ز خود ندارم نگهم ، کجا فتاده ، دل من ، کجا نشسته
نگه طاقت ربا شوخی ، مگر آئینه میبیند که بیخود تکیه زد سیماب بر دیوار حیرانی
آرزو جوش طپش زد در دل ناشاد هی صید ما بر بیضه دارد چشم بر صیاد هی
در طلب دل کامل استغنا و اوپر بی نیاز میرود غافل بفریادم رس ای فریاد هی
هستی ما خاکساران، نقش پای بیش نیست چشم بر راه خرابی دارد این بنیاد هی
تا قیامت جوهر از فولاد خیزد مضطرب تیغ را از خون من رنگین مگر جلاد هی

نسیم تازهٔ صحرا ، از وحشت میدهد ، بوی
درین وادی ، مگر گل کرد نقش پای آهوی
جنون جوش نی ما یک طپیدن وار جا خواهد
نیاید گر بکف دامان صحرای سر کوی
شرر جولان خود سر گوش کن شاید اثر بخشد
ز خاکستر نشینان شی للهی دم هوی

دود چون اشک از شوقش پی هم چشم قربانی
درین وادی شده هر جا دو تسبیح سلیمانی

الهی! کعبهٔ میخانه ، بادا آنقدر باقی — که مینا سجدهٔ ساغر کند ، من سجدهٔ ساقی

رباعیات

دنیا که درو دل بهوس پیچیده است — رنج است مآل و راحتش فهمیده است
غوغاش تمام حسرت و بیمزگی است — چون صبح عروسی و چو شام عید است

در بزم زمانه گر طرب می نوشی است — هر دم باجل حیات را سرگوشی است
شمع روشن بشمع افسرده ، گفت : — گویای ما بیان این خاموشی است

بردار دل از امید ، میباید رفت — شد موی سیه سپید ، میباید رفت
ای رهرو غافل! این چه وقت خواب است — شب رفت و سحر دمید ، میباید رفت

غافل چه بامید تمام آمده است — ایام جوانی پی کام آمده است
پیری همه فکر تیز رفتن دارد — این عشره آخر صیام آمده است

از قمری سوخته ، پر افشانی رفت — وز بلبل افسرده ، نوا خوانی رفت
ای تاک بسوز و ای صدف! غرق بشو — بگذشت بهار و ابر نیسانی رفت

حق بین ز صفات دوست چون ذات گزید — بر اصل نگاه دوخت وز فرع برید
در خانه ، تمام نور شمع است ، ولی — پروانه بغیر شعلهٔ شمع ندید

دنیا که جمال اعتباری دارد — خود را بنکاح هر کسی می آرد
مردی آنست کش گذارم ورنه — تا مرد چو بیند او مرا بگذارد

جمعی گمان که جمله تنزیه بود — قومی بغلط که جمله تشبیه بود
از صاف و کدر مگوی چون نشاء یکی است — این راز نهفته فیه ما فیه بود

بیدرد دلی که میشود ریش از مرگ — جان کندن زندگی بود پیش از مرگ
بیگانه و خویش گریه بعدم مکنید — من گریه خویش کرده ام پیش از مرگ

در گنجفهٔ دهر ، شهان عالم — در صنعت رحمت الله ، نی بیش و نه کم
حکمی دارند ، زان جهاندار شدند — چون حکم نماند ، گشت بازی برهم

یک عمر ، رفیق بزم احباب شدیم — یک عمر ، بهجر در تب و تاب شدیم
خفتند همه آخر و افسانه شدند — ما نیز بآن فسانه در خواب شدیم

(۱۰۸۷ - ۱۱۰۹)

نتائج الافکار : ناظم عالی دستگاه میرزا مبارک الله متخلص بواضح ـ که جد بزرگوارش میر محمد باقر مخاطب بارادت خان از شرفای نامدار بلده ساوه بوده ـ بشرف دامادی میرزا جعفر

آصف خان اختصاص داشت . در عهد جهانگیری بعهده بخشی گری چهرهٔ اعتبار بر افروخت ، و در عصر شاهجهانی به بلند پایگیٔ منصب وزارت ترقی یافته ، در عرصهٔ قلیل بحکومت دکن و خطاب اعظم خان متاع مباهات اندوخت . و بدفعات بصوبه داری گجرات و بنگاله و کشمیر و اله‌آباد حکمران ماند . آخر بادشاه او را اختیار داد که : حکومت هر صوبه که خواهی برای تو قرار یابد! وی فوجداری جونپور پسندید و همانجا ره نورد سفر آخرت گشت . و پسرش میر اسحق ارادت خان هم در زمان عالمگیری، بعد تهلکه داراشکوه ، با یالت صوبه اوده سرفرازی یافته. در همان سال از تنگنای دنیا در گذشت . بالجمله میرزا مبارک الله واضح که مشق سخن بخدمت میر محمد زمان راسخ نموده ، و در مراتب نظم پردازی شانی رفیع و فکر بلند داشت و در نکته سنجی و بنزاکت خیالی طبع دقت پسند . از پیشگاه عالمگیری بخطاب موروثی ارادت خان سرفراز و به فوجداری جاکنه و پس ازان بحکومت نواحی اورنگ آباد سپس بقلعداری گلبرگه ممتاز گشته . و در عهد شاه عالم بهادر شاه بمنصب چهار هزاری مفتخر گردید و در عصر محمد فرخ سیر ثمان و عشرین و مائة و الف (۱۱۲۸ھ) پا بدامن عدم کشید . این چند بیت از افکار اوست :

ز مقراض فنا ، نور است شمع زندگانی را بود آب دم شمشیر صندل سر گرانی را
بدام افتادم و از ضعف و بیهوشی صفیر من نشد بار دل صیاد ، نازم ناتوانی را

(هشت بیت تحت گل رعنا ثبت شده ص ۴۲۵ - ۴۲۷)

. شمع انجمن : واضح ، مرزا مبارک الله مخاطب بارادت خان از دودمان امارت ست . در عهد جهانگیری بمنصب میر بخشی‌گری دم مباهات میزد و در زمان جلوس شاهجهان بوالا پایه وزارت مترقی گشت ، و بفرصت قلیل با یالت دکن و خطاب خان اعظم فوز عظیم اندوخت . در ایام حکومت جونپور موافق سنه ۱۰۵۸ھ مرحله آخرت پیمود . دیوان واضح بنظر درآمد ، این چند گل ازان چمن چیده شد :

چه الفت است بزلف تو بیقراران را بلی سیاه پسند است سوگواران را
براه او چه در بازیم ؟ نی دینی نه دنیای دلی داریم و اندوهی سری داریم و سودائی
گر چه آزادم ، ولی جانم فدای دیگریست گرد سر گردیده صیادی مرا سر داده است
بیخود شدنم آفت مینای ادب بود ساقی کرم افزود که در نشه کمی کرد
بهار وقف صبا ، گل بکام گلچین باد که ما بکنج قفس طرح آشیان کردیم
بکاغذ اخگری پیچیده ام یعنی دل خود را مبادا گریه بر حالم کنی ای نامه بر رحمی
نشان سیر بهار است عمر رفته بیاد ز نقش پایٔ صبا رنگ غنچه بیدار است

(ده بیت دیگر دارد که‌تحت گل رعنا ثبت شد ۵۱۵-۵۱۶)

۷۸۶ - اسحق بیگ وافی

اسحق بیگ وافی . مرد منصبدار سخن سنجی بود . در سن دهم از

جلوس محمد شاهی[1] بساط حیات بر چید :

شهادت آرزویان را بقربان گاه جولانش
نشاط از رقص بسمل بود ، شب جائی که من بودم
نه تنها غنچه ، در فکر دهانش ، تنگدل باشد
همین یک نشر (؟) مشکل بود، شب جائی که من بودم
ز رنگین جلوه های قامتش ، سرو گلستان را
رعونت پای در گل بود ، شب جائی که من بودم

۲۸۷ - محمد طیب وافی

محمد طیب وافی . طبعش از معنی طرازی نصیبی وافی داشت ، و از سخن بهره کافی :

تا مصور صورت آن شوخ سیمین بر کشید
شد نهان در شرم ، نتوانست دیگر سر کشید
فضای آسمان بیتابی دل بسر نمی دارد
بمحشر ، کشتهٔ ناز ترا ، جوش طپیدنهاست*

* صبح گلشن : وافی محمد طیب کشمیری . طیب انفاسش رافع افسرده طبعی و دلگیری ست..
(یک شعر دارد ص ۵۸۱)

۲۸۸ - خواجه نور الله واله

خواجه نور الله واله . صاحب مشربان آگاه دل، با صد دل واله، طور آزاده مشربیش میکردند. فضلش بدرجهٔ افضل است و کمالش بوجهٔ اکمل :

بر سیه روزم شبی ای چرخ از مه پارهٔ
آفتابی در هلال دور آغوشم ، گذار

۱- جلوس دهم محمد شاهی در سال ۱۱۳۱ه بوده .

بیوی زلف یار ، ای دل! بدنبال صبا رفتی!
برنگ نکهت او [۱] ، در هوایش تا کجا رفتی!
رخ تست آتش طور و ید بیضا بود دست
مسلم دعوی خوبی همه اعجاز میآئی *

* صبح گلشن : واله خواجه نور الله کشمیری . طلیق اللسان و فصیح البیان است . و بر شاهدان نکات و دقائق واله و حیران . (دو شعر دارد ۵۸۴)

۲۸۹ - میرزا حسن بیگ واهب صفاهانی

سر حلقه ارباب معانی ، میرزا حسن بیگ واهب صفاهانی . در مکتب خانه تدریس سخن آموزیش ، زانو ته کننده گانرا ، بی رنج کسب وهب میگردد . بل چون اشراقیان ، بیاندک خون گرمیٔ توجه ، لمعات خورشید معانی را با هزار مطلع ، در سینه خود بخود جلوهٔ ظهور میدهد :

کی توان جستن که زلفش گشته دامنگیر ما
پاسبان در زیر سر دارد سر زنجیر ما

بر یاد آفتاب بیالین ، نهیم سر	شاید باین خیال ، تو آئی بخواب ما
بدیده اشک بود رهنمون دل مارا	ستاره ، شمع بود شب روان دریا را
کردی سفید دیدهٔ ما را ، در انتظار	این بود پنبهٔ که نهادی بداغ ما

باز خود میجویمت ، هرگاه میرنجم ز تو
صبر در پرهیز کردن ، عادت رنجور نیست
خط برآمد از رخش تا همنشین غیر شد
آتش او ـ تا مرا میسوخت خاکستر نداشت

۱- صبح گلشن : نکهت گل

با کم ، از آشوب محشر نیست ، میترسم که باز
همچون شمع کشته، باید زندگی از سر گرفت

خال بر غبغب آن ، آئینه زیب افتاده است
یا برون ، دانهٔ از پردهٔ غیب ، افتاده است

سایه یارب گشته از قدش نمایان بر زمین
یا سیه روزی چو من ، در پای او افتاده است

قطره خوی نیست کان بر روی جانان من است
بر رخش افتاده عکس چشم گریان من است

می آید از حدیث تو ، بوی نیاز و ناز
گویا ، زبان بلبل و گل ، در دهان تست

کشتی مرا ، و کشته شد از رشک ، عالمی
هر خون که میکنی تو ، بصد خون برابر است

پس از مردن ، چراغ کشتهٔ نه ، بر سر خاکم
که دارم ازتو در دل ، آن قدر آتش که ، در گیرد

فغان که ! پهلوی من نا نشسته طعنهٔ غیر بیادش آید و بی اختیار بر خیزد
هزار داغ دل از رشک گلرخان دارد ستاره سوختهٔ عشق ، صد نشان دارد
ز دست تیغ تو ، نوبت نمی‌رسد، با جل مگر شهید ترا بر سر مزار آید

بر گریه های مستیم امشب ، سبوی می
خندید آن قدر که ، شکم بر زمیں نهاد

معشوق ما بمذهب[1] هر کس موافق است
باما شراب خورد و بزاهد نماز کرد

۱- بجای "مذهب ، شیوهٔ ، نیز شنیده شده یعنی : معشوق ما بیشوهٔ هر کس موافق است

خط که موی بسیه خال لب دلبر داد
رشته ، بر پای مگس بسته ، بشکر سر داد

خواب دیدم : کز هوس شاهین او، صیدی ربود
چون شدم بیدار ، مرغ دل بجای خود نبود

گر به نخل قد آن مه، ندهم دل ، چه کنم ؟
حکمی از عالم بالا شده نازل ، چه کنم ؟

در آتش ازان حسن گلو سوز نشستم   ننشسته شبی باتو باین روز نشستم
گرچه از یار چو طومار بخود پیچیدم   هرکجا خواند مرا مایل او گردیدم

نهاده چشم تو ، سر در کنار ابروی خویش
چو رهزنی که ، کند زیر سر کمان بالین

ز بسکه ، درد دل من ، محبت آمیز است
بطرز شکر ، ادا میکنم ، شکایت تو

بیمار عشق را بمداوا ، چه فائده ؟   دارد لب تو فائده ، اما چه فائده ؟

بیا دوزخ ! تلاش امتحانی میتوان کردن
دل گرمی ، بدست آورده ام ، گر میزنی جوشی*

---

* تذکره حسینی : شاعر مکتسب میرزا حسن واهب صفاهانی است . معنی سنج روشن قیاس بوده معاصر شاه عباس :

شدست نرگس سبز تو سرخ پنداری   که در پیالهٔ فیروزه کرده اند شراب
آتشی افسرده و از کاروان وا مانده ایم   همرهان رفتند و خاکستر نشینم کرده اند(۱)
برنگ شعله ، که از تخته های زخم کشند   کشم چو آه دود خون دل بدامانم

۱- آتشکده و نتائج الافکار و نگارستان سخن دارد .

بهنگام تواضع ، هیچ میدانی چها کردی
مرا صاحب سلامت گفتی و خود را دعا کردی

(ص ۳۶۱)

آتشکده : واهب ، اسمش میرزا حسن . اصلش از مآل میرمن محلات کوه کیلویه و در اصفهان تربیت یافته . و آخرالامر وزیر دارالعباد یزد گردید ، هم انجا وفات یافت :

دوش در میخانه ، یک جام شرابم زنده کرد   ماهی بوده بخاک افتاده، آبم زنده کرد (۱)

هنگا میکه شاه عباس صفوی در اصفهان مسجد جامع جدید کرده ، تاریخی لائق آن مسجد گفته ، که این مصراع ماده تاریخ است :

شد در کعبه در صفاهان باز

گویند جناب میرزا ، وقتی سمت علاقه بکودکی زاغی نام بهمرسانیده بهیچ وجه در وصل بر روی او نکشوده . از بیمهری دلدار و ناسازی اغیار ، یکبار بنای طاقت و شکیبائی او بران شده . روزی یکی از مهربان باو گفته که : آه نیم شب تو معشوقه را با آتشی عجیبی ساخته و بیکی از فواحش مسماة بکوی از دلبستگی او تمام بهمرسانیده . میرزا این مطلب غنیمت دانسته قطعه بجهت معشوق خود انشا فرستاد . اینست :

ایکه صیاد ! مرا کرده نگاهت نخچیر   باخبر باش که صیدش نشوی ، سهل مگیر
پنجه در سینهٔ شاهین قضا بند کند   زاغ سیمرغ شکاری که تو را کشته اسیر
عطر زلف تو ، اگر برده دل عالم را   او هم از نکهت خط ، کرده جهانی تسخیر
تو اگر باغ گلی ، او چمن یاسمن است   در گلستان جهان هر دو ندارید نظیر
منما چین جبین تا بربائی دل او   دام عنقا نتوان با فتن از موج حصیر
شب که مستانه ببزم تو قدم بگذارد   سجدهٔ شکر کن و در قدمش زود بمیر
بنگاهی که اسیرانه کند چشمش بوس   به نیازی که فقیرانه کند دستش گیر
نار پستان تو ، فرداست که بر نخل قدت   بطریقست که ، بر شاخ بخشکد انجیر
تیغ ابروت بابروی کمانش نرسد   کار شمشیر نیاید ز غلاف شمشیر
عالمی صید تو گردید، چو او صید تو شد   بود در طالع حسنت ، که شود عالمگیر
صفائی نظر مهر و محبت سوگند   که اگر آئینه اش از تو شود رنگ پذیر

میکنم روز تو را ، چون شب خود ، تیره و تار
میکشم زلف تو را ، چون خط او ، در زنجیر

(ص ۲۱۱)

---

۱ - نتائج الافکار و نگارستان سخن دارد

نتائج الافکار : مورد مواهب رحمانی میرزا احسن واهب اصفهانی . که در اصفهان نشو و نما یافته همانجا بکسب کمالات پرداخت و آخر کار بمنصب وزارت یزد سر بر افراخت . در نظم پردازی هم طبع موزون داشت و بوقت موعود دار فانی را گذاشت .
(دو شعر دارد ۷۴۴)

نگارستان سخن : واهب میرزا حسن . از موزون کلامان سرزمین صفاهان است و انفاس جانفزایش قالب شعر و سخن را واهب روح و روان :

سر چه باشدکه ، من از تیغ تو ، امساک کنم | ترسم آن را گره خاطر فتراک کنم
دل شکسته که لب خشک و چشم تر دارد | مسافریست که از بحر و بر خبر دارد
به پیری خاک بازیگاه طفلان میکنم برسر | که شاید بشنوم زان خاک بوی خورد سالی را

(ص ۱۴۰)

روز روشن : واهب میرزا حسن و بعض ناسخین احسن بزیادت الف غلط کرده . منشا و منما و مکسب کمالاتش شهر اصفهان و دوران شاه عباس فرمان روای ایران است . منصب وزارت یزد بذاتش مسلم بود . و نظم و نسق اقلیم نظم و تاریخ گوئی ، بکمال ربط و ضبط مینمود . شاهزاده میرزا ابراهیم ادهم در طلب تخلصی این رباعی بوی نوشت :

واهب ز کشاکشم رهای خوب است | نامم بتخلصی رسانی خوب است
گر کلبی و گر عبدی و گر ابراهیم | مارا سگ و بنده هر چه خوانی خوب است

واهب در جواب این رباعی نوشت :

خورشید سپهر اعظمت میخوانم | بهتر ز تمام عالمت میخوانم
شاهی و ز درویش تخلص خواهی | من ابراهیم ادهمت میخوانم

در وصل رشک میخورم و در فراق خون | افگنده عاشقی بعذاب ابد مرا
تا دل دیوانه، درس عشق را فهمیده است | شورشی دارد، که پنداری، خدارا دیده است
نه در عرب سر موی وفا نه در عجم است | هزار حیف که انسان خوش قماش کم است
پی پرستش مردم ، بهم رسید تنی | که نام نامی و اسم گرامیش درم است
استخوان بندی مارا غم او از هم ریخت | دست دیوانه به بندید که زنجیر گسیخت
در دیر و کعبه ، ساغر تحقیق میکشیم | یک خانه در محلهٔ ما ، بی شراب نیست
میکشد گردون بخاکم همچو نقاشی که او | صورت فرزند بر دامان مادر میکشد
باد پای تو ، بدریای سرشکم چو رسید | در نظر شوخ تر از توسن دریائی بود
هلاک جوهر ابروی سرکش تو شدم | که فتنه ، را بکمر ذوالفقار میبندد
بی من بسیر گلشن ، امروز رفته بودی | فریاد بلبلان را ، از دور میشنیدم
کار دیوانهٔ عشق است ، که جانش خون باد | در دعا گریه نمودن باثر خندیدن

اشک در چشم تو گردید ز بس خندیدی   میکنی گریه بروز خود و بر خندیدن
خندهٔ کردم و چون گل بخجالت رفتم   ببهار دگر افتاد مگر خندیدن
قبا بنازکی رنگ یاسمن پوشی   پری برهنه شود چون تو پیرهن پوشی

رباعی

در فصل گلی که گل ز میخانه دمد   خار و خس غم مرا ز کاشانه دمد
از آبله دیدیم دمد سنبل آه   چون سبزه که از تبسم دانه دمد

(۵۵۰ - ۵۵۱)

۲۹۰ - حضرت شیخ عبدالاحد وحدت

نیر برج وحدت پسندی ، حضرت شیخ عبدالاحد وحدت تخلص سر هندی . از حضرات سر هند . . . . . و خلیفه حضرت مجدد الف ثانی بودند . هرجا تشریف میفرمودند ، طیور و نباتات ، بیان احوال آنجا که داعیه رفتن میداشتند ، پیش از ورود مینمودند :

گهی گوشم چو گل ، گاهی چو نرگس ، چشم بر راهش
گهی فکر شنیدنهـا ، گهی سامان دیدنها

نگه گرفته ز روی تو شیشه شیشه برات
دماغ برده ز بوی تو شیشه شیشه شراب
ز دست غنچه لبان بسکه قافیه تنگ است
فروغ کوکب بخت من ، آتش سنگ است
در گذرگاهی که جولان‌گاه بخت ناز اوست
زندگانی چون شرر کاشانه ام برباد بود
بتن هر قطرهٔ خونم بدل داغ تو میسوزد
چراغانی عجب ، در جلوه دارد ، لاله زار من
چون بر آشفت ندانم ، خط مشکین کسی
باز پیچید ، مگر در دل غمگین کسی

بجز نقش تو کی گنجد در آغوش خیال من
نباشد در رگ بلبل بغیر از رنگ گل خونی*

---

* سفینهٔ خوشگو : حضرت شاه عبدالاحد وحدت تخلص . مشهور به میان گل ، نبیرهٔ و خلیفهٔ برحق شیخ الشیوخ شیخ احمد سرهندی مشهور به مجدد الف ثانی ، نقشبند فیوضات سلسلهٔ نقشبندیه بود . خیلی مقام بلند داشته .

درویش بود بزرگ همت عالی نهاد صاحب کمال والارشاد . بر کمال ذاتش همین قدر شاهد عدل بس که ، همچون شیخ سعدالله گلشن - که گلیست آبیار تربیتش - رنگ و بو یافته و از دامن پر گلهای فیضش برخاسته . اگرچه از اشغال باطن فرصت نمی یافت که به فکر سخن پردازد ، اما درین کار نیز استاد بود و بسیار معانی تازه و مضامین رنگین ازو گل میکرد .

در کوتله فیروز آباد ، واقع دهلی کهنه ، اقامت داشت و همانجا در عهد بادشاه شهید محمد فرخ سیر به سال هزار و صد و بست و شش (۱۱۲۶ھ) وصال کرد . رحمةالله‌علیه . دیوان مختصری از آنجناب یادگار است . چند شعر تیمناً و تبرکاً بقید قلم می آید :

(ده شعر که در گل رعنا است دارد ۶۹)

گل رعنا : وحدت ، شیخ عبدالاحد مشهور به شاه گل بن شیخ محمد سعید بن مجدد الف ثانی احمد سرهندی است . بر جادهٔ درویشی و قناعت مستقیم بود و در کوتله فیروز شاه واقع دهلی کهنه میگذرانید . و هرگاه از اشغال باطن فرصتی دست میداد ، گاهی بنا بر تفنن طبع متوجهه شعر میشد . در سنه ست وعشرین و مائه و الف (۱۱۲۶ھ) از انجمن کثرت بنهانخانهٔ وحدت آرمید . از اشعار آبدار اوست :

جلوه‌گاهی شمع رویش دوش این کاشانه بود — پردهای دیده فانوس و نگه پروانه بود (۱)
گوهر مقصود را از سنگ طفلان یافتم — عقل اینجا سنگسار از مشرب دیوانه بود
دل وحدت منش از خلق مکدر نشود — گر کتاب تو بود یک ورق ابتر نشود
بروز واقعه تابوتم از چنار کنید — که برده ایم ز باغ جهان تهیدستی (۲)
نشاء فقر : رساتر ز فنا ، یافته ایم — دو قدم پیش بود ره ز کفی تا کفنی (۳)
هر که چون فواره در یاد قد جانان فتاد — پای تا سر گریه گشت و آبرو برباد داد (۳)
تا چشم تو با فتنه گری ساخته است — قد تو بشوخی علم افراخته است

۱- نتائج دارد . ۲- نتائج الافکار و نگارستان سخن دارد .
۳- نگارستان سخن دارد .

با گرمی بازار تو ، ای آفت جان ! خورشید قیامت ، سپر انداخته است
آن تیغ که زندگی از و در خلل است آتش فگن خرمن طول امل است
هم تشنهٔ خون خلق و هم موج بلاست همدست قضا و همزبان اجل است (۱)

(ص ۱۰۸۶)

نتائج الافکار : وحدت . عندلیب گلشن توکل شیخ عبدالواحد معروف به شاه گل ، که وحدت تخلص میکند . نوادهٔ مجدد الف ثانی سهرندی است . بر جادهٔ فقر و قناعت ثابت قدم بود و در شغل ذکر و فکر راسخ دم . گاه گاه ملتفت بشعر و سخن میشد و تا آخر حیات بدهلی گذرانید و در ست و عشرین و مائه و الف (۱۱۲۶ھ) بدار عقبیٰ آرمید . (در شعر دارد ۴۴)

نگارستان سخن : وحدت شیخ عبدالاحد معروف بشاه گل فرزند شیخ محمد سعید خلف شیخ احمد سهرندی مجدد الف ثانی قدس سره است . در ذاتش علم ظاهری با علم باطنی اتحادی پیدا کرده . و بشعر و شاعری از امثال و اتراب سر بر آورده . شیخ سعداله گلشن از مریدان اوست . وکلامش در کام و زبان ارباب ذوق شیرین و حلو .

(سه بیت دارد ۱۴۰)

روز روشن : وحدت شیخ عبد الاحد معروف بشاه گل سهرندی دهلوی ابن شیخ محمد سعید ابن مجدد الف ثانی شیخ احمد سهرندی جامع طریقت و شریعت و حاوی معرفت و حقیقت بود ، و جادهٔ فقر و توکل و طریقه ذکر میپیمود ، و در دهل کهنه بکوتله فیروز شاه عمر عزیز بسر نموده و در سنه ست و عشرین و مائه و الف (۱۱۲۶ھ) ازین عالم رحلت فرمود .

در آ بوحدت و باز یچهٔ دوئی بگذار درون کعبه دم از کمبتین بی ادبی است
بزیر ابروش ، خال خوش انداز برنگ ابن حاجب ، نکته پرداز (۲)

(در رباعی دارد ۵۳)

۲۹۱ ـ محمد ثنا خان وحشت

صاحب قدرت ، محمد ثنا خان وحشت . همعصر و هم بزم والد مرحوم بود . هر شعر نازک ، آرایش غزالی است در صحرای چین دیوانش دیدهٔ لیلی وشان ختن را ، مجنون دیدن خویش گردانیده . هر لفظ

---

۱ - روز روشن دارد

۲- نیز رک : صفحه ۳۲۲ تحت شماره (۲۲۰)

ابیاتش را شاخ نخچیر خطا میتوان گفت. و هر نقطهٔ اشعارش را نافهٔ آهوی تبت توان خوانـــد . در آخر سلطنت شهنشاه بحر و بر فرخ سیر[1] شربت فنا چشید :

نقاب شرم جوش گل کند آن روی نیکو را
بافسون دام تـــرسا زد رمیدن چشم آهو را
گر بنگرد چو شاخ گل آن تند خو ، در آب
آئینـــه خانـــهٔ بکند ، عکس او ، در آب
بهار ، از فیض چشمش ، صد چمن گل در بغل دارد
نسیم ، از عطـــر زلفش ، جـــوش سنبل در بغل دارد
رخت ز رنگ گل و می نقاب میسازد نگاهت آئینـــه را آفتاب میسازد
آشفته ساز طـــره و جـــام شراب گیر بر روئی گل ز نکهت سنبل نقاب گیر
پری زادی ، که از خود رم کند ، چشم فزون سازش
کجـــا حیـــرانیٔ آئینـــه آرد بر سر نـــازش
سامان غم از طرهٔ دلجویٔ کـــه دارم سر رشتهٔ آشفتگی از مویٔ که دارم
بسکه در دل هوس سرمه نگاهان دارم هر کجا خاک شوم رو بصفاهان دارم[2]
زلف را آئینـــه دار روی زیبا کـــردهٔ آفتابی را هم آغوش مسیحا کردهٔ*

سفینهٔ خوشگو : محمد ثنا خان وحشت تخلص . کشمیری الاصل بود . بسیار بجامعیت قابلیت اختصاصی داشت و سلیقهٔ نظم و نثر درست . همراه اخلاص خان نو مسلم که - تاریخ فرخ شاهی - نوشته ، بسر میبرد . بسیار شوخ وضع بوده . دماغش صرفه نمی کرد که پیش کسی شعر خواند . بر این مصرع ناصر علی :

۱- صبح گشن دارد .
۲- ۱۱۲۴ - ۱۱۳۱ ه

چیزیکه ندیدنی ست آن هم مائیم

رو پرونی مرحوم گفت که : چیزی ندیدنی عضو مخصوص زنان میباشد ، آن هم ظاهراً صاحب خواهند بود ! عمر درازی یافته در هزار و صد و چهل و چند (؟ ۱۱۴۲ھ) در گذشت . ازین شعرش خان صاحب بسیار محظوظند :

شوخیٔ ناز خبر میدهد از احوالم — گردش چشم کسی ، قرعهٔ رمال من است
مگر آئینه دار مهر رویت شد بر و دوشم — که همچون ماه‌نو بر خویشتن می‌بالد آغوشم
تغافل میکند هموار حرف نا ملائم را — که باشد بالش خواب فراغت پنبهٔ گوشم

(ص ۲۰۵)

گل رعنا : و حشت محمد ثنا خان کشمیری بسیار شوخ طبع بود . و با اخلاص خان وامق (۱) بسر میبرد . چون وضع درشت داشت دماغش وفا نمیکرد ، که پیش کسی شعر خواند . خوشگو گوید : برین مصراع ناصر علی . . . . (۲)

(سه بیت دارد که در سفینه خوشگو آمد ۱۱۱۲)

۱- وامق : مخاطب با اخلاص خان کلا نوری از قوم کهتری است . بر دست مولوی عبدالله‌خلف‌الصدق مولوی عبدالحکیم سیالکوتی ــ که از فحول علماء هندوستان است ــ مسلمان شد و بمحمد اخلاص موسوم گردید . و کمر بر تحصیل علوم بربست و متداولات درسی را اکتساب نمود و فراوان سرمایه دانش اندوخت ، و بملازمت عالمگیر بادشاه رسیده وکالت بعضی امراء می کرد ، و در عهدشاه عالم بهادر شاه بسیار محترم میزیست . و با امراء عظام مثل خانخانان وزیر اعظم و دیگر ارکان سلطنت دم مساوات میزد . و در عصر محمد فرخ سیر بادشاه صحبت او با قطب الملک سید عبدالله خان وزیر اعظم و امیرالامراء سید حسین علی خان خیلی برارار شد . و در زمان فردوس آرام‌گاه محمد شاه نیز در کمال عزت بسر می برد و خدمت میر منشیگری داشت . بشرافت نفس‌موصوف بود . همیشه صحبت با علماء وفضلاء میداشت . حضرت آزاد مد ظله‌العالی نقل میفرمودند که : در اربع و ثلثین‌و ماته و الف در شاهجهان آباد مکرر باجد خود میر عبدالجلیل بلگرامی در صحبت اخلاص خان رفتم ، امیری با تمکین و وقار بنظر آمد . چند فاضل جید با خود نگاه داشت . مثل مولوی محمد زاهد ردولوی و مولوی محمد پناه ساکن نیوتنی . میر عبدالجلیل بلگرامی هر چند رفیق او نبود ، اما باهم اخلاص بسیار بود و اکثر ملاقات واقع می شد . چنانچه روزی بخانهٔ مشارالیه همراه علامه مرحوم میر عبدالجلیل قدس سره رفتم ، با جمعی از علماء درس میگفت . بعد فراغ تدریس با شخصی پنجابی که سابقه خوش طبعی با او داشت ، خطاب کرد که : شما مذهب خروج دارید ! او گفت : غلط است بلکه من محب اهل بیتم . نواب گفت : باورم نمی آید ! آخرالامر علامه مرحوم 

۲- رک تحت سفینه خوشگو :

صحف ابراهیم: وحشت . محمد ثنا خان وحشت تخلص از آدمی زادگان کشمیر است برفاقت اخلاص خان نو مسلم صاحب ـ تاریخ شاهی ـ میگذرانید و در نظم و نثر مهارت داشت . گویند از نخوت و استکبار شعر خود را پیش عزیزان معاصر کمتر میخواند . در سال هزار و صد و چهل (۱۱۴۰ھ) وفات یافت : (ص ۳۶۶ ب)

صبح گلشن: وحشت ، محمد ثنا خان نام داشت و در خطهٔ دلپزیر کشمیر پا بعرصهٔ شهود گذاشت . از رفقای اسلام خان (۱) بود . و کمال تبختر بر نکته رسی و مضمون ایجادی خود می نمود . از پنداری که داشت ، شعر خود پیش مردم خواندن عار و ننگ می انگاشت ، و بر سخنوران دیگر زبان بایراد می کشاد . چنانچه این مصراع ناصر علی را :

☜ راحکم کرد . علامه مرحوم فرمود که: اگر ایشان نام دوازده امام بترتیب گیرند تصدیق می کنیم که محب اهل بیت اند . پنجابی گفت : بلی نام دوازده امام میدانم ! و شروع بشمردن کرد که : امام شافعی و امام اعظم و امام مالک و امام احمد بن حنبل و امام غزالی و علی هذالقیاس ! اهل مجلس بی اختیار در خنده افتادند .

واملی نثر بسیار خوب مینوشت بحدیکه درین فن اورا صاحب طرز توان گفت . تحریر اورا عالمگیر بادشاه می پسندید . یکی از دستخط های عالمگیر بادشاه، بنام عنایت‌الله خان، که در رساله ـ کلمات طیبات ـ جمع کرده ، این است: تحریر محمد اخلاص بد نیست، مسوده دوسه فرمان بکند ، طالب علمی هم دارد و آشنای کار هم پیدا کرده . وکالت سهل است بدیگری یا بنوکر خود مقرر کند . (انتهی) وفات او در جهان آباد سنه ثلاث وار بعین و ما ته الف (۱۱۴۳ھ) واقع شد . در اوائل جوانی فکر شعرهم می کرد . در اوآخر اصلا متوجه نمی شد . از وست :

محتسب! میکشی از دست تو، مشکل شده است — شیشهٔ مئی ، به بغل آبلهٔ دل شده است
بیتو میریزد نمک در ساغر من ماهتاب — گرد کلفت می شود در بستر من ماهتاب
از طپش آسودن دل ، شاهد مرگ دل است — نبض از جنبش چو آساید رگ خواب فناست

(ص ۱۱۰۹ — ۱۱۱۱)

محمد اخلاص نو مسلم کهتری تلی کلانوری المخاطب باخلاص خان من کبار امراء العصر ، مات شاهجهان آباد ، یوم‌الثلثاء ثانی جمادی الاولی و له تسع و ستون سنته . وکان فاضلاً عالماً متفنناً خیرا متبحراً صاحب المکارم . (تاریخ محمدی ۶۵)

۱ـ میر ضیاءالدین حسن بدخشانی مخاطب به اسلام خان . در سال و چهارم عالمگیری بصوبه داری کشمیر رفت و در سال ۱۰۷۴ھ فوت شد .

چیزی که ندیدنی ست آن هم مائیم

لغو قرار داد که منجمله چیز های نادیدنی قبل زنان ست ، پس قائلش بقول خود همانست. بالجمله وحشت عمر دراز یافت و در سنه بضع (۱) و اربعین و مائه و الف از این وحشت کده بدارالقرار شتافت :

مگر آئینه دار مهر رویت شد بر و دوشم — که همچون ماه نو بر خویشتن می بالد آغوشم

(شعر دیگرهم دارد ۵۸۸)

۶۹۷ = وداد

وداد . هر لفظ رنگینش گلی است که بویش وداد باشد . چون بمشام جان دوستان صادق الانجام فایز میگردد ، دماغ را رشک طبلهٔ عطار بازار محبت میگرداند :

نمی باشد بـه از گرمی بمردم پختن نـان را
بروی هر دو دست خویش باید داشت مهمان را*

---

* احتمال است که ، این میرزا محمد زمان وداد دهلوی باشد ، که علی حسن و مصحفی شرح احوالش را به اینقرار ثبت کرده اند .

* عقد ثریا : وداد ، مرزا محمد زمان نام دارد . در عرف سلیمان قلی خانش میگفتند . جدش اصفهانی بود ، خودش در شاهجهان آباد نشو و نما یافته . مذهب اثنا عشری داشت . همراه نواب موسوی خان مرحوم بعزت هرچه تمام تر بسر میبرد . بدرماهه سه صد روپیه امتیاز داشت . شعر را چون گوهرآبدار بخوبی و صفائی تمام در سلک نظم کشیده . (ص ۵۹)

صبح گلشن: وداد ، میر محمد زمان دهلوی معروف به سلیمان قلی خان . با سخنی و ارباب سخنی وداد و صحبت داشت . و در عهد احمد شاه بادشاه دهلی برفاقت نواب موسوی خان سر تفاخر بر افراشت :

میکشی نیست شمار دل غم پرور ما — خون ما بادهٔ ما دیدهٔ ما ساغر ما

۱- بضع : ع (بکسر با یا بفتح با و بسکون ضاد) پارهٔ از چیزی . قسمتی از شب . و چند عدد بین سه تا نه

محتسب ساز طرب را مشکن در پس پرده اش آواز کس است
بگو : بخواب که ، دیگر میا ! بچشم ترم که آن جزیره که جائی‌تو بود، آب گرفت

بر سر از دست تو ، هر چند که ، بیدادم رفت
تا بکرنی تو رسیدم ، همه از یادم رفت
اشک روزیکه ، قدم در حرم دیده ، گذاشت
دل ، همانروز بمن گفت که : بنیادم رفت

جلوه اش در نظر و حسرت دیدن باقیست گر دلم نیست بجا شوق تپیدن باقیست
(ص ۵۸۹ - ۵۹۰)

۲۹۳ - ویشه لاله

ویشه لاله ، هندو جوان خوش طبیعتی بود :

نکشیده ایم باده که مینا تمام شد نفشرده ایم جرعه که صهبا تمام شد
یک عمر سعی صرف نمودیم ، بوالعجب! مطلب نشد تمام نفسها تمام شد

۲۹۴ - هادی

هادی ، طبعش سالک مسلک هدایت بود .

هر چه بادا باد! میگویم : جز اینم ، شکوه نیست!
کم ترا میبینم و بسیار میخواهد دلم!

۲۹۵ - میرزا عبدالهادی

راه بر طریق استادی، میرزا عبدالهادی ، پسر ملا علی رضای تجلی[۱] . طبع هدایت توامانش ، غول نژادان صحرای انکار سخن سنجی را ، بصراط مستقیم اقرار معنیء طرازی ثابت قدم گردانید :

ز پهلوی هنر ، هر بی کمالم ، دشمن جان است
مرا از آب ، چون یاقوت آتش در گریبان است

۱- رک : تحت تجلی (شماره ۲۱) تذکرهٔ شعرای کشمیر تالیف راقم این حروف ص ۱۵۴

ز آتش خونگاهی ، گشت خاکستر ، دل ای هادی!
که گردش سرمـــهٔ آوازهٔ چشم غزالان است
سخن زیر لبش شد ، آب از شرم و تبسم شد
لطافت غنچه سان ۱
آه کاین دل چو عقدهٔ گوهر   وا نشد تا نگشت خاکستر *

صبح گلشن : هادی میرزا عبدالهادی کاشی خلف میرزا علی رضا تجلی ست ، ما شطهٔ طبعش عرائس ابکار افکار را محلی و مجلی :

ز پهلوی هنر ، هر بی کمالم ، دشمن جان است
مرا از آب ، چون یاقوت آتش در گریبان است   (ص ۶۰۳)

۲۹۶ - حضرت خواجه هاشم درویش

حضرت خواجه هاشم درویش - قدس سره - در عرفان پیوسته بودند ، زان سان که ریگ در گل . گاه گاهی بشعر هم میپرداختند :

دل پریشانم ، چو گیسوی تو ، از سودای تو
. . فرق تو کــردم که ۱
هیچ میدانی ، صدف بهرچه ، سرتا پاست گوش !
تا ز هر کس بشنود ، حرف در یکتای تو

۲۹۷ - خواجه هاشم دیوانی

خواجـهٔ هاشم دیوانی مرد خوبی بود . یک رباعیش بخاطر است ایراد میگردد :

مائیم که ، در شعله نشیمن کردیم   آتشکده را ، خیال گلشن کردیم

۱- این جا بیاض است .

بردیم ، خیال دوست همراه ، بخاک
شمعی ، بمزار خویش روشن کردیم* ۱

---

* تاریخ اعظمی : خواجه هاشم دیوانی از اعیان شهر کشمیر است . باوجود اشتغال قانون گوی کل - که تعلق با و داشت - گاهی از راه صفای طبع خاطر بطرف شعر و سخن میگماشت . خوش فکر و صاف ذهن بود . از تمام کلامش بتحریر این اشعار اکتفا نمود :

کی ز بیم خنجرت ، خواهد دلم یکسو گرفت
همچو ابرو ، می توان تیغ ترا ، بر رو گرفت

کثرت حسن و صفا سرتا بسر آن رو گرفت — خال ، جا خالی ندیده ، گوشهٔ ابرو گرفت
یک ذره ز اختیار در دست تو نیست — لیکن معقول فطرت پست تو نیست
تدبیر چو کمبتین و تقدیر چو نقش — در دست تو هست لیک در دست تو نیست

(ص ۱۰۲)

۲۹۸ - میر محمد هاشم

میر محمد هاشم . مرد خوبی گذشته ، در نظم و نثر دستی داشت . مثنوی فکر کرده آخر عمر کور شد .

حیرتی‌دارم ز مشکین خال هندوی ترا — کافری در بر گرفته مصحف روی ترا

گر بنطق آید دلم ، از آتش عشقش ؛ چه دور
لب بگفتار آورد ، از گرمی آتش ؛ کباب

نرگس از روی خجالت ، سر به پیش ، افگنده است
در چمن روزی مگر آن ، نرگس شهلا گذشت

وصف دهان نیک تو ، مقدور نطق ، نیست
این حرف نازکست بگفتن نمی رسد

۱- صبح گلشن بنام میر محمد هاشم (شماره ۲۹۸) ثبت کرده است .

خیال قوس ابرویش ، نهان در چاک دل ، کردم
معاذ الله ! هنوز آن ترک خوبانم نمی داند*

---

* صبح گلشن : هاشم : میر محمد هاشم از مردم کشمیرست وکلامش را در دلها تاثیر :
زحرف مهر فریبم مده ! که میدانم بجز جفا ، ز تو کار دگر نمی آید

رباعی

رو ، فقر گزین! که فقر بهتر ز غنا کان ، سایه کند در آفتاب فردا
دولت ندهد نجات ز آتش ، چون فقر خسخانه ، به از قصر بود ، در گرما
مائیم که ، در شعله نشیمن کردیم آتشکده را ، خیال گلشن کردیم
بردیم خیال دوست همراه ، بخاک شمعی، بمزار خویش ، روشن کردیم (۱)
(ص ۶۰۵)

۲۹۹ - نواب سعد الله خان هدایت

نواب سعد الله خان هدایت . وزیر حضرت خلد مکان . هادی طبعش گم کرده راهان صحرای غوایت را ، جانب منزل مقصود هدایت راه مینمود . وقتی که شهنشاه بحر و بر محمد فرخ سیر بر تخت سلطنت تمکن یافت ، بعرض رسانی واژونهٔ معاندان ادبار ؛ قرین بحلقش کشیده روح پاکش را بلبل گلزار محفل شهدای کربلا ساختند :

جستم و همچو تو نیافته ام انتخاب این قدر نمی باشد
نازکی ختم شد بر اندامت مور را این کمر نمی باشد*

---

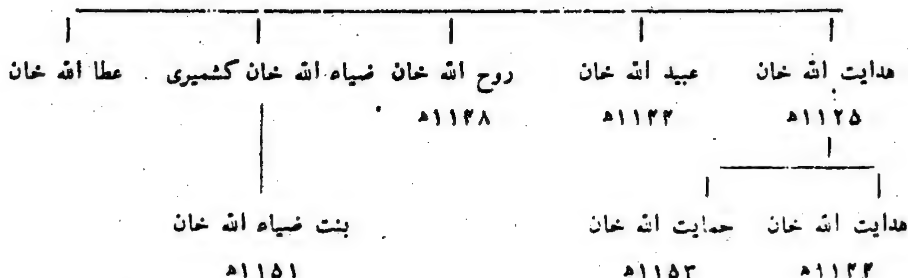
* تاریخ محمدی: هدایت الله خان مخاطب بوزارت خان ثم بسعد الله خان معتقد بن عنایت الله خان کشمیری . از کبار امرای شاه عالمی و جهاندار شاهی . شب ۲ ربیع الاول (۱۱۲۵ه) بفرمان باذشاه (فرخ سیر) بخفه کشته شد ، در دهلی . (ص ۳۱) دانشمند گرامی قدر ، آقای عرشی رامپوری در حواشی سلسله را اینطور ثبت فرموده اند :

۱- رک تخت خواجه هاشم دیوان شماره (۲۹۷)

شکر الله

|

عنایت الله خان کشمیری ۱۱۳۸ھ



(نیز رک : تذکرهٔ سلاطین چغتا ۱۷۱ ب و خافی خان ۲ : ۷۳۵ و تاریخ اعظمی ۲۱۲ (در ضمن پدر) و ۲۱۷ فتحیه آصفیه ۲۳ ب و مآثر الامرا ۲ : ۵۰۲ و تاریخ مظفری ۴۸ الف و دستور السیر ۲۲۰ الف)

خان آرزو در مجمع النفائس گفته است :

عبدالغنی بیگ قبول . . . . . مدتی با هدایت الله خان — که در عهد بهادر شاه (۱۱۱۸ - ۱۱۲۴ھ) بخطاب سعد الله خانی امتیاز یافته و نیابت وزارت داشت — میبود . و بعد از کشته شدن خان مستور در عهد بادشاه شهید مرحوم محمد فرخ سیر (۲۴ - ۱۱۳۱ھ) با سید صلابتخان میبود . (۲۹۱ الف)

صبح گلشن : هدایت، سعدالله خان کشمیری خلف عنایت الله خان عالمگیر یست و محمد فرخ سیر پادشاه هر چند باوی بد نبود ، مگر سعایت بعض مقربان ، اورا قتل نمود :

(دو شعر دارد ص ۶۰۶)

۳۰۰ = میمنت خان هما

میمنت خان هما . از سایه همای طبعش ، گدایان فرومایهٔ کشور سخن ، بر دیهیم سلطنت سخندانی متمکن گردیدند :

ای مرغ دل ! نفس نکشیدی چه شد ترا !
بسمل شدی ، دمی نه طپیدی ، چه شد ترا !

بیاده لعل ترا هیچگونه نسبت نیست　　که لعل تو نمکین و شراب بی‌نمک است

۳۰۱ - همت سیستانی

همت سیستانی . درسیستان سخن ، چون او والی° صاحب همتی ، بر روی ابداع جلوه گر نگشته :

نیامد برکنار بام طفل مرغ دل صیدم　　نگشتم تا کبوتر باز رنگ از رخ پریدنها*

* نصرآبادی : مرزا همت ، این هم بنی عم ملک حمزه است(۱) . ازین ولایت دلگیر شده بهندوستان رفته . ملازم پادشاهست و نهایت اعتبار در آنجا دارد . طبعش خالی از لطفی نیست . همت تخلص دارد و شعرش اینست .

بهار رنگ تو چون گل گل از شراب شود　　ز عکس آئینه گلزار آفتاب شود (۲)

ز دشمنان ملائم ، ز بسکه میترسم　　بموم آتش من ، چون رسید آب شود

زکم حرفی ارباب یقین گشت است معلومم　　که گردد چین ابرو موی چینی کاسهٔ سر را

زندگی در خواب غفلت همچو بادامت گذشت　　چشم تا وا کردهٔ ، آغاز و انجامت گذشت

از بسکه با خیال تو دارم ، وصالها　　آئینه خانهٔ شده ام ، از خیالها

بی بصیرت را کند صاحب بصیرت ، فیض عشق　　خواهش دیدار عینک کرد سنگ خاره را

بد گهر را آشنای نیست منظور نظر　　خویش نزدیکی نمی باشد چو مینا سنگ را

گر روی برباد زلف خویش کوتاهی مکن　　در سفر قصری نمی باشد نماز شام را (۲)

چگویم پیش دل بی مهری رسوای آن گل را　　نگاه شوخ او نرگس زند بر سر تغافل را

آخر بر آمد ، از لب لعل تو ، کام ما　　کند این عقیق را خط مشکین بنام ما (۳)

پاس سخن صلاح بود °آرمیده را　　تیغ کشیده دان ، نفس ناکشیده را (۲)

ساغر ، ز دست ساقی نو خط ، کشید نیست　　این ماه نو بمصحف دیدار دیدنیست (۲)

روشن دلان بهند ، نگردند روشناس　　در شب چراغ آئینه خاموش میشود

لنگر °کشتی تن خشم فرو خوردن تست　　موج این بحر پر آشوب ز سر رفتن تست

(ص ۳۸)

۱- ملک حمزه غافل ولد ملک جلاءالدین صاحب سیتان ، ملک ابوالفتح برادر ملک حمزه و مرزا شجاع بنی عم ملک حمزه (نصرآبادی ۳۶-۳۷) همه شاعر بودند .

۲- روز روشن دارد .

۳- شمع انجمن و روز روشن دارد .

شمع انجمن : همت سیستانی از سخنوران سیستان است . (یک شعر دارد ۵۲۴)
روز روشن : همت ، مرزا همت . در شمع انجمن و ید بیضا (۱) نوشته که : از سخنوران سیستان است ! و در — نشتر عشق — آورده که : میرزا همت را برادر اند ، ابوالفتح و ملک حمزه عاقل (غافل ؟) تخلص از ملک زادهای سیستان بود ! و در — یدبیضا — این شعر هم بنامش آورده :

زندگی در خواب غفلت همچو بادامت گذشت   چشم تا وا کردهٔ آغاز و انجامت گذشت

و در — آفتاب عالمتاب — گفته : همت میرزا از شاهزادگان ملک نیمروز بود ، نسبش بجمشید میرسد و تا انقراض سلسلهٔ سلاطین صفویه ، حکومت سیستان در خاندانش بود ، و جدش در عهد جهانگیر پادشاه ، وارد هند شده درین جا اقامت اختیار کرد : از کلام اوست :
(چهار بیت دارد که تحت نصر آبادی مرقوم شده ۸۶)

۳۰۲ - محمد زمان بیگ همت

محمد زمان بیگ همت . بهرام وار ، به نیروی جادو فنی زهره طبع ، بلند همت ، با پری پیکران معانی بکر ، . . . نرم گردیده ، بر دیهیم سلطنت جلوس اجلال نمود :

ساقی رحم دلی نیست که گیرد دستم   میگریزم به پناه جگر آشامیها

نگاه آشنای او ، بهر بیگانه میافتد

بداغ رشک میسوزد مرا در کو و کر باشم*

* نصر آبادی : محمد زمان بیگ همت تخلص . از اتراک اردبیل است . مدتی در قلعه حویزه کوتوال بوده . ترک آن کرده مدتی در خدمت عرب بیگ ولد گداعلی بود . گدا علی بیگ که حاکم دورق شد . اورا همراه برد . بعد از فوت او باصفهان آمده و بعد از مدتی بخدمت مرحوم زمان خان حاکم کوه کیلویه بود . دران اوقات فوت شد . طبعش خالی از لطفی نبوده . شعرش اینست :

۱- یدبیضا تذکرهٔ شعراست که میر غلام علی آزاد پیش از سرو آزاد و خزانهٔ عامره نوشته بود ، وقتیکه وی در سنده بخدمت و قائع نویسی مامور بود . تذکره چاپ نشده است .

رسد چون روز بد ، دولت بکس همدم نخواهد شد
هما گر زخم یابد ، سایه اش مرهم نخواهد شد
مطلب از هوش و خرد ، فیض جنون یافتن است
حاصل حلقــه در ره بدرون یافتن است

فیض از وجود خرد ، دل آگاه میبرد — در منزل است هر که بخود راه میبرد (۱)
غم دنیا ، نکند تنگ دل دانا را — از گران باری کشتی ، چه خبر دریا را
نیستم ، در وادی افتادگی ، محتاج خضر — همچو نقش پا ، بمنزل میبرد ماندن مرا
نام خود نیک بر آرید که ، در گنبد چرخ — این صدائیست که در روز جزا میماند
چو قمری ، بر فروزد آتش شوق — برون آید چو دود از روزن طوق
کار دل ، در بستگی بهتر شود — آب چون گردد گره ، گوهر شود
غفلت سر شار روز روشنم را ، تار کرد — چشم پوشیدن مرا از خواب خوش بیدار کرد
بی وجود کامل ، دنیا نمیگیرد قرار — میکشد نادان ، بزور مردم دانا ، نفس
در سبک روحی، غبارم از صبا، دل میبرد — سایهٔ ابری مرا منزل بمنزل میبرد
گرد ، باد آسا درین ویرانه ، گردی میکنیم — نقش پای هم نخواهد ماند ، از ما بر زمین (۱)

رباعی

در عالم ایجاد ، اگر خوار تو ام — بمیقدر متاعم و ببازار تو ام
مخلوق تو ام ، اگرچه طاعت نکنم! — در کار تو نیستم ، ولی کار تو ام! (۱)

(ص ۳۹۱)

نگارستان سخن : همت ، محمد زمان بیگ ترک . از موزون طبعان اردبیل است . کلام عالی مقامش بر همت والا نهمت او دلیل :

درین گشن ، بقدر خویش ، هر کس منصبی دارد
اگر بلبل گدازد خویش را ، شبنم نخواهد شد

(دو شعر و یک رباعی دارد ص ۱۲۷)

۴۰۳ ـ محمد اشرف یکتا

بیت الغزل دیوان ذکا ، محمد اشرف یکتا . هر گوهر سخنش ، در صدف طبع در یکتای است ، که لعل سخن فارغ بدخشانی ، در بر میزان

۱ــ نگارستان سخن دارد .

قدرش ، کمتر از خذف ریزهای سراب ، در نظر صاحب جوهران بالغ نگاه در میامد :

حسن تحریر ، اگر هست ترا نان دهد در همه جا ، دست ترا

مانند آن شرر ، که ز سنگ نمک جهد
خیزد نگاه گرم ، ز چشم سفید ما

بیاد آن کمر از بسکه کاهید است تن مارا
بیاض چشم موری میتواند شد کفن مارا

محنت . . . . . از گیسوی خوبان پنجه ام
ای مصور! نقش دست من بکش، بر شانها

بسکه از بیداد زلفت، چشم من، ترسیده است
خیزد از موج نگه ، زنجیر سان شیون مرا

گردید سبز ، چون نئی نرگس ، در ین چمن
از زهر چشم او ، قلم استخوان مرا ۱

به پشت پای نگارین نهاده او زلفش گل رسائی اقبال سرخروئیهاست

بچشم مردم از بس هنر نماید عیب
بیاض ، در بغل هر که هست ، مبروصی است ۱

نفس دزدیده ، میبوسم کف پای نگارینش
که ترسم، شعله در آن آتش رنگ حنا گردد

بسختی هر که میسازد ندارد بیم افشردن
ز آب تیغ ایمن آتش سنگ فسان باشد

۱- مجمع النفائس دارد .

بیا مطرب ! ببزم بی نوایان نغمهٔ سر کن !
که شاید بار غم از دل ، خر طنبور بردارد
چنان ترسید چشم ، از جور آن زلف گرهگیرم
که از موج نگه ، فریاد برخیزد چو زنجیرم
خرابم ، از جفا اندیشه، ظالم مدعا، شوخی
ستم پرور ، وفا بیگانه ، بیداد آشنا ، شوخی
دارد از بس ، طلب مهر رخش ، خوشحالم
میروم چون مه نو ، راه و بخود مینالم
کرد کنت حرف شیرین ترا دلچسپ تر
چون سخن ، بر گرد لب گردد ، در غلطان شود*

* سفینه خوشگو : یکتا ، محمد اشرف یکتا تخلص . از مردم کشامره است . شنیده می شود که تا حال (۱) در کشمیر جنت نظیر هنگامه شعر و شاعری گرم دارد و مردم آنجا را اعتماد بر سلیقه اوست . یک بیتش بالفعل بیاد است :

کی ترک سجدهٔ تو ، بت دلربا کنم   کاری که ، کافری نکند من چرا کنم (۲)
(ص ۲۸۰).

مجمع النفائس : محمد اشرف یکتا : از سکنه کشمیر بود شعر را خوب میگفت . تا عهد فردوس آرامگاه محمد شاه زنده بود . ازوست :

تجلی جلوه از وصف رخت کردم رقمها را   تراشیدم به تیغ کوهٔ طور ، امشب قلمها را
گردید سبز چون نئی نرگس ، در این چمن   از زهر چشم او قلم استخوان مرا
کلک کاتب تن بمو چون کلک صورتگر نداد
صاحب معنی نپوشد خرقهٔ پشمینه را
از غیر برده بود ، دل و داد واپسش   شکر خدا که ، خاطر مارا نگاه داشت (۱)

۱- خوشگو تذکره را (از سال ۱۱۳۷هـ) تا (۱۱۴۸هـ) تالیف میکرد .
۲- مجمع النفائس و سفینه هندی و نتائج الافکار و روز روشن و نگارستان سخن دارد .
۱. روز روشن دارد .

نالد از بخت سیه، هر که ز اهل رقم است
حجت ناطق این حرف صریر قلم است

همچو همیان زری ، بر رهگذر افتاده ام
هر که، بر میدارد از خاکم، بدولت میرسد

برنگ غنچهٔ نرگس ، درین باغ
دل داریم از جام تهی پر

فصل خزان ز هند ، بکشمیر آمدم
دل شد شگفته ، همچو گل زعفران مرا

جانب میخانه ها ، پیوسته باشد رو مرا
پشت خم شد در سیه کاری چو آن ابرو مرا (۱)

بود شب شوری ، ندانم نالهٔ دل بوده است
یا، صدای بال مرغ نیم‌بسمل ، بوده است (۲)

تلاش معنی باریک دارد ، هر که استاد است
کز اینجا صید لاغر بیشتر مطلوب صیاد است

سهل است ، پشت پا زدن ، آب حیات را
چیزی که، دست ازو نتوان شست، آبروست

شهر آشوب همین نرگس فتان تو نیست
فتنهٔ نیست که زیر سر مژگان تو نیست (۲)

ز بس بدیدهٔ مردم ، هنرنماید عیب
بیاض در بغل هر که هست ، مبروص است

سخت دشوار است دل ، از مجلست برداشتن
ساقی! از رنگینی بزم تو، پایم در حناست (۲)

خط دمید و از رخ چون آفتابش نور رفت
خرمن ماهی بتاراج هجوم مور رفت

سخن جوش حلاوت میزند سنجیده چون گوید
بلی تریاک انگوری ،که میزان خورد ، شیرین شد

کبوتر اضطرابی در ره آن دلربا دارد
مگر از رنگ پای خویش آتش زیر پا دارد

ندارم حاصلی اما نه بیدم سرو آزادم
بود تا راستی ممکن ، خلاف از من نمی آید

بی دولتی ز کبر . بر آورد خواجه را
هند و سواد رجه چه آدام تراش بود

فی النعت

چه دشمنی بمن اختر کند که محفوظم
ز کین چرخ زبرجد بمهر مصطفوی

بهر رخسار عروس معنیم ، آرد لبت
غازهٔ رنگینی لفظ و سفیدای بیاض

بود در بیضه زگل در تب و تاب این بلبل
سیخ پر نا شده گردید کباب این بلبل (۱)

هرگز بکس نگه مکن ، آشنا مشو
ای چشم من! بمردم بیگانه وا مشو (۱)

(۲۳۴ — الف - ب)

صحف ابراهیم : محمد اشرف یکتا ، از مردم کشمیر است . اواخر عهد جنت آرامگاه محمد شاه، در کشمیر بخوشحالی میگذرانید، و مردم آنجا بدرستی سلیقه نظم او را مسلم میداشتند .

(خطی ۲۸۴)

سفینه هندی : محمد اشرف یکتا تخلص کشمیری ، از کهنه شعرای خطه کشمیر است ،

۱- سفینه هندی و نتائج الافکار دارد .

۲- روز روشن دارد .

مولف یدبیضا نامش محمد عاقل (۱) و وطنش لاهور نوشته . و مولوی حبیب الله که عزیز صاحب سخن است و در کشمیر — که موطن اوست — عمری مانده ، میگفت که : نامش محمد اشرف و موطنش کشمیر است . دیوانش همگی قریب هفت صد بیت خواهد بود . درین صورت همین قول صحیح باشد و همین یکتا با احمد یار خان یکتا (۲) بر تخلص مجادله میکرد . اواخر عهد محمد شاه بادشاه ، داعی اجل را لبیک گفت . اوراست :

خاک گشتم بره سرو خرامان کسی　　بعد ازین دست غبار من و دامان کسی

من نه آنم که ، دو صد نکتهٔ رنگین ، گویم　　همچو فرهاد ، یکی گویم و شیرین گویم

(ص ۲۶۲)

گل رعنا : یکتا محمد اشرف کشمیری خوش فکر بود و تا عهد محمد شاه کشمیر زندگانی را سیر میکرد . این اشعار از تذکره خان آرزو بقلم می آید

۱ـ محمد عاقل یکتا : طبعی درست دارد . در صفت سرقات شعر ، یکتای روزگار است .
(سفینه خوشگو ص ۲۷۵)

در شمع انجمن است : یکتا لاهوری ، نامش محمد عاقل بوده و در سخنوری مرد کامل .
(ص ۵۳۷)

۲ـ احمد یار خان یکتا برلاس صوبه دار تته و کشمیر و غزنی . متوفی (۱۱۴۸ھ) مدفون در خوشاب پنجاب . در سرو آزاد هست : وقتی محمد عاقل یکتا لاهوری با احمد یار خان مناقشه کرد که : یکتا تخلص از من است ! تخلص مرا بمن وا باید گذاشت . احمد یار خان گفت : یکتا نشدیم بلکه دوتا شدیم . و قرار داد که : با هم غزل طرح کنیم ! هر که خوب گوید تخلص ازو باشد . خان مذکور زمانی و مکانی معین ساخت ، و جمیع صاحب طبعان لاهور را فراهم آورد ، و غزل طرح کرده بر یاران عرض کرد ، و صدای آفرین و تحسین از هر جانب بلند شد . محمد عاقل مهر سکوت بر لب زد ، هر چند یاران تکلیف کردند غزل خود را دون یافت بر زبان نیاورد . احمد یار خان محضری درست کرد و به مهر و دستخط حضار سخن سنج مزین گردانید . آفرین لاهوری این بیت دستخط کرد .

بر این معنی گواهیم ، آفرین ! ما　　که احمد یار خان یکتا ست یکتا

و دیگری این مصراع ثبت نمود :

گوهر یکتاست احمد یار خان !

این بیت ازان غزل طرحی است :

تا خطش طرح جهانگیری کاووسی ریخت　　لشکر زنگ چو روی بسر رومی ریخت

(رک : سرو آزاد ۲۰۱ و نتائج الافکار ۸۹)

نالد از بخت سیه هر که ز اهل رقم است — حجت ناطق این حرف صریر قلم است

این بیت را خان آرزو بنام محمد اشرف یکتا کشمیری نوشته و کشن چند اخلاص دهلوی بنام محمد عاقل یکتا لاهوری بقلم آورده . و میر عظمت الله بیخبر و دیگر تذکره نویسان پیروی او کرده اند :

برنگ غنچهٔ نرگس ، در این باغ — دلی داریم از جام تهی پر

این مضمون پرتو مضمون میر احمد فائق لاهوری است که میگوید :

از شرم چشم مست تو ، خوبان نهفته اند — در آستین ، چو غنچهٔ نرگس ، پیاله را

(۱۹ بیت دارد ۱۱۴۴ - ۱۱۴۵)

نتائج الافکار : پسندیدهٔ فصحا محمد اشرف یکتا . که اصلش از کشمیر است ، مرد خوش فکر بود و طبع موزون داشت . در عهد محمد شاه بادشاه بخوبی می گذرانید و در سنه اوسط مأته ثانی عشر (۱۱۵۰هـ) بعالم بقا گرائید . ازوست : (دو بیت دارد ص ۹۲)

نگارستان سخن : یکتا ، محمد اشرف شاعر غرا بود و در انداز سخن سرای یکتا .

(یک شعر دارد ۱۵۰)

روز روشن : یکتا محمد اشرف. از نکته سنجان کشمیر جنت نظیر بود . و تا آخر عهد محمد شاه بادشاه دهلی مراحل عمر طی می نمود و در اوسط مأته ثانی عشر بمنزل جاودانی آسود .

(هفت بیت دارد ۹۰)

۳۰۴ - میرزا یوسف بیگ شاملو

میرزا یوسف بیگ شاملو . زلیخای سخن ، چون در عشق یوسف طبعش بیقرار گردید ، بادیه الفاظ مشاورت نموده ، گلشن دیوان ـ که یاد از جنت الفردوس میداد ـ آراست ، و دران برای ملاعبتش ، کنیزکان گلگون پوش معانی بکر ، بگماشت :

بسکه کردم گریه در دیوانگی — سبز کردم دانهٔ زنجیر را

درد ترا بعیش جهان ، میتوان خرید — از بهر سود عشق زیان میتوان خرید

در پس پردهٔ هر نکته ، کتانی است ببین — شاهد صد نمکستان دهنی ساخته اند

نگویم از محبت پیشگان ، ارشاد میخواهم !
زیارت نامهٔ از مشهد فرهاد میخواهم!*

* نصر آبادی : یوسف بیگ از اعاظم اهل شاملو است . گویا قرابتی بمالیجاه حسن خان (۱) دارد . مدتی در هرات بخدمت خان میبود . در فنون سپاهیگری و سائر کمالات قدرت داشت . اما بی‌پروا و باد دست و بدخو بود . بهندوستان رفته گویا در عرض راه فوت شد . دیوان او بنظر رسید سه هزار بیت بود . این ابیات از انجا نوشته شد :

ما را شراب شوق ، و ترا هوش داده اند — هر سینه را بمعرفتی جوش ، داده اند
نقص مروتست تلاش مسلمی — مردان بخاک معرکه آغوش داده اند
صد غوطه میخورد دل و قانع بقطرهٔ — آنجا که بحر در گرو یک بغل شناست
هر کس ز قفا میرسد از پیشروانست — این قافله ، چون سبحه پس و پیش ندارد (۲)
رگ اندیشه را در دهن کاوشهای دقت کن — که از یک جو تمنا در بغل گیری جهانی را
چون شمع هر که سوخت ز داغ نیاز تو — بالیده جامه جامه بخود از گداز تو (۲)
قناعت ریشهٔ بی حاصلی در مزرعم سوزد — گر از ابر کرم منت کشم یک قطره باران را
آن کس که ، دهد خلعت آرائش عالم — یک جامه ، باندازهٔ درویش ندارد
دران محل ، در دریوزه ام ، خدا بکشاد — که آسمان و زمین در بروی هم بستند

نگارستان سخن : یوسف بیگ شاملو الفاظ و کلماتش یوسفستان معانی نیکوست :

دران وادی که ، از مطلب نه نام و نی نشان باشد
هجوم گوهر مقصود ، چون ریگ روان باشد

(دو بیت دیگر دارد ۱۵۰)

روز روشن : یوسف ، یوسف بیگ شاملو از امرای سلطنت شاه طهماسپ ماضی بود . و با حسن خان شاملو قرابتی داشت . بعزم هندوستان از وطن قدم بجادهٔ سفر گذاشت . و در اثنای راه ، مسافر ملک عدم گشت :

تا کار دل ، ز عشق تو مشکل نمیشود — آسان مراد دل ، ز تو حاصل نمیشود
رمزیست در تغافلش ، ای دل! وگرنه یار — یکبارگی ز حال تو غافل نمیشود

(ص ۸۱۱)

۳۰۵ - جلال‌الدین یوسفی

جلال الدین یوسفی . شاهنشه مصر معنی یابی بوده ، بفیض دعایش

۱- والئی هرات . ۲- نگارستان سخن دارد .

زلیخای سخن را ، غازۀ جوانی از سر مشاطۀ قدرت ، بر رخ طلا کرده ، چون خورشید در روشنی مشهور گردانید . از مشاهدۀ جلالش که با فوج جوانان گلپوش اشعار رنگین فلک چشم خیره گردیده چون سها جهانش تنگ نمود :

از تبسم لب آن غنچه دهن کو باشد
داغ دل چشم تو روشن ! که نمکدان واشد !



پایان یافت

بتاریخ ۲ اکتوبر ۱۹۶۷ء

۲۶ جمادی الثانی ۱۳۸۷ھ

تصحیح متن از تاریخ ۱۹ فروری تا ۱۲ مارچ ۱۹۶۷ء حواشی - از تاریخ ۲۹ اپریل تا ۶ ستامبر ۱۹۶۷ء - چاپ شروع شد از تاریخ ۱۶ مئی تا یکم اکتوبر ۱۹۶۷ء

تعليقـــات

فهـــرست تعلیقات

۷ - **میرزا فقیر الله آفرین**. رک: تذکره حسینی ص ۲۵ ، نتائج الافکار ص ۵۹ ، و شمع انجمن ص ۳۴، سرو آزاد ص ۲۰۵ .

۸ - **ملا ابکم**. رک: نصر آبادی ص ۴۵۱ ، الذریعه الف ص ۱۷

۹ - شفیعای اثر

ریاض الشعرا : اخوند شفیعاۀ اثر ، از شعرای مشهور و نکته سنجان معروف بوده ، و کافه سخن سرایان عهد او را باستادی مسلم داشته اند ، و در بدایت حال در سلک طلبه علوم منسلک و در دارالفضل شیراز که مولد آن نکته پرداز است ، بقدر تحصیل علوم نموده ، در همان اوان بعلتی چشمش از حلیۀ نور عاری شده ، از تحصیل باز مانده . طبعی بغایت لطیف و ظرافتهای نمکین داشته . الحق مصاحبتی مثل او کمیاب بود . بدارالسلطنت اصفهان آمده مدتها دران بلده فاخره با مستعدان هر طائفه محشور و بزم سخن آرائی را گرم میداشته ، لیکن سبب شوخیهای طبع بهجا مائل شده جمع کثیر را هدف ناوک لسان ساخته ، چنانچه بر صفائح مسطور است و برالسنه جمهور مشهور . الحق نهایت شاعری و استادی و فصاحت در آنها بکار برده . کلیاتش که مشتمل بر همه اقسام شعر است بده هزار بیت میرسد . از اشعارش بهمین چند بیت اکتفا شده :

خط کرد ظاهر آن دهن غنچه رنگ را
در کار بود حاشیه این متن تنگ را
حیرانم از لب تو ، که با دستگاه حسن
یک کاسه کرده است چو گل آب و رنگ را
بلای خوش نگاهان ، چشم صیاد تو میباشد
اجل ، در قبضهٔ مژگان جلاد تو ، میباشد
نمیگنجد ، خیال دیگری در سینهٔ تنگم
همین در شیشه ام جای پری زاد تو میباشد
میکند بیدار اشک از خواب غفلت دیده را
آب بخشد سرفرازی نرگس خوابیده را
دوستان را ، خلعت تجرید پوشاند ، خدا
شاه ، میبخشد بخاصان ، جامهٔ پوشیده را
از لطف خدا ، انچه ضرور است ، مهیاست
چیزی که ، من امروز ندارم ، غم فرداست (۱)
(خطی)

مجمع النفائس : شفیعای ، اثر تخلص، اصلش از شیراز است مدتها در اصفهان بسر کرده . گویند : کور بود ! معلوم نیست کور مادر زاد بود یا غیر آن . شاگرد مسیح الزمانی میرزا هادی قلندر است که والد نواب بقراط الزمانی علوی خان مرحوم و مغفور بود . زمان سلطان حسین میرزا صفوی (۱۱۰۵ ـ ۱۱۳۵هـ) ـ که گویا خاتم سلسله سلاطین صفویه است ـ دریافته ، و مدح نواب وحید الزمانی[۲] بسیار کرده . گویا بعد از طاهر نصرآبادی بعرصه آمده ، لهذا احوال و اشعار او در تذکرهٔ طاهر مسطور نیست . هجو نجف قلی خان صدر الصدور در ایران بسیار خوب گفته . غرض خیلی شوخ طبع بود ، و زبان گزنده داشت . بسیار معانی تازه در کلام او هست ، چه در غزل و چه در قصیده و چه غیر آن . کلیات مختصری دارد گویا همه منتخب است . طرز شعر او با طور ملا محمد سعید اشرف بسیار مانا است . فقیر آرزو سی سال بیش ازین ، جواب تمام دیوان غزل او و چند قصیده در چند ماه گفته ، مدتی علیحده بود حالا داخل دیوان کلان خود نموده ام . بهر حال شفیعا بسیار پخته گو و

۱- مجمع النفائس دارد . ۲- میرزا طاهر وحید قزوینی

تازه خیال است . انتخاب اشعار او نوشته میشود :

ناقص از لطف مربی آب و رنگی بر کند — میتوان کردن بگرمی پخته نارس چیده را
مبتذل کو کی بروشن رای خواند شعر خود — همچو مه در شب کند چرخ این دراز دیده را
جان سپردم ، تا کشیدم نازی از ابروی او — بی عوض هرگز نمیبخشد کسی ، شمشیر را
ز دست چرب غنی ، فن مخور که ، میمالد — چو پهلوان ، به تن خویش روغن خود را
بکیش اهل دولت نام از ذکر خفی باشد — نهان دارد ز مردم هر که داند اسم اعظم را
ز ارباب کرم ، تا حشر میباشد، نشان باقی — نپوشد خاک از فیض سخاوت دست حاتم را
دارند گمان خلق که از قوت بازو است — افزون نکند نقش طلا زور کمان را
ضرور است از پی نزدیک خوردن جرعهٔ آبی — گوارا میکند می تلخکامی های دوران را
خموش باش، چو زاهد کند مذمت عشق — که حرف خویش ، جوابست روشنائی را
ز مدح خویش، زبان جمله خلق میبستند — توهم صله گر بود خود ستائی را
امید التفاتم نیست ، از چشم سخن گویت — مکرر دیده ام ، این مردمیهای زبانی را
خواهی، عزیز دهر شوی، خاکسار شو ! — در دیده ها زسرمه شدن، جاست سنگ را
دوش در بزم یار ، بود رقیب — تا مناسب چو حرف بی تقریب
گفته بودی که پیش من بنشین — مینشینم ولی بمرگ رقیب
ندهد سود عهد نامهٔ یار — روز دیگر چو نسخه های طبیب
زندگانی میشود دشوار ، در پایان عمر — هست بیداری مشقت ، بگزرد چون وقت خواب
هرگز آسائش دو کس را نیست زیر آسمان — شب ، اگر پروانه خرم گشت ، بلبل شد کباب
از عارضش دمید خط همچو مشکناب — یعنی که شد بسنبله تحویل آفتاب
نگذاشت چرخ میوهٔ عیشم رسد بکام — در غوره ، کی مویز شد انگور این شراب
چراغی از پی حاجت ز لاله روشن کن — ببوستان که قدم گاه سبز پوشان است

فقیر آرزو گوید که مصرع اول بگمان من چنین بهتر است :

چراغی از پی حاجت ، ز جام روشن کن

بزبان جهانی افتاده است — چون سخن ، هر که آدمی زاده است
دارند خلق بسکه بصاحب زر اعتقاد — هر کس که مالک دو درم گشته بوذر است

و بگمان فقیر آرزو، موافق مشرب خود مصرع دوم این بیت، چنین بهتر است

هر کس که گشت مالک دینار بوذر است

هرگز گره از کار سخنور نگشاید — این خامهٔ انگشت ز یاد کف داناست

عمر است شب هجر و دمی روز وصالش — روز و شب عاشق شب و روز رمضان است
رشته طول امل ، تار و جهان طنبور است — چه قدر بر سر این کاسهٔ خالی شور است
همچو کابین زن زشت ار غلط بازی، اگر — فرض بیوجهی گریبانگیر من گردیده است
اگر ز رشک تو میرم ، رقیب جا دارد — که یار ، نوحه کنان از پی جنازهٔ تست

فقیر آرزو گوید نزدیک بهمین معنی است، انچه میر رفیع‌الدین حیدر معمائی گفته :

دوش بر نعش رقیبی ، رشکها بردم که ، تو — همرهش گریان تر از اهل عزا می آمدی
خورشید ساغر از افق خم، طلوع کرد — زاهد بیا بمیکده وقت نماز نیست
زاهد گناهم این همه چین جبین نداشت — سودی که داشت عشق زبانی بدین نداشت
بستن شیرازه بر اوراق دفتر، رسم نیست — شاهد بی نظمی دولت کتاب دولت است
دلم از گرمی بیجای تو، سیر از جانست — سایهٔ لطف تو ابر شب تابستانست
حرمت پیر مغان، بهر همه کس لازم است — سر زده داخل مشو این میکده حمام نیست
ز اسمان قطع نظر کن ز زمین دل برکن — تا ابد زنده کسی را پدر و مادر نیست
ز وضع ظاهر صوفی، مخور فریب که او — بزیر خرقه تعصب پوش همچو بادام است
بروز ابر هم از فتنه نیستم ایمن — نمینماید اگر آسمان زمین پیداست
سرمایهٔ تکلیف نگاه تو ندارم — که شیشهٔ از خون دلم پیش نمانده است
صد شکر که در دست من از حاصل دلها — چیزی که شود مایهٔ تشویش نمانده است
غمزه از نرگس فتان تو، شهر آشوبست — میکند هر که تعدی بکسی منسوبست
از نمک باطن بد، صاف نگردد اما — چون زر قلب بظاهر دو سه روزی خوبست
پیش ازین عفت ایام چنین صعب نبود — هر که اکنون به بلا صبر کند ایوبست
دامن آلوده مکن چارقب هستی را — جامهٔ عاریه را پاک نگه باید داشت
کار من نیست اثر نوکری زهد ریا — روز و شب شانه و مسواک نگه باید داشت
شام هجرم نشد از وعدهٔ وصل تو صباح — مگرم شاد پس از مرگ کنی چون ارواح
بهر کشور چه حاجت خسرو کرسی نشین باشد — چو خاتم تنگنای دهر جای یک نگین باشد
چنان از ننگ شرکت عرصهٔ خود تنگ میخواهم — که چون مهر نماز ،آن آشیان یک گل زمین باشد
نشستن زیر شمشیر بتان فیض دگر دارد — که آب استاده خوردن تندرستی را ضرر دارد
کمال خلق نقص مردم صاحب نظر باشد — بابرو عیب باشد چین، و در گیسو هنر باشد
چو چشم سرمه ناک ،از گریه رسوا میکنم خودرا — ز زاری خود نما را رو سیاهی بیشتر باشد
سرخ رو تیغ تو از غارت دلها برگشت — خون یک شهر چو سیلاب بگردن دارد

نباشد عالمی از عالم دیوانگی خوشتر
بلی هر کس غم عالم ندارد عالمی دارد

شود می سرکه اما سرکه می هرگز نمیگردد
بپاکان نسبت آلوده دامانی خطا باشد

بزم مستان هم ندارد چشم دل سیری اثر
پیشتر مینا گلوی خویش را تر میکند

کسی نداد بمیخانه راه زاهد خشک
خم آبخورده چو شد ، قابل شراب شود

نظر مکن بحقارت، به تیره روزیٔ من
بچشم یار مرا همچو سرمه باید دید

غنیمت است اثر صحبت تهیدستان
مرا که صندل درد سر است سایهٔ بید

بسکه ابنای زمان آزرده از روی همند
از شغف وقت جدا گشتن دعا گوی همند

بی فیض میکند می بسیار طبع را
گل بو، چو کمتر آب خورد، بیشتر دهد

بهر گامی که سالک عمر صرف راه میسازد
چو خضر از نقش پایٔ خود زیارتگاه میسازد

اهل دنیا کی بوالا قدر پهلو میدهند
بد قماشان را برنگ آستر رو میدهند

ز اتش می گشت، چشم کافرش، دلخواه تر
همچو بادامی که، بهر تقویت بو میدهند

خط ریحان ترا هر کس تماشا میکند
همچو رحل مصحف آغوش طمع وا میکند

از تو، یارانی که درد خود مداوا کرده اند
وقت راحت همچو تعویذ از سرت وا کرده اند

لب به بند از کشف خود صوفی که تادم میزنی
شرح کشافی ز بهرت هر یک انشا کرده اند

خلق را هر یک از افلاک جدا آزارند
هر یکی چون ورق گنجفه حکمی دارند

نان شب، مانده، بخوان متوکل، کفر است
همه روزم بجگر داغ نوی بگذارند

خاک آدم را چو از آب روان تر ساختند
تا یکی از صد بدست آید مکرر ساختند

تا بر افتد دید و وا دید جهان یکبارگی
از برای خانهٔ آئینه هم در ساختند

مانند تب نوبه بجز وعده خلافی
ما را طمع دیگر از اغیار نباشد

دادی ز ره لطف اگر وعدهٔ قتلم
امید که این بار چو هر بار نباشد

طمع راه نمائی ز کج اندیش مدار
شاخ نخل که فتد راست عصا میگردد

خانه صاحب دولت ز سخا میگردد
این در از پاشنهٔ پای گدا میگردد

در غریبی هم به مردم فیض خوبان میرسد
گل ز باغ آید چو بیرون کوچه با آئین کند

دماغ خشک ترم از چراغ بزم بخیل
زمانه زنده اگر داردم چنین دارد

چو خواب روز مرا غفلت زیان وصال
شکسته رنگ و دل آزرده و غمین دارد

همچو موی شد میانش خون دلها بسکه خورد
آری آب از شیشه خوردن جسم را لاغر کند

دماغ ساز و چنگ و مطرب و معشوق میدادم
اثر امشب بوضع روزگار من نمیماند

بفارغبالیت پیش از بلا حق چاره میجوید
پری هرگز نیفتد تا پری دیگر نمیروید

مانند نور دیده عزیز است در نظر
هر خرد را کسی که چو عینک بزرگ دید

خاک اسیر عشق ترا میتوان شناخت
رنگین کنند بهر نشان تربت شهید

سازم اثر چه چاره که بی دست و پا شدم
چون ناخن بریده ز من یار ما برید

برای دیدنش، باید خوشامد گفت جمعی را
چه ذوق از سیر گلزاری که چندین باغبان دارد

ندیدم قصهٔ از گفت و گوی عشق، شیرین تر
بتاریخ جهان گشتم، همین یک داستان دارد

اثر امروز صورت میپذیرد در جهان کارش
برنگ خامهٔ نقاش هر کس صد زبان دارد

دنی را کار بی رنج کسان سامان نمییابد
چو رگ‌زن خون مردم تا نریزد، نان نمییابد

حب دنیا خواجه را از بس مشوش میکند
تا زر بینش بدستش میفتد، غش میکند

همچو میمون که روسیه باشد
پیش خلقست معتبر بدکار

مگذر از کاکل و زلف و خطش، ای دل غافل!
که شب قدر از ین یک دوسه شب نیست بدر

آدم خوب ز هر جای که باشد خوب است!
شاهد نیک و بد زر نبود معدن زر

آزرده ام بدور خط از التفات یار
باشد گزنده گرمیٔ خورشید در بهار

باشد از دم سردی احباب آسایش مرا
طبع را راحت بود در فصل سرما بیشتر

مقری سبحه توان گفتنم ای عقل و جنون
که دو سر رشته بکف دارم و هستم بیکار

نمیماند بمنزل، هر کرا درد طلب باشد
ز هند آید بایران، بهر تحصیل سخن، کاغذ

از ین داغم که حرف نیک و بد پیشش بود یکسان
اثر عیبی ندارد غیر از ین چون یار من کاغذ

فی الهجو:

از پرتو تو زاهد، بی نور بود مجلس
بر خاستی، صفا شد، رفتی صفای دیگر

در حقیقت جمع زر باشد گناهی بی قیاس
خرج او کفارهٔ جمعیست پیش حق شناس

حاصل دانا ز عالم رنج بسیار ست و بس
گر رسد چیزی بصد خون دل آزار ست و بس

بود با اهل دنیا شیوهٔ قصاب گردون را
که چون آرد بکشتن گوسفند، اول دهد آبش

از چرخ تاج و تخت بمنت مکن قبول
تا داغ گردد از نخریدن گران فروش

بگردش همچو فانوس خیال از دور میگردم
اگر نزدیکتر گردم اثر می سوزم از خوبش

خوش آن زمان که، کنم عزم آشیانهٔ خویش
چو چشم خواب، فراغت کنم بخانهٔ خویش

ز هوای عشق جانان چو اثر مراست دینی
که به نیم ساغر می نخرند در فرنگش

امید زندگیم نیست، تا بروز وصالش
اگر رقیب بحال من است، وای بحالش

وقت شب خوش زانکه باشد هر کسی در کوی خویش
شب پریزادی است پنهان کرده رو در موی خویش

عشق دارد در بر اهل نظر حکم لباس
آشکارا گشتن او باشد از پوشیدنش

ای معلم نفروشید بطفلان تر پاک
زینهار از سخن تلخ مکن دلگیرش

شوخی که ز من برد بیغما خرد و هوش
چون نالهٔ نی پرده نشینی است قصب پوش

فگنده اند بدنبال زلف خویش مرا
چو قرضدار پریشان، بتان وعده خلاف

بصرفه هر کسی آرد بحرف حق ایمان
فرود صدق بخیل از ندامت اسراف

در قیامت شهید عشق مجاز
خجل است از شهادت ناحق

لالهٔ داغ مرا عشق تو خرم دارد   آب این گل بود از آتش دل چون تبخال
بود گر در نمازم سرخوشی، عیبم مکن زاهد   سبک‌رو، در حضور کارفرما، همچو مزدورم
سرمه اش میریخت چون حق نمک شوری بدل   جلوه اش میداد چون آب روان بودی بچشم
ببزم وصل هم پیوسته از راه سیه روزی   من و آن بیوفا شب درمیان بودیم دور از هم
گر افتد با بدان هم دوستی ربط آنچنان باید   که چون چپ‌راست نتوانش جدا کردن بزور از هم
می آیم از زیارت زاهد کنون اثر   دارم بچهره گرد مزاری که دیده ام
دید آخر ساعت چون نقره خامش رقیب   شد خراب از خام دستیهای جانان خانه ام
همرهان مانند سوزن راه طی کردند و من   از تن آسانی برنگ بخیه بر جا مانده ام
چرا ملول نباشم که در چنین روزم   گرفت محتسب شهر جام از دستم
تا لب ز حرف بسته ام از جور ناکسان   پیچد چو افعی سرو دم کرده خامه ام
چو صبح روزه داران بزم برهم خوردهٔ دارم   اثر خواهد گرفتن توبه را خون ایاغ من
آمادهٔ فنا را پروای نیک و بد نیست   ساعت کسی نپرسد، بهر کفن بریدن
عمر دو باره باشد در گلشن آرمیدن   با دوست می کشیدن، صبح از افق دمیدن
فشردم بسکه دندان بر جگر، هنگام دیدارش   دل بیرحم آن نامهربان شد سنگ داغ از من
بمردم احترام فقر ازینجا میشود ظاهر   که بر فرشی نشاید سجده غیر از بوریا کردن
بهر کاری که رو در امتحان دوستی کردی   اثر عبرت اگر نگرفتهٔ، بلا آشنائی کن
بدی از نیک نمی آید و نیکی ز بدان   معصیت از اثر و بخشش عصیان از تو
امشب ای زاهد بلا میبارد از سیمای تو   میدهد یاد از عسس شب زنده‌داریهای تو
در جامه نگنجد اثر از شادیٔ بسیار   وارث ز غم خواجه، گریبانه ندریده
بپاکیم سخن صد فرشته، کافی نیست   ولی عسس بقدح نوشیم بسست گواه
مبادا بخت ظالم را نصیب از چرخ بیداری   که‌دارد فتنه‌ها در زیر سر چون خون خوابیده
مکن کسب کمال از بهر مجلس داریٔ مردم   چو طوطی چند حرفی بس بود، آن هم نفهمیده
برنگ فرسخ آخر که از منزل بجا ماند   به پیری، عمر باقی مانده، طی گردد بدشواری
اثر خواند، از خط بنوشته پشت لب جانان   جدای، بیوفای، سرکشی، با مدعی سازی
اکنون که گوشهٔ نظری هست با منش   ای روزگار فرصتی، ای مرگ مهلتی!
مده بکار خرد امروز مهلت فردا   که همچو روزه نگرفته در پی است قضای
سر نزاع بنامرد نیست مردان را   بزن مجادلهٔ شیر نر ندیده کسی

از متفرقات اشعار اوست :

ز عشق هر چه بدل نقش بود، زائل شد   نشان سکه نباشد زر گداخته را

گر چه از افتادن دندان شود گفتار سست — چون تو دندان طمع کندی، سخنگوئی درست
بخانه ماحضری کز تو میهمان بینند — جواب حاضری از پیش خدمتان بینند
نیست طول عمر بیش آن را که باشد ناتوان — گردد از مد حروف علت این معنی عیان
قائل بجزو لا یتجزی شود حکیم — هر گاه میشود متکلم دهان تو
هست در مذهب ما یار دغل کاشتنی — نیست مانند زر چرخ نگهداشتنی
قدت ز خرام، ای بت شیرین حرکات! — سرویست که دارد بقدم آب حیات
هر گاه که قامت تو آرد بنظر — گفتیم بلند بر محمد صلوات
تا شاه جهان پناه بر تخت نشست — گشتند بطاعت آشنا مطرب و مست
گل هم بچمن ز اشک چشم بلبل — تسبیح هزار دانه دارد در دست
معذورم اگر نیست سر گفتارم — بیخود ز نگاه التفات یارم
از گردش چشم کافر خود ساقی — دوری دو پیاله میکند در کارم

از قصائد اوست :

لقمهٔ نانی که پنهان میخوری از مردمان — خبر مختفی میکنی آن را حساب از ابتری

در تعریف شعر و شاعر :

دفتر شاهان ز بعد مرگ فرد باطلست — دفتر اهل سخن جمعست تا باشد نشان
غیر انسان نیست باهم فرقهٔ را یکدل — مدعی را از توارد گردد این معنی عیان
خمخانه ها فشار خورد همچو کوکنار — تا تلخکام سازدم از باده روزگار
ز بس بعشق بسر برده ام براست دلم — ز حرف دیو و پری چون رسالهٔ تسخیر
کشته چون گردید مار، از جفت او ایمن مباش — چون تلف شد مالت از نخوت حذرکن زینهار
همچو آبی کز ره فواره سر بیرون کند — داخل دنیا دار پنهان باشد و خرج آشکار
ذوق وصلم نیست از بس وعدهٔ او شد خلاف — سوختم، چون اشتهای مفلسان، از انتظار
برنج نیز نیاسوده ام ز خدمت تو — چو شمع در نظرت ایستاده ام تب دار
زمانه، میزند از پا فتاده را، بر سنگ — که قهر خویش برون، گذر آرد از شلوار
از سر می نگذری با آنکه از پیری ترا — نیست یک دندان، برنگ مار، آبی در دهان
یارب از صحبت نا اهل نگردد باطل — گوهر شعر که فرزند رشید شعرا ست
خانمان سوختهٔ شعلهٔ عشقم، که هنوز — اخگری چند ز آتش کدهٔ فارس بجاست

در مدح گنبد مطهر امام رضا علیه التحیات گفته :

نیست سر طوق که جا بر سر گنبد دارد — بهر توفیق هدایت طلبان دست دعا ست
از ملک روضهٔ پــر نـور تـو نخلستانی است — بسکه جاروب بکف صف زده اندر چپ و راست

عیب، سامان زینت آزاده مردان میشود		سرو را پیراهن کوتاه باشد خوشنما
بسکه خو با هرزه گردی کرد طبعم، میشود		بعد مردن مشت خاکم سبحهٔ اهل ریا

قطعه منه :

هر دل از گرد کلفت کی مکدر میشود		نسبت روشنضمیران نیست یکسان در بلا
از کف خاکستر این معنی بود روشن کزو		آب گردد تیره و آئینه باشد با صفا
در گداز دل عجب دستی است مژگان ترا		آب از آتش برون آرد بسان شیشه گر

در منقبت حضرت امام عسکری علیه التحیات:

کنند در عرق خود شنا چو کشتی گیر		ز خجلت در او لعل کان و در عدن
ز مخزن تو که بذل است بر غنی و فقیر		نمیشود درمی کم چو روزی از خوردن

درتعریف امام مهدی علیه السلام و تمهید عرض حال بسبب افتادن ازان است:

در پنجهٔ قضا چو انار فشرده ام		مانده است پوستی ز من و استخوان بجا
ای خاتم ائمه بدردم برس که نیست		غیر از عنایت تو مرا آخرالدوا

در تعریف چراغان :

نسق شد تا کنند از بهر پرتو		بقندیل کواکب روغن از نو
ز عکس شمع و فانوس جهانتاب		چو نهر کهکشان شد جدول آب
گلستانی است در مابین هر جمع		عیان از لالهٔ مقراضی شمع

در تعریف سلطان حسین صفوی :

چنان از عابد ملا ز هر سوست		که همیان جامهٔ عباسی اوست
ورق شد گفت و گوی می بدان نحو		که ساقی نامه شد از نسخه ها محو

(۲۴ ب — ۲۷ الف)

نیز رک: سر و آزاد ص ۱۴۲—۱۴۳ و حزین ص ۴۷—۷۷ و روز روشن ص ۴۲ و دهخدا ص ۱۰۰۶ و فهرست مجلس ابن یوسف ۶۶۹ و مجله ارمغان سال سیم ص ۱۰۱ و الذریعه الف ص ۵۳ و آتشکده ۲۷۸ .

۱۴ - میرزا استغنا

مجمع النفائس: عبدالرسول استغنا گویا هندوستان زاست. احوالش معلوم نیست، و انچه مرزا سرخوش در تذکرهٔ خود گفته که بطرز قدما میگوید، اصلی ندارد. از اوست:

میتوان آورد ، استغنا ! سفارش نامهٔ　　چرخ کجرو را اگر دانیم از یاران کیست
بکین چون منی آن دوستی دشمن چه می‌آید　　غریبم، خاکسارم، عاجزم، از من چه می‌آید
دمی خود راکند پیشانی اخلاص من خالی　　اجازت گر دهد خاک در او جبهه‌سائی را
بمشرب دوستان هرگه صحبت داشت استغنا　　چو می در شیشه پنهان کرد رسم پارسائی را
نا مهربان بما شده گر مهربان ما　　ای دل ترا چه کار! میا، درمیان ما
کعبه و بتخانه را بیگانه میدانیم ما　　یا در دل ، یا در میخانه ، میدانیم ما
پر کردهٔ بادهٔ نگاهت　　پیمانهٔ عمر آرزو ها
حسن عاشق جلوه را در پرده، رنگ دیگر است　　عشق در دل، بوی در گل، نشا در صهبا، خوشست
از برای وصل گفتی، ساعتی خوش کردهٔ　　گر توام خوش میکنی امروز خوش فردا خوشست
من براه بیخودی یکدم بمنزل میرسم　　صبح خیز پای خم را حاجت شبگیر نیست
ما اسیران زینت زلف پریشان تو ایم　　خانه آبادانی صیاد بی نخچیر نیست
ظرف مشرب کن وسیع و نام همت را بلند　　عشق را دل، شور را سر، باده را پیمانه باش
در شکست نوج دل، ای زلف! تنها نیستی　　کاکل از دنبال اینک میرسد مردانه باش
چرا فلک کمر احتساب میبندد　　سزای باده پرستان خمار هم دارد
در جبین عشق میبینیم حال خویش را　　آنکه دارم انتظارش، انتظارم میکشد
تا شود سرسبز یکجا هر دو از جوش بهار　　باغبان تخم گل و ما تخم سودا کاشتیم
از شکست توبه ام میکرد گر زاهد سوال　　همچو خاموشی برای او جوابی داشتیم
نیست حرف مهربان من که میگویند گفت　　دردمند خانه آبادی خرابی داشتیم
پای‌کوبان گشته همچون موج در دریای عشق　　خندهٔ بر خوش نشینان سر پل داشتیم
پشت سوی بی نیازان مدعا هرگز نکرد　　بود با ما روی مطلب ما تغافل داشتیم
تا دماغ گریهٔ بی اختیاری داشتم　　درمیان دامن خود نو بهاری داشتم
در سراغ او پریشانم، نمیدانم چه شد　　در سواد کاکل دل نام یاری داشتم
دوش میگفتی ایام وصال ما است این　　ما نمیدانیم امروز است یا فرداست این
بجان مضایقه در راه دوستی نکنم　　بچین زلف دهم دل کشاده پیشانی
نو آموزم، ره و رسم [illegible] دانم　　بپای خود سراسر میروم در دام گیسوی
آنم که بر آتشم چو آب اندازند　　از کوثر لطف او گلاب اندازند
آب و گل من بمهر او پاک کنند　　مانند نمک که در شراب اندازند
مردانه اگر کسی بدوران آید　　از جاه و جلال چشم پوشان آید
نامرد فریب است جهان چون شیطان　　در خواب زنان بشکل مردان آید
ای بی خبران ز ما بپرسید　　از عالم بیخودی خبر ها

گیرد چو ادب دامن دل بوسه نگیریم ‌ ‌ ‌ ما نام تو گوئیم و ببوسیم دهان را
تاراج کرد حسن چو سامان فتنه را ‌ ‌ ‌ شمشیر یافت غمزه، بابرو کمان رسید
چو زلف تو، حال دلم، گوش کرد ‌ ‌ ‌ پریشانی' خود، فراموش کرد
دل خورد کام؛ حیرانم! ز جان' من چه میخواهد ‌ ‌ ‌ دمی خواهد چنان باشد، دمی خواهد چنین باشد
که می آید که هر ساعت ز جوش شوق، استغنا ‌ ‌ ‌ دمی' صد بار بنشیند، دمی صد بار بر خیزد
در گلشن، برویم باغبان دانسته میبندد ‌ ‌ ‌ که غمنا کم، دلم از دیدن گلزار میگردد
در آمد از دلم خندان و میپرسید احوالم ‌ ‌ ‌ ز بیتابی ندانستم، چگریم، گریه سر کردم
بیاد من چه دهی سیر لاله استغنا ‌ ‌ ‌ که من نگاه فراموش کرده ام جای'

(۱۲ الف و ب)

کلیات سعید خان قریشی (خطی): رقعه جامع المعقول و المنقول

میرزا عبدالرسول استغنا به سعید خان قریشی: ۱

ملاذ و معاذ محبان سلامت!

گذشتی در دل و از مردم چشمم فغان آمد
که ما هم گوشه' داریم گاهی می توان آمد

این بیت بی اختیار بر زبان محبت ترجمان جاری میشد، و در دل دوستی منزل خطور میکرد که، تا آن ملاذ درینجا تشریف دارند، از یک جهتی ها چشمداشت دارم که، از روی' مردمی در خانهٔ چشم مودت این چشم در راه، فرود آیند. درین اثنا رقیمه وداد که سواد آن سواد شهر سخندانیست، سرمهٔ دیدهٔ یکرنگی گردید. تا چشم زدن از نظر انور اطهر اقدس گذرانید، حکم اشرف ارفع بصدور پیوست که، تا بهمرسیدن حویلی، در حویلی مخلصانه

۱- سعید خان قریشی ملتانی در عهد شاه جهان بود و در سلک ملازمان سلطان مراد بخش بود. ولادت (۱۰۲۲ھ) وفات اواخر رمضان (۱۰۸۷ھ) و مدفن ملتان. یک نسخهٔ دیوان سعید در ذخیره دانشمند نقید مولوی محمد شفیع در لاهور مضبوط است (ورق ۲۲٦ با دیباچه از محمد صالح کنبوه). و این مکتوب از همان نسخه گرفته شده است. رک: عمل صالح، بادشاه نامه، مفتاح التواریخ، نتائج الافکار، تذکرهٔ حسینی، شمع انجمن، شعرالعجم ترجمه داعی گیلانی، سفینهٔ خوشگو، سر و آزاد، شمع انجمن، الذریعه.

تشریف داشته باشند، ومحب در خدمت آن سعید الصنوف باشد. این حکم را مخلص از جملهٔ کرامات صاحب و قبلهٔ دین و دنیا میداند:

رواق منظر چشم من، آشیانهٔ تست کرم نما و فرود آ که خانه خانهٔ تست

اخوی روح الامین فردا بخدمت خواهد رسید. حسب الحکم مهربان باید فرمود و چند روز در مخلص خانه باید گذرانید. انشاءالله تعالی فقیر حویلی دیگر نیز ـ اگرخواسته باشد ـ خواهد بهم رسانید. والدعا ! (۱۸٦ـب)

۲۲ ـ قزلباش خان امید شاهجهان آبادی

ریاض الشعرا : اسمش محمد رضا و مولدش همدانست. در اصفهان فردوس نشان نشو و نما یافته، تخلص از نواب میرزا طاهر ۱ دارد و بامیر نجات ۲ و فائض ابهری ۳ و دیگر موزونان آنجا معاشر بود.

در اوائل جلوس بهادر بادشاه (شاه عالم ۱۱۱۹ـ۱۱۲۴ﻫ) وارد هندوستان گردیده بوساطت ذوالفقار خان بمنصب هزاری و خطاب قزلباشی اختصاص یافت. اما بدان پایه قانع و خورسند نبود چنانچه خود گفته است:

همچو بلبل همیشه مینالم این بود منصب هزاری ما

آخر الامر در دکن در خدمت نواب آصف جاه نظام الملک ترقیات نمایان کرده، داروغگی کان الماس و دیگر خدمات آن حدود باو مرجوع شد. در سنه هزار و صد و چهل و هشت (۱۱۴۸ﻫ) برفاقت نواب مزبور بدار الخلافت دهلی مراجعت نموده، بعد واقعه آشوب هندوستان و مراجعت نمودن قهرمان ایران ۴ بملک خود؛ و عزیمت نواب آصفجاه بسمت دکن،

۱ـ میرزا طاهر وحید قزوینی.

۲ـ میرعبدالمعالی خلف میر محمد مومن حسینی، وفات در حدود ۱۱۲۰ﻫ (نصر آبادی ۳۴۰)

۳ـ فایض ملا محمد نصیر شاگرد صایب تبریزی، وفات ۱۱۳۴ﻫ (حزین ۱۰۴ و حسینی ۲۵۳ و خزانهٔ عامره ۳٦۸ و نتائج الافکار ۵۲۵).

۴ـ مقصود از نادر شاه.

ترک رفاقت نواب معز الیه نموده ، در دار الخلافت دهلی اقامت گزید[1] . و قریب بدوازده سال در این سواد اعظم داد عشرت و کامرانی داده در سنه هزار و صد و پنجاه و نه (۱۱۵۹ﻫ) [2] بمرض سکته در گزشت . و داغ حسرت بر سینهٔ احباب گزاشت .

در علم موسیقی بنوعی ماهر بود که، استادان این فن او را مسلم میداشتند . هرگز از شور عشق و ناله و آه خالی نبود . بزم عشرت احباب، بی حضور او، نمک نداشت . و درهر بزمی که وارد میشد، کیفیت آن بزم دو بالا میگردید . از فوت آن مرحوم طرفه المی بدوستانش خصوصاً راقم الحروف رو نموده . تا حال تحریر — که یک سال و چند ماه ازین واقعه گذشت — طبع را ملالت روز اول حاصل است . و مجلسی منعقد نمیشود که در یاد آن مرحوم بگریه و ناله نگذرد . و این رباعی در مرثیهٔ آن مرحوم از کلک راقم حروف تراوش نموده :

از رفتن امید ، دلم خون شد و رفت
با اشک، ز راه دیده بیرون شد و رفت
چشمم که اشک فشان قطره بود، چه شد
دل خنده زنان که، قطره جیحون شد و رفت

۱- صاحب مردم دیده گوید : خان مرحوم را — وقتی که در جهان آباد در سنه یک هزار و یکصد و پنجاه و دو (۱۱۵۲ﻫ) وارد شد — دیده . . . . خود را از تلامذهٔ میرزا طاهر وحید دبیر الملک ایران میشمرد . بسیار صاحب درد و ذوق بنظر آمد ، گاهی طرفه آهی سرد میکشید . مجلسش اکابرانه و کلامش بزرگانه بود . . . . این فقره در تاریخ فوتش گفتم :

آه از قزلباش خان امید   (ص ۲۸)

۲- تاریخ محمدی : قزلباش خان قراماتلو متخلص بامید از اعیان عصر و شعرائی مشهور نهم جمادی‌الاول (۱۱۵۹ﻫ) شاهجهان آباد فوت شد بمفاجات. عمرش قریب هفتاد سال (۱۲۳).

و میر فقیر الدین عباسی دهلوی این قطعه و مرثیه در تاریخ وفاتش بقلم آورده :

وا حسرتا! دریغا! کز جور تیشهٔ مرگ — از پا فتاده نا گه سرو روان امید
پیراهن عزیزان در مرگ او کبود است — گلهای یاس آورده فصل خزان امید
میزاب باغ هستی در خشک سال و آبش — آب حیات ببرید از بوستان امید
بر شاخسار معنی چون بلبل آشیان داشت — چون نقش پاست اکنون خاک آشیان امید
جستم فقیر از عقل، تاریخ این چنین است — گفتا که : گشت بی آب باغ جنان امید

از لفظ بی آب اسقاط سه عدد مراد است .

دیوانش از هفت هزار بیت متجاوز است اما رطب و یابس در کلام او بسیار است . و اشعار مربوط در دیوان او همان قدر است که میر شمس الدین فقیر(۱) بیرون آورده . این چند بیت از منتخبات آن اشعار است :

سراسر همچو مهر و ماه گردیدیم دنیا را — ندارد منزل آسائشی ، دیدیم دنیا را (۲)
وصل دارد مضطرب، چون ماهی دریا، مرا — دست و پا گم گشته از بی دست و پائیها مرا
کرد گر تاریکی شب سرمه در چشم چراغ — دیده روشن میکند آن زلف شب آسا مرا
هست صحبتهای رنگین نعمت الوان مرا — سیر کی، از خانهٔ ما میرود مهمان ما
طفل نشان نمود بسنگم هزار جا — دل را شکسته است چو رنگم هزار جا
در کوی او چو نالهٔ بیمار ناتوان — رو میدهد ز ضعف درنگم هزار جا

۱- صاحب — مثنوی واله و سلطان — در عشق علیقلی خان واله با دختر عم خود خدیجه سلطان. فقیر در سال (۱۱۸۳ھ) وفات یافت . رک : ریاض العارفین ص ۱۲۰ ، شمع انجمن ص ۲۷۹ ، نتائج الافکار ص ۵۲۷ ، مصحفی ص ۴۳ ، خزانهٔ عامره ص ۳۷۵ - نسخهٔ خطی مثنوی - واله و سلطان - که در سال (۱۱۶۲ھ) استنساخ شده هست، در موزهٔ ملی کراچی مضبوط است .

ابتدا : این خلعت هستیم تو داده — وز فضل دری بمن کشاده
پایان : گوش دل ازین فسانه پر باد — وز شهرت او زمانه پر باد
۱۲ سطر — اوراق ۱۳۵ شماره (N. M. 1967. 20)

۲- مجمع النفائس دارد .

باب دیده ز بس پای در گشت مرا سفر زکوئی تو بسیار مشکل ست مرا (۱)
رحمت آنجا که کند رسمت خود را ظاهر هر که تقصیر نکرده است گنهگار تر است
ظلم، ظالم چو شود پیر ، دو بالا گردد بیشتر میبرد آن تیغ که، خمدار بود

من نمیگویم گل و باغ و بهار از دست رفت
یک بهشت آرزو، یعنی که یار، از دست رفت
گفت او : ای دل ترا کاری بکار من مباد
این قدر بی طاقتی کردی که کار از دست رفت

روی تو هر که دید بمصحف شبیه گفت هر کس شنید، ذالک لا ریب فیه گفت

درش میگویند منع ناله کرد امید را
لال باد آن کس که این حرف از زبان یار بست

بر چهرهٔ ما رنگی اگر هست، عجب نیست مستیم ز جامی که شرابش همه خون است
امید چو گل از دل صد پاره سخن گو حرف از ورقی زن که کتابش همه خون است
برنگ مردم آبی ز دوریت شب و روز مدار مردم چشم ترم بآب گذشت
خلق چون شمع پئی سوختنم میخواهند خاطرم خوش که مرا گرمیٔ بازاری هست
دل کرد مرا کباب امید این آتش مرده ، جان من سوخت
چون غنچه بوستان امید گویا دل ما ، شگفتنی نیست
نتوانست بسر منزل تاثیر رسید لاله را از دل او پای بسنگ آمده است(۱)

هوش از سر و رنگ از رخ و صبر از دل ما رفت
تا رفتهٔ از ما، چه بگویم که : چها رفت

هرگه ز کوی یار، سفر میکنیم ما چون گرد باد خاک بسر میکنیم ما
تا ز حال دیدهٔ گریان من، آگه شوی بعد ازین بر کاغذ ابری نویسم نامه را
کردی بغیر گرمی و من سوختم ز رشک دائم بآتش دگری میشوم کباب
خارها در دل ، از جدائیها ست این گل خیر آشنائیها ست
دگر امشب کجا رفتی بقربان سراپایت که چاک سینهٔ بزمست، خالی بودن جایت
سرو من چون بچمن دلبری آغاز کند غنچهٔ گل عوض چشم دهن باز کند
هرگز، سخن ز شکوهٔ آن بی وفا، نبود این حرف، در قلمرو مکتوب ما، نبود

چو دست پر ز دامم دید بلبل، گفت در گلشن:
بگیریدش! که شاخ گل نهان در آستین دارد

۱- مجمع النفائس دارد .

تواضع پیشه در عالم بکار خویش می آید   کند هر کس که استقبال مردم پیش می آید
دیده گریان میشود از دل چو آهی میکشم   آر آری راست باشد بادبان را آورد
بسکه دارد الفتی با ناله، جسم لاغرم   گر کشد نقاش تصویر من افغان میکشد
خوش نوای بر نمیخیزد چو من از یک هزار   این چمن دارد مرا از عندلیبان یادگار
بخواب دیدم آن چشم مست را امید   گریست همچو من امروز دولت بیدار
در غیبت کسی، سخن از عیب او، مگوی   در گلشن زمانه زبان در قفا مباش
سر گشتگی بطالعم هست   بر گرد سرت چرا نگردم
از بهار خطت افزود مرا شور جنون   آخر حسن تو شد اول رسوائی من
دلا تا چند باید بهر روزی در سفر گشتن   چو ماه نو، برای یک لب نان در بدر گشتن
ز خط سبز تو، احوال من تباه شده   ازین سیاه قلم، روز من سیاه شده
گریبان گیر شد دیگر جنون دشت پیمائی   ز هجرت بعد ازین دست من و دامان صحراهست
در سینه، چو داغ دلفروزی دارم   شبها چو شمع درد سوزی دارم
گفتی: بی من چه میکنی تا روزت   نی پنداری که! بی تو روزی دارم
دل از یار است و جسم و جان هم، از یار   سرمایهٔ عمر جاودان هم از یار
چیزی که بجا مانده ز هستی، ما را   مائیم و شکایتی و آن هم از یار (۱)
بر درگه دوست هر گناهی بخشند   صد سال گنه بعد آهی بخشند
عفو گنهم که آهی بخشند   اینجاست که کوه را بکاهی بخشند
گر دور، ازان سرو روان، خواهی شد   با گریه و آه همعنان خواهی شد
از حسرت لعل آبدار، امید   فردست که گل کوزه گران خواهی شد

(باب الف)

مجمع النفائس : قزلباش خان امید . نام اصلی این عزیز بزرگوار محمد رضا است ، از همدان بود . از مدتی مدید وارد هندوستان گردیده بیشتر رفیق ذوالفقار خان بهادر نصرت جنگ میر بخشی محمد اورنگ زیب بادشاه غازی بود . اکثر در دکن تشریف داشته بعد ازان مدتی ، برفاقت نظام الملک آصف جاه صاحب صوبه دکن، عمر عزیز خود گذرانیده . با آنکه قریب چهل سالست که درین ملک است زبانش بلهجهٔ هندی خوب نمیگردد.

۱- مجمع النفائس دارد .

لیکن زبان این ملک را خوب میفهمد و نکته لغات هندی را مثل او، مغل چه که ، اکثر اهل هند نمیرسند . از بسکه طبیعت او منصف افتاده اکثر چیزهای هندوستان را داد مید هد ، و از تعصب مطلق معرا و منزا ست. باوجود ذی امارت دنیا را یک ذره وجود نمیگذارد و بسیار مجردانه میزید . صاحب مشرب عالیست . آدمی باین اخلاق حسنه و اوصاف پسندیده کم دیده شده. قریب هشت یا نه سالست که ، سواد حضرت شاهجان آباد دهلی را ، باشعهٔ ذات فائض الانوار مشرق تجلی ساخته. هیچ هنگامه و مجمعی نیست که بی تکلف گلچین نبوده. بقیة السلف آدمیت و چراغ دو دمان اهلیت بود. در قدما بسلمان ـ که از اهل بیت سخن است ـ شعرش بسیار مانا است .

با فقیر آرزو بغایت اشفاق و اخلاص داشت . سه سال پیش ازین برحمت حق پیوسته . ایامی که فقیر رساله ـ تنبیه‌الغافلین فی‌اعتراضات علی اشعارالحزین ـ نوشته، بعضی از کاسه لیسان هند ـ که بی‌تصدیق بلا تصور معتقد کلام شعرای ایران اند ـ بخان مرحوم مسطور ظاهر کردند که : فلانی یعنی فقیر آرزو ، اعتراضات از جهت خلاف محاوره و سستی عبارت و نارسائی مصارع بر اشعار شیخ محمد علی حزین نموده ! خان امید گاه گفت که : در زبان دانی شیخ، شبه نیست اما، این قدر هم یقینی است که ، انچه فلانی یعنی فقیر آرزو گفته باشد، بیخبری نخواهد بود ! سبحان الله. آخر آن رساله چون شهرت یافت و نقلهای آن جابجا رسید ، هیچکس از مغل و هندی از عهدهٔ جواب بیرون نیا مد . حتی که امارت مرتبت علی قلی خان بهادر واله تخلص ـ که از بزرگ زادگان ایران و وزیر زادهٔ آن دیار است ـ اکثر آن رساله را، باشارهٔ فضائل و کمالات پناه میرشمس‌الدین فقیر ـ که امروز درین فن استاد عصر و طرز فغانی اختیار کرده است ـ داخل تذکرهٔ خود کرده ، باصفهان فرستاد . هر

چند این معنی از راه نا خوشی بود که میان شیخ و خان معزی‌الیه بوقوع آمده، لیکن منصف میفهمد که، اگر اعتراضات مذکوره بیجا میبود، داخل تذکره کردن و بجای مثل ایران فرستادن ـ خصوصا اعتراض هندی بر ایرانی ـ حساب نداشت . مطلع غزل اول هیولد بلاغت تیهان قزلباش خان امید اینست و خیلی بسیار بمزه واقع شده است، رحمةالله تعالی و حشره مع اهل البیت :

سراسر همچو مهر و ماه گردیدیم دنیا را — ندارد منزل آسانشی، دیدیم دنیا را
ما چون هما بخلق نداریم احتیاج — چون سایه دولتیست غلام سیاه ما
آستین از ساعدت یک کوچهٔ مهتاب بود — مشرب صبح قیامت شد گریبانت چرا
چو بلبل است ز مستی همیشه فریادم — بود گلابی می چون گل گلاب مرا
میکنم در هند زلف از تیره روزیها، امید — همچو نی، از دست افغان زادهٔ فریاد ها
سفله طبعان همه، گویا نخود یک آشند — مزهٔ نیست چو شلغم کرم ایشان را
کعبه را زائر زنار بدوشان دانی — بخدا گر تو به بینی صنم ایشان را
تمامی همچو نی فریادی داغند از دستم — تر آوردم ز سیل اشک از پس آستینها را
در شکست‌کعبهٔ دل، این قدر ابرام چیست — حرمتی آخر بود در کار صاحب خانه را
باشد ار صبحش خط آزادی غم در بغل — شیشهٔ مستان سبق برده است از آدینه ها
کفر و دین بر گردن ما بسته اند — رشتهٔ تسبیح و زناریم ما
دلها بردی برمز و ایما — زین پیش نبود این اداها
رفتی از بزم، تنگ شد دل — بود این حرکت چه از تو بیجا
از کم سخنیت کس چگوید — این حرف فتاده بر زبانها
هر روز شوند عاشقان نو — کوی تو شده است نیک دنیا

بدانکه نیک بتحتانی مفتوح و سکون نون و کاف فارسی دنیای‌نو و تازه است و این ظاهراً زبان فرنگ است . چه دریں ایام پیش ایشان، جزیرهٔ زیر زمین پیدا شده، که سابق ارباب هیئات را، ازان اطلاع نبوده . و آن موسوم به ـ نیک دنیا ـ [1] کرده اند:

---

۱. Cape of Good Hope

من در لباس منت یک مو نمیکشم　　کز صبح و شام هست بدوشم دوشاله ها
ابر استاد اشکباری ما　　برق شاگرد بیقراری ما
ما سپردیم جان بخاک درت　　رحمت حق بجان سپاری ما
بکوی یار چون بینی، دعای ما بگو قاصد　　امید دست و دل گم کرده و پا در گل ما را
دعوی مردی مکن ز افزونی دور شکم　　رشوه خوردن کرده نامرد آهنین ترا
هرگز وفا نکرد بما گلعذار ما　　این عیب را بخوده نه پسندید یار ما
ز عشق یار چرا منع میکنی ناصح　　بیا بعشق خدا بگذر از نصیحت ما
دوری از دلدار کی سازد دل زار مرا　　آخر این پرهیز خواهد کشت بیمار مرا
تا نیک و بد کنند بخوبی همیشه یاد　　چون فرد انتخاب نباشد کسی چرا
با غیر هم شراب شدی، مست ناز من　　آخر بگو ! کباب نباشد کسی چرا
دید چون سینه را خشن، فرمود:　　باد این صدر آستانهٔ ما
بسیار احسان بدوش نگذارند　　خوب رسمی است در زمانهٔ ما
نمک امروز خورد امید قسم　　به سخنهای عاشقانهٔ ما
گر نباشی گل بچشم دیگری خوارم چرا　　نیستی گر صبر غیر از صبر بیزارم چرا
بتاج قیصر و فغفور، سر فرو ناید　　امید داغ بود افسر کیانی ما
دست امید را دهد پایهٔ خار دامنی　　آنکه عزیز پیش او کرده چنین رقیب را
نه آئینه بود و نه اسکندر آنجا　　که گرداند رنگ نمد پوش ما را
نشد شوخی طفل از سر به پیری　　نه هم بود حلقهٔ گوش ما را
مردم از بیگانگی میکرد کاش　　از فراموشی مرا یاد آشنا
حاجیا ! عبث بطوف حرم سعی میکنی　　باید شدن بصاحب این خانه آشنا
کرد بر ما دهر را بیت‌الحزن عمر عزیز　　یوسفی گردید گم هر روز از کنعان ما
همه تن شور کرده اند مرا　　تار طنبور کرده اند مرا
پایم از شوق بر زمین نرسد　　سر بپر شور کرده اند مرا
بوسه چندین رنگ گل کرد از بهار عارضش　　کاش می آید نهال قامتش در بر مرا
نخره یار گر اخلاص مراد منظور است　　که گشاد است بکان چشمی فراوان خنده را
آن بیابان زاده طفل ناز پروردم که هست　　متصل چون جاده سر در دامن صحرا مرا
بر ز چشم خویش هم تا دیدنیها دیده ام　　گوئیا اکنون بست از مردم دنیا مرا
باغ از نرگس است چشم براه　　کوری چشم انتظار بیا
ای که، دل را بری بجبر، از ما　　لیغی هم باختیار بیا

بگو که در چه شمارم بگلشن کوی؟   که از هزار یکی نیست در حساب آنجا
نامه و پیغام خود افسانهٔ نشنیده است   مزد آن قاصد که پیش او برد نام مرا
سهل کار است آب گشتن خون شدن   با تو، ای دل، کارها داریم ما
زنده میسازی بحرفی، از نگاهی میکشی   آفرین بر سحر و رحمت باد اعجاز ترا
در خرابات فیض بیداریست   سوی مسجد مگر روم در خواب
بوسه خواهیم از لبی، کز شرم   هیچکس را نداده است جواب
من یکی و رقیب بیش از حد   بنگر ای شوخ چند در چند است
جوهر ذاتی اگر آفت نیست   از چه آتش بچنار افتاده است
راز دل من شنفتنی نیست   این سر خدا ست گفتنی نیست
چو بوی گل که نسیمش برون برد از باغ   هوای کوی تو ما را دمی بجا نگذاشت
شب گذشته نگشتیم دست در آغوش   ترا غرور گرفت و مرا حیا نگذاشت
خلق چون شمع پی سوختنم میخواهند   خاطرم خوش که مرا گرمیٔ بازاری هست
گفتمش: جا در دل و در دیدهٔ امید کن   گفت: خیر از آب و آتش چشم من ترسیده است
در نظر ناید که از دل چون گذشت   تیر مژگان را مگر بال پریست
نیست گر عشق آتش سوزان چرا   جامه های قمریان خاکستریست
یار در چشم ایهم کردم خواب   طالع بیدار من در یاور یست
چنانکه بوی ترا نیست نسبتی با گل   تفاوت از من و بلبل هزار چندانست
غیر گفته است سگ یارم و از این غافل   که ازین نسبت بیجا سگ او را عار است
بگوشهٔ که توان پا کشید دامانست   بدامنی که توان دست زد گریبان است
دلم ز دوریٔ یاران رفته مینالد   گذشته قافله و نالهٔ جرس باقیست
هنوز جوشش آن گل به بوالهوس باقیست   هنوز گرمیٔ بازار خار و خس باقیست
گر بگلزار سر کویٔ تو باشد ره مرا   نیستم آدم اگر دیگر روم سوی بهشت
میتوانی از کرم صفرای من را هم شکست   لیکه باشد نار پستان تو لیموی بهشت
از بسکه چو مژگان تو مشته است بخونم   تیر تو هم از پهلوی من رو بقفا داشت
پای رفتن نیست چون نقش قدم   ورنه در کوی تو ما را کار نیست
نیست دلسوزی بجز خود شمع را   بیکسی ها را کسی در کار نیست
طریق کجروی بسکه باب گردیده است   اگر کسی ز ره راست رفت گمراه است
لرزه های نفس گریه، دلش مهربان نشد   آری بسنگ نالهٔ سیلاب اثر نداشت
جامهٔ شاهی ندارد راحت دلق گدا   این سخن با هم بآب زر ز ما باید نوشت

ما خود اگر بخاک برابر شدیم ، لیک
چون آب سبز کرد؛ ما در جهان پر است

تا یکی شور قیامت ز شهیدان خیزد
سر کوی تو بگو عرصهٔ محشر خود نیست

گیرم از میکده رفتیم بمسجد اما
خاطر جمع و پریشانیٔ گفتار کجاست

زبان پر شکوه ، لب کم حرف از شرم
مرا هم بهرهٔ در پیش و کم هست

جز میکده ها دگر ندیدیم
جای که ز خویش میتوان رفت

وحشت خیز است وادیٔ عشق
بی شور جنون نمیتوان رفت

چون نمک سهل فهمشم لیکن
قسم عالمی بجان من است

کم قدر تر ، ز گوهر تاراج رفته ام
گوییا سپهر سفله ، بهیچم خریده است

دل ز غم خون شد و قرارش نیست
این گهر آب گشت و غلطانست

باده نوشی بصبح پیری کن
شب مهتاب روز مستان است

مصر انصاف شد خراب از نه
یوسف ما هم از عزیزان است

نامهٔ یار را بهزم رقیب
نتوان خواند گر چه قرآنست

بهر دری که رود ، مهر ذره همراهست
نمیتوان ز تو خود را بهیچ باب گرفت

هما بدولت بیدار شاه ارزانی
مرا بسایهٔ دیوار خویش خراب گرفت

طوطی خاموش تصویرم امید
حرف ها دارم که کس نشنیده است

هر کسی از کاشن قسمت برنگی بهره یافت
ابرگریان از چمنها رفت و گل خندان گذشت

از گریبان اگر شود کوتاه
دست امید و دامن یار است

جهان که گفت چنین و چنان نخواهد ماند
اگر نماند چنان پس چرا چنین مانده است

امید چه گویم که ازان وعده فراموش
صد حرف شنیدیم و یکی یاد نمانده است

امروز دل چو غنچهٔ تقدیر وا نشد
ایا دل کدام کس از ما گرفته است

امشب که یار بر سر ناز و عتاب بود
افسانهٔ مرا نشنید و بخواب رفت

پنجه‌ام شوق گریبان دارد
عبیر نامه درید آمده است

مسبک ، آخر بچه ره چین بجبین اندازی
که در بسته نبوده است بدربان محتاج

امروز جامه بهر چه برتن درید صبح
گوییا فسانهٔ شب ما را شنید صبح

نگذاشت همچو شمع نفس را کنیم راست
امشب چه زود بر سر وقتم رسید صبح

ای صرصر برق جلوه چه عیار پیشهٔ
کز رفتنت نمیشود آواز پا بلند

تو ظلم کردی و خواهم ترا جزا نرسد
خدا کند که بفریاد ما خدا نرسد

باز فکر صنمی کعبهٔ دل دیر کند
زاهدان فکر شما چیست ، خدا خیر کند

ز چرخ سنگدل کاوش بتن تا چند بردارم
کسی تاکی به بند نام خالی چون نگین باشد

ز گل کردی پریشان تر دل چون غنچهٔ مارا
سرت گردم بخواهی گر چنان باشد چنین باشد

به بیوفائی نسبت دهند جانان را   خدا نکرده سگ یار بیوفا باشد
سری همیشه بدنبال یار من دارد   بگو بدل : که چه کاری بکار من دارد
ز جای خویش دگر بر نمیتوانم خاست   که طفل اشک سری در کنار من دارد
دل از من برد هنگام وداع و گفت از یاری   که باید پیش ما هم یاد گاری از شما باشد
چه شد از گلشن کویت اگر چون خار بیرونم   کسی دامان صحرا را ز دست من نمیگیرد
سایه از پرتو خورشید نمایان گردد   خوب شد خوب که ما را ز شما ساخته اند
عشق بنیادم به پیری کند و رفت   تا نگه کردم که پل را آب برد
پسته و غنچه و لعلش همه خوانند ، امید   بی سخن زان لب خاموش چها ساخته اند
کرد امید وصل او کار مرا مشکل ، امید   ورنه بر من نا امیدی سخت آسان کرده بود
فلک ز بیم تهی مایگان درین بازار   مرا چو گوهر دزدیده آشکار نکرد
از شورش ما مپرس ، چون سیل   دیوانه ز خود خبر ندارد
سفر ز دیده و دل یار میکند ، چه کند   درین دوخانه که بی آب و بی هوا باشد
بمشرب خم می ایست میکنم ، امید   همیشه گوشهٔ میخانه جای ما باشد
بفراق خود چه پرسی ز من اضطراب دل را   بخدا که بی تو یکدم اگر آرمیده باشد
جای که چشم مست تو خون میکند بدل   نوبت کجا بگردش افلاک میرسد
گفتند بدریوزه نشسته است امیدت   گفتا بگزارید که جانش بدر آید
من برنگ ذره ، او چون آفتاب   هر قدر نزدیک رفتم ، دور شد
کوته از دامنت، ای نقاش   دست ما هم کشیدنی دارد
بوصل از هجر دل میترسد آری   امید و بیم توام آفریدند
هر گه بیند امید را تنها   از تو امید گاه میپرسد
امید باده نوش که در دفتر عمل   ما را بغلام ساقی کوثر نوشته اند
حریفانی که بر کف جام دارند   چه باک از گردش ایام دارند
شمشیر جور و خنجر کین میکشی چرا   قطع امید از تو باینها نمیشود
نهان در سینه دارم نالهٔ چند   که گوش یار هم نشنیده باشد
طفل اشک من ،که مردم زادهٔ شهر فناست   هر کجا ویرانهٔ در راه دید، آباد کرد
خدا نا کرده اندوهت چرا از دوستان باشد   شنیدم کلفتی داری نصیب دشمنان باشد
بردیم بدوستیش خورسند   آن نیز نصیب دشمنان شد
شنیدم دوش کردی جلوه چون سیل   امید خانه آبادان کجا بود
من انچه دیده ام از چشم یار میترسم   خدا نکرده مبادا کسی دگر بیند
برهمن را بود زنار بند و سبحه زاهد را   سر این رشته را چون وا رسیدم دیگری دارد

جناب عشق را نازم که در هر کشوری دیدم   کتابی جبرئیل منبری پیغمبری دارد
تو غنچه نیستی ای بی دهن بگو تا چند   همیشه بر سر یک حرف صد سخن باشد
یاد ایامی که ، یار ما فرامشکار بود   آنچه در خاطر نبودش گفتهٔ اغیار بود
روز آن شب خوش، که در پیش نظر تا صبحگاه   چشم مست او بخواب و بخت من بیدار بود
بوسهٔ او از مسی ، شب دو گلویم سرمه ریخت   ورنه با لعل خموشش گفت و گو بسیار بود
تماشا کرد یک ره خود فروشیهای یاران را   دگر کی یوسف ما بر سر بازار می آید
خبر تازه ام اینست که ، در عالم شوق   هرگه از خود روم از یار خبر می آید
متواضع شود آنکس که پریشان گردد   پای هر کس که بدر رفت بسر می آید
از خرابات بمسجد چه کنی تکلیفم   برو ای زاهد بیکار که فرصت دارد
تو که از شیشه شکستن نکنی شرم ، بگو   محتسب توبه شکستن چه قباحت دارد
توبه کردم ز می بفصل بهار   یار از کرده ام پشیمان کرد
داد ما را ز حال خویش خبر   بد بما هر که کرد، احسان کرد
با دلم تا چه کند کاوش مژگان کسی   کار این ماهیٔ بیتاب بقلاب افتاد
اسیر مشرب رحمت شوم که مستانش   به بیگناهیٔ عاشق گناه میگیرند
نخواهد یافت راه گفت و گو از شرم در جای   باین صورت لبش گر کار بر خود تنگ میگیرد
چه گل پروانه چید از صحبت شمع   ازو ما دور تر باشیم بهتر
دیده ام، کی جلوهٔ برقی تماشا کرده است   آنکه میگوید سر راهی باو غافل مگیر
چون زخم صید خورده و صیاد در قفا   من بیقرار و یار ز من بیقرار تر
من هم ز گریه جامهٔ آبی ببر کنم   در این بهار شد شفقی گر هوای ابر
یادی ، ز صحبت من و آن شوخ ، میدهد   در صحن باغ ، خندهٔ گل گریه های ابر
خرمی رفت و جوانی ، یاد ها بر دل ، گذاشت   این چمن از سبزه خالی گشت و از گلها پر است
پیر گشتیم و بدل عشق جوانست هنوز   حکم سیلاب بویرانه روانست هنوز
گفتم: از کوی تو روزی بروم، همچو غبار   این سخن بر دلش امید گرانست هنوز
پردهٔ حسن ز شوخی ندریده است هنوز   صورت آئینه از شرم ندیده است هنوز
شهرت شوخیٔ حسنش نرسیده است بعرض   آنچه من میشنوم او نشنیده است هنوز
اضطراب دلش از خانه نکرده است برون   انتظارش بسر ره نکشیده است هنوز
همچو بوی گلش آشفته نکرده است نسیم   کوچه باغی ز دل چاک ندیده است هنوز
نرسیده است بکویش سخن شاه و گدا   قصهٔ لیلی و مجنون نشنیده است هنوز
اثری در دلش از نالهٔ پر دردی نیست   نعرهٔ بر سر کوئی نکشیده است هنوز

هیچ بیمی ز شب وعدهٔ فردایش نیست
حرف امید بگوشش نرسیده است هنوز

چون نماند بحیرت ابدی
چشم آئینه شد بروی تو باز

ز مردان پیروی کردن بنامردان نمیزیبد
شود هر کس مرید زال دنیا ، لعن بر پیرش

آشفتگان زلف تو ، از دود آه خویش
شبها نشسته اند بروز سیاه خویش

در خاطر هیچکس نیاید
از یاد تو هر که شد فراموش

شور لیلی کرد مجنون ستم کش را کباب
ساخت گرمیهای شیرین کوهکن را سنگ داغ

در دلم هست آرزوی نجف
بعلی میروم بسوی نجف

همچو شبنم امید کرد آن گل
اشک ما را بدامن خود پاک

شد حرف رقیب پیش او سبز
امید! بگو ، دگر چه حاصل

سپند و آتش و تمکین محال است
کجا عشق و کجا صبر و کجا دل

چه دانی لذت خون جگر را
سروکارت نیفتاده است با دل

صد رنگ حیرت از نگهم کرد گل امید
باغ و بهار عالم تصویر گشته ام

تیغ ابروی که من دیدم چه دور
ماه نو را کار اگر سازد تمام

انچه من ای کعبه میبینم ز دیر
بعد ازین باید ترا گفتن سلام

یار گفته : این سراپا بیم، کیست ؟
گفتمش : دیوانهٔ (امید) نام

گر باین رخسار خواهی جلوه کرد از طرف بام
کار ماه چارده خواهد شدن امشب تمام

بلبلان را چه نسبت است بمن
بیکی از هزار میمانم

گوهر بی بها چو اشک خودم
کمتر از هیچ قیمتی دارم

بزبان ها فتده ام (امید)
خاطرم خوش که شهرتی دارم

کنم با دوستان تا چند شکر دشمنی ها را
شکایت گونهٔ از دوستی با دشمنان دارم

برده حیرانی چو تصویرم ز خویش
رفته بر دیوار او چسپیده ام

بی سخن چون طوطی تصویر (امید)
حرفها داری که من نشنیده ام

رفت قاصد که برد نام مرا ، گفت : خموش!
این خط از نامه سیاهی است که من میدانم

رفتن از قهر بشب . آمدن از مهر بروز
عذر بدتر ز گناهی است که من میدانم

بخدا ! بزم تو هر چند بهشتی است ، ولی
دیدهٔ غیر عذابیست که من میدانم

چون شیشهٔ شراب که افتد ببزم یار
بی اختیار میشوم و گریه میکنم

دارم امید ! خنده بر احوال خود ، که من
امید وار میشوم و گریه میکنم

امید ازبسکه با ویرانه ها چون سیل خود دارم
بشهرم گر کسی گم کرد یابد در بیابانم

ای دل! بیا رفاقت آه سحر کنیم
چون کاروان اشک ز کویش سفر کنیم

بیرون چو از قلمرو ، ای شاه ! میروم
مانند خامه ، گریه کنان راه میروم

دل گرم جست وجو شده همچون سپند و من / با این ستاره سوخته همراه میروم
گشت رو گردان زبس آبادی از ویرانه ام / چون کمان حلقه، بیرون شد درون خانه ام
شب که شمع قامت او، بود در کاشانه ام / ماه چون پروانه میگردید گرد خانه ام
خاک بر فرق زندگی بادا / که بخاطر ترا غبار شدم
دل برنگ غنچهٔ کز گلبن افتد بر زمین / گر جدا شد از درت برخاک وخون غلطیده ام
از غرور حسن کمتر نیست استغنایٔ عشق / بیم بسیاری مرا از تست از امید هم
شوق گستاخانه زان لب بوسهٔ درخواست کرد / این گنه بر ما گرفت و از کرم بخشید هم
زخم دل را به نمک میدهم امروز قسم / که دگر لب نکند باز برای مرهم
بتار سبحه و زنار چندان عقدها دیدم / که بیزارم ز وضع شیخ و آئین برهمن هم
من وا مانده را چون نقش پا ' از ناتوانی ها / بکویت آمدن بسیار دشوار است و رفتن هم
گفتم که : بیک بوسه کنم کام تو شیرین / قربان دهان تو! بگو بار دگر هم
باد پامال تغافل کف خونم تا کی / ساید از رشک حنای تو کسی دست بهم
دنبال یار قافلهٔ اشک شد روان / ای ناله زود باش اگر همرهی تو هم
دیدم ، خبر از بوی وفا نیست، گلی را / چون طائر رنگ ، از رخ این باغ پریدم
روی تو که، دولتی است بیدار / مردیم و بخواب هم ندیدیم
شد مست و نداد بوسهٔ یار / این نقش بر آب هم ندیدیم
ما دولت صاف مشربیها / در میکده ها بهم رساندیم
لب خندان او را،بوسه ام شد مهر خاموشی / ستم کردم ، بفصل گل در گلزار را بستم
نمیترسم ز بسمل‌کشتن ای ترک جفا مشرب / تو گر خنجر کشی من نیز بسم الله میگویم
هر جا نمکی بود شرابیم / هر جا بمزه بود کبابیم
با زلف تو رشته ایست ما را / زان رو بکمند پیچ و تابیم
چون سیل ز شوریدگیٔ خویش در آغوش / صحرای جنون را چه قدر تنگ گرفتم
نرگس مستت باین صورت شود گر فتنه ساز / مردمان را گردش لیل و نهار آید بچشم
در میکده ، با ساقیٔ گلفام نشستیم / امروز ، بمرگ غم ایام نشستیم
نوایٔ جز خموشی بر نمیخیزد ز ساز من / بود در پرده همچون نالهٔ تصویر راز من
کرده ام تا گرم در بزم تو جای خویشتن / همچو شمع افتاده ام در شب بپای خویشتن
فصل گل مینا شکستم توبه کردم از شباب / منفعل گشتم امید از کردهای خویشتن
بنوش می که ' دگر نیست کار بهتر ازین / کسی چه کار کند در بهار بهتر ازین
مانند سبزهٔ که بروید بزیر سنگ / آگه نشد کسی ز خزان و بهار من
در کشتنم، تامل بیجا ، چه میکنی / مردند کشتگان تو ، در انتظار من

بمشتاقان جواب نامه‌ات را دیر می‌آرد   بدست آید اگر خون کبوتر، میتوان خوردن
رقیب دیده؛ ما هم بسرمه محتاج است   بخاک پای کسی، چشم را سیاه مکن
امید را بتو دل بستگی بود بسیار   مکن ز هجر دلش خون امید گاه مکن
روشن شود به پیش تو چون شمع سوز من   یک شب اگر تو هم بنشینی بروز من
چون غمزه دل بسحر نگاری نداده اند   جمعی که قصه خوان شده اند از رموز من
نیست دیگر جای حرف غیر تا گردیده ثبت   اسم تو نام خدا بر لوح دلها چون نگین
منشین دگر بهر خسی ای نو گل امید   خود را مکن زیاده ترین خوار بعد ازین
بیرحم دیده اند ز بس چشم یار را   برگشته اند آن مژه های سیاه ازو
روزش حجاب نور بود شب نقاب زلف   ما رو ندیده ایم غرض هیچگاه ازو
ریزد بخاک خون شهیدان بی گناه   کو جرأت کسی‌که بپرسد گناه ازو
امید شور حشر، یکی در هزار شد   فریاد از خرام قیامت فزای او
ای سرو خوشخرام! بیا راستی بگو   از ما ترا که گفت: که دامن کشیده رو
ای گل ازین زیاده سخن نشنوی چرا   یک حرف هم بیا ز هزاران شنیده رو
شاید ز حال ما برد، آن مست ناز، بو   ای اشک! ازکباب دل امشب چکیده رو
فرش است چشم منتظران همچو نقش پا   هر جا که میروی بخدا دیده دیده رو
پیر گشتی شراب، یعنی چه   داخل شیر آب، یعنی چه
گفتم که: رخت مه شده! گفتا: بشماچه   گفتم: چو هلالم ز غمت، گفت بماچه
بت من قدر دل بدان امروز   مالک خانهٔ خدا شدهٔ
تو که، از دل برون نیامدهٔ   این قدر شوخ از کجا شدهٔ
خالی از ذکرت ندیدم کعبه و بتخانه را   از تو ای جان جهان! شوریست در هر خانهٔ
کیستم دور از بتان افتادهٔ   کار دل صدره بجان افتادهٔ
رفته در هر گوشه گریان گشتهٔ   از نگاه مردمان افتادهٔ
قطرهٔ دور از سحاب رحمتی   بر زمین از آسمان افتادهٔ
دست خورشید بوصلت نرسد   ماه من کار تو بالا رفته
برنگ شبنم و خورشید تا نگه کردم   مرا چنانکه ندانم ز من ربود کسی
وقت آنست که از هجر تو چون ابر بهار   گریه جای کنم و ناله و افغان جای
داغ شوق تو بسر خار ملامت در پا   داده عشق تو مرا خلعت سر تا پای
غیر شمشیرت که گاهی پرسد از حال دلم   نیست دیگر ازکسی بر گردن من منتی
گر نمیبودی گرفتن ننگ بر اهل هنر   میگرفتم من هم از غیرت سر راه کسی
هرگز نمیشود بکسی آشنا کسی   آخر بگو چه کار کند ای خدا! کسی

همداستان بلبل تصویر گشته ایم — این کاش! میرسید بفریاد ما کسی
مکتوب شوق شسته شد از گریه، در کفم — بنویسد از برای کسی تا کجا کسی
پرسید یار کیستی (امید) گفتمش — بیدل کسی، اسیر کسی، مبتلا کسی
ببزم یار کجا میرسد پیام کسی — نمیبرد کسی آنجا ز ننگ نام کسی
سری داریم .از شور جنون چون سیل صحرائی — دلی داریم مانند خیال یار هرجائی
چوبو، در حلقهٔ زلف تو، شب تاصبح میگشتم — خوشا آن کوچه گردیها خوشاآن ذوق رسوائی
آن دم چو تار سبحه بصد راه میبرد — ای عشق! حق شناس، خدا را هدایتی
عرض نیاز سینه، صد چاک ما، بگو — ای دل! اگر بان مژه های رسا، رسی
در کعبه بشیخ و پیر و ملا بنشین — در میکده با یهود و ترسا بنشین
خواهی اگر آتشکده را سیر کنی — (امید) بیا و در دل ما بنشین
امشب که شکیب از دل بیتاب گریخت — از آتش امید چو سیماب گریخت
چون شمع مرا بی تو ز بس گریان دید — ترسیده که آبش نبرد آب گریخت
ای عشق! چه گویم بچها میمانی — درمان دلی بدردها میمانی
شوریده و شهر دشمن و صحرا دوست — ای سیل! بهاری تو بما میمانی
ای عمر! بیار بیوفا میمانی — ای یار! بعمر کم بقا میمانی
بازار کساد و بی خریدار و گران — ای گوهر شهوار! بما میمانی
من بندهٔ شاه دستگیرم چه کنم — من خود سگ آستان شیرم چه کنم
جز ساقیٔ کوثر نشناسم دگری — من مست می خم غدیرم چه کنم
بفکر موی میانت ز بسکه کاهیدم — ز هستیم اثری عشق درمیان نگذاشت
نه چون مه رمضان وضع شهر برهم خورد — هلال ابروی تو، دهر دید و برهم خورد
هوش از سر، صبر از دل، قوت از پا میرود — میروی! اما نمیدانی چه از ما میرود
تواضع پیشه در عالم بکار خویش می آید — کند هر کس که استقبال مردم پیش می آید

(۲۹ الف — ۳۲ الف)

نیز رک : نتائج الافکار (ص ۶۲ — ۶۷) مردم دیده (۲۷)

۲۳ - میرزا شریف الهام

ریاض الشعرا : از اقوام میر صبری اصفهانی ۱ بوده . از هندوستان آمده

۱- میر روزبهان صبری اصفهانی (رک : آتشکده ص ۱۸۴ ، حسینی ۱۸۶ ، شمع انجمن ۲۶۴ ، روز روشن ۳۸۶ ، نتائج الافکار ۳۲۲)

در سنه یک هزار و بیست و شش هجری (۱۰۲۶هـ) مراجعت با صفهان نمود. بحسن خلق و صفای طویت یگانه زمانه و مشهور جهان بوده. اوراست:

از خیال عشق، دل عزم رمیدن میکند حمله بر نقاش، این شیر از کشیدن میکند
گر شود گوشی که حرف بی صدا را نشنود از نگاه عجز فریاد گدا را نشنود (۱)
دل عبث لب بشکوه وا نکند شیشه تا نشکند صدا نکند (۱)
وعده گر یک نفس بود، عمریست بلک عمر این قدر وفا نکند
دین و دنیا را، بیکد یگر نیاید کار راست جامهٔ یک آستین برگشته چون پوشدکسی (۱)

(خطی الف)

مجمع النفائس: میرزا شریف الهام اصفهانی، از اقربای میرزا صبر یست. تولیت مزار فائض الانوار امام زاده قس‌علی - واقع در سرحد کندمان - اصفهان - بسلسلهٔ او متعلق بود. مدتی در هند بوده بایران مراجعت نمود ازواست:

خوشا دلی که، ز عالم کناره جو باشد چراغ خلوتش از، حفظ آبرو باشد
بآسمان نتوان طرفی از فغان بستن بزور چله نشاید باین کمان بستن
نتوانم از هجوم غم فزون گریستن می بایدم بگریهٔ خود خون گریستن

نیز رک: نصر آبادی (۳۰۲) نتائج‌الافکار (۵۳) صبح گلشن (۳۲)

۲۷ = اوجی رک: سفینه خوشگو (حرف الف) و گلستان مسرت

۲۸ = میرزا ایما رک: حزین (۱۰۰ - ۱۰۱) روز روشن (۸۵)

۲۹ = ایمن رک: روز روشن (۸۵)

۳۰ = شیخ عطاء الله باقی رک: صبح گلشن (۵۵)

۳۳ = ارسلان بیگ

مجمع النفائس: ارسلان تخلص، احوالش معلوم نیست. از اشعارش

۱- مجمع النفائس دارد.

در یافت میشود که بسیار خوش فکر است. از وست :

جز غم نکشاید در میخانهٔ ما را — یا رب! که نشان داد باو خانهٔ ما را
افسانهٔ ما، باعث صد گونه ملال است — آن به که کسی نشنود افسانهٔ ما را
مشک، گویند بخالش، سر دعوی دارد — این عجب نیست ازان هندوی مادر بخطا
ارسلان منزل پاکان بود آن کوی و خوش است — چشم پاک و نظر پاک و دل پاک آنجا
برادرم آستین اگر از چشم خونفشان — از دیده خون جدا رود، از آستین جدا
ما بادشاه کشور عشقیم (ارسلان) — داغ و الف نشانهٔ تاج و نگین ما
اجل یکسو نشین از بهر قتلم — غم نادیدن روی بس اینجاست
آرزوی یک سخن دارند خلقی زان دولب — لیک در دل ارسلان را آرزوی دیگر است
دل، پی ناوک مژگان کسی، افتاده است — کس چو من کشته بهر گوشه بسی افتاده است
درچمن ازشرم رویش ریخت چندان گل بخاک — کز ره او باغبان گلها بدامن برگرفت
انچه بر یعقوب، دور از ماه کنعانی گذشت — بر من بیدل، جدا زان یوسف ثانی گذشت
پی پابوس شیرین بیستون صد جو روان دارد — ز آب دیدهٔ فرهاد گاهی راست گاهی چپ
بروز حشر نمایند خلق نامه سیاه — چو (ارسلان) بدو چشم پر آب بر خیزد
گهی بعشوه کنی زنده، گه بناز کشی — تو خود بگو که: کس این شیوه را چه نام کند
دل که دران زلف وطن میکند — عرض پریشانی من میکند
غنچه که، در گوش گل، آورد سر — زان دهن تنگ، سخن میکند
دل، عمر ها ملامت فرزانگی، کشید — تا کار او ز عشق بدیوانگی کشید
جز شیوهٔ جور، آن ستم اندیش ندارد — رحمی که بدل داشت ازین پیش ندارد
بنشین نفسی بر سر بیمار غم خویش — کز هجر رخت یک نفسی بیش ندارد
وعدهٔ پرسش، ز لعل دلنوازش، داشتم — جان بنومیدی ز تن میرفت، بازش داشتم
پرسند گر ز ما که: غم کیست در دلت — جان میدهیم از غم و نامت نمیبریم
در آ یک شب، ای مه! بکاشانهٔ من — که چون روز، روشن شود، خانهٔ من
قلم تا بهر تحریر خط، آمد ازعدم بیرون — چو میم آن دهن، حرفی نیامد از قلم بیرون
بصبح عید، دیدم ابروی آن ماه سیما را — کسی کم دیده ماه نو که آید صبحدم بیرون
گر ز جیب غنچه داری دیدن گل آرزو — آن تن چون برگ گل از چاک پیراهن ببین
چو خضر مصحف حسن و خط غبار تو دیده — و ان یکاد، بران خط نو دمیده دمیده
چو دیدی آن رخ زیبا، نگوی قصهٔ یوسف — که دیده دیده بود (ارسلان) شنیده شنیده

گرد درت گشتی و کردی طواف کعبه اگر بال و پری داشتی
خسرو عشاق شدی کوه کن کز غم شیرین پسری داشتی
خواهم که بر سر آرم در حشر از زمینی کانجا نیاز یکره پا مانده نازنینی
مه از جمال تو دزدیده نور و پنهان شد فلک بتهمت آن آفتاب را بگرفت
پس از عمری که احوال من بیمار میپرسد نشسته بر سر با لینم از اغیار میپرسد
ز رخش نازء چو آن فتنه جو فرود آید سپاه فتنه بر اطراف او فرود آید

رباعیات

چون خاک ره ، ترا بتان وزن کنند بشنو ز من ای جان، که چسان وزن کنند
از ابرو و چشم خود ترازو سازند با سیم سر شک و نقد جان وزن کنند
بینم چو کمان ابروی جانان را خواهم که نشان تیر سازم جان را
او تیر کشد ز سینه و من گویم بگذار برای دل من پیکان را

(۲۳ الف)

۴۱ - میرزا محسن تاثیر

ریاض الشعرا : میرزا محسن تاثیر شاعر شیرین کلام و تازه خیال بوده . دیوانش قریب بده هزار بیت بنظر رسیده ، مشتمل بر اصناف سخن از مثنویات و قصائد و قطعات و غزلیات و غیرها . و الحق در کمال خویش دیوانیست . فکرش رسا و مضامین تازه در افکار ابکارش بسیار است . اصل از تبریز و منشاش محلهٔ عباس آباد اصفهان است . در بدایت حال بقدر تحصیل علم نموده ، در انشا و سیاق مهارت تمام داشته وخط شکسته را درست مینوشت ، و در حسن سلیقه وجودت ذهن ممتاز بوده . ادراک صحبت بسیاری از ارباب کمال نموده، از صحبت ایشان بهرهٔ وافر حاصل کرده بود . مدتی وزارت دارالعباد یزد با ایشان مفوض بود . در کمال بزرگ منشی ونظم و نسق سلوک نموده ، بالاخر ازان شغل تغیر و باصفهان آمده بمنزل خویش ساکن و اوقات را صرف عبادت و صحبت ارباب کمال مینمود .

چند سال قبل از سانحهٔ افغانان برحمت ایزدی پیوست . دیوانش متداول است . این چند بیت که در خاطر بود اکتفا نموده شد . اوراست :

هزار شکر که ، هنگام رفتن از در تو — چو استخاره نمودم باشک ، راه نداد
دهان زاهد افسرده همچو نامهٔ قتل — خدا کند که بهیچ آفریده نکشاید
نشاط باطن اگر نیست رنگ عیش مریز — که زعفران نکند خنده روی هندو را
(ردیف ت)

مجمع النفائس : میرزا محسن تاثیر از شعرای متاخر است . حتی که نصر آبادی احوال و اشعار او را در تذکرهٔ خود نیاورده ، ازینجا معلوم میشود که، او از شعرای عصر بادشاه شهید سلطان حسین میرزا صفوی علیه‌الرحمه است که از دست افاغنه شهید شد . و از کلام خودش ظاهر میشود که، او از تبارزه است واز بعضی مسموعست که مدتی وزیر دارالعباد یزد بود . لهذا تعریف اماکن متنزه تفت وغیره که از توابع یزدست بسیار کرده .

اختصار سخن، قریب چهل سالست که دیوان اواز ایران بهند آمده . اول پیش حکیم‌الممالک شیخ حسین شهرت رسیده ، ازان جا مردم نسخه‌ها بر داشتند . اکثر ابداع معانی تازه دارد . گاه گاهی قطرمایه نیز ازو سر بر میزند . درینولا انتخاب اشعارش نوشته میشود .

مـا بامید تفضل زندگانی میکنیم — آه اگر افتد بدیوان عدالت کا رما
بوی حقیقتی گرت عضر ره وفا شود — آب حیات بلبلان میشمری گلاب را
همت سرشارم ، از دریا کند پهلوتهی — چشم تا بر دست خود باشد حباب آسا مرا
بآتش دل ما ، عشق میزند دامن — اگر فسرده نشینیم خاک بر سر مـا
نه بهر شوق نگاری نه حضوری (تاثیر) — عشق کفری شده ، از دست مسلمانی مـا
هر خوبی گشته رعنائی ز رعنائی ترا — جامه خندد در بدن چون گل ز زیبائی ترا
بود خوبی پیش ازین، اما باین خوبی نبود — حسن از جان پرورد بهر خود آرائی ترا
ما را که جز مراد خلائق مراد نیست — کس نیست در جهان که نخواهد مراد ما
کاوش دشمن ترا در عشق محکم تر کند — سیل شد زنجیر آخر پایهٔ دیوار مرا

غم برفت از دل می بیغش بفریادم رسید
راحتم را چو نگین تنگی مسکن سبب است
گوشه گیری با حضور دل عجائب دولتست
جهان بعاشق جان سوز یک روش دارد
انصاف نیست باده نخوردن زما، که هست
خدا جو، هر که باشد! لب زقیل وقال میبندد
چون بمسجد رفتم از میخانه (تاثیر) آمدم
منکه دور از تو، دمی را گذرانم سالی
پستی نیست که میدان بلندی نکشد
بیکاریٔ جهان را راحت در آستین است
نی ز طالع یاریی ، نی جراتی ، نی جذبهٔ
دولت برگرد سر گردیدنی نزدیک بود
اگر ز هجر نمردم رسیده ام بسزا
گرفتم آشنائی بعد ازینم با تو در گیرد
دم رفو نگرد چون بزخم کاریٔ من
گذشت عمر و بجا مانده حسرت چندی
چو نقد داغ ندیدیم مال بیخطری
رنجیدن بیجایٔ تو، از من، چه سبب داشت
هر لحظه خورد بر دل عشاق برنگی
مائل ترا بغیر نخواهم وگر نه من
همین دلیل زبردستی صداقت بس
بیش از نفسی پهلوی دشمن ننشسته است
چشم و مژگان کنجش، هر که به بیند گوید
جایت ای پروانه خالی کامشب از ناز و نیاز
التفات تو اگر باد گران بسیار است
بسکه لبریز از هم جانی جهانی گشته ام
هیچ، گر ز تو خورسند گشته ام، چه عجب
سالها شد کز دیار عشق مردی برنخاست
ربط عشاق آن چنان آمد که از یکتا دل
پی تعمیر دنیا ، ترک دنیا میکند زاهد

چاره آخر آب گردش کرد بیمار مرا
هست از چار طرف تکیه بدیوار مرا
دانهٔ دام هما کن دانهٔ نارسته را
همیشه موسم گرما بود سمندر را
چشم هزار جام لبالب بدست ما
نمیباشد درایٔ کاروانی راه دریا را
گاه رجعت به بود تغییر دادن راه را
از چه ، یکروزه جدائی نکند پیر مرا
منزل از چاه بتخت است مه کنعان را
یوسف بدلو دارد دست کشیدهٔ ما
میبرد گاهی طپیدنهای دل ، سویش مرا
چرخ بی انصاف دور انداخت ازکویش مرا
که سخت جانیٔ من ، سنگسار کرد مرا
که بر سر میبرد ایام طاقت آزمائی را
بجای رشته بگردد بچشم سوزن آب
سفینه رفته و رختم بساحل افتاده است
عجب زریست که چون سوخت باز دردست است
گر از تو، من آزرده شوم؛ بی سببی نیست
گوی پر غیرت ز پر بوقلمون است
بیزارم از کسی که دلش مائل تو نیست
که راست را بزبان چون دروغ نتوان بست
یاری که مرا بود همانست و همان نیست
دست بیمار مگر زیر سر بیمار است
درمیان ما و جانان خوش حکایتها گذشت
این قدر هست که بامن کم آن بسیار است
هر که خون من بریزد قتل ماهی کرده است
محبت تو، بدل جای مدعا نگذاشت
سنگ و تیغ بی ستون مهر است تا فرهاد رفت
قبر مجنون گر شگافی کوهکن پیدا شود
درین آبی که شوید دست گل در آب میگیرد

همدم غیر شوی شب ، همه شب باده خوری / روز چون میشود ، انکار چه معنی دارد
میان عاشق و معشوق یکرنگی چنان باید / دران محفل که من خون میخورم او باده مینوشد
در طریق عشقبازی پا کشیدن خوشتر است / ره نوردی را که از پا خار میباید کشید
دست شوقی را که در گردن حمائل داشتم / این زمان از دامنش ناچار میباید کشید
چشمم چو رکاب در پیش بود / روزیکه که سواری نیش بود (۱)
با ما ، دل ما ، نکرد خیری / یارب ! نظر که در پیش بود
امروزی نیست بیوفای / با ما دل مهربان کیش بود (۱)
چو دل افسرده میگردد ، تن از کردار میماند / دران کشتی که باشد مرده از رفتار میماند
آن قدر حوصله ات شرم محبت دارد / که دمی درد دلی گویم و او گوش کند
اسیر الفت بیدرد و همدم چندم / که گر ز درد تو میرم ترا خبر ندهند
گل شگفته ، ببانگ بلند میگوید / که ناخن گرهٔ دل لب خموش آمد
هر کس ، بشیخ شهر ز شیطان برد ، پناه / از دزد هر چه مانده ، برمال میدهد
سال و مه خوبست باهم دوستداران سر کنند / زندگی چون روز و شب از عمر یکدیگر کنند
کشیدهٔ صد ره ز طوق قمری سرو / رعونت از قد موزون او گدای کرد
باین حالت گرم دشمن به بیند میکشد رشکم / سرشکم رنگ او دارد حدیثم بوی او دارد
زین پیش چرخ آخور آب و علف نبود / گیتی که بود مکتب دانش طویله شد
دل آن نگاه بی صف مژگان نمیبرد / عاشق شکار لیلی ما با قبیله شد
بمردن نیز نتوانم ازو قطع نظر کردن / چو آن چشمی که اعمی را بمال دیگران باشد
از تو قبیله به نکوئی مثل شود / چون پیش مصرعی که زمین غزل شود
کرشمه ناز و ادا دلبری چه چیز ندارد / همین میانه عشق و هوس تمیز ندارد
بقاصه احتیاجی نیست بیتاب محبت را / که قمری سوی سرو از خویش مرغ نامه بردارد
اگر از خای عنان شرم زلیخا نکند / نگهت از مصر محالست بکنعان آید
ساقیا ! صاف ترا مرد مصافی نبود / آنقدر باش که تاثیر بمیدان آید
ز من زنهار بیرحمانه ، ای باد صبا ! مگذر / که نخل سبز من چون شمع یک برگ خزان دارد
کردند کوچ شوق و شباب و دل و دماغ / تاثیر حیف همره این کاروان نشد
مهوشی گرم خدنگ افگنی مژگان است / تیر ماهی عجبی باز بما میگذرد
حلوای آشتی حرم و دیر خورده اند / دیدیم سبحه از پی زنار میرود
روزی که ، مجرمان خود آزاد میکنی / تاثیر از ره تو بیاکراه میرود
ز آستان تو ما را خدا جدا نکند / اگر رقیب تمنا کنه خدا نکند

۱- تذکره حزین دارد .

تو گلی کز وی بدل دارم الف ها یادگار   نرگسش دارد قلم از سرمهٔ دنباله دار
همین به تیغ ستم قتل عام میدانی   گناهکار ندانی ز بیگناه هنوز
جوشن خط ز نظر حافظ رخسار تو بس   آیة الکرسی خط تو نگهدار تو بس
گم گشته ز تنگی دهنش همچو میانش   ترکیبست ازان مصحف رخساره دهانش
عکس لب میگون که در جام فتاده   خم گشته صراحی که ببوسد لب جامش
جلوه قمری شود از سر و قد دلجویش   از سیه مستی خود سرمه کشد آهویش
پیش حسن خود نظرباز است دائم دیده اش   تیر عشقی خورده از مژگان بر گردیده اش
بروی تو چو نباشد نظر چه بیداری   بپای تو چو نباشد سرم ز خواب چه حظ
با یار چه گفتند که امشب باسیران   گاهی بغضب بیند و گاهی بتلطف
آن روز که شد مذهب (تاثیر) محبت   زاهد به تشیخ زد و صوفی به تصوف
دارد نه هوای او سر گشته همین ما را   لا جرعه کشید این می دریا ز حباب اول
طاقت چو پهلوانست از جای بر نیائیم   صبر و تحمل از ما ، از آسمان تغافل
ما چون کتاب ببهده، گویا نمیشویم   تا همدمی بما نرسد وا نمیشویم (۱)
بسکه بر من دور ازو هر لحظه سالی بگذرد   محنت امروز من باشد غم دیرینه ام
ای رقیب ! انصاف میخواهم کدامین بهتر است   خواری اسال من یا عزت پارینه ام
بر ما چه ستمها که نرفت از تن خاکی   چون ریشه دویدیم و بجای نرسیدیم
تنگدستی را نهان از خلق کردن خوشتر است   قفل بر در میزنم خالی است چون گنجینه ام
صافدل هرگز بچرخ بی مدارا نیستم   بادهٔ کلگونم و همرنگ مینا نیستم
غم بی دلبری، بسیار بی آسائشم دارد   گر آتش طلعتی میبود چشمی گریه میکردم
آب و هوای شهر، بما سازگار نیست   از خانقاه رخت بمیخانه میبریم
گرچه از نیکان نیم ، خود را به نیکان بسته ام   در ریاض آفرینش رشتهٔ گلدسته ام (۱)
در طلب همچو شکوهٔ عاشق   بهر انجام نیست آغازم
در مصاف درد و غم چون درمیان دامن زدم   یا جهاد العشق گفتم بر صف دشمن زدم
تکمه ام در آستین تسبیح چشم بلبل است   تا کدامین شاخ گل را دست در دامن زدم
جادهٔ شد راست، از کنعان بیتابی بمصر   دلکشا چاکی که در هجران به پیراهن زدم
بروی غیر اگر قصد یک نظاره کنم   همان بمصحف روی تو استخاره کنم
محفل بکام حیرتیان تاملست   ساقی بیا که بیخبری را خبر کنم
مستی اقبال بالا تر نمیباشد ازین   با همه بیماری از چشم تو ما افتاده ایم
ناصح فتاده چون نی قلیان، نفس دراز   تا چند تلخ گوید و تا کی فرو برم

۱- تذکره حزین دارد .

(تاثیر) دل خسته باین ناز فروشان   بی منفعت بوسه مسلم نفروشم
خوشا سعادت روزی که دیده در کویش   تهیه کرد چنان بارشی که شب ماندم
میشناسیم نکو حق نمک را زاهد   نیم بسمل دو سه گامی پئی قاتل رفتیم
دیروز نه این بودی و امروز نه آنی   با ناز چه گفتند نصیحت بحرامان
با او ، دگری دیدی و (تاثیر) نمردی   گشتی تو هم از جمله غیرت بحرامان
رقیب بد صفت و ساده لوحی تو ببین   دگر برای چه زور است بد گمانیٔ من
نازپروردی،که (تاثیر) ازوجودم، عار داشت   همره نعشم روان شد کامرانی را ببین
لباس عاریهٔ زندگی که از ما نیست   رهین منت صد کس نمیتوان کردن
بقاتلیست امیدم که رستخیز شود   اگر بخاک بریزند خون بسمل او
گر با عذار لاله‌گون، مستان ز گلشن بگذری   روی تو، میگوید بگل: یا جای من یا جای تو
آسودگی کجا است ، ندانم مکان تو   عنقا مگر خبر دهد از آشیان تو
صد خدنگ غمزه، زان ابرو کمان آید بدل   بر نگرداند اگر بر گشته مژگانش، ز راه
بی چشم درو تری ز تو ای باغبان کجاست   گل چیدهٔ و شرم ز بلبل نه کردهٔ
الهی ! اتفاق صحبت با یار دیرینی   دل جمعی، کناری همزبانی، شعر رنگینی
خوش مصرعی بمصرع حسن آفرین رسانده   قدی باین رسائی ، زلفی بدین درازی
زبانی، درد دل گفتن، که دارد   شود روزی که خود فهمیده باشی
هر چشم تو با چشم دگر زان خم ابرو   بند است چو مستی که کشد تیغ بمستی
سلامم میدهد جانان و چون غیراست همراهش   چنانم میخلد در دل که دشنامست پنداری
ز بس در آشنائی شیوه ات بیگانگی دارد   توان گفتن ترا در خانهٔ خود نیز مهمانی

اشعار متفرقه

خط خوبان غنیم عاشق پر آرزو گردد   که یارب کرده عریش که مصحف خصم او گردد
ببین معاینه آن شوخ چار ابرو را   گر آن فرشته ندیدی که چار پر دارد
چون گل آخر که در صحن گلستان را شود   همدمان رفتند و مارا چشم حسرت باز ماند
دارم از طفلی بهر کاری کمال احتیاط   در کنار بام پنداری مرا پرورده اند
دور خط هم کس وفا باور ازان دلبر نکرد   جامه‌ازمصحف رخش‌پوشید و کس‌باور نکرد
گرنه از حدت خورشید رخت رنجور است   ماه از هاله چرا شال بگردن دارد
کمال من شود عیبی که از من مدعی گوید   چوآن لالی که میسازد کسی حرف از زبان او
بود پوشیدهٔ رنج تیره بختان   چو خون مرده در اعضای زنگی
بدل هست چون بحر صد کوه دز دم   نیارم ز غیرت برون از بزرگی

رباعیات

نبود چو علی راهنمای دیگر جز خاک نجف مخواه جای دیگر
عزم سفری کن که دعای تو شود گر خصم بگوید که نیائی دیگر
با تفرقه فیض صحبتی نتوان برد راهی به بساط عزتی نتوان برد
تالب بی بوسهٔ جمع شد دانستم بی خاطر جمع لذتی نتوان برد
گرمست ز جام بادهٔ خواهی شد غارتگر خانوادهٔ خواهی شد
با خویش اگر قرار تتلم بدهی معشوق قرار دادهٔ خواهی شد
هرکس دل پاک و جان آگه دارد دست. از سخن بیهده کوته دارد
کجهای ترا براستی پر دازند گر حرف تو چون نقش نگین ته دارد
تا پست و بلند عالم تشویش است جوید چه تفوق آنکه دور اندیش است
در کام دگر یقین بدنبال افتد پای تو گر از پای دگر در پیش است
رفتیم برون ز عالم دون رفتیم از غمکده سپهر واژون رفتیم
آفاق ز مردان خدا خالی گشت تمام زبانه گشت بیرو نرفتیم
در دیده نا قصان خزف چون در است گر ذائقه کامل است حق کی مراست
سازند کمال نقص را اهل کمال چون آب دهن که کمتر از کر کر است
عهد است که هر سخنور فهمیده بزم سخن آرائی خرد برچیده
از گرد کسادی سخن بتوان کرد خاک اندازان معنی دزدیده
نه همین بلبل بیدل ز غمت مست شده است گل‌هم ازدیدن رخسارتو از دست شده است
دوش خورشید مرا میل خود آرائی بود دگر آئینه ندانم چه بروز تو گذشت
مدهی بی حساب میگوید داخل هیچ جمع و خرچی نیست

(۱> ب — ۳> ب)

نیز رک : نصر آبادی (۱۱۹ - ۱۲۰) آتشکده (۱<۵) شمع انجمن (۹۸) و مجله دانشکده تبریز (سال اول ، شماره اول ، ۴۷ - ۵۲) تذکره حزین (۲>)

۴۵ ـ میرزا فتح علی بیگ تسکین

رک : سفینه خوشگو (حرف ت) و روز روشن (۱۳)

۴۶ ـ شاه رضای تسلیم اصفهانی

تذکره نصرآبادی : از خراسانست . مرد درویش است اندکی زبانش میگیرد . الحال در کشمیر است از مریدان میرزا حسین سبزوار یست ، و در بقعهٔ او میباشد . شعرش اینست :

نه آهی نه غمی نه نالهٔ نه داد و نه فریادی — نکرده هیچ کس برخود چنین ظلمی و بیدادی
زبال افشانی پرواز و رنگ خود ازان شادم — که گاهی از شکست شیشهٔ دل میدهد یادی
پیش از ایام سر زلف تو، ای جان جهان — این قدر جمع نبودند پریشانی چند
(۶۰۱)

۳۸ - مولوی ملا رحمت الله تمکین

رک : صبح گلشن (۹۱)

۳۹ - عبداللطیف تنها

مجمع النفائس : عبداللطیف خان تنها بدین تخلص دو کس گذشته اند . یکی خان مذکور دوم سعیدای حکیم ، که اشعارش نوشته خواهد شد . بالجمله خان مسطور، پسر همشیره و شاگرد مرزا جلال اسیر شهرستانی است . از ایران بهند آمده، مدتی بود . چندگاه دیوانی صوبه کابل داشت ، در عهد محمد اورنگ زیب عالم گیر پادشاه . خیلی زاهد و صالح متورع متفرد کم اختلاط شخص بود . بعضی از یاران مخصوص او، با فقیر ملاقات نموده نقل میکردند که : با همه ورع ، بسیار دردمندی وشکستگی داشت . چنانکه محمد علی تمنا که از دوستان و رفیقان او بود ، روزی شراب خورده بر سجاده او قی کرده ، ملازمان خواستند که بعنف پیش آیند ، خان منع بلیغ فرمود و گریه بسیار برو مستولی گشت که ، اینها اشارتست بدانکه این همه تقوی و زهد تو قابل چنین چیزهاست (رحمهٔ الله علیه) . عجب مرد بزرگواری بود . حاصل سخن در اغلاق معنی سخن را بجای رسانده بود که ، اکثر سخن سنجان او را، بیمعنی‌گو قرار داده بودند . الحق داد دقت داده درین صورت فکر او هم، از منهج ادراک دور می افتد . دو کس از شاگردان او در هندوستان طرز او را سنهٔ الاولین گمان برده متتبع شده اند . یکی

نصرت الله خان نثار و دوم محمد نظام معجز . اگرچه نثار کار از استاد گذرانیده قریب صد هزار بیت از جنس غزل و قصیده و مثنوی و رباعی گفته ، چنانکه در باب نون اشعار او نوشته خواهد شد (انشاء الله تعالی) . الحاصل عبد اللطیف خان اکثر بمزه حرف میزند. دیوان مختصری دارد قریب یکهزار و دو صد بیت . درینولا انتخابش نوشته میشود. ازواست :

هلاک طرز خرش دل که از طپیدنها / فریب آمدن یار میدهد ما را
خراب مستی چشم کسی شوم (تنها) / ببین که باده چه هشیار میدهد ما را
(تنها) نتاده قلعهٔ افتادگی بلند / کوتاه باد دست غنیم از حصار ما
جز بکشتن نشوند اهل جهان صاف بهم / صیقل آئنهٔ گرد صف جنگست اینجا
طلسم صاف آئینه نشکند گردم / غبار کینه ندارم بجان دشمنها
هلاک شیوهٔ آزادگان عریانیم / که سر بجیب کشیدند و پا بدامنها
باید تمام پنبه شود گوش در بهار / پند خوشی است این سخن از نسترن مرا
بس باشد ای جهان ز سفید و سیاه تو / صبح بهار و سایهٔ ابر چمن مرا
بود ببحرّ جهان همچو کشتی باده / متاع آتش سوزنده در سفینهٔ ما
خداوندا ! رسای تا بلب ده نالهٔ ما را / بکن پیکان تیر آه ما تبخالهٔ مارا
کی گفته ایم ، گل برخ او برابر است / بلبل ! عبث دروغ مگو ، از زبان ما
بلبل چنین که شعلهٔ آواز میکشی / زخمی بکن بخار و خس آشیان ما
دانم گران بخاطر یار است رحم تو / گر لطف میکنی پی آزار ما بیا
مگر دانسته از شور چه کس آشفته دستارم / که با من داشت گل امروز دیگر سرگرانیها
دگر بجان تمنا بگو چه خواهی کرد / ستم شریک جفاهای روزگار بیا
گل پیاله بسر میزنیم زاهد را / درین بهار ز می منع گر کند ما را
بگلستان جهان چون شگوفهٔ بادام / ثمر نظارگیان راست چشم بستن ها
دارد همیشه یاد از او منفعل مرا / کز رنگ سرخ کرده به پیشش خجل مرا
خط دمید و ناز او را رخصت بازی نداد / شب شد این عید و معلم از دبستان برنخاست
ناصح مرا ز عشق بتان منع گر کند / (تنها) جواب گفتن او نا شنیدنست
پرواز من باوج طپیدن نمیرسد / زان ناز او بکشتنم از خاک بر نداشت
ساقی هزار مرتبه دست سبو گرفت / ما را به نیم جرعهٔ می‌از خاک بر نداشت
پهلوم را شوخی تیغش چو جاویدان گرفت / آن قدر خندید زخم من‌که دل از کار داشت

یکروز باده کشان بود وحشتی گفتند / ز خانوادهٔ خم بادهٔ دو ساله گذشت
بی تو از نالهٔ من کوه پر از آواز است / سنگ در عشق تو چون تیغ مرا دمساز است
قسمت از چرخ شود ناله سیه بختان را / آنچه گیرد ز کسی سرمه همین آواز است
دنیا گذشتگان همه غرقند در جهان / مانند رشتهٔ که ز گوهر گذشته است
یارم بکنج غمکده تنها نشاند و رفت / گفتم که من غبار تو دامن نشاند و رفت (۱)
نیست روشن اگرچه میسوزد / دل من چون چراغ تصویر است
در محبت صبر مارا اضطرابی داده است / رشته چون پرتاب شد بیتاب می آید بچرخ
میخواستم ز سرمهٔ چشم تو بشنوم / کامشب صدای نالهٔ من تا کجا رسید
از دامن بدولت دنیا فشانده ام / گرد است سایهٔ که ببال هما رسید
از نام خدا نام خدا شور بر آرید / آقای کسی بنده نواز است به بینید
بس است راحت دل بی رخش بس است / بهار رفت دگر بعد ازین چه خواب کند
در رهش غیر گرمیٔ رفتار / آتشی کاروان نمیباشد
خوب چیز است دوستی (تنها) / حیف کان، در جهان، نمیباشد
خوش تماشا است چو دیوانهٔ عریان ترا / وقت بیطاقتی جامه دریدن برسد
دست و پا باخته بسمل شدهٔ نازکسی / چه قدر جان بکند تا بطپیدن برسد
زبسکه خار درو جمع گشته آبله ام / براه عشق شباهت بآشیان دارد
شد از جنون بحلقهٔ زنجیر کار تنگ / گویا که عشق روغن بادام میکشد
در بزم بی تو دوش ز تاثیر ناله ام / چشمی که تر نگشت همین چشم جام بود
نامهٔ پاره، بما باز فرستاد، بگو / بر سر کوی تو، یک رخنهٔ دیوار نبود
فصل بهار رفت و ز یاد رخش هنوز / بخت مرا فسانهٔ گل خواب میبرد
جانب گلشن به ترتیب دماغم میکشد / خار خار صحبت بلبل بباغم میکشد
همچو طفل‌کو بروی نقطه سازد خط درست / زخم شمشیرش الف بر روی داغم میکشد
در خون طپید بی تو ز بس جسم لاغرم / عکس الف بسینهٔ آئینه میکشد
طالعی چون سایه دارم کز گلستان جهان / جلوهٔ نازک نهالان خاکمالم میدهد
نوبهار آمد که بازم، از جنون رسوا کند / با چراغ گل، من گم گشته را پیدا کند
در بهاران هر جمادی برگ دنیا میکند / کوه این موسم زر گل از کمر وا میکند
نشان عیش در اوراق دهر نایابست / ازین کتاب غلط کس چه انتخاب کند
خاطری دارم ز چشم گرخان رنجور تر / بادهٔ میخواهم از شور جنون پر زور تر
بهر الفت های مردم خانهٔ کردم بنا / اندک از نزدیکی دلها بدلها دور تر

۱- مرآت آفتاب نما دارد.

بتی دارم که بر بالای چون سرو دل آرامش — قبا چسپان بود از بسکه شیرین است اندامش
چنان بالیده بر خود از خیال نسبت روی — که تنگی کرده بر اندام گل پیراهن رنگش
بی داغ عشق خون رود از چشم دل مرا — آید بگریه طفل چو خاموش شد چراغ
انیس دردم و با ناله گفتگو دارم — نگاه حسرتی و گریه در گلو دارم
بگرد خامشیم سرمه کی رسد (تنها) — شکایت از ستم چشم مست او دارم
در آتش میطپم بی سایهٔ مژگان چشم او — دوا از برگ بید و بستر بیمار میخواهم
بپرس از آئنه گر باورت نمی آید — که از خیال تو در دل چه گلشنی دارم
ناقابلان ز تربیت ، آدم نمیشوند — حرفی بگوش سیلی استاد میکشم
ز دوستی چه توقع ازین ز یاد بود — هزار شکر که چون یار دشمنی دارم
این رنگ باده نیست برویم که جای می — خجلت بسی ز ساغر و مینا کشیده ام
هر گه ببزم آن بت بد کیش میروم — از خود همیشه یک دو قدم پیش میروم
یاد ایامی که شور بحر پر طوفان عشق — حلقه بر گرداب میزد بر در ویرانه ام
بسکه الفت کم بود در عهد ماصورت پذیر — خانهٔ آئینه را صحرا تصور میکنم
مانند شانه از خم گیسوی پر گره — مشکل که از فراق تو شب را بسر برم
مردن اگرچه بود ز بلبل بجا ، ولی — بایست یک دو قطره ز گلها گریستن
الفت برای کام بکس نیست کار من — درد سر پیاله دهد کم خمار من
شهرت نشد ز نقش نگین هم بکام من — کز ننگ من بسنگ فرو رفت نام من
مرحبا ! ای توشهٔ ره تازه خاطر مرحبا! — ای دل بی صبر من ! ای ناشکیبای کسی
همچوعکس در شکنج موج عمری زاضطراب — انجمن از وحشت خود داشت تنهای کسی
پنجه در پنجهٔ جانان کرده است — شوخیٔ رنگ حنا را دیدی

قصائد

چو خواب عالم طفل شبم بیاد آمد — ز چشم دل شکر و شیر گریه میکردم
نمانده نم ز جفای تو بسکه در جگرم — ز خون غیر چو شمشیر گریه میکردم
ز طفل نوش لبی تا بریده اند مرا — تمام شیر چو انجیر گریه میکردم
بزار شکر بمهمان سرای محنت و درد — گرسنه چشم نیم سیر گریه میکردم

(۶۸ ب - ۶۹ ب)

مرآت آفتاب نما : تنها ، نام وی عبداللطیف خان همشیره زادهٔ و شاگرد میرزا جلال اسیر است . در عهد اورنگ زیب بادشاه از ایران

بهندوستان آمده . دیوانی صوبهٔ کابل و کشمیر و لاهور نموده . بسیار صالح و خوش نویس بود :

(۱۶۸ ب)

رک : کلمات‌الشعرا (۲۰) تذکره حسینی (۶۸) شمع‌انجمن (۹۸) سفینه خوشگو (حرف ت) بزرگ (ط (الف) ۱۶۹) و نتائج‌الافکار ۱۲۸ ــ ۱۲۹

۵۷ ـ میرزا محمد قلی جم ۰ رک : روز روشن (۱۵۵)

۵۸ ـ میرزا فتح‌الله جناب

رک : شمع‌انجمن (۱۰۷ ــ ۱۰۸) آتشکده (۳۸۶) روز روشن (۱۶۵) مدرس (الف ، ۲۸ ــ ۲۸۱) و نتائج‌الافکار (۱۶۰ ــ ۲۶۱) فرهنگ سخنوران (۳۷)

۵۹ ـ میرزا ارجمند بیگ جنون

مجمع‌النفائس : ارجمند پسر دوم عبدالغنی بیگ قبول . سابق آزاد تخلص میکرد ، بعد ازان جنون قرار داد . تلاش معنیهای بسیار داشت . از کشمیر که آمده در خدمت نواب مرحوم علی اصغر خان برادر ... جناب عفت و عصمت مآب کوکه صاحب رحیم‌النسا بیگم بسر میبرد و عمر گرامی در خدمت ایشان صرف نمود . چندی او و برادرش گرامی با فقر همطرح بود . از غزلیات او این وقت بخاطر نیست مثنوی در تعریف دسترخوان و اطعمه نواب مغفور و مبرور گفته ، نوشته میشود :

وه چه نان قوت دل و قوت جان ورق نقره ز سیماش عیان
حبذا نان مرصع پوشش که گذشت آب گمر از دوشش
میده‌اش بیختهٔ نور قمر روغن اندوختهٔ شیر سحر
قند از شیرهٔ جانها دارد آب از شهد روانها دارد
سیم و زو بسکه باو یار شده است شیره اش شربت دینار شده است
میدهد روح بجانها شیره خوانده آب خضرش همشیره
وصف او میبرد از دست عنان هست این نان زر اندود چنان
که نظر کرد بر او تا خورشید نان شب ماندهٔ خود را دز دید
ورق نقره برویش تا دید صبح ، از شرم نگردید سفید
وقت خوردن چو ز هم میپاشد همچو خورشید زر افشان باشد

در تعریف نواب مذکور

جم ز خوان کرمش لذت جو است عاشق قیمه سر موری اوست
شده در عهد تو زر پاشی عام نرگسی از زروسیم است طعام
ریخت از بسکه ز دست زر تاب مرغ زرین شده زان مرغ‌کباب
شد چو آوازهٔ جودت بسیار گشت تاهمت تو خوان سالار
کسی از جوع نباشد بیتاب پر بود تا شکم مرغ کباب
نه فلک مجمع اختر شده است کاسهٔ دال مقشر شده است
پیش نان تو ، چو طفلان بخوشی کرده نان ورقی جزو کشی
بسکه دست تو برو زر پاشد رشته ات خط شعاعی باشد
گر ازین رشته خورد شیخ دغل رود از خاطر او طول امل
نیست یخ برق در خشنده بود که فروزان شده از ابر نمد
هست صد بار به از سیم نداب چقدر خوب بر آمد از آب

(۲۷ ب)

رک : سفینه خوشگو (حرف ج) صبح گلشن (۱۰۹)

و سفینه هندی (۱۲)

۶۰ - میرزا جوهری

مجمع النفائس: مرزا مقیم جوهری تخلص . پدرش زرگری کردی .

بسبب علو همت سرش بدان فرو نیامده بتجارت مشغول شد . مکرر بهند آمده وچون این ملک غریب نواز است ، سامان بسیار بهم رسانیده ، در صفاهان رفته فوت شد.

فقیر آرزو ـ سفینه ـ دیده از میرزا جوهری مذکور ، که دو مرتبه بایران رفته و بهند آمده . اشعار جمیع شعرای آن عصر بخطهم در آن مرقوم است . حتی که دو بیت بدستخط سلطان داراشکوه نیز رقمی بود . و محمد قلی سلیم ،جای که اشعار خود دران - نوشته، در آخر ابیات نگاشته که : برای خاطر میرزا مقیم جوهری این جواهر پارهٔ چند صرف شد :

قدر زر ، زر گر بداند ، قدر جوهر جوهری!

اتفاقا مالک بیاض مذکور، برای نوشتن اشعار ، پیش شعرای دهلی نیز میفرستاد . ازین جهت پیش فقیر نیز آمده بود . من هم چند شعر خود را دران نوشته ام . از وست :

دلیل فائده خامشی بس است همین   که چون زبان بگزیدی نمیگزد زنبور

در مذمت اسپی گفته :

نصیب ، قسمت من کرد ، جوهری ! اسپی   که نیست روزیٔ او جز سکندری خوردن
رود چو آب ، فرو در زمین ، ز بار گران   اگر کند گذر، از زیر نخل سایه فگن
اگر گره بزنم بر دمش ، ز کثرت ضعف   بسان رشته تواند گذشت از سوزن
ز بار ضعف سر از جایٔ ، بر نمیدارد   عنان بدارد ، اگر دست لطفش ، از گردن
سواریش من افتاده راز پا انداخت   روم پیاده بحج را شود گر از سر من

(ص ۸۲ ب)

۶۴ - میرزا اسمعیل حجاب ۰ رک : روز روشن (۱۶۷)

۶۵ - نواب حفظ الله خان

رک: تحت جویایٔ تبریزی در تذکرهٔ شعرای کشمیر، تالیف نگارنده .

۴۱ - شاه خاشع

ذلستان مسرت :

از آب زر نوشتن مضمون بد چه سود
پوشیده نیست عیب کسان از لباس زر
با گردش چشم نسبتش نیست
هر چند که دور دور جام است
دندان چون گهر را از پان نکرده رنگین
مرجان ز عکس لعلش یاقوت آبدار است
نه مهر و ماه بود در بدر ز رخسارت
ز شرم آب گهر شد بوقت گفتارت
با تو سخن بوسه چه گفت و چه شنود است
کز موج نفس لعل تو یاقوت کبود است
نیست فارغ در جهان از دست دونان هیچکس
بحر سیلی میزند بر روی خود از دست خس
تکلم ایهام همدمان را قطع میسازد
که دائم گفتگو را لب ز یکدگیر جدا دارد
هیچ کار زاهد ما ، حسبةً لله نیست
این ریاضتها که میبینی برای جنت است

رک : روز روشن (۱۹۴) و صبح گلشن (۱۴۸)

۴۲ - امتیاز خان خالص

ریاض الشعراء : سید حسین خالص ، در زمان عالمگیر بادشاه از ایران بهند وارد شده ، بتدریج ترقی نموده بدرجه امارت رسیده و بخطاب امتیاز خانی علم امتیاز بر افراشت . همیشه اوقاتش باهل کمال بسر میرفت و در حسن خلق و علوهمت مشهور بوده . آخر اراده زیارت عتبات علیات نموده از هند برآمد و دویست (لک) روپیه بر سبیل زاد باخود داشت . در عرض راه خدا یارخان زمیندار سند سید مظلوم را شربت شهادت چشانیده بر اموالش متصرف شد . دیوان (۱) را ، آن مرحوم قریب بسه هزار بیت است. این چند بیت از وست :

افتادگی دلیل فنا شد برای ما
این راه را نمود بما نقش پای ما
محض حرنیست که رفت است ازان کو خالص)
بسکه لاغر شده از دیده نهان است این جا

---

(۱) یک نسخه دیوانش ذخیره انجمن ترقی اردو دارد . و برائے - مثنوی گلستان خیال - در وصف اورنگ آباد. رک : مقالات محمد شفیع لاهوری صفحه ۵۰ — ۵۸ .

پر نخواهد آمدن این محتسب شهر از شراب ... میرسانی گر زمین خانهٔ ما را بآب
از رنگ حنائی تو، نه امروز کبابم ... عمریست که از دست تو خون در جگر ماست
دی بگفتی که، ترا حال ز هجرم چون است ... جام می، بی تو بدستم قدح پر خون است
گاهی اسیر زلف و گه آشفتهٔ خطم ... هر لحظه در سرم سر سودای دیگر است
درون سینه بانداز کوی دوست دلم ... چو مرغ قبله نما در کمین پرواز است(۱)
بکف آئینه چو خوبان خود آرا گیرند ... سر راهی بخود از بهر تماشا گیرند
عوض بوسه، نکویان، دل و جان میطلبند ... داده اند انچه بما کاشکی از ما گیرند(۱)
بمراد خود نشد خون، بکنار گم شود دل ... بچه کار خویش آید، که بکار ما نیاید
دیوانه براهی رود و طفل براهی ... یاران مگر این شهر شما سنگ ندارد
به پیریها مرا اسباب رسوائی مهیا شد ... قد خم گشتهٔ ما حلقهٔ دام تماشا شد
این گرد که برخاسته می آید ازان کو ... یارب ز دل ما چه خبر داشته باشد(۱)
بلبل تازه بدام آمده ام، ای صیاد ... با قفس یک دوسه روزی بگلستانم بر
یک طفل اشک را بدو عالم نمیدهم ... دارم تعلقی بجگر گوشه های خویش
به پیری شیشهٔ دل را شکستم در سر کویش ... که سازم عینک از بهر تماشای گل رویش
دل از من رفت و من هم رفتم از خویش ... تو تا رفتی من و دل هر دو رفته
ازین زیاده شوی پاره پاره ای دل من ... هزار زخم ترا پیشتر رفو کردم
پا کشیدن ز سر کوی بتان، آسان نیست ... این نه کاری است که از دست من آید بیرون
دل و دیده را چه سازم، که تو یکنفس ز شوخی ... نه بدیده می‌نشینی نه بدل قرار داری
از می برنگ لاله بر افروز چهره را ... آتش برای سوختن ما بهم رسان
ندارد طاقت دوری دل مشکل پسند من ... چو بر آتش رسد آرام میگیرد سپند من

(ردیف غ)

مجمع النفائس : سید حسین مخاطب بامتیازخان که در عهد عالمگیری از ایران بهند آمده . بادشاه مغفور او را نظر بر نجابت با صبیهٔ میر هادی فضائل خان (۲)- که میر منشی و در آخر میر سامان شده بود - ازدواج نمود . خالص تخلص مینمود ، و مدتی در هند بخدمات لائقه سرفرازی داشت . اواخر بدامن کشی حب وطن از راه خشکی بایران میرفت .

۱- مجمع النفائس دارد .

(۲) - میر محمد هادی مخاطب بفضائل خان و فاضل خان بن حاجی محمد ملقب بمیر خان و وزیر خان . وفات ۹ ذیقعده (۱۱۱۲ ه) پدرش در (۱۱۰۲ ه) گذشت (تاریخ محمدی صفه ۱۵)

در سرحد هند و ایران بعضی از زمینداران سرحدی بطمع مالی — که از هند بهم رسانیده بود — او را کشتند (رحمه الله تعالی) بنواب غفران مآب مخلص خان (۱)، تن بخشی عالمگیری، کمال ارتباط و اختلاط داشت. چنانچه نواب مذکور دیباچه بکمال بلاغت و دقت بر دیوان خالص مذکور نوشته اند. از اوست:

چون دوا از مردم بیدرد بیزاریم ما	هر که دارد در جهان دردی خریداریم ما
وعده کردی! بر سر قول و قرار خود بیا	گر بکار ما نمی آئی بکار خود بیا
کو دماغی که گویم ای ساقی	بی دماغم بده ایاغ مرا
من آن مرغ بدام افتادهٔ رنگینی وضعم	که بلبل در چمن نشناسد از گل آشیانم را
ببغل آمدهٔ تنگ مرا های ترا	چه قدر بوسه توان داد سراپای ترا
چشم آئینه ندیده است بروی تو هنوز	کس نچیده است گل سرو تماشای ترا
بیا که بی تو چنان بزم عیش برهم خورد	که غنچه شد بکف ما گل پیالهٔ ما
نرسیده است هنوز، آبلهٔ پا بمراد	کاش یکچند قدم دور شود منزل ما
در اسباب حصول مدعا، کوشش مکن بیجا	که ما از بسکه ره جستیم گم کردیم منزل را
خدا نا کرده شاید رحم آرد چون مرا بیند	نمیبینند از بهر چه یارب چشم قاتل را
بهر حالت کسی را همتم محروم نگذارد	کفم گر بود خالی بوسه دادم دست سائل را
بهر طرف که نظر میکنم، چراغان است	خدا زیاده کند داغ عاشقان ترا
چون کمانی را که گیرد چله روز وصل او	بخت برگردیده برگرداند آغوش مرا
از زبان شمع آتشبار می باید شنید	با خیالت گرمیٔ هنگامهٔ دوش مرا
غبار آشیان ننشیند آنجا بر پرو بال	ندارد باغ فارغبالی کنج قفسها را
جواب نالهٔ از بلبل در دام نشنیدم	نمیداند چه بر سر آمد آن فریادرسها را
دور باش حسن امشب همچو مه و هاله داشت	یار در آغوش ما و دور از آغوش ما
شد جهان روشن، چو از میخانه بیرون آمدیم	آفتابی بود، پنداری سبو بر دوش ما
بامیدی که شاید آشنائی را گذار افتد	بخاک ره برابر میکنم ویرانهٔ خود را
رود از دفتر ایجاد رعونت بیرون	قامتش گر ندهد جائزه رعنائی را
گل بیخار پریشانی ما ست	پنبهٔ خرقهٔ پشمینهٔ ما
شکوها دارم از جدائیها	داد از دست آشنائیها

رک: تاریخ محمدی ۳۰ قتل شد (۱۱۲۴ ه)

بد بلائیست در جهان (خالص) / عاشقیها و بینوائیها
خواهیم همچو غنچه شگفتن درین چمن / بوی گل اگر نخورد بر دماغ ما
ای که در خون کشیدهٔ ما را / خوش باین رنگ دیدهٔ ما را
چو مکتوبی که رهرو یابد و برجاش بگذارد / پشیمان میشود هر کس که پیدا میکند ما را
حسن سرشار ترا مشاطهٔ درکار نیست / میزند بر گشته مژگان شانه بر کاکل ترا
نباشد گر سر یاری بما آن لاوبالی را / کسی از دست ما نگرفته معشوق خیالی را
جامهٔ زیبنده تر نبود ز عریانی مرا / این قبا گردیده جزو تن ز چسپانی مرا
چو آن دزدی که صاحب خانه غافل برسرش آید / ترا دیدم، نمیدانم کجا انداختم دل را
هنوز چشم ترا احتیاج سرمه نبود / که سوخت آتش عشق تو استخوان مرا
بکویش قاصدی میرفت بیدردان ز نادانی / همه مکتوب میدادند من دادم دل خود را
چه داند قدر مکتوب اسیران را پریزادی / که کاغذ باد می سازد هنوز از خرد سالیها
همچو طفل که هنوزش خبر از مکتب نیست / هست یکسان بر ما شنبه و آدینه را
شب که در بزم سخن از رخ خوب توگذشت / شمع پیش از همه انگشت‌شهادت برداشت
عمری است که چون بلبل تصویر درین باغ / دارم گلی اما که ندانم بچه رنگست
دیدن ما را و رو گرفتن / مستوری نیست دلربائی است
خوب کردی آفرین ای شمع فانوس آفرین ! / سوختن در پرده خود را این چنین رسوا خوش است
با خیال سر و زلف تو، من و دل امشب / روزگاری گذراندیم که کس یاد نداشت
شده از خانه خرابان تو، معمورهٔ عصر / راه عشق تو که یک منزل آباد نداشت
اینچه بخت است که در عشق تو(خالص)دارد / خاطر جمعی اگر داشت دل شاد نداشت
میتوان غارت ویرانهٔ من کرد هنوز / هیچ اگر نیست، درو سایهٔ دیواری هست
سعی دارد، که بدام تو رساند، خود را / هر کجا در قفس مرغ گرفتاری هست
که بشهر آمده، کز دیدهٔ حیران امروز / هر طرف مینگرم آئینهٔ بازاری هست
بخون بیگنهان این قدر دلیر مباش / که روز حشری و فردائی و جزائی هست
بادهٔ عیش کسی را بلب از جام تو نیست / روز شادی و شب وصل در ایام تو نیست
بدیده پاک کنم خاک جلوه گاهش را / بهر کجا که ببینم برهنه پای هست
یارب در انتظار که شد دیدهٔ سفید / کامشب ستاره بیش ز شبهای دیگر است
از بسکه همزبانی خار ره تو کرد / نم در دهان آبلهٔ ما نمانده است
گر ناز ازو، ز من نیاز است / محمود مگر کم از ایاز است
بشکن شانه و از کف بگذار آئینه را / که بقربان تو بیساخته میباید رفت
از آبله بر برگ گل نیست نشانها / بر روی تو جای نگه ماست که خالیست

از بهر تو چون آئینه در سینهٔ تنگم / چندان که نظر کار کند جاست که خالیست
این قدر در فکر آزارم نبودی پیش ازین / میشود ظاهر که چندی قدر من افزوده است
در تماشای تو ای گل محو از بس گشته ایم / کس نمیداند که این مائیم یا تصویر ماست
قاصد آمد غنچهٔ گل بر سر کویش هنوز / میشود ظاهر که مکتوب مرا نگشوده است
برگلوی شیشه ساقی حلقه کرد انگشت خویش / باز طوق بندگی در گردن مینا گذاشت
بسر زلف تو چون غنچه و گل از یک شاخ / دل غمدیدهٔ ما و دل خرم پیداست
دل بزلفش چو ندادیم گناه از ما نیست / شانهٔ نیست که برهمزن این سودا نیست
در میکده امروز ز بدمستی ساقی / بشکست چنان شیشه که خون از دل ما رفت
با فقیران سر گرانی، با اغنیا در کاوش اند / اختلاط مردم دنیا نمیدانم یکی است
اینچنین ای آهوئی وحشی که از خود میروی / کز دم دیگر بنزدیک من آئی دور نیست
هر جا که درین بادیه نقش قدمی بود / از دفتر افتادگی ما ورقی داشت
نالهٔ میخواستم امشب بگوش خود کشم / ضعف تن آمد سر راهی بر آوازم گرفت
هر گل که ز دم بر سر خود غنچه شد امروز / گو با دگر از من دل احباب گرفته است
نیست ابرو اینکه بر بالای چشمت کرده جا / عین خوبی دیده است استاد خلعت داده است
شب بیاد سر زلف تو کشیدم آهی / رگ ابر سیهی گشت و بروزم بگریست
آب انگور سبکتر بود از هر آبی / ما کشیدیم مکرر بترازوی قدح
ز شرم آلود چشمی دیده ام نظارهٔ گرمی / که تا آید نگاهش بر سر مژگان حیا گردد
سوختن مشت پری یعنی که بلبل را چرا / سیر گلشن پیشکش بیزغم گل چیدن چه بود
آرزو دارم که پرسم از تو بعد از آشتی / بی سبب از (خالص) بیچاره رنجیدن چه بود
یا رب غم عالم بکسی تنگ نگیرد / از شهر بصحرا شدم آن هم قفسی شد
هر کس که مرا دور کند از سر کویت / خاری ز سر راه تو بر داشته باشد
تو خودی آفت دلها! چه بگوئیم، بگو / روز محشر، اگر احوال دل از ما گیرند
شب شان خوش که عجب عمر درازی دارند / از تو عشاق تو چون وعدهٔ فردا گیرند
چه قدر غنچه شود گل که دهان تو شود / تا کجا تاب خورد موکه میان تو شود
گشته ام دیوانهٔ طفلی که از شوخی بمن / میزند سنگی که پنداری بسر گل میزند
باوجود دل عاشق که کم از آئینه نیست / اختلاط تو و آئینه چه صورت دارد
بر سرت گل به بلبل ماند / که بشاخ گل آشیان دارد
آدمی نیست صنوبر که بود بارش دل / آن قدر دل زکسی خواه که مقدور شود
چشم آن دارم ازان نرگس شهلا، که مرا / ببرد آن قدر از خود که شرابم نبرد
میکنم کلبهٔ ویرانهٔ خود را تعمیر / تا کسی راه باحوال خرابم نبرد

ز غفلت ترسد از معزول گشتن صاحب دولت / چوآن شخصی که در خواب از سر دیوار می افتد
هر گاه شیخ را مئی سرشار میرسد / فصل شگوفه ریزیٔ دستار میرسد
ساقی سرو قد ما چو ز جا بر خیزد / از لب ساغر می، نام خدا برخیزد
نمی آید بکف زلف تو ام با این رسائیها / چه میکردم سر موی اگر کوتاه تر میشد
مرا حنای تو تا چند دل فگار کند / کسی ز دست تو آخر بگو چه کار کند
نگهٔ گرم بآن آئینه رو نتوان کرد / گل این باغ برنگیست که بو نتوان کرد
کسی امروز میخواهم بکوی یار بفرستم / که گر حرفی ازان لب بشنود صد داستان بندد
من کشتنی، انصاف تو ساقی، بکجا رفت / تا چند کس از میکده مخمور بر آید
بیهوش است گوشه امنی برای من / جائی نرفته ام که بآنجا صدا رسد
ز تاثیر نگاه چشم او پیوسته بیمارم / بمن آب و هوای فصل گلریزان نمیسازد
روز هرگز نمیشود شب هجر / صبح صادق دروغ میگوید
نه خرابهٔ، نه جائی، نه بدرد آشنائی / چه کند، اگر غریبی بدیار ما بیاید
نه فتیلهٔ چراغی، نه فروغ چشم داغی / بکدام امید واری، شب تار ما برآید
بمراد خود نشد خون، بگذار گم شود دل / بچه کار خویش آمد که بکار ما بیاید
درین گلشن که غم ره در دل هر خار وخس دارد / خوش آن مرغی که باغ دلکشای چون قفس دارد
ز خود بیگانه ام با آنکه عمری بوده ام باخود / خدایا این قدر هم آدمی دیر آشنا باشد
چو خال گوشهٔ ابرو خدا نا کرده آن بدخو / دل را گر ز چشم اندازد آن ابرو نگهدارد
کدام جامه بلطف لباس عریانی است / که از کمال نزاکت بدن نما باشد
چنان ز آمد نت، حال من دگرگون شد / که عضو های ز جا رفته ام بجا افتاد

در تعریف سهره که شب کتخدائی در هندوستان بر روی داماد بندند گفته:

ماه من از حیا رخش بسکه بآب و تاب شد / سهره چو بست عارضش پنجهٔ آفتاب شد
جلوهٔ هر ناکسی را با خرام خود مسنج / کبک رفتار دگر دارد تو رفتار دگر
عیب میدانم گرفتن را کریمان چون کنم / گر ز پا افتادهٔ گوید که دستم را بگیر
چشم مست تو بما بر سر ناز است هنوز / نگهت صاحب من بنده نواز است هنوز
بیم آنست که در آئینه پژمرده شود / گل بود عکس تو در دیدهٔ نمناک انداز
بکویش عاقبت از بیکسی دل را فرستادم / کسی کین باشدش قاصد چه خواهد بود پیغامش
مرا در خاک وخون غلطانده صیادی که از شوخی / بمرغان هوا از دور چشمک میزند دامش
ای آسمان بس است مرا این قدر شکست / افتاده ام ز چشم بت جنگجوی خویش
بی تو عمرم چو سر آید بتو این حرف بگویم / که همه عمر ندیدم چو تو بیمهر و وفای

غیر آن جلوهٔ جانکاه که نازش نامست | رنجش عاشق و معشوق ندارد سببی
ای خدا ! داد دل من ز نکویان بستان | تا بدانند که دارم چو تو فریاد رسی
آن را که نه رفت عمر برباد، کجا است | از مرگ کسی که گشت آزاد کجا است
گفتم روزی به بیستون : شیرین کو | فریاد بر آورد که : فرهاد کجا است
تا رسم تو با دل شدگان ، بیداد است | از دست تو کار عاشقان فریاد است
داغ دل و خون جگر و سینهٔ چاک | مشتاق ترا چو لاله مادر زاد است

(۱۰۲ الف ــ ۱۰۳ الف)

رک : مقالات‌الشعرا (۱۸۸ ـ ۱۹۲) کلمات‌الشعرا (۳۴) تذکره حسینی (۱۲۱) نتائج الافکار (۲۲۰-۲۲۲) شمع انجمن (۱۴۱-۱۴۲) صبح گلشن (۱۲۹) فرهنگ سخنوران (۱۸۳)

۷۵ ـ خاندوران ۰ رک : نتائج الافکار (۲۲۲) و صبح گلشن (۱۵۱)

۷۷ ـ ملا حیدر خصالی

رک : صحف ابراهیم (خ) آتشکده (۱۷) مدرس (الف ، ۳۹۱) و شمع انجمن (۱۴۶)

۷۸ ـ میرزا خلیل ۰ رک : کلمات الشعرا (۳۳-۳۴) صبح گلشن (۱۵۴)

۷۹ ـ ملا فخرالدین دانا ۰ رک : صبح گلشن (۱۶۰)

۸۰ ـ ملا ذهنی کشمیری

تاریخ بذ شاه :

در بیاضی ابیات او که در باب تعمیر ثانی زینت محل که بنام زینت‌کهاه.
(زمین مزروعه آبی) شهرت دارد، بنظر آمد :

نوبهار است و باد عطر عبیر — نو نگار است و خاک عطر خمیر
لاله با جام باده، مست آمد — کرد فرموش داغ را تدبیر
نرگس از خواب جست آشفته — لشده سوسن معبر تعبیر
شاه زین العباد صاحب تاج — که جهان را از و بود توقیر
باز از فضل ایزد مطلق — کرد زینت محل دگر تعمیر
زینه گیر است باغ فرحت بخش — که ندارد بزیر چرخ نظیر
داشت ویران بسیط هامونی — کرد از آبیاری اش تعمیر
آنکه دریا بکوزه می آرد — بهر لب تشنگان روی ضریر
سال تاریخ ای بنای متین — کاخ . . . . کشمیر
یافت (ذهنی) ز بارگاه شهی — خلعت خاص دولت کشمیر

گلستان مسرت : (۲۰۹)

حیرت از خال لبش دارم که هندو زادهٔ — بر کنار چشمهٔ کوثر طهارت میکند
عقل در کار تو ای تنگ دهان حیران است — کردهٔ کشور دل ضبط باین بی دهنی
پیش تو دعا گفتن و دشنام شنیدن — هرگز اثری بهتر ازین نیست دعا را
پیش ما دشنام جانان، از شکر شیرین تر است — روی تلخ بحر، از آب گهر شیرین تر است
تبخاله بران لب ز حرارت جوشید — یا گشت حباب از منی گرنگ پدید
با معجزهٔ حسن جهان آرایش — آورد ز بیجاده برون مروارید

۱۸ - مرزا محمد علی رائج

ریاض الشعرا : میر محمد علی رائج از سادات سیالکوت است . در انجا بفقر و آراستگی بسر میبرده، چند سال قبل ازین، بعالم بقا شتافت و این شعر ازوست :

جز هوای نبود این همه ما و من ما — خالی از تن چو حباب آمده پیراهن ما
(ردیف الف)

گلستان مسرت :

دو چشمت از دل و دین هر چه داشتم بردند　　ترنگری که ، بستان نشست مفلس شد

رک : کلمات الشعرا (۴۲-۴۱) عقد ثریا (۲۹) تذکره حسینی (۱۳۰) سرو آزاد (۲۰۲) ریاض العارفین (۸۱)

۸۴ - فصاحت خان راضی . رک : تاریخ اعظمی

۸۶ - ملا محمد رفیع رافع

رک　سفینه هندی (۹۰) و خزانه عامره (۲۲۶-۲۲۵)

۹۵ - میر کمال الدین رسوا . رک: روز روشن (۲۴۱)

۹۷ - میرزا رشید. رک : شمع انجمن (۱۸۳)

۹۸ - رضا کشمیری . رک : مرآت آفتاب نما (خطی)

۱۰۴ - سلطان علی بیگ رهی

نوادهٔ علی قلی خان ، ملو سدهٔ یازدهم

رک : نصر آبادی (۲۷) آتشکده (۱۸) شمع انجمن (۱۷۵) خوشگو و فرهنگ سخنوران (۱۰۹)

۱۰۵ - ریاضی

رک : نتائج الافکار (۲۷۸-۲۷۷) صبح گلشن (۱۸۷) روز روشن (۲۳۷-۲۳۳)

۱۰۷ - زیب النسا بیگم

مخفی تخلص . وفات ۱۱۱۴ ھ مدفن کابلی دروازه دهلی (بهارستان ناز ص ۲۰۰)ــوادخلی جنتی ــ(سرخوش ۱۹۸)

۱۱۱۴ھ

رک : نتائج الافکار (۳۰۵-۳۰۶) و شمع انجمن (۱۸۸-۱۹۰)

۱۰۸ - حاجی فریدون سابق

رک : نصرآبادی (۳۲۵-۳۰۶) نگارستان سخن (۳۷) ، سفینه خوشگو ، روز روشن (۲۷۷-۲۷۸)

۱۰۹ - ساجد ۰ رک : روز روشن (۲۷۸)

۱۱۲ - سالار ۰ رک : روز روشن (۲۸۱-۲۸۲)

۱۱۴ - حاجی اسلم خان سالم

رک : مرآت آفتاب نما (خطی) و گلستان مسرت

۱۳۲ - میرزا نورالدین محمد شارق ۰ رک : روز روشن (۳۱۷)

۱۳۹ - حکیم حسن شفائی

رک.: صادقی (۲۴-۲۵) نصرآبادی (۲۱۱-۲۱۴) تذکره حسینی (۱۲۸) آتشکده (۱۸۳-۱۸۴) مجمع الفصحا (م ، ۲۱-۲۳) شمع انجمن (۲۲۷) ریحانة الادب (ب ، ۲۳۰-۲۳۱) سروآزاد (۲۷-۲۸) سفینه خوشگو (حرف ش) رازی (اقلیم چهارم ، اصفهان) ، نتائج الافکار (۳۷۳-۳۷۵)

۱۴۰ - میرزا محمد علی شکیب

رک : مجمع الفصحا (۲۵۲-۲۶۲) و ریحانة الادب (ب ۳۳۵)

۱۴۱ - میرزا شمس‌الدین شوکت بخارائی

رک : نصرآبادی (۲۲۲) تذکره حزین (۶۶-۶۹) کلمات‌الشعرا (۶۱-۶۲) تذکره حسینی (۱۸۴) ، ریاض الشعرا (۲۱۲) سرو آزاد (۱۲۰-۱۲۲) نتائج‌الافکار (۳۸۶-۳۸۹) شمع انجمن (۲۲۲-۲۲۴)

۱۴۲ - نواب حکیم الملک شهرت

رک : تذکره حسینی (۱۸۴) ، شمع انجمن (۲۳۱-۲۳۲) ، مجمع الفصحا ۲۵ سرو آزاد (۲۰۱-۲۰۳) نتایج الافکار (۲۹۳-۲۹۴)

۱۴۳ - لاله ملک شهید. رک : روز روشن (۳۶۸)

۱۴۶ - میرزا صادق دست غیب

رک : شمع انجمن (۲۵۶-۲۵۷)

۱۴۸ - میرزا صالح بیگ

رک : ماثر رحیمی‌از مدا خان خان خانان (۱۶۴۳-۱۶۴۷)

۱۵۰ - صامت کشمیری

رک : نتائج الافکار (۶۸) شمع انجمن (۲۶۶-۲۶۷) تذکره حزین (۸۸-۸۹)

۱۵۲ - صفی قلی خان. رک : نصر آبادی (۲۹)

۱۵۶ ـ ملا محمد صوفی مازندرانی

رک : مجله پارس کراچی شماره اول تحت محمد صالح اصفهانی، تذکره حسینی ۱۸۷ .

۱۵۹ ـ میر صیدی صفاهانی

رک : نصر آبادی (۳۵۸ــ۳۵۹) تذکره حسینی (۱۹۳) آتشکده (۳۱۹) شمع انجمن (۲۵۷) سفینه خوشگو (حرف ص)

۱۶۲ ـ میر طبیعی کشمیری . رک : نصر آبادی (۴۲۳)

۱۶۶ ـ کرم الله خان عاشق

رک : کلمات الشعرا (۸۰) صبح گلشن (۲۷۱) سفینه خوشگو (حرف ع)

۱۶۹ ـ نعمت خان عالی

گل رعنا : میرزا محمد مخاطب بنعمت خان صاحب طبع عالی است ، ونعمت چش مائده شیرین مقالی . خامهٔ هجوش کار شمشیر زهر آلود میکند، و زبان درازش نیش عقرب بر شرائین میزند . پدرش حکیم فتح الدین از شیراز وارد هندوستان جنت نشان . میرزا محمد درینجا متولد گردید و در صغر سن همراه پدر بشیراز رفت ، وکسب کمال کرده بر گشت . و در خدمت ملا شفیعای یزدی مخاطب بدانشمند خان دامن تلمذ بر کمر زد ، وبعد اکتساب حیثیات ، در سلک بندگان عالمگیر بادشاه منسلک گشت . وبمنصب پانصدی امتیاز یافت . وچون شهر حیدر آبا خلد مکان مفتوح فرمود ، این قطعهٔ تاریخ از نظر شاهی گذرانید و بمرحمت خلعت سرفراز شد :

از نصرت پادشاه غازی گردید دل جهانیان شاد
آمد بقلم حساب تاریخ شد فتح بجنگ حیدر آباد

۱۰۹۷ھ

و در سنه اربع و مائه و الف (۱۱۰۴ھ) بخطاب نعمتخان و داروغگی باورچیخانه مباهی شد، و ــ شکر نعمت‌واجب واجب ــ (۱۱۰۴ھ) تاریخ یافت، و در اواخر عهد عالمگیری بخطاب مقرب خان و داروغگی جواهر خانه، گوهر مراد بکف آورد. و بعد انتقال خلد مکان رفاقت محمد اعظم شاه برگذید و بعد کشته شدن او، شاه عالم بهادر شاه را دریافت و بمنصب سه هزاری و خطاب دانشمند خان فائز گشت. و حسب‌الحکم تحریرــ شاهنامه ــ پیش گرفت، اما اجل فرصت نداد که آن نسخه را بانصرام رساند. در لاهور سنه احدی و عشرین و مائه و الف (۱۱۲۱ھ) شیرازهٔ نسخهٔ حیاتش گسیخت. ــ وقایع تسخیر قلعه گلکنده ــ که بقلم شوخی نوشته، مشهور آفاق است.

در انشا او را قدرتی تمام بود، و شعر را بدرجهٔ اعلیٰ میگفت. قطعهٔ هجوی کامگار خان پسر دوم عمدة‌الملک جعفر خان وزیر اعظم خلد مکان دارد، زبان زد عالم است. عالمانه نظم کرده. جناب آزاد مد ظله‌العالی برو شرحی نوشته اند، دیدنی است. نعمتخان وقتی جیغهٔ مرصعی در سرکار زیب‌النساء بیگم بنت خلد مکان بفروختن داد، مدتی سپری شد وجه قیمت نرسید. این رباعی بنظم آورده گذرانید:

ای بندگیت سعادت اختر من در خدمت تو عیان شده جوهر من
گر جیغه خریدنی است پس کو زر من ور نیست خریدنی بزن بر سر من

بیگم پنجهزار روپیه با جیغه مرحمت کرد. نعمت خان در دیباچهٔ دیوان خود مینویسد که: در بدایت حال بمناسبت شغل طبابت، که موروثی

بود ـ حکیم ـ تخلص مینمودم . آخر تصحیف چکنم اختیار تخلص حکیم را مانع شد ، و بفرمودهٔ استادی نواب دانشمند خان ، عالی تخلص کردم . این ابیات او از خزانه عامره فرا گرفته میشود . (یازده بیت دارد ۷۸۵ـ۷۸۷)

رک ! تذکرهٔ حسینی (۲۱۵ـ۲۲۱) کلمات‌الشعرا (۷۹) شمع انجمن (۳۰۵ـ۳۰۸) روز روشن (۱۸۳).

۱۷۱ - عشرت

مجمع‌النفائس : جی کشن عشرت تخلص از براهمه کشمیر است ، مدتها ملازم سرکار مؤتمن‌الدوله بهادر مرحوم و نواب شهید مبرور نجم الدوله بهادر بود . از مدت پانزده سال با فقیر ربط اخلاص دارد . شعر را خوب میگوید ، اکثر تتبع غزلهای فقیر نموده . ـ مثنوی رام سیتا ـ بسیار بتلاش گفته و از ـ رام سینای ـ مسیحای' پانی پتی خوب تر گفته . خیلی ... های است . نواب مغفور یحیی خان دیوان خالصه قانون‌گوی' تمام صوبهٔ کشمیر باو داده اند . خدا از چشم مردم ملک خودش نگاه دارد . بیچاره مرد غریب با وفائی است . از وست :

از معاش خویشتن محسود عالم گشته ایم   کس نیارد دید چون خورشید عشرت نان ما

عشرت تو ز صیاد طمع کرده رهائی   پر سادگیش خنده زده چاک قفسها

کمتر از یک قطره خونم بچشم روزگار   میتوانم دل شدن عشق ار دهد پهلو مرا

فیض عشق است نباشد دل مایوس این جا   لب دریا بلب تشنه دهد بوس این جا

نتافت مهر رخت هیچگه بمسکن ما   نداشته است چنین چشم از تو روزن ما

غول راهم مشو ای شیخ! دگر بهر خدا   از حرم عشق سوی دیر فرستاد مرا

رهین منت عشق خودم که، در همه عمر   بکوی باده فروشان مرا گدا کرده است

دید تا سرو قامتش عشرت   جای قد سرو انفعال کشید

ببزم از غم عشق تو چشم جام تراست   بگوش قلقل مینا صدای نوحه گراست

دشت از لاله بسکه رنگین است   پای دیوانه دست گلچین است

چشمک زن صد بوسه لبش شب‌که بما بود — ناکامی ما را ز حیا رو بقفا برد
جامه‌ٔ بهر تن بی سروپا قطع کنید — دست شوقم هوس جیب دریدن دارد
خار کوی تو گر از دور هویدا گردد — آب اندر دهن آبله‌ٔ پا گردد

(۲۵۵ الف)

نیز رک : سفینه‌ٔ هندی (۱۳۵) صبح گلشن (۲۸۵-۲۸۶)

۱۷۶ = میر طاهر علوی . رک : نصرآبادی (۲۷۲) صبح گلشن (۲۹۰ ـ ۲۹۱) سفینه خوشگو (حرف ع)

۱۸۱ = فروری سبزواری . رک : مقالات‌الشعرا (۲۶۵)

۱۹۷ = محمد بیگ فرصت . رک : سفینه خوشگو (۱۶۲) سفینهٔ هندی (۱۵۷)

۲۰۵ = مرزا قاسم کاشی . رک: صبح گلشن (۳۲۷)

۲۰۷ = عبدالغنی بیگ قبول . رک: تذکره‌ٔ حسینی (۲۷۲)

۲۱۱ = قیصرای هراتی . رک: سفیه خوشگو(حرف ق) روز روشن(۵۶۵)

۲۳۱ = میر محمود . رک : رازی (اقلیم چهارم) صبح گلشن (۳۸۵)

۲۳۵ = میر مرتضی حیدر . رک : صبح گلشن (۴۰۰) روز روشن (۶۳۲-۶۳۳) نگارستان سخن (۹۵)

۲۳۷ = مستغنی کشمیری . رک : سفینه خوشگو (حرف م)

۲۴۰ = محمد رضای مشتاق . رک : سفینه خوشگو (حرف م)

۲۵۰- **میرزا حسن بیگ معلوم.** رک: دانشمندان آذربائیجان(۳۵۱)

۲۵۲- **میرزا مقصود کاشی.** رک: سفینه خوشگو (حرف م)

۲٦۸- **میر نجات.** رک: تذکره حسینی (۳۵٦) صبح گلشن (۵۰۲) سرخوش (۱۱۵)

۲۷۲ - **دلاور خان نصرت.** رک: صدیق(۲٦۳)، سرخوش(۱۱۲)

۲۷۳ - **نصیرای اصفهانی.** رک: نصرآبادی (۱۲۳)

۲۷۹ - **نکهت، سخنور خان**

مجمع النفائس: باین تخلص چند کس گذشته اند. یکی ازان جمله یوسف نامیست که عهد محمد شاهی مخاطب به سخنور خان شده. مشارالیه اکثر در خدمت اعتمادالدوله قمرالدین خان مرحوم بود، و سابق در عهد عالمگیری با امیرالامرا ذوالفقار خان. بیشتر اشعارش قصائد است. الغرض شاعر پیشه بود بسیار شوخ طبع و گرم خون. عزیزان تهمت دزدی مضامین برو میبستند بلکه نسبت انتقال اشعار مینمودند. با فقیر بسیار آشنا بود. نثری مشتمل بر احوال اعتمادالدوله محمد امین خان مرحوم و قمرالدین خان پسرش نوشته. چون اشعارش رواج نیافته ومرا هیچ یاد نیست‌قلمی نگردیده، مگر قطعه تاریخی که تاریخ جلوس سلطنت آرامگاه محمد شاه بادشاه مرحوم گفته :

بادشاه ابن محمد شاه غازی آنکه هست	پادشاه هفت کشور خسرو والا گهر
عالم آرا یوسف ثانی بمصر سلطنت	جم خدم انجم حشم حاتم کرم قدس سر
شد بفضل حضرت دادار صاحب اختیار	دشمن سرکش ز عالم کرد آهنگ سفر
عقل تاریخ همایون فال شاهنشه نوشت	آفتاب ملک اقبال از کسوف آمد بدر

(۳۸۸ الف)

۲۸۹ = میرزا حسن واهب

مجمع‌النفائس : میرزا حسن واهب تخلص . خیلی بفضائل آراسته و بکملات پیراسة. پایه‌سخن را باعلی‌المدارج‌رسانیده. در جلوس شاه صفی رباعیات محتشم را جواب گفته که مورد تحسین اهل کمال و ارباب بلاغت گردیده . مستوفی یزد بود و در همانجا فوت شد . ازوست :

پشمینه ام بگرد صفا غوطه داده اند — آئینه کرده است غبار نمد مرا
در وصل رشک میخورم و در فراق خون — افگنده عاشقی بعذاب ابد مرا
گر نباشد آسمان را ابر مستان را چه غم — در دمی ابری کند رنگ هوای صاف را
به پیری خاک بازی گه طفلان میکنم برسر — که شاید بشنوم‌زان خاک‌بوی‌خورد سالی را
کسی کیفیت چشم ترا چون من نمیداند — فرنگی قدر میداند شراب پرتگال را
نسخهٔ آدمیتی پیش به از خودی بخوان — درس فرشته یاد ده آدم ناتمام را
ساخت مست و سرخوشت غمزهٔ آشنا کشت — کاش نمیشناختی (واهب) تلخکام را

در تعریف معشوق ازرق چشم گفته :

شده است نرگس سبز تو سرخ ، پنداری — که در پیالهٔ فیروزه کرده اند شراب
سر کدو بسلامت چه شد که شیشه شکست — بزم دردکشان تو نیست جای شراب
در دیر و کعبه ساغر تحقیق میکشم — یک خانه در محلهٔ ما بی شراب نیست
تا دل دیوانه درس عشق را فهمیده است — شور و شر دارد که پنداری خدا را دیده است
از سرشک ما نشان مشرق و مغرب مگیر — طفل اشک غم نصیبان پیر دنیا دیده است
زمانه را بخود از صبر مهربان گردان — که مهر دایه پرستان ز طفل خاموشیست
ز جان عشق من‌ای بوالهوس چه میخواهی — تو بخود لرزشی و او رند خانه بر دوش است
گشت چمن نگویم ازان بی وفا بد است — تکلیف سیر باغ نکردن بما بد است
(واهب) ز خواب بستر مخمل چه دیدهٔ — تا درد مند نقش سر بوریا بد است
نمود طاق فلک پیش آب دیدهٔ ما — نمونهٔ پل ویران راه سیلاب است
تا یکی سخن گوئی، است خموشی باش — عیب در کلامش نیست هرکه از خموشان است
نه در عرب سر موی وفا نه در عجم است — هزار حیف که انسان خوش قماش کم است
بهر دستش مردم سم رسید بتی — که نام نامی و اسم گرامیش دم است
کافر دلی که دعوی اعجاز میکند — خالش خلیل لاله و ریحان آتش است

مردانگی ز لذت دنیا گذشتن است نامرد و مرد را بهمین میتوان شناخت
دور از محیط هستی جوش بقا توان زد هر کشتی در این بحر تابوت ناخدائیست
روزگاری شد که با من سیر صحرا میکند عشق مجنون شد دگر او راکه پیدا میکند
بسکه امشب صحبت ما در چمن مستانه بود گل هلاک شمع و بلبل عاشق پروانه بود
هرکه جان کرد نثار قدمت تاج سر است (واهب) از خاک شود در قدمت جا دارد
درین زمانه که کشتی بخشک بسته محیط غنیمت است که از دیده آب می آید
بهر سامان شکست کشتی ما میبرد سیل هر سنگی که از ساحل بدریا میبرد
عشق چون سازد بنای بر سر دیوانهٔ روزگار از تربت من سنگ سودا میبرد
گریبانت چرا چاک‌است ، برگرد سرت گردم گریبان‌چاک‌میکردی‌گریبان‌چاک‌خواهم‌شد
چه شود اگر برواق دل زشکستگی اثری رسد ز هوای عشق ستمگری سر ما بدرد سری‌رسد
ز فضای عالم بی وفا شده وشکسته جنون ما چو امیر معتبری که او بحصار مختصری رسد
عشق از کجا و مرتبهٔ حسن از کجا مجنون سگ قبیله لیلا نمیشود
دانی چه روز چشمم از گریه تر نباشد روزیکه بعد ازان روز ، روز دگر نبا شد
و نوابه که داغی بر سر ز دست او سوخت خواهد که آسمانش بالای سر نباشد
لب هر سبزه کز دشت از من بوسه بر چیند حدیث خسرو و شیرین بخاک کوهکن گوید
آخر غرور عشق مرا بی نیاز کرد در جنگ او نخو استم از آشتی مدد
میکشد گردون بخاکم همچو نقاشی که ار صورت فرزند بر دامان مادر میکشد
مستان که حر بمشرب زاهد گرفته اند خود رفته اند و هیمه دوزخ کشیده اند
باد پای نو بدریای سرشکم چو رسید در نظر شوخ تر از توسن دریائی بود
هلاک جوهر ابروی سرکش تو شوم که فتنه را بمیان ذوالفقار میبندد
ترک بد مست من از خانه بخون ریختم دست بر قبضه شمشیر برون می آید
ابلق اقبال تاج پادشاهی همت است چون شه شطرنج بتوان بادشاه جنگ شد
غافل از معرفت سر اناالحق نشوی آتش از پنبهٔ منصور برون می آید
گر بکاوند پی پای غزالان ختن استخوان سر فغفور برون می آید
آتش افسردهٔ از کاروان وا مانده ام همرهان رفته خاکستر نشینم کرده اند
نپوشیدم ز رویت چشم خود تا چشم پوشیدم کشیدم مدتی بیخوابی و رفتم بخواب آخر
بخشند بیقرار ترا کام دیر تر ساقی بزور مست دهد جام دیر تر
مرغی که در تلاش خلاصی ز قید جست در دام ماند از گره دام دیر تر
ار منع محتسب نبود دهر بی رواج ای پیر میفروش تو جا را نگاهدار
ناکام آرزو نشود تلخ از لبت شیرین تر از حلاوت گفتار خویش باش

امروز فرصت است بغفلت مبر بسر — فردا قیامت است خبردار خویش باش
لطف خدا بوعدهٔ خود میکند وفا — ای پیر میفروش تو درکار خویش باش
(واهب) باشک و آه منش میرسد نسب — هندو اگر بشعله کند شست و شوی خویش
بدامان قیامت هم سر دیوانگی دارد — چومجنون هرکه دردهن جنون مانداست زنجیرش
در فرنگ دوستی رنجش پرستی کافریست — از تو رنجیدم غلط کردم غلط کردم غلط
با تغافل گوشهٔ چشم و نگاهی لازم است — سخت راضی میشود طبعت باستغنای خشک
غیرت وحشی روان دامن دشت طلب — قوت رفتار میبخشد بنقش پای خشک
ای شده از فکر وصالت بی سرو بی پا دل — برده خط و خال لبت از خضر و مسیحا دل
صبح امیدم ندمد ورزم نشود روشن — وصف ترا گر نه کنم شب تا بسحر با دل

این دوبیت که گذشت، از جمله ابیات غزلیست که، واهب ببحر غیر متعارف گفته و موافق سلیقهٔ شعرای فارسی بسیار ناگوار است .

سرچه باشد که من از تیغ تو امساک کنم — ترسم آن را گره خاطر فتراک کنم
چوواهب شکوه ازدشمن کنی ازدوست رنجش کن — زمین را گرمخاطب میکنم با آسمان دارم
بی من بسیر گلشن امروز رفته بودی — فریاد بلبلان را از دور میشنیدم
بسی تنگست بر اندام شوقم جامهٔ هستی — نمی آید برون از آستین این قبا دستم
سوختم در تنگنای خرقه عریان میشوم — با جنون در کوی او دست و گریبان میشوم
من شکار دور گرد دشت سر گردانیم — گاه می آیم بچشم و گاه پنهان میشوم
شرم عصیان سد راه و رحمت او بیحساب — صحبت محشر بهم خورده است تا ما میرویم
از یمن عشق مبدٔ فیضست تربتم — جبریل تکیه کرده بسنگ مزار من
تند پروازانه می آید بدنبال دلم — بسکه پر زد ریخت آخر بال عنقا بر زمین
ای قضا از قدرت چشم طمع پوشیدم — سر دنیای تو در گردن دنیا داران
کار دیوانهٔ عشقست که جانش خون باد — در دعا گریه نمودن باثر خندیدن
اشک در چشم تو گردید ز بس خندیدی — میکنی گریه بروز خود و بر خندیدن
خندهٔ کردم و چون گل بخجالت رفتم — ببهار دگر افتاد دگر خندیدن
مستی چنان خوشست که تا آخر شراب — روح فرشته موج زند در کدوی تو
دوری که بود آئنه ام بی غبار کو — آن روزگار پیشتر از روزگار کو
ای پیر میفروش صباحت بخیر باد — مستی که نیست از کرمت شرمسار کو
پوشیدم از سفید و سیاه زمانه چشم — دیگر دماغ دیدن لیل و نهار کو
زگمنامی نهان بودیم در چشم و دل عالم — تو چون بیگانگی ما را بمردم آشنا کردی

قبا بتازگی رنگ یاسمین پوشی — پری برهنه شود چون تو پیرهن پوشی

از اشعار متفرقه اوست :

در ته خاک که گل بر سر خاکم روید — یاد گل بر سر و دستار زدن خواهم کرد
حلقهٔ در گوش تنها گردی مجنون کنم — از سر زنجیر دل گر حلقهٔ بیرون کنم
استخوان بندی ما را غم او از هم ریخت — دست دیوانه به بندید که زنجیر گسیخت
مرا بمبدٔ نیاض رهنما عشق است — کلید دار در خانهٔ خدا عشق است
خزان رسید و غنچه در گلستان ریخت — شگرفه بند قبای بهار بود گسیخت
ز سوز گریه نگاهم ز دیدن افتاد است — چو دام حلقهٔ چشمم بدامن افتاد است

رباعیات :

در فصل گلی که گل ز پیمانه دمد — خار و خس غم مرا ز کاشانه دمد
از آبله دیدیم دمد سنبل آه — چون سبزه که از تبسم دانه دمد
در بتکده گرچه از پی دل گردد — عارف بخدای کعبه واصل گردد
سجاده که واژگونه افتد در شرع — کی قبله کج و نماز باطل گردد
در صومعه انچه پارسا میخواهد — ترسا همین از کلیسا میخواهد
هرکس بشفاعت کسی بسته کمر — بت عذر برهمن از خدا میخواهد
و بعذر خواهی آمد آن ماه — گفت : از من چیست در دلت! گفتم: آه
گفتا : که مگر هنوز داری رمقی — گفتم : نی و جان سپردم اناالله

(۲۹۴-۲۹۶-۲۹۹)

۲۹۴ = هادی. رک : صبح گلشن (۶۰۴)

۲۹۶ = حضرت خواجه هاشم درویش. رک : سفینه هندی (۲۴۰) صبح گلشن (۶.۵)

۲۹۹ = نواب سعدالله خان هدایت. صبح گلشن (۶۰۶)

۳۰۳ = محمد اشرف یکتا

گلستان مسرت :

دلها به پیچ گوشهٔ دستار بستهٔ — گردم سرت چه طره گهر دار بستهٔ
کاکلت را من ز مستی رشتهٔ جان گفته ام — مست بودم زین سبب حرف پریشان گفته ام
گریبان چاک و دامن چاک و دل مشاطهٔ نازت — پریشان کاکلی داری و من هم شانهٔ دارم

تجلی جلوه از وصف رخت کردم رقمهارا
تراشیدم به تیغ کوه طور امشب قلمها را
روز ازل بحکمت درس کتاب حسن
خال رخ تو شد نقط انتخاب حسن
دل بردهٔ بچهرهٔ زیبا ، شناختم
از خال عارض تو سویدا شناختم
الماس شد بسینهٔ کوه یمن عقیق
لعل تو تا برآمده رنگین ز کان حسن
چه خواهدکرد یا رب گررسد آسیب دندانش
لب لعل که موج خنده سازد کار سوهانش
تلاش گرم روی در ره بیان دارد
لب تو لعل در آتش ز رنگ پان دارد
صفا دارد بحدی ساعد نور آفرین او
که موج خندهٔ صبح است چین آستین او
جاده را پای نگارین تو سازد رگ گل
روش خامه شنجرف و خرام تو یکی است
حرف شیرین تو از لکنت بود دلچسپ تر
چون سخن بر گرد لب گردد در غلطان شود
ترانه تکمهٔ یاقوت بر گریبان است
که رنگ پان ز صفای گلو نمایان است
نگردد نرم از معزول گردیدن دل ظالم
همان سخت است دندانی که افتد از دهن بیرون

۳۰۴ - یوسف بیگ

مجمع النفائس : احوالش معلوم نیست . از بیاض معتبر که بخط میرزا صائب است . اشعارش نوشته شده .

دران وادی که ازمذهب نه نام و نی نشان باشد
هجوم گوهر مقصود چون ریگ روان باشد

این بیت بنام دیگری گذشته :

مرا پیش قناعت این قدرها شرم ساری بس
که در ویرانهٔ من یک هما وار استخوان باشد
هرکس چو شمع سوخته داغ نیاز تو
بالیده جامه جامه بخود از گداز تو
کمینگاه سخن عاجز کند معنی شکاران را
خس این پیشه پهلو میدرد آتش سواران را

فقیر آزرو گوید : این بیت در دواوین متعدده شاه ناصر علی سرهندی دیده میشود . معلوم نیست توارد است یا از راه سهو نوشته شده . و اشعار ناصرعلی بمیرزا صائب رسیده و معاصر هم بوده اند . چنانکه از ثقات مسموع است و غالب که از ناصرعلی باشد چه بر طرز اوست . (۲۳۳ ب)

ـــ پایان یافت ـــ

کراچی بتاریخ ۲۶ اکتبر ۱۹۶۷ میلادی
ساعت یک و نیم شب

فهرست مصادر

آتش کده	لطف علی آذر	بمبی ١٢٧٧ء
اطبای عهد مغلیه	حکیم سید علی کوثر چاندپوری	کراچی ١٩٦٠ء
بزرگان وسخن سرایان همدان	دکتر مهدی درخشان	تهران ١٣٣٩ش
بهار گلشن کشمیر ج دوئم	جی کشن کول بیخبر و جگموهن رینه شوق	الهاباد ١٩٣٥ء
پارسی سرایان کشمیر	دکتر گ-ل- تیکو	تهران ١٣٤٢ش
تاریخ احوال حزین	شیخ محمد علی حزین	لندن ١٨٣١ء
تحفهٔ سامی	سام مرزا صفوی	تهران ١٣١٧ش
تذکرة الشعراء	محمد عبدالغنی فرخ آبادی	علی گڑه ١٩١٦ء
تذکره بی نظیر	سید عبدالوهاب افتخار اورنگ آبادی	اله آباد ١٩٤٠ء
تذکره حزین	شیخ محمد علی حزین	صفهان ١٢٣٤ء
تذکره حزین لاهیجی	م - سرشک	اصفهان ١٣٤٢ش
خزانه عامره	میر غلام علی آزاد بلگرامی	کانپور ١٩٠٠ء
دانشمندان آذربایجان	محمد علی تربیت	تهران ١٣١٤ه
تذکره روز روشن	محمد مظفر حسین صبا	بهوپال ١٢٩٧ه
" ریاض الشعراء	واله داغستانی	خطی
" ریاض العارفین	رضا قلی هدایت	تهران ١٣٤٤ش
" ریاض الوفاق	ذولفقار علی مست (تلخیص دکتر ع - خیامپور)	تبریز ١٣٣٣ش
" علمای هند	رحمان علی	لکهنو ١٩١٤ء

تذکره سرو آزاد	میر غلام علی آزاد بلگرامی	حیدرآباد	۱۹۱۳ء
" سفینهٔ خوشگو	بندرابن داس خوشگو	پٹنه	۱۹۵۹ء
" سفینهٔ شیخ حزین	شیخ علی حزین لاهیجی	حیدرآباد	۱۹۳۰ء
" شمع انجمن	نواب صدیق حسن خان	بهوپال	۱۲۹۲ھ
" عقد ثریا	غلام همدانی مصحفی	دهلی	۱۹۳۴ء
فرهنگ سخنوران	دکتر ع - خیامپور	تبریز	۱۳۴۰ش
کلمات الشعراء	محمد افضل سرخوش	مدراس	۱۹۵۱ء
کلمات الشعراء	محمد افضل سرخوش	لاهور	۱۹۴۲ء
مجمع الخواص	صادق رکابدار (دکتر خیامپور)	تبریز	۱۳۲۷ش
مجمع النفائس	سراج‌الدین علی خان آرزو	خطی	۱۱۸۵ھ
مخبرالواصلین	محمد فاضل اکبرآبادی	دهلی -	؟
مراة الخیال	شیر خان لودی	بمبئی	۱۳۲۴ھ
مردان بزرگ کاشان	کوروش زعیم	تهران	۱۳۳۶ش
مردم دیده	حاکم لاهوری	لاهور	۱۹۶۱ء
میخانه	عبدالنبی محمد شفیع	لاهور	
میخانه	" گلچین معانی	تهران	
نتائج الافکار	محمد قدرت الله گوپاموی	بمبئی	۱۳۳۴ش
نصرآبادی	مرزا محمد طاهر نصرآبادی	تهران	۱۳۱۷ش
نگارستان	عبدالرزاق دنبلی مفتون	تبریز	۱۳۴۳ش
نگارستان کشمیر	قاضی ظهورالحسن سیوهاروی	دهلی	۱۹۳۴ء
تاریخ بدشاهی	محمد الدین فوق	لاهور	۱۹۴۳ء
شاهجهان نامه سه جلد	محمد صالح کنبوه	لاهور	۱۹۶۰ء
تاریخ کشمیر	خواجه محمد اعظم	لاهور	؟
تاریخ کشمیر	خواجه محمد اعظم	سری‌نگر	؟
ماثرالامرا سه جلد	صمصام الدوله شاهنواز خان	کلکته	۱۸۸۸ء
ماثر عالمگیری	محمد ساقی مستعد خان (ترجمه انگلیسی سرکار)	کلکته	۱۹۴۷ء

مآثر عالمگیری (فارسی)	محمد ساقی مستعد خان	کلکتہ	؟
تاریخ محمدی	میرزا محمد رستم دہلوی(جلددوم حصہ ششم) مرتبہ امتیاز علی عرشی	علی گڑھ	۱۹۶۰ء
مراٗۃ آفتاب نما		خطی	
تاریخ مظہرشاہ جہانی	محمد یوسف میرک (مرتبہ سید حسام‌الدین راشدی)	کراچی	۱۹۶۲ء
مفتاح التواریخ	ولیم بیل	دہلی	؟

فهرست کتب

فہرست اماکن

فهرست اعلام

sents the transition of Muslim consciousness in this Sub-continent from its earlier phase of geographical nationalism to the broad and humanistic concept of an Islamic Community. Secondly, his is the most outstanding and most successful attempt at a re-identification of the values of Islam in the light of modern philosophical thought. And last but by no means the least, he is the man who first saw the impracticability of the idea of Indian Nationhood, the inevitability of Partition. He is the man who put forward the idea of Pakistan and gave its inner content to the Pakistan movement.

The Iqbal Academy is fortunate in being able to present this book on the occasion of the Coronation. The Academy feels that it is particularly appropriate that this Tadhkira of the poets of 'Iran-i-Saghir' should be published on this happy occasion, when our brethren of Iran are celebraing the birthday and Coronation of their enlightened and progressive ruler. We join their rejoicings and add our prayers for the long life and good health of the Shahanshah and the happiness and prosperity of the Iranian people.

MUMTAZ HASAN

Karachi

6th October, 1967

Iqbal goes on to call on the cup-bearer to arouse the Kashmiri's courage and inspire him to action:

سرت گردم اے ساقیٔ ماہ سیما
بیار از نیاگان ما یادگاری
ازاں جرعهٔ بر فشاں بر کشیری
که خاکسترش آفریند شراری

O moon-faced Saqi ! may I be thy sacrifice !
Bring me the heady wine of our ancestors,
And sprinkle some of it on the Kashmiri,
That sparks of fire may arise from his lowly dust !

Some time after this poem was written, the Kashmir agitation began. To Iqbal's own surprise, it started with a labour revolt in the silk factory to which he had referred.

He was deeply concerned about the future of Kashmir. In the *Javid Nameh*, he meets the spirit of Syed Ali Hamadani and asks him what will happen to the Kashmiri people. The saint answers:

در نگاهش جان چو باد ارزان شود
پیش او زندان او لرزان شود
تیشهٔ او خاره را بر می درد
تا نصیب خود زگیتی می برد

When he (the Kashmiri) comes to hold his life as cheap as the wind,
The very walls of his prison-house will shake before him;
Then his axe will split granite asunder
And he will grab his rightful share from Destiny itself.

This being tadhkira of Kashmiri poets, Iqbal's special relationship to Kashmir has been mentioned here. But it would be wrong to suggest that Iqbal is only a poet of Kashmir. He is far too great to be confined within any such limitations. He lives and moves in a much bigger world, and combines the wisdom of the East and West in a way that has seldom been vouchsafed to an Eastern mortal. In the first place, he repre-

Iqbal was conscious of his Kashmir origin and has referred to it more than once in his poems. His most famous couplet on the subject is:

تنم گلی ز خیابان جنت کشمیر
دل از حریم حجاز و نوا ز شیراز است

I am a rose from the garden of Kashmir, that earthly paradise,
My heart is from the sacred shrine of the Hijaz and the melody of my song is from Shiraz.

He was also closely associated with the welfare of Kashmir Conference during 1908—1909. When the Kashmir agitation started in 1924 he was a keen and close observer of events, and became President of the Kashmir Committee in 1932.

He had a clear vision of the Kashmir struggle, and a sensitive appreciation of its background. Recalling the deal which the British East India Company did with Maharaja Gulab Singh, whereby that beautiful land was sold for a mere seventyfive lakh of rupees, Iqbal could not help exclaiming:

دهقان و کشت وجوی وخیابان فروختند
قومی فروختند و چه ارزان فروختند

Fields, streams and gardens, and peasants too, they sold away,
They sold away a whole people and how cheaply did they sell!

Before there was any sign of agitation in Kashmir, he saw the gathering storm on the horizon. In a poem written in Nishat Bagh in Kashmir which is included in the *Payam-i-Mashriq* he referred to the plight of the common Kashmiri:

بریشم قبا خواجه از محنت او
نصیب تنش جامهٔ تار تاری

While his master wears the silken robe woven by his labour,
He himself is condemned to be in tatters.

One of Ghani's verses has become famous:

حسن سبزی به خط سبز مرا کرد اسیر
دام همرنگ زمین بود گرفتار شدم

The youthful beauty entrapped me with her downy loveliness,
The snare was of the same hue as the ground, and I was caught.

It is said—although it is no more than a legend—that Saib of Ispahan admired this verse so much that he was prepared to give his own Diwan for it! Iqbal has immortalised another of Ghani's verses, which he has used for a *tazmin* in one of his most moving poems:

غنی روز سیاه پیر کنعان را تماشا کن
که نور دیدهٔ اش روشن کند چشم زلیخا را

O Ghani! Behold the sad plight of the Old Man of Canaan,
Whose darling child hath become the light of Zuleika's eye.

The greatest poet of Kashmir origin, of course, is Muhammad Iqbal himself. His ancestors, who were Brahmins of the Sapru caste, came from village Chakko in Pargana Adoon near Srinagar. It was either Iqbal's grandfather, Shaikh Muhammad Rafiq, or great-grandfather, Shaikh Jamaluddin (probably the latter) who moved down to Sialkot in the Punjab near the Kashmir border at the beginning of the nineteenth century. The family had been converted to Islam long before their migration to the Punjab. One of Iqbal's ancestors was Sufi Akbar, a Muslim saint of Kashmir. Another was known as "Lol Haj" or lover of the pilgrimage to Mecca, which he is said to have performed a number of times. An uncharitable version of his frequent journeys to the holy shrines is that he had a shrewish wife and the Haj helped him to escape from the society of his incompanionable spouse. Be that as it may, the family was well known in Kashmir.

that atmosphere of charm and beauty, inspiration comes even to ordinary mortals, leave alone poets. Hafiz of Shiraz longed for that land of heart's desire, and since he could not visit it, he contented himself by imagining the black-eyed bellies of Kashmir singing his verses and dancing to the tune:

ز شعر حافظ شیراز می گویند و می رقصند
سیه چشمان کشمیری و ترکان سمرقندی

The black-eyed beauties of Kashmir and the sweethearts of Samarkand
Sing the verses of Hafiz, and dance to their tune.

Urfi, a compatriot of Hafiz, wrote a whole Qasida on Kashmir which begins with the verse:

هر سوخته جانی که به کشمیر درآید
گر مرغ کباب است با بال و پر آید

Every afflicted soul that comes to Kashmir finds solace,
Here, even a roasted bird would grow wings.

But nothing can equal the ecstatic joy of Iqbal:

رخت به کشمر کشا کوه و تل و دمن نگر
سبزه جهان جهان بین لاله چمن چمن نگر

Come and unpack in Kashmir, behold the hills and valleys and high mountains!
And world on world of greenery, and gardensful of tulips.

An idea of the wealth of poetic talent in Kashmir can be gathered from the present Tadhkira The fame of some of these poets, like Ghani and Juya, has travelled far beyond the borders of Kashmir. Ghani, who is buried near Srinagar, is famous both as a man and as a poet. There is a story, on which Iqbal has written a poem, about Ghani's habit of leaving his house open and unprotected whenever he went out and locking it strongly after him as soon as he came in. Some one asked him why he did so. "I am the most valuable object in the house. When I am not in, there is nothing to protect; but when I am in, every protection is necessary."

Pakistan, one in the Liaqat National Library and the other in the private library of the late Agha Badruddin Khan of Garhi Yasin. Hussamuddin Rashdi has made use of both copies, and the present work is based on a textual comparison of both.

So far, the work done on Kashmiri poets of Persian has been of a somewhat brief and preliminary character. The man who can be said to have been a pioneer in the field is Muhammad Din Fauq, who wrote a short but readable biography of Ghani. G.M.D. Sufi referred to the Persian poets of Kashmir in his *Kashir*, and Abdul Hamid Irfani wrote a brief but interesting account of a number of Persian poets of Kashmir under the title of *Shoarae-i-Parsi-Gu-e-Kashmir*. More recently, Professor Muhammad Baqir of the Punjab University has worked on Juya Tabrizi and has brought out a comprehensive edition of his Diwan. Hussamuddin's work, however, goes far beyond anything done before and, as already mentioned, has changed the whole character of Aslah's book itself.

Kashmir has strong links with Iran. Throughout the period of Muslim rule, the court language was Persian in Kashmir as in the rest of the Sub-continent. In the fifteenth century after Christ, in the reign of Sultan Zainul Abedein, the great patron of art and culture, Iranian arts and crafts flourished. Silver filigree work, wood-carving, papier mache, calligraphy, book-binding and illumination, silks, carpets, shawls and a number of other arts and crafts flowered under the impact of Iranian influence. Syed Ali Hamadni, the great scholar saint of Kashmir, came from Iran in the fourteenth century of the Christian era and brought with him over seven hundred skilled artisans and workers. That is how modern arts and crafts began in Kashmir. The native genius of the Kashmir populatian, working on the original Iranian models, in many cases changed them out of shape. It was on account of its patronage of Persian language and literature and the profound cultural influence of Iran on it that Kashmir came to be known as "Iran-i-Saghir" or Little Iran.

In Kashmir, poetry is almost a growth of the soil. In

FOREWORD

The Iqbal Academy is doing itself the honour of bringing out three publications on the auspicious occasion of the Coronation of Their Imperial Majesties the Shahanshah Arya Mehr and the Shahbano of Iran. These publications are:

(i) Tadhkira Shura-i-Kashmir by Muhammad Aslah "Mirza", edited with an introduction, additions and notes by Sayyid Hussamuddin Rashdi,

(ii) Tadhkira Shura-i-Punjab, compiled by Lt. Col. K. A. Rashid,

(iii) A special issue of the "Iqbal Review", the quarterly journal of the Academy, dedicated to the Coronation.

Of these the first book is before us. It is a collection of brief biographies of poets of Kashmir origin who wrote in Persian. The original Tadhkira of Muhammad Aslah, written in the reign of the Mughul Emperor Mohammad Shah, which has been edited and annotated for the Academy by the eminent Pakistani historian and scholar, Sayyid Hussamuddin Rashdi, included biographies of over three hundred poets. Hussamuddin has brought it uptodate and, as a result of his work, the total number has now grown to over six hundred. This is the largest compilation relating to the life and work of Kashmiri poets of Persian that has appeared anywhere so far. Hussamuddin has not only added considerable information on the poets mentioned by Aslah, but has provided, as a result of personal research, a supplementary list of his own which is bigger than that of Aslah and constitutes the second volume of the publition. Hussamuddin has, however, stopped at Iqbal and has not included later poets of Kashmir origin.

The Tadhkira of Muhammad Aslah was at one time believed to have been lost. Mahmud Shairani, the great Pakistani scholar, referred to it, but had not seen it. We are now fortunate enough to have two copies of the manuscript in

Quantity ... 1000

1st Impression ... 1967
2nd Impression ... 1983

Price ... Rs. 51/-

Publisher

Prof. Muhammad Munawwar
Director
Iqbal Academy Pakistan
116 - McLeod Road, Lahore

Printed at

Art Press
61 - Rl oad, Lahore

TADHKIRA SHU'RAI KASHMIR

by

MUHAMMAD ASLAH MIRZA

with Introduction, notes and annotations

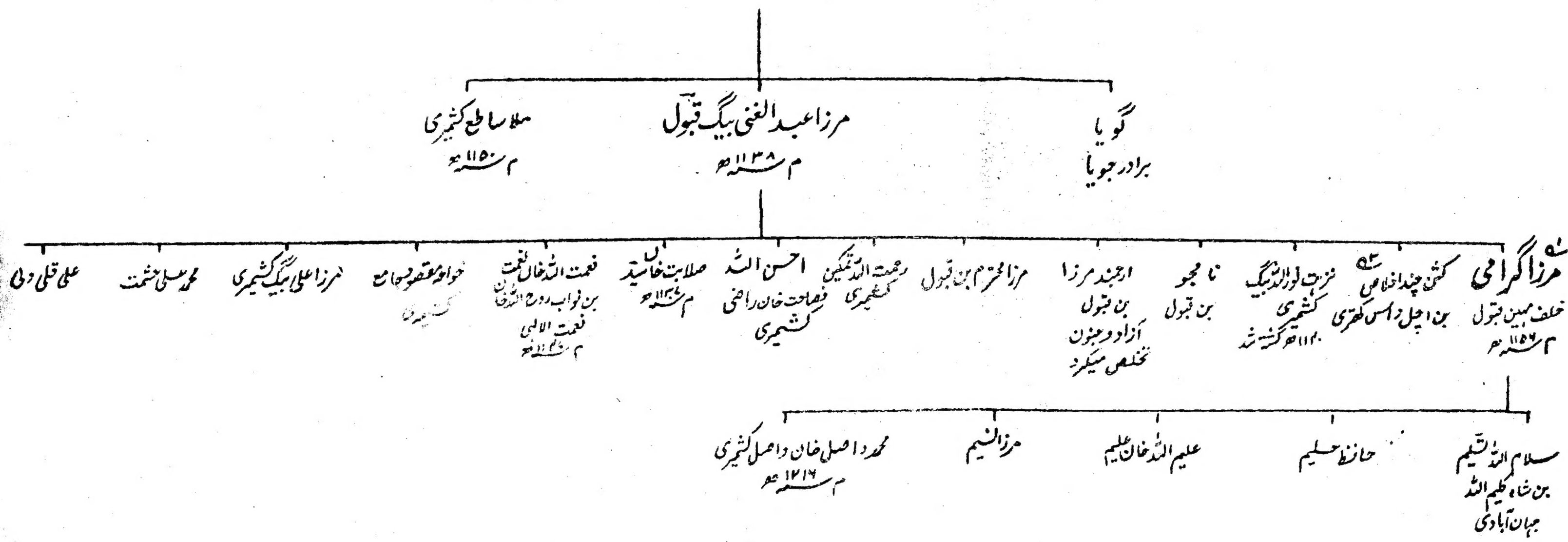
by

SAYYID HUSSAMUDDIN RASHDI



IQBAL ACADEMY [illegible]ISTAN

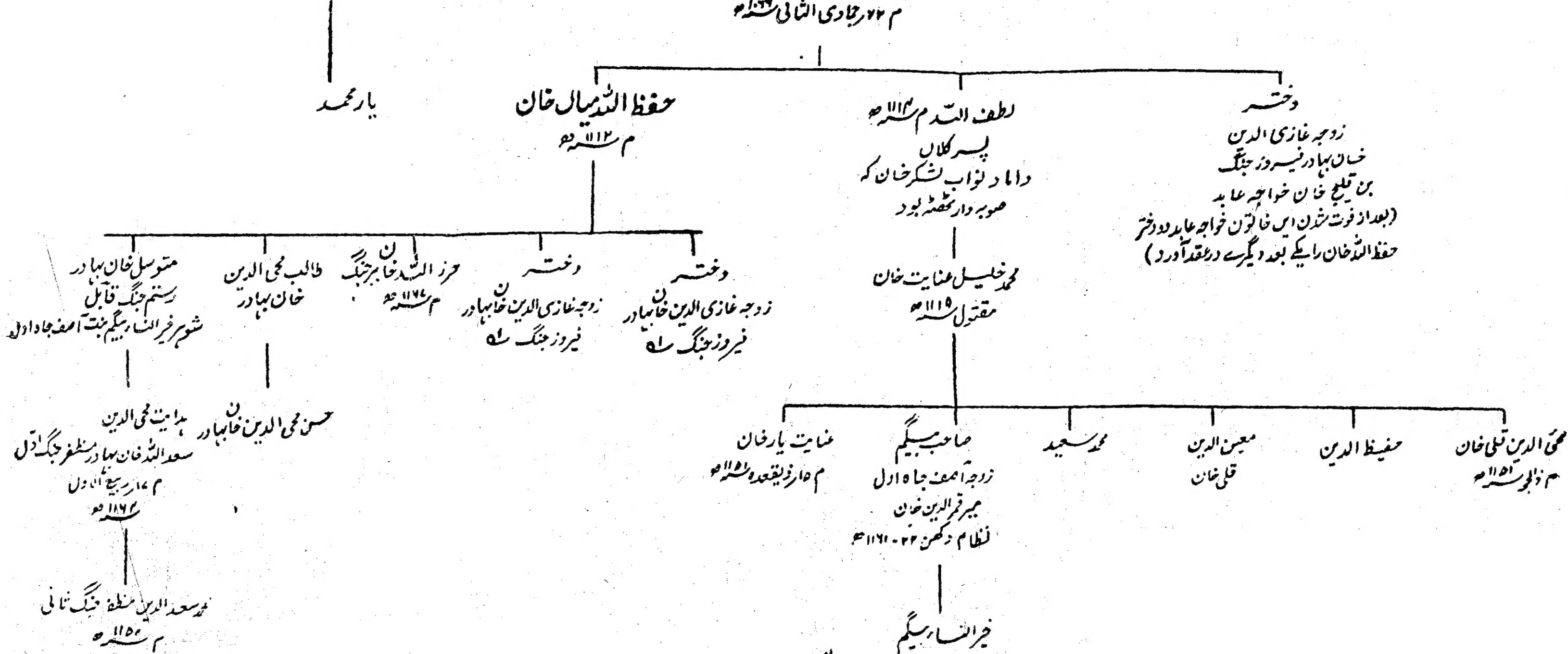
سلسلۂ شاگردان جویا و قبول
متعلق صفحہ ۲۹۲



لہ استاد پانصد کس بود خوشگو ۲۲۳

۵ہ روز روشن دارد کہ خود اچل داس کھتری شاگردش بود صفحہ ۷۹

سلسلہ اولاد سعد اللہ خان
متعلق صفحہ ۵۷



سلہ بعد از فوت شدن دختر سعد اللہ خان غازی الدین فیروز جنگ ایں دو خانم را یکے بعد دیگرے در ازدواج آورد